ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین

محمدیہ پاکٹ بک
محشّٰی

بجواب

احمدیہ پاکٹ بک

مؤلفہ

فاضل مرزائیات

مولانا عبداللہ معمار صاحب امرتسری

تحقیق و تعلیق

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند

ناشر

شاہی کتب خانہ دیوبند

طابع ۶۹۹۶۶

کریسنٹ کمپیوٹرس، نزد مسجد شیخ الہند، ابوالمعالی دیوبند۔ فون 23183

E mail- crescent@ndf.vsnl.net.in

تفصیلات

نام کتاب	محمدیہ پاکٹ بک محشیٰ بجواب احمدیہ پاکٹ بک
مؤلف	مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری فاضل مرزائیات
تحقیق و تعلیق	مولانا شاہ عالم صاحب گورکھپوری قاسمی (نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند)
ناشر	شاہی کتب خانہ دیوبند
سن اشاعت	اکتوبر ۱۹۹۹ء
صفحات	۶۳۲
تعداد	۱۱۰۰
کتابت	کریسینٹ کمپیوٹرس، نزد مسجد شیخ الہند، ابوالمعالی دیوبند فون 23183۔ E-mail crescent@ndf.vsnl.net.in
باہتمام	مولانا محمد اشرف پرتاپگڈھی قاسمی
قیمت	-/180 ربانی آفسیٹ پرنٹرس دیوبند فون۔23565

ملنے کے پتے

☆ دار الکتاب دیوبند ☆

☆ زکریا بک ڈپو دیوبند ☆

☆ مکتبہ مدنیہ دیوبند، فون 24729 ☆

☆ مدرسہ عربیہ مدینۃ العلوم گنیش پور، ضلع مہراج گنج، (یوپی) ☆

☆ مدرسہ عربیہ تاج العلوم، پچھی پور، گنگرائی، ضلع مہراج گنج (یوپی) ☆

☆ مدرسہ عربیہ نور الاسلام رامپور، بلڈیہا ضلع مہراج گنج (یوپی) ☆

فہرست مضامین

مضمون	نمبر صفحہ

باب اوّل
دلائل کذبِ مرزا

مضمون	نمبر صفحہ

مرزا صاحب کے کذب پر چوتھی دلیل
اختلافاتِ مرزا

مرزائیوں کی رسول دشمنی، کلماتِ نبویہ میں اختلاف ثابت کرنے کی ناپاک سعی

مضمون	نمبر صفحہ

کذب مرزا پر پانچویں دلیل کذبات مرزا

مرزا صاحب کے کذب پر چھٹی دلیل
مراق مرزا

مضمون	نمبر صفحہ
سولہویں حدیث	۳۷۲
سترہویں حدیث	۳۷۲
اٹھارویں حدیث	۳۷۲
انیسویں حدیث	۳۷۳
بیسویں حدیث	۳۷۳
آیات پر مرزائی اعتراضات اور ان کے جوابات	
خاتم ت کی زبر سے بمعنی مہر مع جواب	۳۷۵
خاتم بمعنی صرف صاحبِ شریعت نبیوں کا بند کرنیوالا مع جواب	۳۷۵
تحقیقی جواب	۳۷۶
قتل انبیاء سے بعض کیوں مراد ہیں؟ مع جواب	۳۷۷
خاتم بمعنی افضل مع جواب	۳۷۸
الزامی جواب	۳۸۰
خاتم القوم کا محاورہ مع جواب	۳۸۲
خاتم النبیین کہو ''لا نبی بعدی'' نہ کہو مع جواب	۳۸۳
تکمیل دین واتمام نعمت مع جواب	۳۸۴
بنی اسرائیل کے انبیاء کی آمد	۳۸۵
احادیث نبویہ پر مرزائی اعتراضات مع جوابات	
حضرت علیؓ سے متعلق حدیث ''نفی عام نہیں، نفی کمال ہے'' کا جواب	۳۸۶
''لا نفی جنس نہیں'' کا جواب	۳۸۷
''قیصر و کسریٰ کی ہلاکت'' مع جواب	۳۸۷
''بَعدِیْ'' بمعنی مخالفت کا جواب	۳۸۸

اجرائے نبوت پر مرزائی دلائل

مضمون	نمبر صفحہ
مسئلہ ختم نبوت اور مرزا صاحب کی دورنگی	
پہلی دلیل	۴۵۹
دوسری دلیل	۴۶۲
تیسری دلیل	۴۶۳
چوتھی دلیل	۴۶۴
پانچویں دلیل	۴۶۴
علمی ضمیمہ متعلقہ ختم نبوت	
قابل توجہ نکات	۴۶۵
لفظِ خاتم کی تشریح از لغات عربیہ	۴۶۶
لفظِ خاتم کی تشریح مرزا صاحب	۴۶۸
خاتم الشعراء اور خاتم الاسخیاء وغیرہ کی بحث	۴۶۸
لغت میں لکھنے والوں کے عقائد کو دخل ہوتا ہے مع جواب	۴۷۰
خاتم بمعنی زینت کا جواب	۴۷۰
خاتم بمعنے مہر کی بحث	۴۷۰
غیر تشریعی نبی	۴۷۰
لفظِ آخر کی تشریح	۴۷۱
آخر المجتہدین کی بحث	۴۷۲
باب سوم **حیات مسیحؑ** **مرزا صاحب کے کذب پر بارہویں دلیل**	
مسئلہ حیات مسیح	۴۷۳

مضمون	نمبر صفحہ

حیات مسیحؑ کا ثبوت از حدیث شریف

بزرگانِ دین کا عقیدہ دربارۂ حیاتِ مسیحؑ

مضمون	نمبر صفحہ

☆☆☆☆☆☆

عرض محشی

ماہرین فن رد قادیانیت کا کہنا ہے کہ قادیانیت کی تردید اور مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کے گھروندے کو مسمار کرنے کے لئے خارج سے کسی دلیل کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اسکے لئے تو مرزا قادیانی کی متضاد تحریریں ہی کافی ہیں جیسا کہ زیر نظر کتاب بھی اس بات کی شاہد عدل ہے اسلئے راقم سطور کچھ اور نہ کہہ کر تحفظ ختم نبوت اور ردقادیانیت کے میدان میں کام کرنے والوں کو کتاب ہٰذا کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے اور بس۔ چوں کہ یہ کتاب مذکورہ بالا نظریہ کے تحت ہی تصنیف کی گئی ہے۔

اول اول سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہٗ کی زبان اقدس سے اس کتاب کی تعریف سنی تھی اور جب مطالعہ کیا تو واقعی اپنے موضوع پر اس کو ایک لاجواب کتاب پایا لیکن غیر معیاری طباعت وکتابت اور بالخصوص کتاب کے مآخذ و مراجع دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کی لئے بھی ناقابل استفادہ تھی۔

راقم سطور نے اسے قابل استفادہ بنانے میں دوسال سے زائد کا عرصہ صرف کیا اور الحمدللہ مرزا قادیانی کی کتب کے تمام حوالے مرزا کی جملہ تصنیفات پر مشتمل روحانی خزائن کے نام سے شائع شدہ سیٹ سے ڈھونڈ نکالے اور حتی الامکان کوشش یہ رہی کہ ''تذکرہ'' (مجموعہ الہامات وکشوف ورؤیا مرزا قادیانی، جسے مرزائیوں کے نزدیک قرآن مجید کا درجہ حاصل ہے۔ نعوذ باللہ) میں جس قدر حوالے مل سکیں انکا اندراج کر دیا جائے تا کہ اگر کسی کے ہاتھ میں صرف یہی ایک کتاب ''تذکرۃ'' ہو تو مرزا کی دیگر کتب سے مستغنی رہے،

کتاب پہلے پاکٹ بک (چھوٹے سائز) میں چھپی ہوئی تھی۔ رسم الخط

نہایت باریک تھا۔ اب سائز بڑھا دیا گیا ہے جو آپ کے سامنے ہے لیکن نام میں تبدیلی مناسب نہیں سمجھی گئی کیونکہ کتاب اسی نام سے مشہور ہے۔

بعض صفحات تو حوالوں سے پُر ہیں۔ اگر انکے مآخذ کی نشاندہی حاشیہ میں کی جاتی تو قارئین کیلئے دشواری ہوتی اس لئے مآخذ اور جدید حوالوں کو قدیم حوالوں کے ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے اور اس کی علامت (﴿ ﴾) پھولدار قوسین کی بنا دی گئی ہے تاکہ مصنف کے قدیم حوالوں سے امتیاز رہے، قوسین میں "خ ص" سے مراد روحانی خزائن کا صفحہ ہے۔ ہاں جن چیزوں کی نشاندہی علیحدہ سے ناگزیر تھی انہیں حاشیہ میں درج کیا گیا جس کے اخیر میں "ش" کی علامت ہے جو راقم کی جانب منسوب ہے۔ مصنف کی عبارتوں میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں کی گئی ہے۔ البتہ بعض مقامات پر کتابت وطباعت کی فحش غلطیاں تھیں جن کی اصلاح کر دی گئی ہے۔

اخیر میں اپنے جملہ معاونین بالخصوص جناب مولانا عبد اللہ صاحب اعظمی استاذ شعبہ تخصص فی الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، مولوی ریاض احمد مئوی سابق متخصص شعبہ مجلس تحفظ ختم نبوت، جناب مولوی محمد اشرف صاحب پرتاپ گڈھی متخصص شعبہ تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند کا شکریہ ادا کرنا نہ بھولوں گا جنہوں نے حوالوں کی مراجعت و تحقیق میں بندۂ ناچیز کا ہر طرح ہاتھ بٹایا۔

علاوہ ازیں اس موقع پر اپنے عظیم محسن و مربیؔ حضرت مولانا سید قاری محمد عثمان صاحب مد ظلہٗ کا شکریہ ادا کرنا بھی خوشگوار فرض سمجھتا ہوں۔ کتاب کی تیاری کے سلسلے میں حضرت موصوف کے مفید مشورے شامل حال رہے ہیں۔

شاہ عالم گورکھپوری

نائب ناظم

کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند

بتاریخ ۲۶/اکتوبر ۱۹۹۹ء

مرزا صاحب کے چند ایک دعاوی

(۱) وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔
(ص ر ۱۹۴، حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص-۲۰۱ ج-۲۲﴾

(۲) اے عزیزو! اس شخص (مرزا) مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جسکے دیکھنے کیلئے بہت سے پیغمبروں نے خواہش کی۔ (ص ۱۴ اربعین ۴) ﴿خ، ص-۴۲۲، ج-۱۷﴾

(۳) خدا، رسول، تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح موعود (مرزا) کو (مسیح ابن مریم) سے افضل قرار دیا ہے۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم مسیح (ابن مریم) سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو۔
(ص ر ۱۵۵ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص-۱۵۹، ج-۲۲، تذکرہ ۴۳۳﴾

(۴) ؎ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔
(ص ر ۹۴ تتمہ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص ۸۳ ۴، ج ۲۲﴾

(۵) ؎ اینکہ منم کہ حسب بشارات آمدم۔ عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبر م
(ازالہ اوہام ص ۱۵۸ طبع اول و ص ۶۷ طبع سوم) ﴿خ، ص ۱۸۰، ج ۳﴾

(۶) سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔
(ص ۱۱ ر دافع البلاء) ﴿خ، ص ۲۳۱، ج ۱۸﴾

(۷) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔
(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) ﴿مقدمہ جلال الدین شمس در خ، ص ۱۱، ج ۳﴾

(۸) آدمم نیز احمد مختار — در برم جامۂ ہمہ ابرار
آنچہ داد است ہر نبی را جام — داد آں جام را مرا بتمام
(ص ر ۹۹ نزول المسیح) ﴿خ، ص-۴۷۷، ج-۱۸﴾

؎ منم مسیح زماں و منم کلیم خدا — منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
(تریاق القلوب ص ر ۳) ﴿خ، ص-۱۳۴، ج-۱۵﴾

(۹) خدا تعالیٰ نے اور اسکے پاک رسول نے مسیح موعود کا نام نبی اور رسول رکھا ہے

اور تمام نبیوں نے اس (مرزا) کی تعریف کی ہے۔

(ص ر ۴۸ نزول المسیح) ❁خ، ص-۴۲۶، ج-۱۸❁

(۱۰) میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا تھا۔

(ص ر ۱ فتاوی احمدیہ جلد ۱) ❁مطبوعہ احمدیہ پریس قادیان❁

(۱۱) پس اس (خدا تعالی) نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے تشبیہ دی کہ میرا نام وہی رکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ، داؤد، سلیمان، یوسف، یحیٰ، عیسیٰ وغیرہ یہ تمام نام میرے رکھے گئے۔ اس صورت میں گویا تمام انبیاء اس امت میں دوبارہ پیدا ہو گئے۔

(ص ر ۴ حاشیہ نزول المسیح) ❁خ، ص ۳۸۲، ج ۱۸❁

(۱۲) خدا کے نزدیک اس (مرزا) کا ظہور مصطفیٰ کا ظہور مانا گیا ہے۔

(مفہوم خطبہ الہامیہ ص ر ۲۰۰) ❁خ، ص-۲۷۰، ج-۱۶❁

(۱۳) جو شخص مجھ میں اور نبی مصطفیٰ ﷺ میں فرق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں جانا اور نہیں پہچانا۔ (خطبہ الہامیہ ص ر ۱۷۱) ❁خ، ص ۲۵۹، ج ۱۶❁

(۱۴) اس (نبی ﷺ) کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کریگا۔

(ص ۷۱ اعجاز احمدی) ❁خ، ص ۱۸۳، ج ر ۱۹❁

(۱۵) غلبہ کاملہ (دین اسلام) کا آنحضرت کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا یہ غلبہ مسیح موعود (مرزا) کے وقت ظہور میں آئے گا۔

(ملخصاً بلفظہ ص ۸۲، ۸۳ چشمہ معرفت) ❁خ، ص ۹۱، ج ۲۳❁

(۱۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ہزار معجزات۔

(ص ر ۴۰، ر ۶۳ تحفہ گولڑویہ) ❁خ، ص-۱۵۳، ج-۱۷❁

مگر مرزا کے دس لاکھ نشان[1] (ص ر ۴۱ تذکرۃ الشہادتین) ❁خ، ص-۴۳، ج-۲۰❁

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دین کی حالت پہلی شب کے چاند

[1] معجزہ اور نشان ایک ہوتا ہے۔ (ص ر ۷۴ نصرۃ الحق مصنفہ مرزا) ❁خ، ص-۶۳، ج-۲۱❁

کی طرح تھی مگر مرزا کے وقت چودھویں رات کے بدر کامل جیسی ہوگی۔

(مفہوم ص ر ۸-۱ / ۲۰۱ خطبہ الہامیہ) ﴿خ، ص-۲-۲، ج-۱۶﴾

(۱۸) جو کوئی میری جماعت میں داخل ہو گیا وہ صحابہ میں داخل ہو گیا۔

(ص ر ۱۷۱ خطبہ الہامیہ) ﴿خ، ص-۲۵۶، ج-۱۶﴾

(۱۹) صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات اور پیش گوئیاں سبقت لے گئی ہیں۔

(ص ر ۳۹۳ ریویو جلد اول)

(۲۰) خدا نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ (ص ر ۳۱۷ چشمہ معرفت) ﴿خ، ص-۳۳۲، ج-۲۳﴾

(۲۱) اِعۡلَمُوۡا اَنَّ فَضۡلَ اللّٰہِ مَعِی وَ اَنَّ رُوۡحَ اللّٰہِ یَنۡطِقُ فِیۡ نَفۡسِی (جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے) (ص ر ۱۷۶ انجام آتھم) ﴿خ، ص-۱۷۶، ج-۱۱﴾

خدائی کے دعوے

(۱) خدا کی مانند۔ (ص ۳۰ حاشیہ اربعین ۳) ﴿خ، ص ۴۱۳، ج ۱۷﴾

(۲) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔ (ص ۵۶۵ آئینہ کمالات) ﴿خ، ص ۵۶۴، ج ۵ تذکرۃ ۱۹۲﴾

(۳) اِلّا آن یا تیھم اللّٰہ فی ظلل من الغمام (اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا) یعنی انسانی مظہر (مرزا) کے ذریعہ اپنا جلال ظاہر کریگا۔
(ص ۱۴۵ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص ۱۵۸، ج ۲۲﴾

(۴) اَنْتَ مِنِّی بمنزلۃ اولادی (اے مرزا تو مجھ سے میری اولاد جیسا ہے)
(ص ۲۳ اربعین نمبر ۴ حاشیہ) ﴿خ، ص ۴۵۲، ج ۱۷ تذکرۃ ۳۲۳، ۴۰۰﴾

(۵) خدا نکلنے کو ہے اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ بَرُوْزِی (تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں ہی ظاہر ہو گیا) سرورق اخیر ریویو جلد ۵ نمبر ۳ ﴿تذکرۃ ۶۰۴﴾

(۶) اعطیت صفۃ الافناء والاحیاء من رب الفعال (مجھے خدا کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔
(ص ۲۳ خطبہ الہامیہ) ﴿خ، ص ۵۶، ج ۱۶﴾

(۷) اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ تَوْحِیدی و تفریدی (تو مجھ سے میری توحید کی مانند ہے)
(ص ۲/۵ تذکرۃ الشہادتین) ﴿خ، ص ۵، ج ۲۰﴾

(۸) اِنَّمَا اَمْرُكَ اِذَا اَرَدْتَ شَيْئًا ان تقول لہٗ كُن فیكون[1] (یعنی اے مرزا تیری یہ شان ہے کہ تو جس چیز کو کُن کہہ دے وہ فوراً ہو جاتی ہے)
(ص ۱۰۵ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص ۱۰۸، ج ۲۲﴾

(۹) مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے الہام کیا کہ تیرے گھر ایک لڑکا پیدا ہو گا كَاَنَّ اللّٰہ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ (گویا خدا آسمان سے اتر آیا ہے)
(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء) ﴿مجموعہ اشتہارات، ص ۱۰۱ ج ۱، تذکرۃ ۲۸۷، ۱۶۸﴾

[1] ترجمہ از مرزا قادیانی "تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے" (تذکرۃ ص ۵۲۷، ۶۶۱، ۵۱۷)

مرزا صاحب کے چند ایک مضحکہ خیز اور گول مول الہامات

(۱) بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے، تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ (حیض) بچہ ہو گیا جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ر ۱۴۳) ﴿خ، ص-۵۸۱، ج-۲۲﴾

(۲) میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں حاملہ ٹھہرا یا گیا آخر کئی مہینہ کے بعد جو (مدت حمل) دس مہینہ سے زیادہ نہیں، مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا، پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا"

(ص ر ۴۶-۴۷ کشتی نوح) ﴿خ، ص-۵۰، ج-۱۹﴾

(۳) مرزا صاحب کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ "موسومہ اسلامی قربانی" میں لکھتا ہے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا"::

(۴) "بستر عیش"

(البشریٰ جلد ۲ ص ر ۸۸ بحوالہ البدر جلد ۳، نمبر ۱ تاریخ الہام ۵ ر دسمبر ۱۹۰۳ء) (غالباً منکوحہ آسمانی کے وصال کی امید ہے) ﴿تذکرہ ص-۴۹۹﴾

(۵) "جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے" "زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں تفسیر۔ عنقریب سنا جاوے گا کہ بہت سے مفسد جو مخالفان اسلام ہیں۔ ان کا خاتمہ ہو جاویگا" (البشریٰ ص ر ۹۰ جلد ۲ بحوالہ البدر جلد ۳ ر ۱۶ ر ۱۷) ﴿تذکرہ، ۵۰۸-۵۰۹﴾ تعیین کوئی نہیں کی۔ مطلب یہ کہ جو مخالف مرے گا اُسے اس کی لپیٹ میں لیتے جاویں گے)

(۶) "چوہدری رستم علی" (البشریٰ جلد ۲ ص ر ۹۴ بحوالہ الحکم جلد ۱۲۹) (مطلب ندارد) ﴿تذکرہ ص-۶۷۲﴾

(۷) زندگیوں کا خاتمہ (البشریٰ جلد ۲ ص ۱۰۳)﴿بدر ج ا ص ۶ ۳، تذکرۃ ص ۷ ۷ ۵﴾

کن کی زندگیوں کا خاتمہ، کب ہوگا، کیسے ہوگا؟ کوئی پتہ نہیں۔

)﴿تذکرہ، ص-۵۳۲﴾

(۸) لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر خدا نے ان کو پکڑا اور شیر خدا نے فتح پائی امین الملک جے سنگھ بہادر۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ر ۱۱۸، بحوالہ بدر جلد ۲ ص ۷ ۳)(تشریح ندارد)﴿تذکرہ، ص ۶۷۲﴾

(۹) "لاہور میں ایک بے شرم ہے" (البشریٰ جلد ۲ بحوالہ بدر جلد ۶، ص ۱۱)(تعیین کوئی نہیں)﴿تذکرہ، ص-۷۰۴﴾

(۱۰) ایک امتحان ہے بعض اس میں پکڑے جائیں گے بعض چھوڑے جائیں گے۔

(البشریٰ جلد ۲ بدر جلد ۶، ۱۱)﴿تذکرہ، ص، ۷۰۴﴾

(۱۱) گورنر جنرل کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔

(البشریٰ جلد ۲ ص ر ۵۷ حصہ اول بحوالہ الحکم جلد ۳، ۴۰)

(۱۲) بعد ۱۱- انشاء اللہ (البشریٰ جلد ۲ حصہ اول ص ر ۶۵ بحوالہ الحکم ج ۴ ص ۴۵) تشریح تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے؟ گیارہ دن؟ یا گیارہ ہفتے؟ یا کیا یہی ہندسہ ۱۱ ر کا دکھایا گیا،، (ص ر ۶۶ حوالہ بالا)﴿تذکرہ، ص-۴۰۱﴾

(۱۳) آج سے یہ شرف دکھائیں گے۔ (ص ر ۶۸، البشریٰ جلد ا حصہ ا بحوالہ الحکم جلد ۵ ص ۱۸)

(۱۴) "اس کتے کا آخری دم،، فرمایا،، میں نے کشف میں دیکھا کہ کوئی کتا بیمار ہے میں اسے دوا دینے لگا ہوں تو میری زبان پر یہ جاری ہوا"

(ص ر ۲ ۷ ر رسالہ مکاشفات مرزا)﴿تذکرہ، ص-۴۱۷﴾

(۱۵) "افسوس صد افسوس،، (ص ر ۷۱، البشریٰ جلد ۲ حصہ ا بحوالہ الحکم جلد ۶، ۱۷)﴿تذکرہ، ص-۴۱۹﴾

(۱۶) "فیئر مین،، (FAIR MAN) ترجمہ معقول آدمی۔

(ص ر ۸۴، البشریٰ ج ۷ ۲ حصہ اول بحوالہ بدر ۲، ۳۴)﴿تذکرہ، ۴۸۴﴾

(۱۷) "فضل الرحمٰن نے دروازہ کھول دیا،،

(البشریٰ جلد ۲ ص ر ۹۰ حصہ ا، بحوالہ الحکم جلد ۸، ص ر ۱۳)﴿تذکرہ، ۵۰۹﴾

(۱۸) ''ہم نے وہ جہان چھوڑ دیا۔ کوئی روح کہتی ہے۔''
(البشریٰ جلد ۲ ص ر ۹۵ بحوالہ البدر سلسلہ جدید جلد ۱، ۱) ﴿تذکرہ، ۵۳۳﴾

(۱۹) ایک ناپاک روح کی آواز آئی ''میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا''
﴿تذکرہ، ۵۳۳﴾

(۲۰) کیا عذاب کا معاملہ درست ہے اگر درست ہے تو کس حد تک؟''
(البشریٰ جلد ۲ ص ر ۹۷ بحوالہ بدر جلد ۱، ٦) ﴿تذکرہ، ۵۴۸﴾

(۲۱) رؤیا۔ ایک عورت زمین پر بیٹھی ہے جو مخالفانہ رنگ میں ہے۔ میں اس کے برابر گذرا تو آواز آئی لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَى الْکَاذِبِیْنَ ساتھ ہی یہ الہام ہوا۔
''اس پر آفت پڑی اس پر آفت پڑی'' (مکاشفات ص ر ۴۱ البدر جلد ۱، ۱۰) ﴿تذکرہ، ۵۵۵﴾

(۲۲) آتش فشاں۔ مصالح العرب۔ بامراد۔ ردّ بلا
(ص ر ۴۳ مکاشفات۔ بدر، جلد ۱، ۲۳) ﴿تذکرہ، ۵۶۳-۵۶۴﴾

ایک کاغذ دکھائی دیا اس پر لکھا تھا::

(۲۳) ''ایک دانہ کس کس نے کھانا'' (البشریٰ جلد ۲ ص ر ۱۰۷ بدر جلد ۲، ۷) ﴿تذکرہ، ۵۹۵﴾

(۲۴) شَرُّ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ۔ (ص ر ۸ ''بدر'' جلد اول) ﴿تذکرہ، ۵۵۰﴾

نوٹ۔ ''میں امام زماں ہوں'' (ص ر ۲۴ ضرورۃ الامام) ﴿خ، ص-۴۹۵، ج-۱۳﴾

اور ''امام الزماں کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضے میں کر لیتے، جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو''
(ص ر ۱۳ رسالہ ضرورت الامام) ﴿خ، ص ۴۸۳، ج-۱۳﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

دلائل کذب مرزا

دلیل اول مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ

(سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴۷) ہرگز ہرگز گمان نہ کر کہ خدا اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدہ کا خلاف کریگا۔ لاریب خدا غالب و منتقم ہے،،

کسی انسان کو ذاتی طور پر علم غیب حاصل نہیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی بشر کو کسی پوشیدہ بات پر مطلع کر دے۔

پس جو شخص کسی آئندہ بات کی قبل از وقوع خبر دے۔ اس کے متعلق دو ہی خیال ہو سکتے ہیں۔ (۱) یہ کہ اس نے رفتار حالات کو ملحوظ رکھ کر، نیچر کے استمراری واقعات کی بنا پر قیاس آرائی کی ہے۔ (۲) یہ کہ اسے براہِ راست یا بالواسطہ کسی مخبر صادق نے اطلاع دی ہے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ کسی انسان کی قیاس وغیرہ سے دی ہوئی خبر ٹھیک نکل آئے جیسا کہ بعض منجموں، راولوں کی پیش گوئیاں صحیح ثابت ہو جاتی ہیں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ خدائے عالم الغیب کی بتلائی ہوئی بات غلط ہو جائے ہمارے مخاطبین یعنی مرزائیوں کے ''پیغمبر اعظم'' مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ:-

''ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو'' (ص ۸۳ چشمہ معرفت) ؟خ، ص ۹۱، ج ۲۳

لہٰذا ہم بلکہ ہر دانا انسان یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ جس شخص مدعی الہام کی کوئی بھی پیشگوئی غلط ثابت ہو جائے وہ خدا کا ملہم اور مخاطب نہیں بلکہ مفتری علی اللہ ہے۔

کیونکہ......

"ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں،،

(ص ر۵ رسالہ کشتی نوح مصنفہ مرزا) ﴿خ، ص-۵، ج-۱۹﴾

پس ہم سب سے پہلے مرزا صاحب کی پیش گوئیاں دیکھتے ہیں اگر ان میں بعض سچی ہیں تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ قیاس وغیرہ سے کی گئی ہوں۔

لیکن اگر ان میں ایک بھی جھوٹی ہے تو یقیناً وہ مرزا صاحب کے مفتری علی اللہ ہونے کی قطعی و یقینی دلیل ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:-

کسی انسان (خاص کر مدعی الہام) کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ (ص ۷۰ تریاق القلوب طبع اول) ﴿خ ص ۸۲ ج ۱۵﴾

قطع نظر منقولہ بالا معقول طریق کے الزامی طور پر بھی ہم اس دلیل کے قائم کرنے میں حق بجانب ہیں کیوں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بھی انہی کا فرمان ہے کہ:-

"تورات اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیشگوئیوں کو قرار دیا ہے۔"

(ص ر ۳ ررسالہ استفتا) ﴿خ، ص-۱۱۱، ج-۱۲﴾

نبوت کے دعویٰ کو الگ کر کے دیکھا جائے تو یہ دلیل پھر بھی مکمل ہے کیونکہ مرزا صاحب کا عام اعلان ہے کہ:-

"ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں"

(اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ آئینہ کمالات ص ر ۲۸۸ طبع ا۔ آئینہ کمالات ص ر ۲۳۲ طبع ۲) ﴿خ، ص-۲۸۸، ج-۵﴾

حاصل یہ کہ مرزا صاحب کا کذب و صدق معلوم کرنے کے لئے پہلا اور "سب سے بڑا معیار ان کی پیش گوئیاں ہیں۔،،

مرزا صاحب کی غلط پیشگوئیاں

پیشگوئی اول

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی۔ اس وقت آپ نے یہ پیشگوئی گھڑی کہ:-

''خدائے رحیم و کریم نے جو ہر چیز پر قادر ہے مجھ کو اپنے الہام سے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ خدا نے کہا تا دین اسلام کا شرف کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں تا کہ وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا کہ انہیں جو خدا، خدا کے دین اس کی کتاب، اس کے رسول کو انکار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے، ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا وہ تیرے ہی تخم، تیری ہی ذریت سے ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے، اس کا نام بشیر بھی ہے، مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے وہ بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائیگا۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس فقرہ کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ (فرزند دلبند) گرامی ارجمند۔ مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَ الْاٰخِرِ مَظْهَرِ الْحَقِّ وَ الْعُلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ وہ جلد جلد بڑھیگا اسیروں کی رستگاری کا باعث ہو گا، قومیں اس سے برکت پائیں گی،،

(ملخص اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۵۸) ٭ تذکرہ ص ۱۳۶ تا ۱۴۰ ٭ مجموعہ اشتہار ص ۱۰۱، ج ۱

اس اشتہار میں جس زور و شور کے ساتھ مذکورہ لڑکے کی پیش گوئی کرتے ہوئے اسے خدا، اسلام، رسولؐ خدا، اور خود مرزا کے صاحب الہام ہونے بلکہ خدا تعالی کے قادر و توانا ہونے کی زبردست دلیل گردانا گیا ہے۔ وہ محتاج تشریح نہیں ہے مگر افسوس کہ اس حمل سے مرزا صاحب کے گھر لڑکی پیدا ہوئی۔

اس پر مزید افسوس یہ کہ اس کے بعد مرزا صاحب کے ہاں کوئی لڑکا ایسا نہیں ہوا جسے مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کا مصداق ٹھیرایا ہو، اور وہ زندہ رہا

ہو۔ یا خود مرزا صاحب نے اس کے مصلح موعود نہ ہونے کا عملاً یا قولاً اقرار نہ کیا ہو۔

عذر مرزا

مرزا صاحب پر ان کی زندگی میں ہی اس پر اعتراض ہوا کہ بجائے لڑکے کے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو آپ نے اس کا یہ جواب دیا:۔

"کوئی اس معترض سے پوچھے کہ وہ فقرہ یا لفظ کہاں ہے جو کسی اشتہار میں اس عاجز کے قلم سے نکلا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا،،

(اشتہار محک اخیار و اشرار مندرجہ آخر رسالہ سرمہ چشم آریہ) ﴿خ، ص-۳۸۱، ج-۲، مجموعہ اشتہارات ص ۱۳۱، ج ۱﴾

الجواب

مرزا صاحب نے گو صاف صاف الفاظ میں تو اپنے اشتہار میں یہ نہیں لکھا تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا۔ مگر بعد کے اشتہاروں میں اسے تسلیم کیا گیا ہے اور اپنے مریدوں کے روبرو تو انہی دنوں مشہور کر رکھا تھا۔ لڑکا اسی حمل سے ہوگا منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ لاہوری (جو ایک عرصہ تک مرزا صاحب کے مریدانِ خاص میں رہے ہیں) اُن کی شہادت اور شہادت بھی وہ جسے خود مرزا صاحب تتمہ حقیقۃ الوحی ص ر ۱۳۵ ﴿خ، ص، ۵۷۳، ج-۲۲﴾ پر درج کر کے اس سے انکار نہیں بلکہ اجتہادی غلطی کا عذر پیش کیا ہے، موجود ہے جس کے جواب میں لکھا ہے:۔

"خدا کا کوئی الہام نہیں تھا کہ عمر پانے والا لڑکا پہلے حمل سے ہی پیدا ہوگا اور کوئی اجتہادی خیال اگر ہو تو اس پر اعتراض کرنا اُن لوگوں کا کام ہے جو نبی کے اجتہاد کو واجب الوقوع سمجھتے ہیں۔ میری طرف سے کبھی کوئی پیش گوئی شائع نہیں ہوئی کہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا۔ رہا اجتہاد سو میں خود قائل ہوں کہ دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا جس نے کبھی اجتہادی غلطی نہیں کی۔،،

اس تحریر میں صاف اعتراف ہے کہ الہاماً تو نہیں، ہاں اجتہاداً ضرور کہا گیا تھا کہ لڑکا اسی حمل سے ہوگا مگر یہ اجتہادی غلطی ہے کیا خوب ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اب رہا یہ عذر کہ الہام کی رو سے نہیں کہا گیا۔ سو اول ہمیں کسی الہام کی تلاش کی ضرورت نہیں کیوں کہ قاعدہ یوخَذُ المَرءُ بِاِقرَارِہٖ (آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے) کے علاوہ مرزا صاحب کا دعویٰ وما ینطق عن الھوی ان ھُوَ الا وحی یوحی (ص/۴۳ اربعین ۳) ﴿خ، ص۴۲۶، ج۱۷، تذکرۃ ۳۹۴﴾ ہمارے مواخذے کو مضبوط و مستحکم کرنے کو کافی ہے تو بھی ہم مرزا صاحب کے الہام سے ثابت کر دیتے ہیں۔

الہام مرزا کہ لڑکا پہلے حمل سے ہو گا۔

”آج ۸/اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا“۔

”اس (الہام) سے ظاہر ہے کہ غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں“

(اشتہار مورخہ ۸/اپریل ۱۸۸۶ء مندرجہ ص/۷۴ تبلیغ رسالت جلد اول) ﴿مجموعہ اشتہارات ص-۱۱۷، ج۱﴾

مذکورہ تحریر مرزا ہم نے دو حصوں میں تقسیم کر کے نقل کیا ہے، اس کے پہلے حصہ میں ایک مدت حمل کے اندر ایک لڑکے کی ولادت الہام سے لکھی ہے اور دوسرے حصہ میں پھر اسے گول مول رکھنے کے لئے یہ لفظ لکھے ہیں:-

”ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا اس کے قریب حمل میں،،

بہت خوب! ہمیں اس وقت مرزا صاحب کی اس ہیرا پھیری سے سروکار نہیں ناظرین خود سمجھ لیں۔ ان ہر دو فقروں کی مزید تشریح اشتہار ۷/اگست ۱۸۸۷ء میں مرزا صاحب نے یوں کی ہے:-

”اے ناظرین! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸/اپریل ۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی کہ اگر وہ موجودہ حمل سے پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائیگا،، (رسالت جلد اص/۱۲۱) ﴿مجموعہ اشتہارات ص،۱۴۱، ج-۱﴾

اس تحریر سے صاف واضح ہے کہ مرزا صاحب کے الہام ایک "مدت حمل" سے مراد موجودہ حمل تھا۔ اب صرف ایک بات باقی ہے کہ اگرچہ اشتہار ۸؍اپریل ۱۸۸۶ء کا الہام۔ "مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا،، سے مراد موجودہ حمل تو ثابت ہو گیا مگر اسی اشتہار میں یہ بھی تو لکھا ہے۔ "ابھی پیدا ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب حمل میں۔،، سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب کہ الہام میں صریح الفاظ موجود ہیں کہ "مدت ایک حمل سے یعنی موجودہ حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا،، تو یہ دوسرا فقرہ مرزا صاحب کی راست گوئی کا اظہار کر رہا ہے۔ اب رہا یہ امر کہ الہام "ایک حمل" یعنی "موجودہ حمل" کس لڑکے کے متعلق تھا۔ سو سنئے:۔

مرزا صاحب ایک اور اشتہار میں مانتے ہیں کہ الہام "مدت ایک حمل" مصلح موعود کے متعلق تھا۔ مگر مدت ایک حمل کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ اڑھائی سال یا نو سال چنانچہ ملاحظہ فرمایئے۔ لکھا ہے:۔

"مدت حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا ایک ذوالوجوہ فقرہ ہے جس کی ٹھیک ٹھیک وہی تشریح ہے جو میر عباس علی لدھیانوی نے کی ہے، یعنی ۹ برس یا اڑھائی برس،،

(اشتہار محک اخیار و اشرار مندرجہ آخر کتاب سرمہ چشم آریہ) ﴿خ، ص-۳۱۶-۳۱۷، ج ۲، مجموعہ اشتہارات ص-۱۲۶، ج-۱﴾

ہمارے ناظرین حیران ہوں گے کہ مرزا صاحب کیسے مسیح موعود اور صادق القول تھے کہ کبھی تو الہام "مدت ایک حمل سے تجاوز نہیں کر سکتا،، کو مصلح موعود کے متعلق مخصوص نہ کرتے ہوئے عام پیرایہ میں لکھتے ہیں کہ "غالباً ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے" پھر اس پر مزید چالاکی یہ کہ "مدت ایک حمل" کے الفاظ سے بھی روگردانی کر کے وسعت پیدا کرنے کو لکھ گئے کہ "یا بالضرور اس کے قریب حمل میں،، مگر آگے چل کر صاف تسلیم کر گئے کہ مدت ایک حمل سے مراد موجودہ حمل تھی اور اس کے بعد اس سے بھی صاف الفاظ میں مان گئے کہ یہ الہام مصلح موعود ہی کے متعلق ہے کسی عام لڑکے کے متعلق نہیں مگر اس جگہ بخلاف سابق، مدت ایک حمل سے مراد اڑھائی سال یا نو سال لکھ دی ہے۔

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

حاصل تحریرات بالا کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے موجودہ حمل سے لڑکے کی پیدائش نہ صرف اپنے اجتہاد سے بلکہ ''الہام،، سے بتلائی تھی جو صریح غلط ثابت ہوئی کہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی، ملاحظہ ہو:۔

(اشتہار ۷ر اگست ۱۸۸۷ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ص-۱۴۱، ج-۱، تذکرہ، ص-۱۴۴﴾

مرزائی مناظرین کا ایک مغالطہ

عام مبحث و مناظروں میں مرزائی کہا کرتے ہیں کہ وہ مصلح موعود میاں محمود احمد ہیں: ﴿تذکرہ، ص-۱۳۸﴾

جواب

میاں محمود احمد مصلح موعود نہیں ہے۔ اس کا ثبوت تو یہ ہے کہ خود مرزا صاحب نے باوجودیکہ محمود احمد موجود تھا۔ اُس کی پیدائش (جو ۱۸۸۹ء میں ہوئی ہے ملاحظہ ہو اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱، ص ر ۱۴۸ ﴿مجموعہ اشتہارات ص ر ۱۹۱، ج-۱ - تذکرہ ص-۱۳۸﴾ کے دس سال بعد ۱۸۹۹ء میں پیدا ہونے والے لڑکے مبارک احمد کو مصلح موعود قرار دیا جیسا کہ تریاق القلوب ص ر ۴۳، ر ۹۵ طبع اول میں لکھا ہے:۔

''میرا چوتھا لڑکا جس کا نام مبارک احمد ہے اس کی نسبت، پیشگوئی اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی سو خدا نے میری تصدیق کے لئے اور تمام مخالفوں کی تکذیب کے لئے اس پسر چہارم کی پیشگوئی کو ۱۴- جون ۱۸۹۹ء میں پورا کر دیا۔'' ﴿خ، ص-۲۲۱، ج-۱۵، تذکرہ ص ۲۹۳﴾

عبارت ہذا شاہد ہے کہ میاں محمود احمد اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء والے موعود کا مصداق نہیں ہے۔ فَهٰذَا مُرَادُنَا فَلَهُ الْحَمْدُ۔

میاں محمود احمد کے مصلح موعود نہ ہونے پر اور بہت سے دلائل ہیں مگر بخوف

طوالت مضمون ہم اسی پر بس کرتے ہیں۔

صاف دل کو کثرت اقوال کی حاجت نہیں
اک سطر کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

اب ایک بات باقی ہے کہ مبارک احمد جسے مرزا صاحب نے مصلح موعود ٹھہرایا تھا اس کا کیا حشر ہوا۔ سو جواباً عرض ہے کہ وہ بیچارہ ۹ر سال سے بھی کم عمر پا کر راہی ملک عدم ہوا اور مرزا صاحب اس کے غم میں سینہ کوبی کرتے رہ گئے۔

(اشتہار تبصرہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰، ص ر۱۲۶ / ۱۲۷)::
﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۸۷، ج ۳، تذکرہ ص ۷۳۰﴾

دوسری غلط پیشگوئی

اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء ﴿مجموعہ اشتہارات ص ر۱۰۲، ج ۱﴾ کے حاشیہ پر ایک پیشگوئی مرزا صاحب نے یہ کی تھی:-

"خداوند کریم نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ خواتین مبارکہ سے جن میں تو بعض کو اس (اشتہار) کے بعد پائیگا تیری نسل بہت ہوگی"۔

ایسا ہی اشتہار محک اخیار و اشرار میں لکھا ہے:-

"اس عاجز نے ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی کہ اس نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی:- ﴿ن خ، ص ۳۱۸، ج ۲، مجموعہ اشتہارات ص ۱۳۰، ج ۱﴾

بخلاف اس کے ۱۸۸۶ء کے بعد مرزا صاحب کے نکاح میں "خواتین" چھوڑ کر ایک خاتون بھی نہ آئی::

مرزائیوں کا اعتراض

"بعض خواتین" سے مراد "محمدی بیگم" ہے اور وہ نکاح مشروط تھا جب ان لوگوں نے توبہ اور رجوع کے خطوط وغیرہ لکھے تو نکاح ٹل گیا۔"

الجواب

اس اشتہار میں بلکہ مرزا صاحب کی تمام تحریرات[1]
میں سے کسی ایک کے اندر یہ مطلب نہیں لکھا۔ یہ مرزائی حضرات کا دھوکہ اور فریب ہے، صاحبان علم وعقل خود فیصلہ کر لیں کہ یہ پیشگوئی ۱۸۸۶ء کی ہے جس وقت مرزا صاحب کے خواب کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ میں کبھی محمدی بیگم کے نکاح کی پیشگوئی کروں گا۔ محمدی بیگم والی پیش گوئی اس کے قریباً دو سال بعد کی گئی تھی، یعنی ۱۸۸۸ء میں پس اس کو محمدی بیگم والی پیشگوئی سے جوڑنا محض جہالت ہے۔

تیسری غلط پیشگوئی

منکوحہ آسمانی

مرزا صاحب کے رشتہ داروں میں ایک صاحب مسمی احمد بیگ ہوشیار پوری تھے۔ انہیں ایک دفعہ ایک ضروری کام کے لئے مرزا صاحب کی خدمت میں مستدعی ہونا پڑا چونکہ وہ کام احسان وایثار اور قربانی پر مبنی تھا جو مرزا صاحب کے ہاں مفقود تھی اس لئے مرزا صاحب نے اس وقت تو یہ کہہ کر ہماری عادت بغیر استخارہ اور بلا استمزاج الٰہی کوئی کام کرنے کی نہیں ہے انہیں ٹال دیا کچھ دن بعد بذریعہ خط اس "سلوک مروت" کی قیمت یا معاوضہ اس کی دختر کلاں کا رشتہ اپنے لئے مانگا۔

آہ! اگر مرزا صاحب کو مکالمہ ومخاطبہ الٰہی تو درکنار شریف انسانوں کی غیور طبائع کا ہی احساس ہوتا تو وہ کبھی اور کسی حالت میں اس شرافت پاش تہذیب شکن

[1] مجموعہ اشتہارات ص ۱۰۲ ج ۱ میں ۱۸۸۶ء والے (اشتہار میں حاشیہ میں اسکی طرف اشارہ کیا گیا ہے لیکن واضح رہے کہ یہ حاشیہ خود مرزا کے قلم سے نہیں بلکہ کسی مرزائی نے چڑھایا ہے دلیل اسکی یہ ہے کہ پہلی دفعہ جب اشتہار اشائع ہوا تو اس میں حاشیہ نہیں تھا اور دوبارہ مرزا کی زندگی میں یہ اشتہار شائع نہیں ہوا۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ بعد کا اضافہ ہے جو غیر معتبر ہے۔ ش

مطالبہ کا زبان پر لانا تو بڑی بات ہے دل میں خیال تک بھی نہ لاتے::

کوئی شریف و غیرت مند انسان اس طرح کے کاروباری طریق اور تجارتی اصول کے طور پر اپنی لخت جگر کی توہین و تضحیک برداشت نہیں کر سکتا خواہ اس کی گردن ہی کیوں نہ اڑا دی جائے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ان کے دل میں جو رہی سہی عزت مرزا تھی وہ بھی کافور ہو گئی اور انہوں نے نہ صرف بشد و مد اس رشتہ سے انکار کیا بلکہ اپنی غیرت و شرافت اور مرزا صاحب کی سوءعقل و قابل نفرت تہذیب کا اظہار کرنے کو مرزا صاحب کا وہ خط مخالفین مرزا کے اخباروں میں شائع کرا دیا اور خدا کی قسم اگر وہ ایسا نہ کرتے اور یہ رشتہ منظور کر لیتے تو ہر شریف و مہذب انسان قیامت تک کے لئے انہیں ذلیل و حقیر جاننے پر مجبور ہوتا۔ آمدم بر سر مطلب مرزا صاحب نے جو خط انہیں لکھا، وہ چونکہ پیشگوئی پر مبنی تھا اسلئے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، ملاحظہ ہو:-

> "خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی دور کر دیگا اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا، اور اس کا انجام درد اور تکالیف اور موت ہوگی یہ دونوں طرف برکت اور موت کی ایسی ہیں کہ جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق یا کذب معلوم ہو سکتا ہے،،

(ملخص مکتوب مرزا مندرجہ اخبار نور افشاں۔ ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء منقول از آئینہ کمالات مصنفہ مرزا، ص ۲۹۵ تا ۲۸۰)۔ ،، روحانی خزائن، ص-۲۸۰، ج-۵ء)

اس خلاف تہذیب مطالبہ اور دھمکی آمیز خط کا جو اثر ہوا وہ ہم لکھ چکے ہیں کہ بجائے اس کے کہ احمد بیگ وغیرہ اس سے ڈرتے، انہوں نے اسے مشہور کر دیا۔ حالانکہ مرزا صاحب کی خواہش تھی کہ اسے مخفی رکھا جائے::

ان کی اس کارروائی سے مرزا صاحب کو اور بھی غصہ آیا اور آپ نے کھلے بندوں اشتہار دیا:-

"اخبار نور افشاں ۱۰ مئی ۱۸۸۸ء میں جو خط اس راقم کا چھاپا گیا ہے وہ

ربانی اشارہ سے لکھا گیا تھا۔ ایک مدت سے قریبی رشتہ دار مکتوب الیہ کے نشان آسمانی کے طالب تھے اور طریقہ اسلام سے انحراف رکھتے تھے (یہ محض افتراء ہے البتہ وہ لوگ جو مرزا صاحب کے دعاوی کے ضرور منکر تھے۔ ناقل) یہ لوگ مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو جانتے تھے اور مجھ سے کوئی نشان آسمانی مانگتے تھے کئی دفعہ ان کے لئے دعا کی گئی۔ دعا قبول ہو کر خدا نے یہ تقریب پیدا کی کہ والد اس دختر کا ایک ضروری کام کے لئے ہماری طرف ملتجی ہوا قریب تھا کہ (ہم اس کی درخواست پر) دستخط کر دیتے لیکن خیال آیا کہ استخارہ کر لینا چاہیئے سو یہی جواب مکتوب الیہ کو دیا گیا پھر استخارہ کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا گویا نشان آسمانی کی درخواست کا وقت آ پہنچا، اس قادر حکیم نے مجھ سے فرمایا کہ اس کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ[۱] جنبانی کرو اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت بُرا ہو گا جس دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کو ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا، عربی الہام اس بارے میں یہ ہے۔ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِئُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَ يَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔ یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالیٰ ان کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں۔ تمہارا مددگار ہو گا، اور انجام کار اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں"

(اشتہار مرزا مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء میں منقول از آئینہ کمالات مصنفہ مرزا صفحہ ۲۸۱)

۱ محمدی بیگم کی عمر اس وقت ۹ سال کی تھی مجموعہ اشتہارات ص ۱۶۰، ج ۱، اور مرزا کی عمر بقول ان کے ۴۸ یا ۴۹ سال کی تھی کتاب البریہ خ، ص ۱۷۷، ج ۱۳، اور اگر مرزا کے مریدین کی بات مانی جائے جو ان کی پیدائش ۱۸۳۱ء بتاتے ہیں تو اس حساب سے مرزا کی عمر ۵۶ یا ۵۷ سال کی ہو گی۔ مش -

تا ۲۸۸ ملخصاً) ☆روحانی خزائن ص ۲۸۷ تا ۲۸۸، ج ۵، مجموعہ اشتہارات ص ۱۵۸ تا ۱۵۹، ج ۱، تذکرہ ص ۱۵۹ تا ۱۶۰☆

اس اشتہار میں جو کچھ ہے محتاج تشریح نہیں، صاف صاف اعلان ہے کہ اگر دوسری جگہ نکاح کیا گیا تو اس عورت کا خاوند اڑھائی سال میں اور اس کا والد تین سال میں فوت ہوگا یہ خدا کا مقرر کیا ہوا فیصلہ اور اٹل وعدہ ہے جسے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا جو شخص اس میں رکاوٹ ہوگا وہ بھی ساتھ ہی پس جائیگا، آخر کار مرزا سے نکاح ہوگا یہ دلیل ہے خدا کے قادر فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ اور مرزا صاحب کے ملہم خدا ہونے کی وغیرہ۔

اس کی مزید تائید الفاظ ذیل میں یوں کی گئی ہے:-

> ”خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے تمام لوگوں پر جو (اس) پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے، اپنے قہری نشان نازل کریگا اور ان سے لڑے گا اور ان کو انواع و اقسام کے عذابوں میں مبتلا کرے گا، اُن میں سے ایک بھی ایسا نہ ہوگا جو اس عقوبت سے خالی رہے۔ ایک عرصے سے یہ لوگ مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دکاندار خیال کرتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کی درخواست سے الہامی پیشگوئی کو ظاہر فرمایا۔۔۔ سمجھیں کہ وہ (خدا) درحقیقت موجود ہے یہ رشتہ جس کی درخواست [illegible] غرض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھادے،،

(اشتہار ۱۵ر جولائی ۱۸۸۸ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۹)
☆مجموعہ اشتہارات ص ۱۶۰ تا ۱۶۲، ج ۱، تذکرہ، ص ۱۶۱☆

اس تحریر میں میں بھی مثل سابق پیشگوئی کی عظمت و شوکت کا اظہار ہے اور اس کو خدا کے موجود، مرزا صاحب کے منجانب اللہ ہونے کی ایک زبردست دلیل اور اعجوبہ قدرت قرار دیا گیا ہے::

اور سنیئے مرزا صاحب رسالہ شہادۃ القرآن ص ۸۰ ☆روحانی خزائن ص ۳۷۶، ج ۶☆ پر راقم ہیں:-

"بعض عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ عبداللہ آتھم امرتسری کی نسبت پیش گوئی اور پنڈت لیکھرام کی نسبت پیشگوئی ، پھر مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری کے داماد کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء ہے۔ قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں بلکہ محض اللہ جل شانہ' کے اختیار میں ہیں سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشگوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے یہ تینوں پیشگوئیاں پنجاب کی تین بڑی قوموں پر حاوی ہیں اور ان میں سے وہ پیشگوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے، بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزا یہ ہیں:۔

(۱) مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت نہ ہو (۲) داماد اس کا اڑھائی سال کے اندر فوت ہو، (۳) احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو (۴) وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت ہو، (۵) یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو (۶) پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے (ملخصاً بلفظہ)

یہ عبارت بھی اپنا مدعا بتانے میں بالکل واضح ہے، احمد بیگ کا تین سال میں اور اس کے داماد کا اڑھائی سال میں فوت ہونا اور محمدی بیگم کا مرزا صاحب کے عقد میں آنا عظیم الشان پیشگوئی قرار دیا ہے البتہ دو باتیں اس میں ایسی لکھی ہیں جو صریح جھوٹ اور افترا ہے اول یہ کہ اصل پیشگوئی میں پہلا نمبر احمد بیگ کے داماد کی موت مذکور تھا اور اس کی مدت بھی اڑھائی سال بتائی تھی اور دوسرا نمبر خود احمد بیگ کی موت اور میعاد تین سال لکھی تھی یہ ترتیب تحریر اور فرق میعاد مظہر ہے کہ پہلے وہ مرے گا جس کی میعاد اڑھائی سال ہے اور پیش گوئی میں پہلے نمبر پر اس کا ذکر ہے اور بعد میں وہ مرے گا جو دوسرے نمبر پر مذکور ہے، اور اس کی میعاد تین سال ہے بخلاف اس کے چونکہ

اس تحریر کے وقت مرزا احمد بیگ بقضاالٰہی اپنی مقررہ عمر پوری کر کے فوت ہو چکا تھا حالانکہ اسے اپنے داماد کے بعد مرنا تھا اس لئے مرزا صاحب نے اس تحریر میں یہ چالا کی کی کہ احمد بیگ کی موت پہلے ذکر کی اور اس کے داماد کا ذکر دوسرے نمبر پر کیا::

دوسری چالاکی اس تحریر میں یہ کی ہے کہ اصل پیشگوئی کی رو سے یہ ضروری نہیں تھا کہ پہلے وہ عورت دوسری جگہ بیاہی جائے پھر بیوہ ہو کر مرزا کے نکاح میں آئے بلکہ دونوں صورتیں ملحوظ تھیں یعنی پیشگوئی یہ تھی کہ وہ عورت باکرہ یا بیوہ ہو کر میرے نکاح میں ضرور آئے گی مگر اس تحریر کے وقت اس عورت کا دوسری جگہ نکاح ہو چکا تھا اس لئے مرزا صاحب نے پیشگوئی کے ایک حصہ "باکرہ" کو تو بالکل ہی ہضم کر لیا اور صرف "بیوہ" والا حصہ ظاہر کرنے کو لکھا کہ ہماری پیشگوئی یہ تھی کہ:-

"وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔"

ناظرین کرام! یہ ہیں مرزا صاحب "صادق نبی اللہ کی،، مقدس چالیں غور فرمایئے اگر پیشگوئی کی رو سے یہی ضروری تھا کہ وہ عورت پہلے دوسری جگہ بیاہی جائے گی اور بیوہ ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئے گی تو پھر مرزا صاحب نے کیوں خط پر خط بھیجے کہ ہمارے ساتھ نکاح کر دو، دوسری جگہ نہ کرو، اگر کرو گے تو تم پر مصائب آئیں گے یہ ہو گا وہ ہو گا یہاں تک کہ خود سلطان محمد کو خطوط لکھے کہ تم یہ نکاح منظور نہ کرو::

حاصل یہ کہ مرزا صاحب کی یہ تحریر ان کی اصلیت کا اظہار کر رہی ہے کہ وہ کیا تھے، بہر حال مرزا صاحب کی ان تمام دھمکی آمیز پیشگوئیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ فریق ثانی نے محمدی بیگم کو مورخہ ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان محمد ساکن پٹی (ضلع لاہور) سے بیاہ دیا (آئینہ کمالات ص ۲۸۰) ٭ خ، ص ۲۸۰، ج-۵٭ اور ہمارے مرزا صاحب بصد حسرت ویاس اپنا سا منہ لیکر رہ گئے::

اس پر مزید ستم یہ کہ مرزا سلطان محمد خاوند محمدی بیگم بجائے اڑھائی سال

میں مرنے کے آج تک دندناتا پھر رہا ہے اور مرزا صاحب کبھی کے حسرت وصل دل میں لے کر گوشہ قبر میں جا لیٹے ہیں مرزائی مناظر اس پیشگوئی پر مندرجہ ذیل عذر کیا کرتے ہیں،

مرزائیوں کا پہلا عذر

نکاح کی حضرت صاحب نے دو ہی صورتیں بتائی تھیں (۱) باکرہ ہونے کی (۲) بیوہ ہوکر، باکرہ والی صورت کو الہام الٰہی یُرُدُّھَآ اِلَیْكَ اور کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا نے باطل کر دیا:: (ص ۴۳۸، احمدیہ پاکٹ بک مطبوعہ ۱۹۳۲ء)

الجواب

(۱) مرزا صاحب کا یہ دورنگا الہام یعنی خواہ پہلے باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدا بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آوے (اشتہار ۲ مئی ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۹ تا ۱۱) ﴿مجموعہ اشتہارات ص-۲۱۹، ج-۱﴾ یہ الہام ہی مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر شاہد ہے خدا کے کلام میں اس طرح کی جہالت نہیں ہو سکتی::

(۲) آپ نے جو الہام "باکرہ" سے نکاح منسوخ ہو جانے کے بارے میں پیش کیا ہے یہ تو پیشگوئی کا ابتدائی الہام ہے جو اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے۔ کیا مرزا صاحب کے الہام کرنے والے نے یہ پیشگوئی کرتے ہوئے کہ اس عورت سے تیرا نکاح "باکرہ" "یا" "بیوہ" ہر دو صورتوں میں ہوگا ساتھ ہی "باکرہ" کی صورت کو منسوخ بھی کر دیا تھا۔ العجب!

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی مجیب کو خدا پر ایمان نہ ہونے کے ساتھ مرزا صاحب سے بھی دشمنی ہے کہ وہ اس طرح ان سے ٹھٹھا کر رہا ہے::

اگر ایک ہی اشتہار میں یہ الہامی سہ رنگی پائی جاتی ہے کہ ایک طرف تو کہا

جاتا ہے کہ اس شخص کی دختر کلاں کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جائے گا (کہ اپنی لڑکی کا بصورت باکرہ مجھ سے عقد کر دو) یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت ہوگا۔" اور دوسری طرف "باکرہ یا بیوہ" کی دورنگی ہے اور تیسری طرف باکرہ والی صورت ہی منسوخ کر دی گئی ہے تو اس کے بعد مرزا صاحب نے کیوں سر توڑ کوشش کی کہ کسی طرح دوسری جگہ نکاح نہ ہونے پائے اور میرے ساتھ ہی ہو جائے یہاں تک کہ اپنی بیوی کو دھمکی دی کہ اگر وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور (دوسری جگہ) نکاح کرنے کی کر رہے ہیں اس کو موقوف نہ کرایا تو طلاق دے دوں گا۔" اور اسی غصہ میں دے بھی دی۔ بلکہ اپنے لڑکے سلطان احمد کو عاق اور محروم الارث قرار دیا اور دوسرے لڑکے کے نام فرمان جاری کیا کہ اپنی بیوی جو احمد بیگ کی بھانجی ہے اس کو طلاق نہ دو گے تو تم بھی عاق متصور ہو گے وغیرہ۔ (اشتہار ۲، مئی ۱۸۹۱ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ص-۲۲۱، ج-۱﴾

مرزائیوں کا دوسرا عذر

حضور (مرزا صاحب انجام آتھم ص ۲۱۶ میں) ﴿خ، ص-۲۶۱، ج۱۱﴾ فرماتے ہیں کہ اصل پیشگوئی نکاح کی نہیں بلکہ احمد بیگ و سلطان محمد کی موت کی تھی اور اس عورت کا نکاح میں آنا تو محض پیش گوئی کی عظمت بڑھانے کے لئے ہے (ص ۱۳-۱۴ احمدیہ پاکٹ بک)

الجواب

اگر اصل مقصود ان کی ہلاکت تھی تو پھر وہ اڑھائی سال کی بتائی ہوئی معیاد میں کیوں نہ فوت ہوا؟ یہ عذر تو بجائے مفید ہونے کے تمہیں اور بھی مضر ہے۔

ماسوا اس کے یہ بھی جھوٹ ہے کہ اصل مقصود اور اصل پیشگوئی ان کی ہلاکت کی تھی حالانکہ اصل پیش گوئی تو نکاح کی تھی مرزا احمد بیگ سلطان محمد کی موت تو محض اس لئے اور اس شرط پر تھی کہ وہ اس نکاح میں مانع ہوں گے تو میعاد کے

اندر فوت ہو جائیں گے ملاحظہ ہو، اشتہار ۱۰ ر جولائی ۱۸۸۸ء

﴿مجموعہ اشتہارات ص ۱۵۸ ج-۱ و ص-۳ ص ن-۲ تذکرہ ص ۱۵۹-۱۶۱ / ۲۸۰ / ۲۸۶﴾

ناظرین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا صاحب پہلے تو بڑے زور شور کے ساتھ پیش گوئی کرتے ہیں کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کو ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللهِ میرا رب ایسا قادر ہے کہ جو چاہے وہی ہو جاتا ہے بلکہ یہاں تک دعویٰ ہے کہ "مجھے اپنے رب کی قسم ہے کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے۔ ہم نے خود اس سے تیرا نکاح پڑھا دیا ہے میری باتوں کو کوئی نہیں بدلا سکتا،،

(ص ر ۴۰ فیصلہ آسمانی) ﴿خ، ص-۳۵۰، ج-۴، تذکرہ ص-۱۶۱﴾

مگر بعد میں جب دوسرا شخص اسے بیاہ لے جاتا ہے، اور ان الہاموں کو ذرا بھر وقعت نہیں دیتا، لطف یہ کہ مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ کی بتائی ہوئی میعاد میں اس کی موت تو درکنار اسے سر درد تک نہیں ہوتا۔ تو مرزا صاحب تین چار سال بعد بقول مصنف احمدیہ پاکٹ بک پینترا بدل کر کہتے ہیں۔ کہ اصل پیشگوئی نکاح کی نہیں تھی۔ آہ! کیا سچ ہے کہ:-

"انسان جب حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اسکو روکتا ہے،،

(ص ۱۳ اعجاز احمدی مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ، ص-۱۰۹، ج-۱۹﴾

مرزائیوں کا تیسرا عذر

جب احمد بیگ میعاد مقررہ میں ہلاک ہو گیا تو سلطان محمد پر خوف طاری ہوا۔ اس نے حضرت مسیح موعود کو دعا کے لئے خطوط لکھے اور تضرع و ابتہال سے جناب باری میں دعا کی خدا تعالے غفور رحیم نے سلطان محمد کی زاری کو سنا عذاب ہٹا لیا۔،،

(ملخص صفحہ ۴۳۳-۴۳۴ احمدیہ پاکٹ بک) ﴿خ، ص-۳۷۵، ج-۶﴾

الجواب

۱-احمد بیگ کا سلطان محمد سے قبل مرنا پیشگوئی کی تکذیب ہے۔ جیسا کہ ہم اس پر مفصل لکھ چکے ہیں، سلطان محمد کے متعلق یہ کہنا کہ اس نے اپنے خسر کی موت ملاحظہ کر کے مرزا صاحب کی خدمت میں خطوط بھیجے اور خدا سے تضرع وابتہال کے ساتھ پناہ مانگی یہ اس قدر جھوٹ ہے کہ دنیا میں کوئی بدترین سے بدترین انسان بھی اس قدر جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ہمارا چیلنج ہے کہ اگر تم لوگ مرزا احمد کی وفات کے بعد اور سلطان محمد کی میعادی تاریخ کے اندر اندر اس کا کوئی خط مرزا صاحب کے نام بھیجا ہوا دکھا دو تو ہم سے منہ مانگا انعام لو ورنہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن کذابوں اور دجالوں کے ساتھ تمہارا حشر ہوگا۔:

۲-مرزا احمد بیگ ۳۰/ستمبر ۱۸۹۲ء کو فوت ہوا (ملاحظہ ہوا آئینہ کمالات ص/۳۲۵ط۱-۲۶۳ط۲) ﴿خ، ص-۳۲۵، ج-۵، تذکرہ ص/۱۴۷، ۱۵۹﴾ کہا جاتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد سلطان محمد نے خط بھیجے وغیرہ (بہت خوب) مگر سوال یہ ہے کہ کیا۔ ان خطوط اور توبہ وغیرہ کے باعث اس سے عذاب موت جو میعادی اڑھائی سالہ تھا، ٹل گیا۔ مرزا جی کہتے ہیں کہ ”نہیں“ چنانچہ احمد بیگ کی وفات کے قریباً ایک سال بعد مرزا صاحب اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں سلطان محمد کی میعادی موت کو بحال رکھتے ہوئے راقم ہیں:۔

”مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو ۲۱/ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں الخ

(ص ۸۰) ﴿خ، ص-۳۷۵، ج-۶﴾

اس عبارت نے معاملہ بالکل صاف کر دیا کہ اگر سلطان محمد نے کوئی خط وغیرہ

[1] اپنے دعوی کے ثبوت میں مرزائی ایک خط پیش کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد لکھتا ہے کہ میں مرزا صاحب کو بزرگ خادم اسلام پہلے بھی اور اب بھی سمجھتا ہوں اس کا جواب یہ ہے کہ بفرض محال اگر یہ خط اس کا بھی ہو اس سے اس کی توبہ وغیرہ ثابت نہیں ہوتی بلکہ وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میں جیسا پہلے مرزا کو جانتا تھا ویسا ہی اب جانتا ہوں کوئی تبدیلی نہیں::

بھیجا اور توبہ بھی کی ہے تو اس کا اس پیشگوئی پر کوئی اثر نہیں وہ یقیناً اپنی میعاد میں مرے گا اور مرزا صاحب اس کی موت کو اپنے صدق و کذب کا نشان قرار دے رہے ہیں فللہ الحمد

اور بات بھی سچ ہے کہ پیشگوئی میں سلطان احمد کی توبہ شرط نہ تھی، بلکہ یہ تھا کہ ''جس دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ اڑھائی سال میں فوت ہو جائیگا۔،، یعنی سلطان محمد کا قصور صرف نکاح تھا جو اس نے کر لیا اس کی تائید مرزا صاحب کی تحریر ذیل سے ہوتی ہے:۔

احمد بیگ کے داماد کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پروانہ کی۔ خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا۔ پیغام بھیج کر سمجھایا گیا۔ کسی نے التفات نہ کی سو یہی قصور تھا کہ پیشگوئی کو سن کر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔

(اشتہار انعامی چار ہزار حاشیہ ص ۴)﴿مجموعہ اشتہارات ص ر۹۵ر ۴۲ر ۴۳، ج-۲﴾

چوتھی غلط پیشگوئی

(تصویر کا دوسرا رخ)

نکاح محمدی بیگم اور موت سلطان محمد مرزا صاحب کی زندگی میں

جب مرزا صاحب کی میعاد والی پیشگوئی جھوٹی نکلی تو آپ نے یہ عذر کیا کہ گو سلطان محمد مقررہ وقت میں نہیں مرا۔ مگر میری زندگی میں ضرور مرے گا چنانچہ لکھا:۔

''کہ اس وعید کی میعاد میں تخلف (ٹل جانا) جائز ہے۔ قرآن اور تورات کی رو سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وعید کی موت توبہ اور خوف سے ٹل سکتی ہے (ص ۲۹ حاشیہ انجام آتھم) میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ

پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پورا کردے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہوگئی (میعاد میں نہ مرنے پر اعتراض کا جواب یہ ہے کہ) اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے، وقتوں میں تو کبھی استعارات کا دخل ہو جاتا ہے۔ بائیبل کی بعض پیشگوئیوں میں دنوں کے سال بنائے گئے ہیں جو بات خدا کی طرف سے ٹھہر چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا اگر خدا کا خوف ہو تو اس پیشگوئی کے نفس مفہوم (میری زندگی میں مرنے) میں شک نہ کیا جائے۔ وعید کی پیشگوئی میں گو بظاہر کوئی بھی شرط نہ ہو تب بھی بوجہ خوف تاخیر ڈال دی جاتی ہے پھر اس اجماعی عقیدہ سے محض میری عداوت کے لئے منہ پھیرنا اگر بدذاتی نہیں تو کیا ہے (مطلب یہ ہے کہ سلطان محمد کے اندرون میعاد نہ مرنے پر اعتراض نہ کرو اگر ضرور تم اس کی موت کے لئے کسی میعاد کے ہی خواہاں ہو تو) فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالیٰ مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔ پیشگوئی میں تین شخصوں کی موت کی خبر دی گئی تھی۔ دونوں فوت ہو چکے صرف ایک (سلطان محمد) باقی ہے اس کا انتظار کرو۔ ضرور ہے کہ یہ وعید کی (میعادی) موت اس سے تھمی رہے جب تک کہ وہ گھڑی آجائے کہ اس کو بے باک کردیوے سو اگر جلدی کرنا ہے تو اٹھو۔ اس کو مکذب بناؤ اور اس سے اشتہار دلاؤ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو اس پیشگوئی میں عربی الہام کے الفاظ یہ ہیں

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَيَرُدُّهَا اِلَيْكَ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (یعنی انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور وہ ٹھٹھا کر رہے ہیں سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس لڑکی کو تیری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے)

(حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۳۱ تا ۳۲ (ر۔خ، ص-۳۱ تا ۳۲، ج-۱۱، تذکرہ ص-۱۵۹، ۲۸۰، ۲۸۶، ۳۷۱، ۴)

انجام آتھم کی اس عبارت میں وہی عذر کیا ہے کہ سلطان محمد اڑھائی سالہ
میعاد میں اس لئے نہیں مرا کہ وہ خائف ہو گیا تھا۔ وعیدی پیشگوئیوں
میں عذاب ٹل جانا جائز ہے ایسی میعاد استعارہ کے رنگ میں ہوتی ہیں
وغیرہ اگر تم ضرور کسی میعاد کے اندر اس کی موت چاہتے ہو تو انھوا اس سے
تکذیب کا اشتہار دلاؤ اور پھر جو میعاد خدا مقرر کرے اس سے اس کی
موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں۔

ہم حیران ہیں کہ اس ڈھٹائی کا کیا جواب دیں کیا اس سے پہلے کئی بار خدا تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر جو میعاد بتائی تھی اس کے مطابق وہ مر گیا؟ ہر گز نہیں۔ باقی رہا توبہ کا عذر سو اس کا مفصل جواب ہم دے چکے ہیں کہ محض غلط عذر ہے پس جب کہ مرزا صاحب کی کسی پہلی میعادی پیش گوئی صریح غلط نکلی ہے تو اس کے بعد لوگوں کو کسی دوسری میعاد مقرر کرانے کے لئے اشتہار دلانے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے مرزا صاحب کو اچھی طرح ذلیل کر چکا ہے غرض یہ سب مغالطہ دینے اور شرمندگی اتارنے کی چالیں ہیں، بہر حال اس عبارت میں آئندہ کے لئے سلطان محمد کی موت کو اپنی زندگی کے اندر اندر قطعی و یقینی تقدیر مبرم اٹل قرار دیا ہے::

ناظرین! یہ قول مرزا صاحب کا مرزائی مشن کے قلع قمع کرنے کو ایک زبردست حربہ ہے کیونکہ اس کے بعد مرزا صاحب اپنے بہادر اور زبردست کامیاب رقیب سلطان محمد کے سامنے اس نامرادی کی حالت میں مر گئے اور محمدی بیگم آج تک سلطان محمد ہی کے عقد میں ہے::

اعتراض

سلطان محمد کی موت تکذیب کے اشتہار پر مبنی تھی جو اس نے نہیں دیا اس لئے بچ رہا۔

جواب

تکذیب کا اشتہار کسی میعاد کے مقرر کرانے کے لئے تھا جیسا کہ انجام آتھم کی تحریر بالا اس پر شاہد ہے اور ہمارا اعتراض اس وقت کسی میعاد کے اندر نہ مرنے پر نہیں۔ بلکہ اس پر ہے کہ مرزا صاحب نے جو سلطان محمد کی موت اپنی زندگی میں تقدیر مبرم بتائی تھی جس کے نہ ہونے پر تھا کہ اگر میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں۔ پس تمہارا یہ عذر قطعاً لغو ہے، اس تقدیر مبرم والی موت میں کوئی شرط نہ تھی بار بار مرزا صاحب نے لکھا ہے۔

(۱) اصل مدعا تو نفس مفہوم ہے۔

(۲) جو بات خدا کی طرف سے ٹھیر چکی ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا::

(۳) اس پیشگوئی کے نفس مفہوم میں شک نہ کیا جائے::

(۴) صرف ایک باقی ہے اس کی موت کا انتظار کرو::

(۵) خداتعالی انجام کار اس لڑکی کو میری طرف واپس لائے گا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے وغیرہ وغیرہ::

انجام آتھم کی یہ سب عبارتیں مرزائیوں کے عذر کو لغو اور بیہودہ ثابت کر رہی ہیں::

دوسرا جواب

مرزا صاحب نے سلطان محمد کی موت کو تقدیر مبرم قرار دیا ہے اور تقدیر مبرم میں کوئی شرط نہیں ہوتی جیسا کہ خود مرزا صاحب نے لکھا ہے:-

"گو بظاہر کوئی وعید کی پیشگوئی شرط سے خالی ہو مگر اس کے ساتھ پوشیدہ طور پر شرط ہوتی ہے بجز ایسے الہام کے جس میں یہ ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ کوئی شرط نہیں پس ایسی صورت میں وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پا جاتا ہے، یہ نکتہ سورۃ فاتحہ میں مخفی رکھا گیا ہے"

(ص ر ۱۰ حاشیہ انجام آتھم) خزائن، ص -- ۱۰، ج -- ۱۱

یہ عبارت صاف ظاہر کرتی ہے کہ تقدیر مبرم بلا شرط ہوتی ہے::
اور سنو! اگر سلطان محمد کی موت اشتہار تکذیب پر مبنی ہوتی تو انجام آتھم کی اس تحریر کے بعد ساری عمر میں اسے کیوں نہ پیش کیا۔ بار بار یہی کہتے رہے کہ مجھے خدا نے:۔

(۱) کہا ہے یُبَارِکُكَ اللّٰهُ بِبَرَكَاتٍ مُسْتَكْثِرَةٍ خدا تجھے بکثرت برکت دے گا فَهٰذِهِ اِشَارَةٌ اِلٰى زَمَانٍ يَاْتِى عَلَيْهِمْ بَعْدَ زَمَانِ الْاٰفَاتِ عِنْدَ وُصْلَةٍ مُقَدَّرَةٍ مَوْعُوْدَةٍ فِى الْاِشْتِهَارَاتِ یہ اشارہ ہے کہ ان پرآفتوں کے بعد زمانہ آنے والا ہے جس میں وصل مقدر ہے جس کا اشتہارات میں وعدہ دیا گیا ہے۔ وَتَتِمُّ يَوْمَئِذٍ كَلِمَةُ رَبِّنَا وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهُ اَعْدَائِنَا وَ يَظْهَرُ اَمْرُ اللّٰهِ وَ لَوْ كَانُوْ كَارِهِيْنَ۔ وہ وقت آنے والا ہے کہ اس دن خدا کے کلمے پورے ہو رہیں گے اور دشمنوں کے منہ سیاہ ہو جائیں گے خدا کی بات ظاہر ہو گی اگرچہ وہ کراہت کریں وَ اِنَّ اللّٰهَ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَ اِنَّ اللّٰهَ يُخْزِىْ قَوْمًا فَاسِقِيْنَ بلاشبہ خدا غالب ہے اور لاریب خدا فاسقوں کو رسوا کرے گا وَالْاٰنَ مَا بَقِىَ اَلَّا وَاحِدٌ مِنَ الْهَالِكِيْنَ فَانْظُرُوْا حُكْمَ اللّٰهِ اب صرف ایک شخص ہلاک ہونے والوں میں سے باقی ہے پس منتظر رہو خدا کے حکم کے وَ اِنَّهٗ لَا يَبْطِلُ قَوْلَهٗ وَ اِنَّهٗ لَا يُخْزِىْ قَوْمًا مُلْهِمِيْنَ تحقیق خدا اپنی پیشگوئی کو باطل نہیں کرے گا۔ بیشک خدا اپنے ملہموں کو رسوا نہیں کرے گا (صفحہ ۲۱۷ و ۲۱۸ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۲۱۷، ج ۱۱﴾

(۲) یاد رکھو خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں خدا کا وعدہ ہرگز نہیں ٹل سکتا۔
(ص ۱۲ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۲۹۷، ج ۱۱﴾

(۳) یاد رکھو اس پیشگوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں، وہی رب ذوالجلال ہے جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا“

(ص ۵۴، ضمیمہ انجام آتھم، خ ص ۳۳۸، ج ۱۱)

(۴) "نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمت اللہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے" (اشتہار مورخہ ۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء)

مرزائی اعتراض

تقدیر مبرم بھی بدل جاتی ہے اور اس میں بھی شرط ہو سکتی ہے::

الجواب

ہم اس وقت مرزا صاحب کے الہامات پر گفتگو کر رہے ہیں پس اس بارے میں مرزا صاحب کا تقدیر مبرم کے متعلق جو مذہب ہو گا اسی پر فیصلہ ہو گا۔ اور ہم اوپر بہ تحریرات مرزا ثابت کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک تقدیر مبرم بلا شرط ہوتی ہے۔ نیز یہ کہ محمدی بیگم کے نکاح والی تقدیر مبرم ایسی ہے جو بقول مرزا "کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔ اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے"، حاصل یہ کہ مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو اپنے صادق یا کاذب ہونے کی دلیل قرار دیا تھا اور لکھا تھا کہ اگر یہ پوری نہ ہو تو "میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا" اور یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم مرزا صاحب کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو انہوں نے خود سکھلایا ہے::

ضمیمہ متعلقہ محمدی بیگم

ناظرین! اس مضمون پر کافی بحث ہو چکی ہے مزید ملاحظہ ہو اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۸۸۸ء میں صاف بتایا گیا ہے۔ کہ ایک توبہ نہ کرے گا تو مر جائیگا اور دوسرا توبہ کریگا اور وہ بچ جائے گا۔ اس کے چھ ماہ بعد احمد بیگ والد محمدی بیگم مر گیا اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم ڈر گیا تو اس لئے وہ بچ گیا۔

الجواب

یہ تمام قصہ محض جھوٹ اور مغالطہ ہے کیونکہ اول تو مرزا صاحب کی تصریح کے بموجب مرزا احمد بیگ کو سلطان محمد کی زندگی میں مرنا نہیں چاہئے تھا کیونکہ مرزا صاحب نے صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ احمد بیگ کی موت آخری مصیبت ہوگی۔ چنانچہ آئینہ کمالات ص ۵۷۳ ﴿خ، ص ۵۷۲ تا ۵۷۳ ج ۵﴾ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

> فاوحی اللہ الی ان اخطب الصبیۃ الکبیرۃ لنفسک یعنی خدا نے مجھے وحی کی ہے کہ احمد بیگ سے اس کی بڑی لڑکی کا رشتہ اپنے لئے طلب کر۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔ان لم تقبل فاعلم اللہ قد اخبرنی ان انکحھارجلا اخر لا یبارک لھا ولالک فان لم تزوجہ فیصیب علیک مصائب و اخر المصائب موتک ص ۵۷۳ یعنی مجھے خدا نے یہ فرمایا کہ احمد بیگ سے یہ بھی کہہ دے کہ اگر تو نے میرے اس سوال رشتہ کو قبول نہ کیا تو جان لے کہ مجھے خدا نے خبر دی ہے کہ اس لڑکی سے دوسرے شخص کا نکاح کرنا اس لڑکی کے لئے بھی اور تیرے لئے بھی موجب برکت نہ ہوگا پس اگر تو اس ڈانٹ سے نہ ڈرا تو تجھ پر کئی ایک مصیبتیں برسیں گی اور سب سے آخری مصیبت تیری موت ہوگی۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلطان محمد اور محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق سلسلہ مصائب کی آخری کڑی محمدی بیگم کے باپ احمد بیگ کی موت ہے علاوہ اس تصریح کے ایک زبردست قرینہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ مرزا صاحب احمد بیگ کی موت کی غایت تین سال مقرر کرتے ہیں اب ظاہر ہے کہ ڈھائی سال تین سال سے پہلے گذرتے ہیں پس مرزا احمد بیگ کی موت اس کے داماد کی موت کے بعد ہونی چاہیئے تھی جو اس طرح نہیں ہوئی۔ اس پیشگوئی کی یہ خبر بھی جھوٹی نکلی::

باقی رہا سلطان محمد کا ڈرنا اور توبہ کرنا محض مصنوعی بات ہے نہ وہ ڈرا، اس نے توبہ کی۔ آخر اس کا قصور کیا تھا جس سے وہ توبہ کرتا مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:۔

احمد بیگ کے داماد کا قصور یہ تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی
پرواہ نہ کی۔ پیشگوئی کو سن کر پھر نکاح کرنے پر راضی ہوئے"
(اشتہار انعامی چار ہزار حاشیہ ص ۴ ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۹۵ ج ۲﴾

معلوم ہوا کہ سلطان محمد کا قصور محمدی بیگم سے نکاح کرنا تھا اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس نے توبہ کی۔ اب توبہ کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ توبہ[1] کسے کہتے ہیں؟ مرزا صاحب رقمطراز ہیں:-

مثلاً اگر کافر ہے تو سچا مسلمان ہو جائے اور اگر ایک جرم کا مرتکب ہے تو سچ مچ
اس جرم سے دست بردار ہو جائے،،
(ص ۱۶ اشتہار مرزا ۶ اکتوبر ۹۴ء ﴿۶ ستمبر ۱۸۹۴ء مجموعہ اشتہارات ص ۷۴ ج ۲﴾

یہ تعریف توبہ کی بالکل صحیح و درست ہے جس کی رو سے سلطان محمد کی توبہ ہونی چاہیئے تھی کہ وہ اپنی منکوحہ کو طلاق دے کر اس جرم سے دست بردار ہو جاتا۔ بخلاف اس کے اس نے جو کچھ کیا وہ محتاج تشریح نہیں آج وہ اس عورت پر قابض و متصرف ہے نہ وہ نکاح سے پہلے ڈرا (جو مرزا صاحب کی تحریر مذکورہ بالا سے ثابت ہے) اور نہ نکاح کے بعد کیونکہ یوم نکاح ۱۸۹۲ء سے آج تک چالیس سال سے زائد عرصے سے وہ اس عورت پر قابض ہے اور خدا نے اسے اس محمدی بیگم کے بطن سے مرزا صاحب کی تحریر کے خلاف ایک درجن کے قریب اولاد بھی بخشی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ اس سے دوسرے شخص کا نکاح کرنا اس لڑکی کے لئے بابرکت نہ ہوگا پس پیشگوئی کی یہ جزو بھی جھوٹی نکلی۔ نیز مرزا سلطان محمد مرزا غلام احمد صاحب کے الہام "بستر عیش،، کو غلط ثابت کر رہا ہے۔ احمدی دوست یہی ہانکتے جا رہے ہیں کہ مرزا سلطان محمد، تائب ہو گیا اس لئے وہ بچ گیا۔ آخر اس کا کیا گناہ تھا اور اس کی توبہ کیا چاہئے تھی؟ کیا اس نے اس گناہ سے توبہ کی؟ اس کا یہی قصور تھا کہ وہ مرزا صاحب کے "بستر عیش" کی خواہش و تمنا کے پورا ہونے میں حائل تھا::

[1] ایک دوسری جگہ توبہ کے متعلق لکھا ہے۔ "توبہ" یعنی خدا تعالیٰ کی طرف ایک موت کی حالت بنا کر بصدق دل سے رجوع کرنا اور موت کی سی حالت بنا کر اپنی قربانی آپ ادا کرنا،، ﴿خ، ص ۳، ج ۲۱﴾ ش،،

اعتراض

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مریم علیہا السلام میرے نکاح میں آوے گی، جو نہ آئی۔

الجواب

یہ روایت بالکل غیر مستند ہے (اگر سچے ہو تو سند بیان کرو) بفرض محال اگر صحیح بھی ہو تو یہ ایک کشفی معاملہ ہے۔ جناب مریم صدیقہ آنحضرت کے سیکڑوں برس پیشتر فوت ہو چکی تھیں۔ پس اس نکاح کے کشفی اور متعلقہ عالم آخرت ہونے پر یہی کافی دلیل ہے نیز مرزا صاحب خود رقمطراز ہیں:۔

''بعض آثار میں آیا ہے کہ حضرت مریم صدیقہ والدہ مسیح علیہ السلام عالم آخرت میں زوجہ مطہرہ آنحضرت ﷺ کی ہوگی،،

(ص ر ۲۰۷ سرمہ چشم آریہ) ﴿خ، ص ۲۴۲، ج ۲، حاشیہ در حاشیہ﴾

پس جبکہ خود اس روایت میں اس نکاح کو متعلقہ عالم آخرت قرار دیا گیا ہے تو تمھارا اس کو محمدی بیگم کے نکاح کی نظیر بنانا صریح خلاف دیانت ہے::

اعتراض

یہ پیش گوئی مشروط تھی۔ جیسا کہ لکھا ہے اَیَّتُھَا الْمَرْاءَۃُ تُوْبِی تُوْبِی

الجواب

اول تو یہ الہام حسب تحریر مرزا صاحب محمدی بیگم کی نانی کے متعلق ہے اور تُوبی تُوبی صیغہ مؤنث کا بھی گواہی دے رہا ہے کہ یہ کسی عورت کے متعلق ہے اور سلطان محمد شوہر محمدی بیگم مرد ہے نہ کہ عورت۔ دیگر یہ کہ محمدی بیگم کی نانی کی توبہ بھی یہی ہونی چاہیئے تھی کہ وہ اپنی نواسی مرزا جی کو دینے کی سفارشیں کرتیں جیسا کہ مرزا جی کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ باکرہ ہونے کی صورت میں بھی آسکتی ہے اور مرزا صاحب نے اپنی چھوٹی بہو عزت بی بی سے جو خط اس کے باپ مرزا علی شیر بیگ کو لکھوائے اور

خود بھی لکھے ان سے ظاہر ہے کہ مرزا جی محمدی بیگم کے کنواری ہونے کی حالت میں بھی نکاح کی کوشش کرتے رہے پس محمدی بیگم کی نانی نے باوجود اس دھمکی کے کوئی پروانہ کی۔ اور اپنی نواسی مرزا جی کی خواہش کے خلاف، سلطان محمد سے بیاہ دی۔ اور اس کی نواسی محمدی بیگم پر کوئی بھی بلا نہ آئی::

اعتراض

تقدیر مبرم ٹل سکتی ہے نیز احادیث سے ثابت ہے کہ دعا اور صدقات سے تقدیر مبرم ٹل جاتی ہے::

الجواب

یہ سب مغالطے ہیں اگر ہر تقدیر مبرم اور غیر مبرم دعا اور صدقات سے ٹل سکتی ہے تو مبرم غیر مبرم میں تمیز نہ رہی۔ اور تقسیم بیکار ہوئی ان احادیث کا صحیح مفہوم نفس مسئلہ کو ملحوظ رکھ کر یہی ہے کہ دعا اور صدقات سے وہی امور ٹلتے ہیں جو ان سے متعلق ہوں اور یہ سب کچھ خدا کے علم میں پہلے ہی سے ہوتا ہے (حواشی حصن حصین و نووی شرح مسلم) مگر مرزا جی کے نزدیک تقدیر مبرم اٹل ہے اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہو جاتا ہے نیز اگر بقول مرزائی صاحبان احمد بیگ کے داماد کی موت اور محمدی بیگم کے نکاح کی ہر دو تقدیریں ٹل گئیں۔ اب نتیجہ صاف ہے کہ یہ پیش گوئیاں خدا کی طرف سے نہیں تھیں کیونکہ مرزا صاحب کے قول کے بموجب خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں اور جب ٹل گئیں تو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں تھیں وہذا المراد::

ملاحظہ ہو مرزا صاحب کا ارشاد کہ تقدیر مبرم نہ ٹلنے کی بابت:-

"یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لَا تَبْدِيْلَ كَلِمَاتِ اللهِ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے اور اسی طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا ہے کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح

کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر نہیں ٹلتی اور میرے آگے کوئی ان ہونی نہیں۔ اور میں سب روکوں کو اٹھادوں گا جو اس حکم کے نفاذ کے مانع ہوں۔

(اشتہار مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۸۹۴ء ص ۴) ﴿۶ ستمبر ۱۸۹۴ء مجموعہ اشتہارات ص ۴۳ ج ۲﴾

اعتراض

حضرت یونس علیہ السلام نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہو گا مگر عذاب نازل نہ ہوا::

الجواب

یہ کسی آیت و حدیث صحیح میں وارد نہیں ہوا۔ یہ سراسر بہتان ہے یہ سب کچھ کذب و افتراء ہے::

اعتراض

سلطان محمد نے آج تک ایک فقرہ بھی مرزا صاحب کے حق میں تکذیب کے طور پر نہیں لکھا::

الجواب

ناظرین! ہم آپ کی خدمت میں مرزا سلطان محمد کے دو خط پیش کرتے ہیں جو مرزائی صاحبان کی تکذیب کے لئے کافی ہیں اور ثابت ہو جائیگا کہ وہ اس پیشگوئی سے ہرگز نہیں ڈرا۔ وہ ایک فوجی ملازم تھا جنہیں ہمیشہ تلواروں کی چھاؤں اور گولیوں کی بارش کا خیال بندھا رہتا ہے جب جنگ کے میدانوں میں سینہ سپر ہونے سے یہ لوگ نہیں ڈرتے تو ایک عورت کے نکاح کی ضد میں مرزا صاحب کی اس پیش گوئی سے اسے کیا خوف ہو سکتا تھا چنانچہ وہ خود لکھتا ہے :-

خط نمبر اوّل

جناب[1] مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس پیشگوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں::

۳؍مارچ ۱۹۲۴ء دستخط مرزا سلطان محمد

تصدیقی دستخط!

مولوی عبد اللہ امام مسجد مبارک۔

مولوی مولا بخش خطیب جامع مسجد پٹی بقلم خود۔

مولوی عبد المجید ساکن پٹی بقلم خود۔

مستری محمد حسین نقشہ نویس پٹی بقلم خود۔

مولوی احمد اللہ صاحب امرتسر۔

(اخبار اہل حدیث مؤرخہ ۱۴؍مارچ ۱۹۲۴ء و تحقیق لاثانی ص ۱۱۹)

خط نمبر دوم

مکرم جناب شاہ[2] صاحب

السلام علیکم۔ میں تادم تحریر تندرست او بفضل خدا زندہ ہوں میں خدا کے فضل سے ملازمت کے وقت بھی تندرست رہا ہوں میں اس وقت بعہدہ رسالداری پینشن پر ہوں گورنمنٹ کی طرف سے مجھے پانچ مربعہ اراضی عطا ہوئی ہے میری جدی زمین بھی قصبہ پٹی میں میرے حصہ میں قریباً ۱۰۰ اسو بیگھہ آئی ہے اور ضلع شیخوپورہ میں بھی

ا؎ ایڈیٹر نے اخبار اہل حدیث میں اعلان کیا تھا کہ مرزائی صاحبان اگر اس چٹھی کو غیر صحیح ثابت کر دیں تو وہی تین سو روپیہ مرزائیوں کو انعام دیں گے جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے لودھانہ میں میر قاسم علی مرزائی سے جیتا تھا۔ مگر مرزائیوں نے اس اعلان پر دم نہیں مارا اور خاموش ہیں:: ۲؎ سید محمد شریف گھڑیالوی مرحوم و مغفور ۱۲۔

میری اراضی قریباً تین مربعہ اراضی کے ہے میری پینشن گورنمنٹ کی طرف سے ۱۳۵ روپے ماہواری ہے میرے چھ لڑکے ہیں جن میں سے ایک لاہور میں پڑھتا ہے گورنمنٹ کی طرف سے اس کو ۲۵ روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے دوسرا لڑکا خاص پٹی میں انٹرنس میں تعلیم پاتا ہے میں خدا کے فضل سے اہل سنت والجماعت ہوں میں احمدی مذہب کو برا سمجھتا ہوں میں اسکا پیرو نہیں ہوں اسکا دین جھوٹا سمجھتا ہوں والسلام

تابعدار سلطان محمد بیگ پینشنر از پٹی ضلع لاہور

(اخبار اہل حدیث ۱۴ نومبر ۱۹۳۰ء)

پانچویں غلط پیشگوئی

عالم کباب

مرزا صاحب کی کرامت تھی کہ جب کبھی آپ کی بیوی حاملہ ہوتی آپ قبل از وقت اولاد کی پیشگوئی جڑ دیتے، اگر بہو کو حاملہ معلوم کرتے تو خیر سے پوتا ہونے کی خوشخبری گھڑ لیتے، اور ساتھ ہی دوراندیشی سے لفظ "ممکن ہے" کی آڑ بھی رکھ لیتے، تا کہ اگر لڑکا نہ ہو تو ذلت وخواری سے بچنے کا بہانہ رہے::

اگر کسی مرید کی بیوی حاملہ معلوم کر لیتے تو اسی کے حق میں لڑکا یا لڑکی کی پیشگوئی کر دیتے چنانچہ فروری ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کے ایک مرید میاں منظور محمد کی اہلیہ بار دار تھیں۔ تب "حضرت مسیح موعود صادق نبی اللہ" نے "بکمال شان غیب دانی" فرمایا:-

"دیکھا کہ منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے۔ تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی۔ اور یہ معلوم ہوا کہ "بشیر الدولہ"، فرمایا کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے"

(ریویو ماہ مارچ ۱۹۰۶ء ص ۱۲۲)؛ تذکرہ ص ۵۹۸،

اس مسیحانہ گول مول الہام میں مرزا صاحب نے عجیب فریب سے کام لیا

ہے مطلب یہ کہ آئندہ اگر منظور محمد کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو چاندی کھری ہے کہدیں گے یہی مراد تھا۔ ورنہ کسی اور پر چسپاں کردیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کو مرزا صاحب کی رسوائی منظور تھی اس لئے اس الہام کے تقریباً ۳ ۱/۲ ماہ بعد مرزا صاحب کے قلم سے یہ رقم کرایا گیا ہے:-

"۷ر جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر یعنی محمدی بیگم (زوجہ منظور محمد) کا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کے دو نام ہوں گے (۱) بشیر الدولہ عالم (۲) کباب۔ یہ دونام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے بشیر الدولہ سے مراد ہماری دولت واقبال کے لئے بشارت دینے والا۔ عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی بڑائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا۔ خدا کے الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت منظور ہے تب بالفعل لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی اور لڑکا بعد میں پیدا ہوگا مگر ضرور ہوگا کیونکہ وہ خدا کا نشان ہے"

(ملخص ریویو ماہ جون ۱۹۰۶ء سرورق آخری)﴿تذکرہ ص ۶۲۲﴾

اگرچہ یہ عبارت بھی فریب کا مرقع ہے، تاہم اتنا معاملہ بالکل عیاں ہے کہ میاں منظور محمد کے گھر عالم کباب ضرور پیدا ہوگا جو خدا کا نشان اور مرزا صاحب کے اقبال کا شاہد ہوگا وغیرہ::

مرزا صاحب کی اس الہام بازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے ایک ماہ دس دن بعد میاں منظور محمد کے گھر مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۰۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس سے اور نہیں تو کم ازکم مرزا صاحب کی الہامی پریشانی "اب ہوگا بعد میں ہوگا"، تو رفع ہوگئی (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۱۰۱)﴿خ ص ۱۰۹ ج ۲۲﴾ باقی رہی یہ بات کہ وہ لڑکا کب پیدا ہوا۔ سو اس کا جواب مایوس کن ہے::

مرزا صاحب کے ایک مرید مسمّی ابوالفضل محمد منظور الٰہی نے مرزا صاحب کے جملہ روزانہ الہامات کو مرزا صاحب کی وفات کے بعد جناب مولوی نورالدین

کے عہد خلافت میں ایک رسالہ ''البشری،، میں اکٹھا کیا ہے۔ اس الہام عالم کباب کو درج کر کے اس پر یہ نوٹ لکھا ہے کہ:-

''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ یہ پیشگوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی۔ گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم کے ذریعہ سے فرمایا تھا۔ مگر چونکہ وہ فوت ہو چکی ہے اس لئے اب نام کی تخصیص نہ رہی بہر صورت یہ پیشگوئی متشابہات سے ہے (ص ۱۱٦ جلد ۲، البشریٰ)

یہ الفاظ جس انتہائی بے کسی و بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں محتاج تشریح نہیں۔ باقی رہا ''یہ عذر کہ یہ پیشگوئی متشابہات میں سے ہے،،۔ اس کے متعلق اتنا لکھنا کافی ہے کہ اگر باوجود لڑکے کا نام اس کے والد اور والدہ کا نام وہ بھی بخیال خود نہیں بلکہ از روئے الہام درج ہونے کے بھی یہ پیشگوئی متشابہات میں داخل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مرزا صاحب کا صدق یا کذب معلوم نہیں ہوسکتا تو مہربانی فرما کر مرزا صاحب کی کوئی ایسی پیشگوئی بتادیں جو متشابہات کی اس انوکھی تعریف سے بالا ہو، تاکہ حسب فرمان ''مرزا ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں،، مرزا صاحب کو پرکھیں::

بفرض محال اگر اس پیشگوئی کو ''متشابہات،، میں بھی تسلیم کیا جائے تو تمہیں مفید اور ہمیں مضر نہیں کیونکہ ''متشابہات،، ایسے کلمات کا نام نہیں جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہوں بلکہ ''جو لوگ راسخ فی العلم ہوں ان کو ان کا علم دیا جاتا ہے (ملاحظہ ہو ص ۱۷۰ حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا) (خ، ص ۱۷۴، ج ۲۲) پس جب کہ مرزا صاحب خود اس کی ''تشریح الہام'' الٰہی سے کر چکے ہیں تو اب مرزائیوں کا اس کو تسلیم نہ کرنا انتہائی ڈھٹائی ہے::

اعتراض

اس غلط پیشگوئی کا بدنما داغ مٹانے کو مرزائی یہ بھی عذر کیا کرتے ہیں کہ:-

''حضرت صاحب نے صاف طور پر فرمایا دیا ہے کہ منظور محمد کی تعین نہیں کی جاسکتی اور نہ الہاماً یہ تعین کی گئی حضرت نے ضروری قرار نہیں دیا

کہ منظور محمد سے مراد میاں منظور محمد ہی ہوں۔ یہ ایک خواب ہے اور خواب میں، نام صفات کے لحاظ سے بتائے جاتے ہیں۔ پس منظور محمد سے مراد حضرت مسیح موعود کے سوا کوئی نہیں اور بشیر الدولہ سے مراد مرزا بشیر الدین محمود احمد ہیں جو عالم کباب بھی ہیں۔ ظفر علی (ایڈیٹر زمیندار) جیسے بدباطن حاسد آپ سے پوری طرح جلتے اور حسد میں انتہا سے گذر گئے،،

(ص ۵۳۴ پاکٹ بک احمدیہ)

الجواب

۱۔ مرزا صاحب نے ابتداً بے شک یہی کہا تھا کہ ”معلوم نہیں کہ منظور محمد سے کس طرف اشارہ ہے،، چنانچہ ہم یہ تحریر نقل کر چکے ہیں، یہ ۱۹۔ فروری ۱۹۰۶ء کی ہے (ریویو مارچ ۱۹۰۶ء) مگر اس کے بعد ۷ رجون ۱۹۰۶ء کو ”بذریعہ الہام،، الٰہی میاں منظور محمد اور اسکی بیوی محمدی بیگم کی تعین وتخصیص کی گئی ہے::

۲۔ منظور محمد کی تعین ۷ رجون ۱۹۰۶ء کو کی گئی۔ اس میں خواب کا کوئی ذکر نہیں صاف الفاظ ہیں کہ ”بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا الخ۔ خواب میں ہمیشہ صفاتی نام ہی نہیں دکھائے جاتے دیکھو محمود احمد کا نام بھی تو خواب میں دکھایا گیا تھا بقول مرزا صاحب (ص ۱۷ احقیقۃ الوحی ص ۳۸۸ ق) ﴿خ، ص ۲۲۷، ج ۲۲﴾

۳۔ منظور محمد سے مراد کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خود مرزا صاحب نے بالہام ”میاں منظور محمد کی،، تخصیص کر دی ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب اپنی ذات پر اس الہام کو لگا سکتے تھے پس ”ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز معتبر نہیں،،

(اشتہار مرزا ۱۷ ر اگست ۱۸۸۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ا ص ۱۲۱) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۴۲، ج ۱﴾

۴۔ منظور محمد اور اس کی بیوی محمدی بیگم ضروری طور پر مراد ہیں مرزا صاحب لکھتے ہیں ”ضرور ہے کہ خدا اس لڑکے کی والدہ کو زندہ رکھے جب تک یہ پیشگوئی پوری ہو،، (حاشیہ ص ۲۴۳ ریویو ماہ جون ۱۹۰۷ء) ﴿تذکرہ ص ۶۲۲﴾

۵۔ میاں محمود احمد اس پیشگوئی سے قریباً ۱۷ر سال پہلے پیدا ہوا چکے تھے

(۱۸۸۹ء کو ملاحظہ ہو ص ۴۳، ۹۴ تریاق ار ۲) ﴿خ، ص ۲۱۹، ج ۱۵﴾ بخلاف اس کے اس پیشگوئی میں یہ الفاظ ہیں کہ "لڑکا پیدا ہو گا،، وہ بھی میاں منظور محمد مرزا صاحب کے مرید کے گھر اس کی زوجہ محمدی بیگم کے بطن سے میاں محمود احمد میاں منظور محمد کے تخم سے نہیں بلکہ مرزا صاحب کے لڑکے ہیں جو محترمہ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے پیدا ہوئے::

۶۔ عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ "اس لڑکے کے پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ،، یا جونہی کہ وہ "اپنی برائی بھلائی شناخت کرے،، دنیا پر ایک سخت تباہی آئیگی گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا پس آپ جیسے۔

"بد باطن،، شریروں کا اسے مولانا ظفر علی خاں مدظلہ کی ذات گرامی پر چسپاں کرنا انتہائی خباثت ہے۔

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

الغرض مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی بتمام اجزا جھوٹی ثابت ہوئی::

چھٹی غلط پیشگوئی پسر خامس

ماہ جنوری ۱۹۰۳ء میں جبکہ مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی مرزا صاحب نے اپنی کتاب (مواہب الرحمٰن کے ص ۱۳۹) ﴿خ، ص ۳۶۰، ج ۱۹، تذکرہ ص ۴۵۹﴾ یہ پیشگوئی کی کہ:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اَرْبَعَةً مَّنَ الْبَنِیْنَ وَ بَشَّرَنِیْ بِخَامِسٍ سب تعریف خدا کو ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں چار لڑکے دیئے اور پانچویں کی بشارت دی::"

افسوس کہ مرزا صاحب کی مراد پوری نہ ہوئی اور اس حمل سے مؤرخہ ۲۸ر جنوری ۱۹۰۳ء کو لڑکی پیدا ہوئی جو صرف چند ماہ عمر پا کر فوت ہو گئی۔

(دیکھو اخبار الحکم ۳ر دسمبر ۱۹۰۳ء) ﴿تذکرہ ص ۴۵۷ در حاشیہ﴾

اعتراض

موجودہ حمل کی تخصیص نہیں تھی::

الجواب

اس وقت حمل موجود تھا اور زمانہ وضع حمل بھی قریب تھا۔ لہذا بظاہر قرینہ اسی حمل سے لڑکے کی ولادت سمجھی جاتی ہے بفرض محال اگر مان بھی لیا جائے تو بھی اعتراض بحال ہے کیونکہ اس کے بعد مرزا صاحب کے گھر کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا::

تاویلِ مرزا

ایک تاویل اس کی مرزا صاحب نے یہ کی ہے کہ جب بڑھاپا غالب آ گیا تو آپ نے حقیقۃ الوحی ﴿خ ص ۲۲۹، ج ۲۲، تذکرہ ص ۴۵۹﴾ میں اپنے ایک تازہ الہام انا نبشرك بغلام نافلة لك نافلة من عندی کے ساتھ ملا کر لکھا کہ:-

"قریباً تین ماہ کا عرصہ گزرا کہ میرے لڑکے محمود احمد کے گھر لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نصیر الدین احمد رکھا گیا سو یہ پیشگوئی ساڑھے چار برس بعد پوری ہوئی،،

(ص ر ۲۱۹ حقیقۃ الوحی)

الجواب

اول تو یہی جھوٹ ہے کہ یہ "پیشگوئی ساڑھے چار برس بعد پوری ہوئی،، کیونکہ مواہب الرحمٰن ۱۵ر جنوری ۱۹۰۳ء کو شائع ہوئی ﴿ملاحظہ ہو ٹائٹل طبع اول خ ص ۲۱۶، ج ۱۹ کے بعد کا صفحہ﴾ اور حقیقۃ الوحی کے یہ صفحات قریباً اگست ۱۹۰۶ء میں لکھے گئے چنانچہ حقیقۃ الوحی ص ر ۶۷ ﴿خ، ص ۷۰، ج ۲۲﴾ پر تاریخ "۱۶ر جولائی ۱۹۰۶ء،، اور ص ر ۳۸۶ ﴿خ، ص ۴۰۰، ج ۲۲﴾ پر تاریخ "۲۹ر ستمبر ۱۹۰۶ء،، مرقوم ہے اور مرزا صاحب ص ر ۲۱۹ پر محمود کے لڑکے کی پیدائش ۳ ماہ پہلے کی لکھتے ہیں یعنی ماہ مئی ۱۹۰۶ء کی بدیں حساب کل تین سال چار ماہ کے قریب بنتے ہیں۔ اب رہا یہ کہ مراد اس سے محمود کا لڑکا ہے۔ سو یہ بھی بعد کی تاویل ہے، چونکہ مرزا صاحب کے چوتھے لڑکے مبارک احمد کی پیدائش ۱۸۹۹ء (ملاحظہ ہو ص ر ۴۳ تریاق) ﴿خ، ص ۲۱۷، ج ۱۵، تذکرہ ص ۳۴۴﴾ کے بعد مرزا صاحب کے گھر لڑکیاں ہی پیدا ہوتی رہیں۔ اس لئے پانچویں لڑکے کے بجائے پوتا ٹھہرالیا::

لڑکے کی پیشگوئی میں ”پانچویں،، کی تصریح ظاہر کر رہی ہے کہ وہ لڑکا مرزا صاحب کا ہوگا ورنہ پوتے کو پانچواں کہنا چہ معنی دارد؟ بحالیکہ پوتے کئی ایک ہیں، پس پیشگوئی جھوٹی نکلی جو مرزا صاحب کے کذب پر دلالت کرتی ہے۔

ساتویں غلط پیشگوئی

عمر پانے والا لڑکا

مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

”عرصہ بیس یا اکیس برس کا گزر گیا ہے کہ میں نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں چار لڑکے دوں گا جو عمر پاویں گے چنانچہ وہ چار لڑکے یہ ہیں ۱- محمود احمد ۲-بشیر احمد ۳-شریف احمد ۴-مبارک احمد (حقیقۃ الوحی ص ر ۲۱۸) ﴿خ، ص ۲۲۸، ج ۲۲﴾

یہ قطعاً جھوٹ ہے کسی اشتہار میں عمر پانے والے چار لڑکے ظاہر نہیں کئے گئے (البتہ اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۱۰۱، ج ۱﴾ میں مصلح موعود کی پیشگوئی میں یہ لکھا تھا کہ ”وہ تین کو چار کرے گا،، اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے۔ عمر پانے یا نہ پانے کا چار لڑکوں کے متعلق کوئی ذکر نہیں۔ ہاں مصلح موعود کے متعلق بعض تحریرات میں لکھا ہے کہ ”وہ عمر پانے والا لڑکا ہے،، (دیکھو صفحہ ۱۳۵ تتمہ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۵۷۳، ج ۲۲﴾ اور یہ لڑکا مرزا صاحب نے مبارک احمد بتایا تھا جو قریباً نو سال کی عمر میں مر گیا۔ جیسا کہ ہم اس پر پیشگوئی اول میں مفصل لکھ چکے ہیں::

الغرض حقیقت الوحی کی مندرجہ بالا عبارت ”بہ وعدہ الٰہی،، مبارک احمد کو ”عمر پانے والا لڑکا،، قرار دیا ہے غلط ثابت ہوا::

آٹھویں غلط پیشگوئی

شوخ وشنگ لڑکا

مئی ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی، آپ نے الہام شائع کیا:۔

(۱) دخت کرام (۲) شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا (البشریٰ جلد ۲ ص ۹۱ بحوالہ بدر جلد ۳/۱۸/ ۱۷ مئی ۱۹۰۴ء) ﴿تذکرہ ص ۵۱۳﴾

اس الہام کے ایک ماہ بعد مؤرخہ ۲۴/ جون ۱۹۰۴ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام امۃ الحفیظ رکھا (ص ۲۱۸/ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۲۲۸، ج ۲۲، تذکرہ ۵۱۳﴾ مگر وہ ''شوخ وشنگ لڑکا'' نہ اس حمل سے اور نہ اس کے بعد پیدا ہوا۔ احمدی دوستو! یہ شوخ وشنگ لڑکا کہاں گیا؟۔

﴿نویں غلط پیشگوئی﴾

غلام حلیم

مرزا صاحب نے اپنے فرزند چہارم مبارک احمد کو مصلح موعود ''عمر پانے والا''، کَانَ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ گویا خدا آسمانوں سے اتر آیا وغیرہ الہامات کا مصداق بتایا تھا اور وہ نابالغی کی حالت میں ہی مرگیا۔ اس کی وفات کے بعد ہر چہار طرف سے مرزا صاحب پر ملامتوں کی بوچھاڑ، اعتراضات کی بارش ہوئی تو آپ نے پھر سے الہامات گھڑنے شروع کئے تاکہ مریدوں کے جلے بھنے کلیجوں کو ٹھنڈک پہنچے۔ ۱۶/ ستمبر ۱۹۰۷ء کو الہام سنایا: انا نبشرك بغلام حليم (بدر جلد ۶/ ۳۸ البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴) ﴿تذکرہ ص ۷۳۰﴾

اس کے قریباً ایک ماہ بعد پھر الہام سنایا:۔

''آپ کے لڑکا پیدا ہوا ہے یعنی آئندہ کے وقت پیدا ہوگا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں۔ يَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَكِ وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔''

(ریویو/۱۱ جلد ۶ الہام اکتوبر ۱۹۰۷ء والبشریٰ جلد ۲ ص/۱۳۶) ﴿تذکرہ ص ۷۳۵﴾

چند دن بعد پھر الہام سنایا:۔

سَاهَبُ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا رَبِّ هَبْ لِيْ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّا نُبَشِّرُكَ

بِغُلَامٍ نِ اسْمُهٗ يَحْيٰى میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے" (البشری جلد ۲ ص ۱۳۶) ﴿تذکرہ ص ۷۴۰﴾

ان الہامات میں ایک پاک، پاکیزہ لڑکے کے مسمّٰی یحییٰ جو مبارک احمد کا شبیہ، قائم مقام ہونا تھا کی پیشگوئی مرقوم ہے اس کے بعد مرزا صاحب کے گھر کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ اس لئے یہ سب کے سب الہامات افتراء علی اللہ ثابت ہو گئے::

دسویں غلط پیشگوئی

مرزا جی کا چوتھا لڑکا مبارک احمد ایک دفعہ بیمار ہوا۔ اس کے متعلق (اخبار بدر ۲۹ر اگست ۷ء ص ۴) ﴿تذکرہ ص ۲۲۷ تا ۲۲۸﴾ پر لکھا گیا:

"۲۷ر اگست ۷ء صاحبزادہ میاں مبارک صاحب جو سخت تپ سے بیمار ہیں اور بعض دفعہ بیہوشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ابھی تک بیمار ہیں، ان کی نسبت آج الہام ہوا "قبول ہو گئی ۹ر نو دن کا بخار ٹوٹ گیا۔،، یعنی یہ دعا قبول ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ میاں صاحب موصوف کو شفا دے یہ پختہ طور پر یاد نہیں کہ کس دن بخار شروع ہوا تھا۔ (پھر نو دن گنتی کہاں سے شرع ہو؟ ناقل) لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میاں کی صحت کی بشارت دی۔ اور نویں دن تپ ٹوٹ جانے کی خوش خبری پیش از وقت عطا کی نویں دن کی تصریح نہیں کی۔ اور نہ ہو سکتی ہے لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ تپ کی شدید حالت جس دن سے شروع ہوئی وہ ابتدا مرض کا ہو گا۔"

یہ پیشگوئی جس میں مبارک احمد کی صحت کی خبر دی گئی بالکل جھوٹی ثابت ہوئی۔ مرزا احب نے اس لڑکے کو مصلح موعود بیماروں کو شفا دینے والا، اسیروں کو رستگاری بخشنے والا۔ لمبی عمر پانے والا، فتح و ظفر کی کلید، قربت و رحمت کا نشان۔ صاحب شکوہ و عظمت و دولت، زمین کے کناروں تک شہرت پانے والا قوموں کو بابرکت کرنے والا۔ گویا خدا آسمانوں سے اترآیا وغیرہ صفات عالیہ کا حامل و مالک بتایا تھا (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء و تریاق

القلوب ص ر ۴۱) (خ ص ۷، ۲۱، ج ۱۵) جیسا کہ ہم پیش گوئی اول میں اس پر بالتفصیل لکھ آئے ہیں::

اس کی سخت بیماری میں جو مایوس کن تھی مرزا صاحب نے جو دعا اس کے حق میں مانگی وہ یہی ہوسکتی ہے کہ خدا اسے کامل صحت دے اور میری دی ہوئی خبریں سچی ثابت کرے اور یقیناً مرزا صاحب کی دعا یہی تھی اس پر اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ مورخہ ۲۰ راگست ۱۹۰۷ء کو مبارک احمد کا بخار ہلکا ہوا۔ تو مرزا صاحب نے ''مبارک احمد کا نکاح ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ کی لڑکی مریم کے کیساتھ اسی دن کر دیا،، (ملاحظہ ہو اخبار بدر ۵ رستمبر ۱۹۰۷ء ص ۴) دوسری طرف الہام بھی گھڑ لیا کہ مبارک احمد کی صحت کے متعلق تیری دعا قبول ہو گئی۔ مگر یہ سب طفل تسلیاں تھیں۔ اس لڑکے کو نہ صحت ہونی تھی نہ ہوئی۔ کاسہ عمر لبریز تھا۔ صرف ٹھوکر کی کسر تھی۔ مرزا صاحب نے الہام سنانے شروع کیے۔ اللہ تعالی نے بھی عارضی طور پر صحت کا رنگ پھر بیماری کا غلبہ دکھا کر بالآخر ۱۶ ر ستمبر ۱۹۰۷ء کو اپنی طرف بلا لیا۔ (تذکرہ ص ۷۲۹)

گیارھویں غلط پیشگوئی
مولوی عبدالکریم کی صحت کے متعلق

مرزا صاحب کے ''باغ نبوت'' کی زینت جن چند بے ثمر بلند و بالا اشجار سے تھی ان میں ایک مولوی عبدالکریم سیالکوٹی تھے۔ ابتدا نیچری مزاج بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دہریہ طبع تھے۔ مولوی نورالدین کے کہنے سننے سے مرزائیت میں داخل ہوئے۔ مالی حالت بالکل کمزور تھی۔ یہاں آکر جو ''دن عید اور رات شب برات،، کا سماں دیکھا تو دماغ عرش اعلیٰ پر پہنچ گیا۔ مرزا صاحب کی مدح و ثناء میں وہ مضامین لکھے کہ بیسیوں صاحب ایمان ڈگمگا گئے مرزا صاحب کی بارگاہ نبوت میں مقرب خاص کا درجہ رکھتے تھے۔ بالآخر خدائی پکڑ وارد ہوئی ''ذیابیطس،، جیسی نامراد بیماری میں مبتلا ہوئے۔ کامل ایک سال تک اس مرض میں جھینکتے رہے::

"۲۱؍اگست ۱۹۰۵ء کو گردن نیچے چھوٹی سی پھنسی نمودار ہوئی جو مرض کی ابتدا تھی ۱۵ دن (زندگی اور موت کے درمیان لٹکتے رہنے) کے بعد ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۵ء بدھ کے روز ۲½ بجے دن کے اس دار ناپائیدار سے انتقال فرما گئے اس لمبی مرض کے اثناء میں کئی دفعہ صحت کا رنگ آیا پھر مرض کا عود ہوا اور آخر ذات الجنب کے حملہ سے جس میں ۱۰۶ درجہ کا بخار ہو گیا، جان سپرد خدا کی"

(مولوی محمد علی: الحکم ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۵ء) ﴿تذکرہ ص ۵۷۲﴾

ان مولوی صاحب کی صحت کے متعلق مرزا صاحب نے بکثرت پیشگوئیاں سنائی تھیں۔ ناظرین انہیں ملاحظہ فرمائیں:۔

"۳۰؍اگست ۱۹۰۵ء مولوی عبدالکریم کی گردن کے نیچے پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا (مرزا صاحب نے) فرمایا میں نے ان کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نور الدین ایک کپڑا اوڑھے رو رہے ہیں ۔ فرمایا، ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے"

(الحکم ۳۱؍اگست ۵ء مختصر بر ص ۴۳ مکاشفات تذکرہ ص ۵۱۴ دریویو ص ۳۶۴ ۵ء) ﴿تذکرہ ص ۵۵۹﴾

صاف الفاظ میں "مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے۔" آگے سنو!

"شب ۳۱؍اگست ۱۹۰۵ء فرمایا نصف رات سے فجر تک مولوی عبدالکریم کے لئے دعا کی گئی صبح کے بعد جب، سویا تو یہ خواب آئی۔ میں نے دیکھا کہ عبداللہ سنوری میرے پاس آیا ہے اور ایک کاغذ پیش کر کے کہتا ہے کہ حاکم سے دستخط کرانا ہے۔ میں نے کہاں یہ لوگ نہ کسی کی سفارش مانیں نہ شفاعت۔ میں تیرا کاغذ لے جاتا ہوں۔ جب گیا تو اکسٹرا اسٹنٹ کرسی پر بیٹھا ہے۔ میں نے کہا یہ ایک میرا پرانا دوست ہے اس پر دستخط کردو۔ اسنے بلا تامل کر دیئے اس وقت میں کہتا ہوں مقبول کو بلاؤ، اسکے کاغذ پر دستخط ہو گئے"

(ملخص ص ۴۳ مکاشفات بحوالہ بدر جلد ۱ ص ۳۲) ﴿تذکرہ ص ۵۶۰﴾

گو ہمیں ان مکاشفات پر ہنسی آ رہی ہے تاہم اس میں لطیف پیرائے کے اندر مولوی عبدالکریم کی صحت کے پروانہ پر دستخط کرائے گئے ہیں۔ اگر مولوی عبدالکریم

۱؎ مرزا صاحب کا مذہب تھا کہ انبیاء کا ہر قول و فعل اجتہاد، خیال، رائے سب وحی خدا ہیں (ص ۱۷، ۴۷، ریویو جلد دوم)

تندرست ہو جاتا تو ناظرین دیکھتے کہ اس پرکس قدر حواشی چڑھا کر اسے مرزا صاحب کی غیب دانی کا ایک درخشندہ ثبوت بنایا جاتا ہمارا دعوی کہ مرزا صاحب نے مولوی عبدالکریم کی صحت کے الہامات و بشارات سنائی تھیں۔ ان سے بھی ثابت ہے۔ مگر ہم اس سے بھی واضح ثبوت پیش کرتے ہیں۔ مذکورہ کشف عبداللہ سنوری والے کی تشریح الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرزا صاحب نے یوں کی ہے کہ:۔

"۷ ر ستمبر ۱۹۰۵ء (مرزا صاحب نے) فرمایا اللہ تعالی کے نشان اس طرح کے ہوتے ہیں انسان کی طاقت نہیں ہوتی کہ ظاہر کر سکے مولوی صاحب کی زیادہ علالت کے وقت میں بہت دعا کرتا تھا اور بعض نقشے میرے آگے ایسے آئے جن سے ناامیدی ظاہر ہوتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موت کا وقت ہے اس دعا میں میں نے بہت تکلیف اٹھائی یہاں تک کہ اللہ تعالی نے بشارت نازل کی اور عبداللہ سنوری والا خواب میں نے دیکھا جس سے نہایت درجہ غمناک دل کو تسلی ہوئی جو گذشتہ اخبار میں چھپ چکا ہے"

(الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء) ﴿تذکرہ ص ۵۶۱﴾

اس سے بھی واضح سنیئے۔ اخبار الحکم کا ایڈیٹر راقم ہے:۔

"حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے اور ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر ہے فرماتے تھے کہ آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے ان میں نام نہ تھا لیکن آج تو اللہ تعالی نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے اس رؤیا کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے گئے تو خدا کی قدرت کا عجیب تماشا کا مشاہدہ کرتے ہیں، وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آ گیا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ" (الحکم ۱۰ ر ستمبر ۱۹۰۵ء)::﴿تذکرہ ص، ۵۶۵﴾

ناظرین کرام! اس بارے میں اگرچہ اور بھی بکثرت الہامات ہیں مگر ہم بخوف طوالت انہی پر بس کرتے ہوئے آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان کشوفات وغیرہ کو ملاحظہ کرکے مولوی عبدالکریم کی صحت و تندرستی میں کسی قسم کا اشتباہ رہ جاتا ہے؟ ہرگز نہیں، پس مولوی عبدالکریم کا مرجانا

مرزا صاحب کی اِن اور اُن جیسی دیگر پیشگوئیوں کو غلط ثابت کر رہا ہے:-

مرزا صاحب نے عبد الکریم کے مرنے پر حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کے جواب میں نہایت شوخانہ و گستاخانہ لہجہ میں یہ عذر کیا ہے۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ہے کہ ابو جہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچھ حیلے پیش کیا کرتے ہیں چنانچہ اس جگہ بھی انہوں نے یہ عادت دکھلائی ہے اور محض افترا کے طور پر اپنے پرچہ اہلحدیث ۸ر فروری ۷ء میں لکھ دیا کہ مولوی عبد الکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام ہوا تھا مگر وہ فوت ہو گیا اس افترا کا ہم کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین (آمین) مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتا دیں کہ اگر مولوی عبد الکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام مذکورہ بالا ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے یعنی "(۱) کفن میں لپیٹا گیا،، (۲) ۴۷ر سال کی عمر انا للہ و انا الیہ راجعون (۳) اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا (۴) اِنَّ الْمَنَايَا لَا تَطِيْشُ سِهَامُهَا یعنی موتوں کے تیر نہیں ٹل سکتے۔ واضح رہے کہ یہ سب الہام مولوی عبد الکریم کی نسبت تھے"

(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶) (رخ ص ۴۵۸، ج ۲۲)

الجواب

ناظرین کرام! غور فرمایئے کہ ایک طرف تو الہام سنائے جاتے ہیں جن میں عبد الکریم کا نام لے کر بشارت موجود ہے، مگر دوسری طرف ایسے گول مول الہام جن کا نہ سر نہ پیر پیش کئے جاتے ہیں وہ بھی اس وقت جب عبد الکریم مر چکتا ہے۔ اس کاروائی سے مرزا صاحب کی صداقت، دیانت، نبوت وغیرہ ظاہر ہو رہی ہے مگر ہم بفضلہ تعالیٰ اس دجل و خدع سے بنے ہوئے جال کو تار تار کر کے رکھ دیں گے بحولہ و قوتہ۔

پہلا الہام اور چوتھا الہام یعنی کفن میں لپیٹا گیا، موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ ان کے متعلق تو الہام سناتے وقت کہا تھا کہ "معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں،، (الحکم

۱۰ ر ستمبر ۱۹۰۵ء ص ر ۳ کالم ۲) مگر چونکہ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ وہ ہر موجودہ یا آئندہ خوشی غمی کے لئے حسب حال الہامات بنا رکھتے تھے اور موقع بہ موقع ان کو لگایا کرتے تھے اس لئے یہ کہنے کے باوجود کہ ''معلوم نہیں یہ کس کے متعلق ہیں'' وہ دل میں ضرور جانتے تھے کہ ہم نے انہیں مولوی عبد الکریم کے لئے گھڑ رکھا ہے اور دوسری طرف صحت کے لئے بھی الہام سناتے تھے اسی ضمن میں ان ہر دو الہاموں کو مولوی عبد الکریم کے متعلق ظاہر کر کے انہیں مردود و منسوخ کر دیا۔ لطف یہ کہ اسی جگہ الہام نمبر ۲ یعنی سینتالیس سال کی عمر کی بھی تشریح کر دی۔ چنانچہ اخبار الحکم ۱۰ ر ستمبر ۱۹۰۵ء میں مرقوم ہے:۔

(الف) ''۲ ر ستمبر ۵ء سینتالیس سال کی عمر انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا: کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے اس کے مضمون کی پہلے ہی اطلاع دے دیجاتی ہے''

(ص ر ۳ کالم ۲ تذکرہ ص ر ۵۱۴، ۵۱۵) ﴿تذکرہ ص ۵۶۲﴾

(ب) ''حضرت مولوی عبد الکریم صاحب کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ر ستمبر کو (مرزا صاحب نے) فرمایا کہ مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات ان میں متوحش تھے آج صبح بہت سوچنے کے بعد میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے اِذَا جَاءَ اَفْوَاجٌ وَسَمٍ مِنَ السَّمَاءِ اور کفن میں لپیٹا گیا۔ اور اِنَّ الْمَنَایَا لَا تطیشُ سِہَا مُہَا اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضاو قدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و رحم سے رد بلا کر دیا،،

(ص ر ۱۲ کالم ۳) ﴿تذکرہ ص ۵۶۵﴾

اس تحریر نے فیصلہ کر دیا کہ ۴۷ ر سال کی عمر والا الہام تو کسی اور مرید کے متعلق ہے (گو ہمارے نزدیک اس میں بھی ایک فریب ہے) اور کفن میں لپیٹا گیا اور موتوں کے تیر والا بلکہ ایک تیسرا الہام بھی جو مولوی عبد الکریم کے متعلق تھا خدا نے ان سب کو اپنے فضل و رحم سے رد کر دیا، اب رہا الہام نمبر ۳ یعنی اس نے اچھا ہونا نہ تھا۔ سو سنیئے کہ ان الفاظ کا کوئی الہام مرزا صاحب کا نہیں ہے البتہ مولوی عبد الکریم کی موجودہ بیماری (مولوی عبد الکریم

۲۱/ اگست کو اس مرض میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ مفصل درج ہو چکا ہے) سے دو[1] ماہ پہلے یہ الہام ہوا تھا:۔

"خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا بے نیازی کے کام میں اعجاز المسیح"،

(البشریٰ ص/۹۹ جلد ۲) ﴿تذکرہ ص ۵۵۶﴾

اور وہیں الہام کی تشریح مرقوم ہے:۔

"ہماری جماعت کے چار آدمیوں میں سے جو سخت بیمار ہوئے تھے ان میں سے ایک کے متعلق یہ الہام ہوا۔ یعنی اس کی موت تقدیر مبرم کی طرح کی تھی گویا تقدیر مبرم تھی مگر معجزہ مسیح ہے کہ خدا نے اس کو اچھا کر دیا۔ مبرم تقدیر قابل تبدیل نہیں ہوتی مگر بعض تقدیریں مبرم سے سخت مشابہ ہوتی ہیں ایسی دور ہو سکتی ہیں۔"

قارئین عظام! دیکھئے مرزا صاحب نے جو چار الہام مولوی عبدالکریم کے متعلق پیش کئے تھے ان میں سے دو تو غیروں کے متعلق ہیں، ان میں سے بھی ایک وہ ہے جو مولوی عبدالکریم کی بیماری سے بھی پہلے کا ہے اور باقی کے دو خود مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ نے رد کر دیئے اور مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دی ہے بتلایئے اب ہم ابوجہل اور دجال و کذاب کس کو جانیں۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کو جنہوں نے صاف اقوال مرزا سے صحت کے الہام دیکھا دیئے یا خود مرزا صاحب کو جنہوں نے دنیا کو دھوکہ اور فریب دینے کو غیر متعلق اور مردود منسوخ شدہ الہاموں کو پیش کر کے اپنی جھوٹی نبوت ثابت کرنی چاہی؟

بارھویں غلط پیش گوئی

عمر مرزا

مرزا صاحب قادیانی بھی عجیب شخص واقع ہوئے تھے دھوکہ، فریب، جعل، مغالطہ، کذب، افتراء وغیرہ جملہ افعال مذمومہ گویا آپ کی طبیعت کے جزو اعظم تھے۔

[1] تذکرہ ص/۵۰۱ پر اس الہام کو اپریل ۵ء عبدالکریم کی بیماری سے چار ماہ قبل کا لکھا ہے۔

جیسا کہ ہم اس سے پہلے ثابت کر چکے ہیں آپ کا کس قدر مغالطہ ہے کہ ایک طرف تو خود لکھتے ہیں کہ میری صحیح عمر کا اندازہ خدا کو معلوم ہے،، ص ر ۱۹۳ ضمیمہ نصرۃ الحق::

اور مرزا صاحب کے مرید بھی معترف ہیں کہ:۔

”ہمیں آپ کی تاریخ ولادت معلوم نہیں، اندازے تخمین پر مبنی ہے،،

(ص ر ۱۰۷ تفہیمات ربانیہ)

مگر دوسری طرف مرزا صاحب نے بڑے زور و شور کے ساتھ الہام پر الہام سنائے کہ:۔

خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ میری پیشگوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیشگوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں جیسا کہ یہ پیشگوئیاں کہ میں تجھے اسی برس یا چند سال زیادہ یا اسی سے کم عمر دوں گا،، حاشیہ

(تریاق القلوب ص ر ۱۳ طار ۲ ہط ۲۔) ﴿خ ص ۱۵۲، ج ۱۵، تذکرہ، ۳۹۰، ۳۹۵﴾

اول تو ”یہ،،“یا،، ”یا،، کی مسترہ گردن کی مرزا صاحب کے ملہم کی جہالت اور بے علمی کا بین ثبوت ہے۔ بھلا کہاں خدائے پاک جیسا عالم الغیب والشہادۃ اور کہاں مرزا صاحب کا ملہم جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ مرزا کی عمر کتنی ہوگی اور میں اس رو لانہ، تک بندی کو ایک اپنے ”عظیم الشان پیغمبر،، کی دلیل۔ صداقت کیسے ٹھہرا رہا ہوں::

دوم۔ جب خود مرزا صاحب کو ہی اپنی تاریخ ولادت کا علم نہیں تو پھر اس پیشگوئی کا صدق و کذب کیسے معلوم ہو سکتا ہے بہرحال مرزا صاحب کا عمر کے متعلق پیشگوئی کرنا ہی ان کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے پھر اس پر مزید یہ لطف کہ کہیں تو عمر اسّی برس یا کم یا زیادہ بایں ”شرح اسّی برس یا اس پر پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم،، ص ۹۶ حقیقۃ الوحی۔

﴿خ ص ۱۰۰، ج ۲۲﴾

یعنی ۷۵ ر سال سے زیادہ اور چھیاسی کے اندر اندر بتائی ہے اور کہیں بہ لہجہ وثوق وہ بھی مخالفین کے سامنے بطور دلیل لکھا ہے کہ ”میرے لئے بھی اسی برس کی زندگی کی پیشگوئی ہے،،

(ص ۲ تحفہ ندوہ۔) ﴿خ ص ۹۳، ج ۱۹﴾

پھر اگر اتفاق وقت سے یاحسب آیت مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا

(سورۂ مریم آیت ۷۵)[1] مرزا صاحب اس سے بھی زیادہ عمر پاجاتے تو اس کیلئے بھی مصالحہ جمع کرر کھا تھا چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۹ طبع دوم پر لکھا ہے:۔

﴿خ ص، ج ۳، تذکرہ ص ۲۹۷﴾

"اس جگہ اخویم مولوی مروان علی بھی ذکر کے لائق ہیں۔
مولوی صاحب لکھتے ہیں میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر سے آپ کے نام لگادیئے خدا اس ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔"

"اس تحریر کی رو سے اگر مرزا صاحب کی عمر ۹۰ر سال تک بھی پہنچ جاتی ہے تو گنجائش تھی، اس سے بھی بڑھ کر۔ مکاشفات ص ۳۴ پر ایک کشف مرزائیوں مسطور ہے:۔

"مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں۔ صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے۔ میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں مانگ لوں، اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔ آخر میں نے مانگنی شروع کیں ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا خیال آیا یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر پچانوے سال ہو جاوے میں نے دعا کی اس نے آمین نہ کہی، میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا پھر میں نے اس سے سخت تکرار او ر اصرار شروع کیا یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا بہت عرصہ کے بعد اس نے کہاں اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا (غالباً بیچارہ دھینگا مشتی میں شل ہوگیا ہوگا۔ ناقل) چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ر برس کی ہو جاوے اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا اس دعا پر کیا ہو گیا اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے،

ناظرین غور کریں کہ ایک مرزا صاحب جیسا "مستجاب الدعا،، مسیح موعود،، جس کے حق میں "الہام الٰہی،، کا وعدہ ہے کہ أُجِيْبُ كُلَّ دُعَائِكَ (۳۸ تریاق ط۱)﴿خ ص

[1] بعض اوقات خدا ضال و مضل اشخاص کو بھی عمر دیتا ہے ۱۲ منہ

۲۱۰، ج ۱۵، تذکرہ ص ۲۸۹، ۲۶﴾ یعنی تیری سب دعائیں قبول ہیں سوائے ان کے جو تو اپنے شریکوں کے بارے مانگے "خدا" سے ۹۵ ر سال عمر کی دعا مانگتا ہے اس پر دوسرے ولی اللہ کی آمین جو بقول خود اپنی آمین کی قبولیت پر ذمہ داری کا واحد ٹھیکدار بھی ہے گویا "کریلا اور نیم چڑھا"، کا مضمون ہو پھر مرزا صاحب کی عمر پچانوے سال ہونے میں کیا شک ؟

اس "کوڑھ پر کھاج" یہ کہ ایک الہام مرزا کا یہ بھی ہے۔ "تری نَسلاً بَعِیدًا تو اپنی ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا"، (ص ر ۹۵، حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۹۸، ج ۲۲، تذکرہ ص ۱۸۵، ۳۶۵﴾ اندریں حالات اگر مرزا صاحب سو سال سے بھی زیادہ عمر پا لیتے تو نبوت قائم کی قائم بلکہ دو چند بڑھ کر بچی تھی::

ان تمام کاروائیوں سے مطلب یہ تھا کہ جتنی زیادہ زندگی مل جائے ہمارے الہامی جال سے باہر نہ نکل سکے باقی رہا کم عمر کا سوال سو اس کے لئے یہ کاروائی کی گئی کہ کہیں تو اپنی پیدائش ۱۳۰۱ھ بتائی جیسا کہ لکھا ہے "انبیاء گزشتہ کے کشوف نے قطعی مہر لگا دی ہے۔ کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا"، (ص ۲۳ اربعین) ﴿خ ص ۳۷۱، ج ۱۷﴾ اور کہیں اپنی پیدائش ۱۲۸۹ھ بتائی چنانچہ لکھا۔ "میری پیدائش اس وقت ہوئی جب (حضرت آدمؑ سے) چھ ہزار سے گیارہ سال رہتے تھے"، (ص ۹۵ حاشیہ تحفہ گولڑہ) ﴿خ ص ۲۵۲، ج ۱۷﴾ اور چھٹے ہزار کو ۱۳۰۰ھ پر ختم کیا (ملاحظہ ص ۶ لیکچر سیالکوٹ) ﴿خ ص ۲۰۸ تا ۲۰۹، ج ۲۰، "ملخصاً"﴾ اور کہیں اپنی پیدائش بہ تمسک "(کشوفات اولیاء)" ۱۲۶۸ء لکھی۔ "بہت سے اکابرامت گزرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی اور پتہ بتایا، بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی ہے جو چراغ دین ۱۲۶۸ ہے"، الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۶، اور کہیں ۱۲۶۱ھ میں اپنا تولد ہونا لکھا ہے۔ "میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر (چودھویں صدی) کا سر بھی آ پہنچا" (تریاق ص ۶۸ / ۱۵۸ ط ۱ ط ۲) ﴿خ ص ۲۸۳، ج ۱۵﴾

اور کہیں ۱۲۵۷ھ میں اپنا براجمان ہونا لکھا۔ "اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ھ تک بھی اشاعت اسلام کے

وسائل گویا کالعدم تھے،، (ص ۱۰۰ تحفہ گولڑویہ ص ۶۳ طبع ۲) ر خ ص ۲۶۰ ج ۱۷

اور کہیں ایسی عبارات بھی لکھ گئے ہیں جن سے ثابت ہو سکے کہ آپ ۱۲۵۰ھ میں عدم سے وجود میں آئے تھے ”ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں یہ عاجز شرف مکالمہ پاچکا تھا“ (حقیقۃ الوحی ص ۹۹) دوسری جگہ لکھا ہے ”کہ ماموروں کے لئے سنت الٰہی ہے کہ وہ چالیس سالہ عمر میں مبعوث ہوتے ہیں“ (مفہوم ص ۷، ۱۰/۸ ۔ ۱۷ ط ۱ ط ۲ تحفہ گولڑویہ) ر خ ص ۲۶۰، ج ۱۷

پس ۱۲۹۰ھ سے چالیس منہا کئے تو پیدائش ۱۲۵۰ھ نکلی::

اور کہیں ایسی تحریر لکھ رکھی ہے جس سے تاریخ پیدائش ۱۲۳۵ھ برآمد ہو سکے ”۱۲۷۵ھ اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور تولد روحانی کی تاریخ ہے،،
(ص ۲۲۰/۸ ۔ ۱۷ آئینہ کمالات ط ۱ ۔ ط ۲)

بموجب تحریر مذکورہ بالا ۱۲۷۵ھ سے چالیس نکالے تو ۱۲۳۵ھ ولادت ثابت ہوئی۔

معزز قارئین کرام! بطور نمونہ چند ایک تحریرات درج ہیں ورنہ اس قسم کی بیسیوں اور بھی ہیں جن کے اندر اس عمر والے معاملے کو الجھاؤ میں ڈالا ہوا ہے۔ ان تحریروں نے مرزائیوں کو ایسا پریشان کر رکھا ہے کہ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ آخر تھک کر رہ جاتے ہیں تو بایں الفاظ میدان چھوڑتے ہیں کہ ”بعض مقامات پر حضرت کی تحریرات میں بادی النظر میں اختلاف نظر آتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام اندازے قیاس کے ماتحت ہیں جب قیاس کیا جائے گا تو ایک دو سال کا فرق بعید نہیں،، (ص ۱۰۵ تفہیمات ربانیہ) اللہ اللہ یہ تحریر اس شخص کی ہے جس پر تمام جماعت احمدیہ کو ناز ہے::

(الف) ناظرین! دیکھئے کس لطیف پیرائے میں اپنے نبی کے اقوال میں تضاد تسلیم کرتا ہے۔ مگر اسے معلوم ہونا چاہئے کہ مرزا صاحب نے قیاسی اختلاف یا مراتی تضاد میں کوئی فرق نہیں کیا بلکہ عام اصول لکھا ہے کہ ”کسی سچیار اور عقلمند اور صاف دل انسان کی کلام میں، ہرگز تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنون یا ایسا منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام

بیشک متناقض ہوتا ہے،، (ص ۳۰ ست بچن مصنفہ مرزا صاحب) ☆خ ص ۱۴۲، ج ۱۰☆ پس قیاس کے عذر سے مرزا صاحب کا متخالف کلام ہدف اعتراض ہونے سے نہیں بچ سکتا بحالیکہ مرزا صاحب کا اقرار موجود ہے "کہ مجھے مراق کی بیماری ہے۔،، "حافظہ اچھا نہیں،، (تشحیذ الاذہان ۲ جلد اص ۱۷، نسیم دعوت کا حاشیہ)

☆خ ص ۴۳۹، ج ۱۹☆ پھر مزا یہ کہ اختلاف بھی صرف ایک دو برسوں کا نہیں بلکہ بیسیوں برسوں کا ہے::

(ب) ماسوا اس کے یہی تو اعتراض ہے کہ جب مرزا صاحب کی عمر کا تخمینہ محض قیاس سے ہے اور صحیح علم نہیں، تو پھر اسی برس یا کم و بیش عمر کے الہام کس رو سے جانچے جائیں اور کیوں مرزا صاحب نے ایک نامعلوم امر کے متعلق الہام گھڑ کر لوگوں کو فریب دیا۔

(ج) علاوہ ازیں اس عذر کے لغو ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ ایک مؤید من اللہ نبی تو در کنار تھوڑی سی عقل کا مالک انسان بھی جب ایک دفعہ کسی امر پر رائے قائم کر لیتا ہے تو تاوقتیکہ اس رائے کے غلط ہونے پر کوئی قوی دلیل نہ مل جائے اس کے خلاف نہیں کہتا بخلاف اس کے مرزا صاحب کی تمام عمر انہی ہیر دل پھیروں میں گذری کہ کبھی اپنی عمر کچھ بتائی کبھی کچھ۔ ایک دو مثالیں ہوں تو کوئی خیال بھی کرے کہ چلو ایک غلطی خوردہ انسان سے ایسا ہوسکنا محال نہیں مگر یہاں تو صدہا تک نوبت پہنچ چکی ہے اصل بات یہی ہے کہ کچھ تو مراق کی بیماری کا اثر تھا اور کچھ وقتی ضروریات کا سبب جہاں بائبل کی ایک لاء مبہم اور ناقابل اعتبار،، پیش گوئی کو اپنے پر لگانے کا شوق ہوا وہاں ۱۲۹۰ھ میں اپنا سن بعثت قرار دے لیا، جہاں قرآن پاک پر یہودیانہ تصرف مطلوب ہو وہاں ۱۲۷۵ھ لکھ دیا، جہاں "غلام احمد قادیانی،، کے من گھڑت الہام کی مناسبت بنانی پڑی وہاں ۱۳۰۰ھ ظاہر کر دیا وغیرہ::

(د) اس جواب کی لغویت اس سے بھی ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی عام انسانوں کی طرح نہیں تھا بلکہ وہ کہتے تھے کہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت ہر دم ہر لحظہ بلا فصل ملہم (یعنی میرے اندر) کام کرتی رہتی ہے (حاشیہ ص ۹۳)۔،، ﴿خ ص ۷، ج ۳﴾

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں ،، (بدر ۵ مارچ ۸ ء) قرآن شریف میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جن سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ بکلی خدا تعالی کے تصرف میں ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک کل انسان کے تصرف میں ہوتی ہے، انبیاء نہیں بولتے جب تک انھیں خدا نہ بلائے اور کوئی کام نہیں کرتے جب تک خدا ان سے نہ کرائے وہ جو کچھ کہتے ہیں یا کرتے ہیں وہ خدا تعالی کے احکام کے نیچے کہتے ہیں۔ ان سے وہ طاقت سلب کی جاتی ہے جن سے خدا تعالی کی مرضی کے خلاف کوئی انسان کرتا ہے وہ خدا کے ہاتھ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے مردہ، ان کی اپنی ہستی پر فنا آ جاتی ہے ،،الخ

(ص ۰ ۷ ریویو جلد دوم قول مرزا) ﴿خ ص ج﴾

مولوی عبد اللہ وتا صاحب! یہ دعویٰ ہے تمہارے نبی کا۔ پس تمہارا عذر جو تم نے مرزا صاحب کی تحریرات کی بناء پر کیا ہے نہ صرف آخری درجے کا باطل ہی ہے بلکہ اس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ مرزا صاحب بہت بڑے۔۔۔[1] تھے:

برادران! آپ مرزا صاحب کی پیشگوئی متعلقہ عمر کے جملہ پہلو ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب بتلایئے کہ ہم اس پیشگوئی کی جانچ کیسے کریں سوائے اس کے کہ یُؤخَذُ الْمَرْءُ بِاقْرارِہٖ کے تحت مرزا صاحب کی جس عبارت کو چاہیں اپنے اعتراض کا نشانہ بنائیں آخر مرزا صاحب "خدا کے نبی و رسول ہیں،، جن کا کوئی بھی "قول خدائی تصرف سے باہر نہیں،، پس ہمارا حق ہے کہ ان تمام تحریرات سے جسے جھوٹی پائیں اس پر تاک کر م کا گولہ برسائیں مگر یہاں تو سب کی سب جھوٹی ہیں۔ خیر ہم ایک دو بحث میں لا کر اس مضمون کو جو پہلے ہی کافی لمبا ہو گیا ہے ختم کرتے ہیں مرزا صاحب کی ایک پیشگوئی

[1] گویم زباں سوزد ۱۲ منہ

متعلقہ عمر سے ظاہر ہے کہ ان کی عمر اسی سال کی ہو گی" اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ پیدا کب ہوئے سو سنئے کہ مرزا صاحب ایک جگہ اپنی سچائی کو ثابت کرنے کیلئے یہ لکھتے ہیں:۔

"اہل کشف نے بھی اس زمانہ کی خبر دی اور نجومی بھی بول اٹھے کہ مسیح موعود کا یہی وقت ہے اور جس نے دعویٰ کیا اس کا نام غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے کہ یعنی تیرہ سو کا عدد بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کر رہا ہے"

(تریاق ص ۱۶/۳۰، ط ۱، ط ۲) ☆ خ ص ۱۵۷ تا ۱۵۸، ج ۱۵ ☆

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر ظاہر ہوئے اسی مضمون کو دوسری جگہ اس کتاب کے ص، ۶۸ پر یوں ادا کیا ہے:۔

"پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر چالیس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے"، (تریاق ص ۱۵۸، ط ۲) ☆ خ ص ۲۸۳، ج ۱۵ ☆

اسی مضمون کو ایک اور جگہ یوں بیان کیا ہے:۔

"سلف صالحین میں سے بہت سے صاحب مکاشفات مسیح کے آنے کا وقت چودھویں صدی کا شروع سال بتلا گئے ہیں"

(ازالہ وہام ص ۱۸۴/۴۷، ط ۱، ط ۲) ☆ خ ص ۱۸۹، ج ۳ ☆

مزید تائید اور سنیئے مرزا صاحب (انجام آتھم ص ۲۱۰) ☆ خ ص ۲۱۰، ج ۱۱ ☆ پر راقم ہیں:۔

"واز نشانہائے خدا یکے ایں است کہ او را در عدد نام من عدد زمانہ مرا پوشیدہ داشتہ اگر خواہی در عدد غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ فکر کن"

ایسا ہی سالانہ جلسہ قادیان منعقدہ ۱۸۹۷ء کی رپورٹ پر مرزا صاحب کی تقریر درج ہے کہ:۔

"غلام احمد قادیانی کے عدد بحساب جمل پورے تیرہ سو نکلتے ہیں یعنی اس نام کا امام چودھویں صدی کے آغاز میں ہو گا"، (ص ۱۶) ☆ تذکرہ ص ۷۰۹ ☆

اسی مطالب کی اور بھی بہت تحریریں ہیں ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں ان سے

ثابت ہے کہ مرزا صاحب تیرھویں صدی کے ''ختم،، ہونے پر ۱۳۰۰ھ کے بعد چودھویں صدی کے ''شروع سال،، ''آغاز،، پر ''بالہام،، الٰہی مامور و مبعوث ہوئے تھے۔ جس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی پس حساب صاف ہے کہ اس کے بعد مرزا صاحب کل ۲۵؍ سال چند ماہ زندہ رہے چنانچہ مولوی اللہ دتا لکھتا ہے:۔

''۱۳۲۶ھ میں حضور کا وصال ہوا،، (صفحہ ۱۰۲ تفہیمات ربانیہ)

بدیں حساب ۴۰+۲۵=۶۵ سال مرزا صاحب کی عمر ہوئی حالانکہ کئی الہام تھے کہ تیری ''عمر چوہتر سے چھیاسی،، ۸۰؍ اسّی سے پانچ چار کم یا زیادہ۔ ۸۰؍ اسّی سال ہوگی جو سب کے سب غلط نکلے۔ فللہ الحمد، اس کے جواب میں مولوی اللہ دتا اور مصنف پاکٹ بک احمدیہ نے جو عذر کئے ہیں جن کا خلاصہ یہی ہے کہ غلام احمد قادیانی کے اعداد ۱۳۰۰ میں سن ہجری کی قید نہیں بلکہ سن نبوی ہے۔ صدی کے سر سے مراد ۱۲۹۰ھ ہے کسی الہام سے ثابت نہیں کہ آپ مرزا صاحب تیرھویں صدی ہجری سے پہلے مامور نہیں ہوئے وغیرہ۔

ان کا جواب ہماری پیش کردہ عبارات میں موجود ہے۔ سن ہجری کی تخصیص تیرھویں صدی کے ختم ہونے کے بعد ''بالہام،، مامور ہونے کا ذکر صدی کے سر سے مراد چودھویں کا شروع سال۔ آغاز وغیرہ۔

تیرھویں غلط پیشگوئی
پھر عمر مرزا

مرزا صاحب نے کہا تھا:۔

''دموت ما خواستند و در آن پیشگوئی کردند پس خدائے ما مارا بشارت ہشتاد سال داد بلکہ شاید ازیں زیادہ،، (صفحہ ۲۱ مواہب الرحمٰن) ؎ خ ص ۲۳۹، ج ۱۹؎

یعنی مخالف میری موت کے خواہاں تھے اور اس بارے میں انہوں نے پیشگوئی بھی کر رکھی ہے۔ پس خدا نے مجھے بشارت دی کہ میں تجھے اسّی برس عمر دوں گا بلکہ شاید

اس سے زیادہ۔ دوسری جگہ اپنی پیدائش کے متعلق لکھا ہے:

"یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ الخ اس آیت میں سمجھایا گیا ہے
کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا" (تحفہ گولڑہ صفحہ ۷۳ طبع ۲)

اسی طرح اربعین نمبر ۲، ص ۲۳ ﴿خ ص ۳۷۱، ج ۱۷﴾ میں بموجب "کشوف انبیاء گزشتہ" اپنا چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہونا لکھا ہے اور وفات ظاہر ہے کہ ۱۳۲۶ھ ﴿تذکرہ ص ۷۹۳﴾ میں ہوئی اس حساب سے مرزا صاحب کی کل عمر ۲۵ رسال سے کچھ زائد ثابت ہوتی ہے لہٰذا، ۸۰ راسّی سال بلکہ شاید اس سے زیادہ والی پیشگوئی صاف غلط ہوئی:

چودھویں غلط پیشگوئی

اِمَّا یُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ نُرِیْدُ عُمْرَكَ۔

ہم تجھے بعض وہ امور دکھلا دیں گے جو مخالفوں کی نسبت ہمارا وعدہ اور تیری
عمر زیادہ کریں گے (ص ۱۲۰ البشریٰ بحوالہ البدر اخبار، جلد ۲ نمبر ۴۳) ﴿تذکرہ ص ۶۷۹﴾

اس "الہام" میں مرزا صاحب سے "خدا" کا وعدہ ہے کہ تیری عمر زیادہ کروں گا۔ اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے مقررہ موعودہ عمر ہی نہیں پائی۔ زیادہ کے کیا معنی۔ پس یہ بھی خدا پر افترا ہے۔

پندرھویں غلط پیشگوئی

مرزا صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے میری موت کی پیشگوئی کی ہے اس کے بالمقابل اپنی پیشگوئی لکھ کر فرمایا کہ پھر آخر میں خدا نے اردو میں فرمایا:-

"میں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء
سے چودہ مہینے تک (یعنی ستمبر ۱۹۰۸ء تک) تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں،
یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشگوئی کرتے ہیں میں ان سب کو جھوٹا کروں گا
اور تیری عمر بڑھا دوں گا تا (انہیں) معلوم ہو کہ میں خدا ہوں ہر ایک
امر میرے اختیار میں ہے۔"

(اشتہار مرزا موسومہ تبصرہ) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۹۱، ج ۳، تذکرہ ص ۳۰۸۔﴾

اس الہام کے اندر کئی وعدے ہیں ایک عبدالحکیم پر مرزا کا غلبہ بروئے پیشگوئی[1] یعنی اس کی پیشگوئی جھوٹی ہوگی اور مرزا کی سچی۔ دوسرا مرزا صاحب کی عمر زیادہ ہونے کا چنانچہ لفظ "تیری عمر کو بھی بڑھادوں گا،، اس پر دال ہیں تیسرا وعدہ دیگر مخالفین کو اس حیثیت میں جھوٹا کرنے کا، کہ وہ تیری موت کی پیشگوئیاں کرتے ہیں میں ان کی پیشگوئیوں کو جھوٹا کرنے کیلئے "تیری عمر بڑھادوں گا،، حالانکہ مرزا صاحب ڈاکٹر عبدالحکیم کے بالمقابل پیشگوئیوں میں بھی کاذب ثابت ہوئے۔ اور عمر بھی نہ بڑھی، اسی طرح دیگر مخالفین کے مقابلے میں بھی مرزا صاحب جھوٹے ثابت نکلے، کیونکہ ان کا کذب مرزا کی عمر بڑھنے سے ثابت ہونا تھا اور عمر بڑھی نہیں::

اعتراض

مرزائی مناظر جواب دیا کرتے ہیں کہ عمر بڑھانے کا وعدہ صرف عبدالحکیم کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے تھا اور اس کا جھوٹا ہونا اسطرح ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اس کی بتائی ہوئی تاریخ کو نہیں مرے::

الجواب

قطع نظر اس بات کے کہ مرزا صاحب عبدالحکیم کی پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے یا نہ، بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے الہام میں دو باتیں تھیں (۱) پیشگوئیوں میں فتح)(۲) زیادتی عمر، پس پیشگوئی میں "غلبہ،، ہونے سے دوسری خبر سچی نہیں ہوسکتی جب تک کہ مرزا صاحب کی عمر نہ بڑھے، فَتَدَبَّر::

یہ تو ہوا عبدالحکیم کے متعلق حصہ کا جواب، باقی رہا دیگر مخالفین کے جھوٹا کرنے کو عمر کا بڑھنا۔ سو اس کا جواب مرزائیوں کے ذمہ ہے::

[1] ڈاکٹر صاحب مرحوم نے پیشگوئی کی تھی کہ مرزا میری زندگی میں مریگا بالمقابل مرزا نے پیشگوئی کی کہ عبدالحکیم میرے روبرو تباہ ہوگا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا صاحب ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں فوت ہوگئے۔ اس پیشگوئی پر مفصل گفتگو آگے آتی ہے ۱۲ منہ

سولھویں غلط پیشگوئی

وہی عمر مرزا

مرزا صاحب نے ایک فارسی قصیدہ سے اپنی سچائی ثابت کرنے کو ایک۔ شعر
"تا چھل سال اے برادر من دور آں شہسوار می بینم" کی شرح یہ کی کہ:۔

"یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی بسر کرے گا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسی برس یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔ سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گزر بھی گئے،،

(ص ر ۱۳ اشہادۃ الملہمین ط ۲) (خ ص ۳۰۷، ج ۴)

معلوم ہوا کہ اس شعر کی رو سے جسے مرزا صاحب نے شاہ نعمت اللہ ولی کا ظاہر کیا ہے مرزا صاحب کو بعد سن بعثت کے چالیس سال تک ضرور ہی جینا چاہئے تھا کیونکہ یہ ایک "ولی اللہ کی پیشگوئی،، ہے جس کی تصدیق ایک "نبی اللہ،، کر رہا ہے۔ اور اسے اپنی صداقت پر دلیل گردان رہا ہے۔ اس تحریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزا صاحب ان سطور کے لکھتے وقت تک دس سال گزار چکے اور تیس سال باقی تھے۔ بہت خوب یہ تحریر ماہ جون ۱۸۹۲ء کی ہے جیسا کہ اس رسالہ کے سرورق (ٹائیٹل پیج) کے صفحہ اندرونی پر تاریخ ثبت ہے۔ اب ۱۸۹۲ء میں ۳۰ جمع کر دیں۔ تو ۱۹۲۲ء بنتے ہیں یعنی مرزا صاحب کو حسب پیشگوئی، "شاہ نعمت اللہ ولی،، ۱۹۲۲ء تک زندہ رہنا چاہیئے تھا۔ حالانکہ آپ ۱۹۰۸ء میں مر گئے::

نتیجہ صاف ہے کہ نہ تو یہ قصیدہ حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کا ہے اور نہ ہی مرزا صاحب حسب قول و تشریح خود صادق مسیح موعود ہیں۔ آہ:

رسول قادیانی کی رسالت ☆ بطالت ہے، جہالت ہے، ضلالت

ضمیمہ عمرِ مرزا

(۱) کتاب البریہ ص ر ۱۴۶ کا حاشیہ۔ ﴿خ ص ۱۷۷، ج ۱۳﴾ اخبار بدر قادیان مؤرخہ ۸ / اگست ۱۹۰۴ء ص ر ۵ کتاب حیاۃ النبی جلد ۱ ص ر ۴۹ ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء ص ر ۲۱۹ پر مرزا صاحب کے الفاظ یوں درج ہیں:۔

"میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیری وقت میں ہوئی ہے"

نوٹ۔ مرزا صاحب ۲۶ / مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے تھے۔ لہذا آپ کی عمر ۶۹ / سال شمسی اور ۷۲ / سال قمری ہوئی::

(۲) کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ۔ ﴿خ ص ۱۷۷، ج ۱۳﴾ ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء ص ر ۲۲۰، اخبار بدر مؤرخہ ۸ / اگست ۱۹۰۴ء صفحہ پر ہے:۔

"اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں تھا"۔

اس حساب سے مرزا صاحب کی عمر ۶۹ / سال (شمسی) بنتی ہے۔

(۳) کتاب البریہ ص ر ۱۵۹ کا حاشیہ۔ ﴿خ ص ۱۹۳، ج ۱۳﴾ کتاب حیاۃ النبی جلد اول ص ر ۳۴ پر ہے:۔

"میری عمر قریباً چونتیس سال پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا"

نوٹ۔ حکیم غلام مرتضی صاحب ۱۸۷۴ء میں فوت ہوئے تھے (نزول المسیح صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸) ﴿خ ص ۴۹۴ تا ۴۹۶، ج ۱۸﴾ اس وقت مرزا صاحب ۳۵ / برس کے تھے پس کل عمر ۶۹ / سال ہوئی::

(۴) کتاب سیرت المہدی کے صفحہ ۲۵۶ / پر ہے۔"

"حضرت مسیح موعود فرماتے تھے کہ جب سلطان احمد پیدا ہوا اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

نوٹ۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ۱۹۱۳ء بکرمی یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے (سیرت المہدی ۱۹۶ / ۱۹۷) پس اس حساب سے بھی مرزا صاحب کی

عمر ۱۹۰۸ء میں ۶۸ یا ۶۹ر سال بنتی ہے::

(۵) حکیم نور الدین صاحب بھیروی اپنی کتاب "نور الدین" کے صفحہ ۱۷۰، پر لکھتے ہیں:-

"سن پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود مہدی مسعود ۱۸۳۹ء"

(۶) اخبار پیغام صلح مورخہ ۲۱ر جولائی ۱۹۲۳ء میں ہے:-

"اس فرقہ (احمدیہ) کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں، قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک گاؤں ہے آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔"

(۷) کتاب "منظور الہی" صفحہ نمبر ۲۴۱ پر لکھا ہے:-

۱۶ر مئی ۱۹۰۱ حضرت مسیح موعود کا بیان جو آپ نے عدالت گورداسپور میں بطور گواہ مدعا علیہ مرزا نظام الدین کے مقدمہ بند کرنے راستہ شارع عام جو مسجد کو جاتا تھا حسب ذیل دیا:-

"اللہ تعالیٰ حاضر ہے میں سچ کہوں گا میری عمر ساٹھ ۶۰ر سال کے قریب ہے۔"

مئی ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ پس مئی ر ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۶۷۔۶۸ سال ہوئی۔

نوٹ۔ ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی ۴۰-۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر مرزا صاحب اپنی کتاب (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ر ۹۷) ﴿خ ص ۲۵۹، ج ۲۱، تذکرہ ص ۳۹۰﴾ پر یوں رقم طراز ہیں۔

"اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴ر چوہتر اور ۸۶ر چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں"

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی عمر ۷۴ر سال سے کم ہوئی ہے۔ لہذا مرزا صاحب کاذب ٹھہرے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب (چشمہ معرفت کے ص ر ۲۲۲) ﴿خ ص ۲۳۱، ج ۲۳﴾ پر لکھا ہے۔

"جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی

اس پر اعتبار نہیں رہتا۔،،

سترھویں غلط پیشگوئی

ڈپٹی عبداللہ آتھم امرتسری

۱۸۹۳ء میں امرتسر کے اندر مرزا صاحب کا عیسائیوں کے ساتھ توحید و تثلیث پر مباحثہ ہوا جو پندرہ دن ہوتا رہا۔ اس مباحثہ میں جب مرزا صاحب باوجود ادّعا حامل ''آسمانی تحائف، علوی عجائبات، روحانی معارف و دقائق،، (صفحہ ۶ فتح الاسلام مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۶، ج ۳﴾ سے اپنے مدمقابل پر فتح نہ پاسکے تو شرمندگی اتارنے کو آخری دن یہ پیشگوئی کی کہ:۔

''آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے تیرے ہیں تو اس نے مجھے یہ نشان دیا کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہیں دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی ۱۵ ر ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے، اس کی عزت ظاہر ہو گی،،

اس پیشگوئی کی مزید تشریح اگلے صفحہ پر مرزا صاحب کی طرف سے یوں مندرج ہے:

''میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹی نکلے یعنی وہ فریق جو خدا کے نزدیک جھوٹ پر ہے پندرہ ماہ کے عرصے میں آج کی تاریخ (۵ ر جون ۱۸۹۳ء) سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں، مجھکو ذلیل کیا جاوے رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسا ڈال دیا جاوے، مجھکو پھانسی دی جاوے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں، اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا، ضرور

کرے گا، ضرور کرے گا، زمین و آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی::
اب میں ڈپٹی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ نشان پورا ہوگیا تو کیا یہ سب آپ کے منشاء کے موافق خدا کی پیشگوئی ٹھہر یگی یا نہ۔ اور رسول اللہ ﷺ کے سچے نبی ہونے کے بارے میں جن کو اندرونہ بائبل میں دجال کے لفظ سے آپ نامزد کرتے ہیں، محکم دلیل ہو جائیگی یا نہیں۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو،،

(جنگ مقدس تقریر مرزا صفحات آخری) ﴿خ ص ۲۹۱ تا ۲۹۲، ج ۶﴾

الفاظ مذکورہ بالا صاف ہیں کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ۵ر جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ ماہ (۵ر ستمبر ۱۸۹۴ء) تک بصورت الوہیت مسیح کے نہ چھوڑنے اور سچے خدا کے نہ ماننے کے فوت ہو جائے گا۔ اگر نہ ہو تو مرزا صاحب ایسے اور ویسے، چونکہ مرزا صاحب یہ پیشگوئی کرنے میں مفتری علی اللہ تھے اس لئے یہ پوری نہ ہوئی اور "مسٹر عبداللہ آتھم بچ گیا،، (ص ر ۲ انوار لاسلام مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۲، ج ۹﴾ انصاف و دیانت تو یہ تھی کہ مرزا صاحب اس پیشگوئی کے غلط نکلنے کی صورت میں اپنی مقرر کی ہوئی سزا نہ سہی کم از کم ندامت اور غلطی کا ہی اقرار کرتے مگر مرزا اور دیانت شتان ما بینھما آپ نے نہایت ہی ناانصافی سے کام لے کر انتہائی درجہ کے بودے جوابات سے اپنی پیشگوئی کی صداقت پر اصرار کیا اور مندرجہ ذیل عذرات بیان کئے:۔

عذر اوّل

"ہمارے الہام میں فریق کا لفظ ہے کیوں صرف عبد اللہ آتھم کے وجود پر محدود کیا جاتا ہے،، (ص ر ۲۰ ر انوار الاسلام) ﴿خ ص ۲۲، ج ۹﴾

اس تاویل سے۔ جو مقصود مرزا صاحب کا تھا اسے (ص ر ۸ انوار الاسلام) ﴿خ ص ۸، ج ۹﴾ پر یوں لکھا ہے کہ "اس عرصہ میں پادری رائٹ مرگیا جس کی موت سے ڈاکٹر مارٹن کلارک (جو اس مباحثہ میں نہ صرف عیسائیوں کا پریزیڈنٹ تھا بلکہ ایک دن کا مباحثہ

بھی اس نے کیا تھا۔ ناقل) اور اس کے دوستوں کو سخت صدمہ پہنچا۔"

جواب

۱- مرزا صاحب نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کے مقدمہ میں صاحب مجسٹریٹ بہادر ضلع گورداسپور کے سامنے اس معاملے کو بایں الفاظ صاف کر دیا ہے کہ:-

"عبداللہ آتھم کی درخواست پر پیشگوئی صرف اس کے واسطے تھی کل متعلقین مباحثہ کی بابت پیشگوئی نہ تھی"۔

(ص ر ۱۳۷ کتاب البریت مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ ص ۲۰۶، ج ۱۳﴾

"اسی طرح ایک اور جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے:۔

ابتدا سے ہمارا علم یہی تھا کہ اس پیشگوئی کا مصداق صرف آتھم ہے۔ ہماری نیت میں کبھی کوئی اور نہ تھا۔ ہاں دوسروں پر ہم نے اثر دیکھا اور نہ یہ کہیں نہیں لکھا کہ جیسا عبداللہ آتھم اس پیشگوئی میں شریک ہے دوسرے بھی شریک ہیں۔ اس لئے ہماری پوری اور اصل توجہ صرف آتھم کی طرف رہی اور اب تک اسی کو اصل مصداق، پیشگوئی کا سمجھتے ہیں،،

(ص ر ۲۶۰ کتاب البریت ۱۸۹۸ء) ﴿خ ص ۲۹۹، ج ۱۳﴾

معاملہ صاف ہو گیا کہ مرزا صاحب کا انوار الاسلام میں دیگر عیسائیوں کو اس پیشگوئی میں لپیٹنا محض دفع الوقتی کے لئے کذب بیانی تھی۔

(۲) اگر ایک طرف مارٹن کلارک کا دوست مر گیا تو دوسری طرف انہی دنوں میں مرزا صاحب کے مقرب اور اخص حواری مولوی نور الدین کا لڑکا بھی مر گیا (ملاحظہ ہو ص ر ۱۲ انوار الاسلام) "پس عوض معاوضہ مزیت ندارد"

عذر دوم از مرزا صاحب

"آتھم کی موت کی پیشگوئی ہماری ذاتی رائے تھی۔ اصل پیشگوئی میں ہاویہ کا لفظ ہے اور پیشگوئی کے دنوں میں عبداللہ آتھم کا ڈرتے رہنا اور شہر بہ شہر بھاگتے پھرنا یہی اس کا ہاویہ ہے۔،،(مفہوم ص ر ۲، انوار الاسلام وغیرہ) ﴿خ ص ۲، ج ۹﴾

الجواب

اللہ اکبر۔ بھائیو! مرزا صاحب کی پیشگوئی کے الفاظ پر نظر ڈالو کہ کس قدر زور ہے اور اس کے بعد اس تحریر کو پڑھو کہ کس قدر کمزوری، عاجزی اور بے بسی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ آہ! پندرہ ماہ تک تو برابر انتظار تھا کہ آج مرا یا کل، مگر جب اس کو معمولی سا زکام بھی نہ ہوا اور میعاد گزری تو جھٹ سے مرزا صاحب پر حقیقت کھل گئی کہ ہماری موت والی تشریح صرف خیال تھا۔

اچھا صاحب! اگر ہاویہ کے لفظ سے الہام میں موت مراد نہ تھی تو پھر مرزا صاحب نے یہ کیسے لکھا کہ:۔

الف۔ ''الہامی عبارت میں شرطی طور پر عذاب موت آنے کا وعدہ تھا''

(صفحہ ۴ر انوار الاسلام) ﴿خ ص ۵، ج ۹﴾

ب۔ ''آتھم نے رجوع کا حصہ لے لیا جس حصے نے اس کے وعدہ موت اور کامل طور کے ہاویہ میں تاخیر ڈال دی،،

(ص ر ۲، انوار الاسلام) ﴿خ ص ۱۹۳، ج ۲۲، حاشیہ﴾

ج۔ ''نفس پیشگوئی تو اس کی موت تھی،، (ص ر ۱۸۷ حقیقۃ الوحی)

کیوں جناب! یہ ''موت کا وعدہ،، نفس پیشگوئی موت،، یہ کس کی طرف سے تھے؟ انصاف!

یہ تو ہوا موت والی تشریح کا ذکر! اب سنیئے آتھم کے دلی رجوع اور خوف کا

الجواب:

مرزا صاحب کا یہ مباحثہ اسلام و عیسائیت کی صداقت پر تھا جس کو آخری دن ان الفاظ میں ختم کیا کہ:

''جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ ۱۵ر ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا،،

ان سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ ہر دانا بلکہ معمولی دماغ والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب تک مسٹر آتھم ''جھوٹے خدا یعنی اعتقاد الوہیت مسیح،، کو نہ چھوڑیں گے اور سچے

معبود خالق السموت والارض وما بینھما پر ایمان نہ لائیں گے یقیناً موت کے منہ میں چلے جائیں گے۔ اسی مضمون کو مرزا صاحب نے اپنی دیگر تصانیف میں یوں ادا کیا ہے:۔

(۱)"پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ مریگا،، (ملخص ص ر ۶ کشتی نوح) ﴿خ ص ۶، ج ۱۹﴾

(۲)"پیشگوئی میں صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہینگے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا۔ تو صرف اس حالت میں پیشگوئی کے اندر فوت ہوں گے،، (ص ر ۱۳ ر انجام آتھم) ﴿خ ص ۱۳، ج ۱۱﴾

(۳) وان یسلمن یسلم والا فمیت

(ص ر ۴۰ کرامات الصادقین) ﴿خ ص ۸۲، ج ۷﴾

یعنی اگر وہ اسلام لائے گا تو بچے گا ورنہ مر جائیگا۔ اس کے مقابل مسٹر عبد اللہ آتھم کے الفاظ پڑھئے۔ ڈپٹی صاحب کا بیان اخبار وفادار ۱۵ ر ستمبر ۹۴ء میں درج ہے کہ:۔

"مرزا صاحب کہتے ہیں کہ آتھم نے دل میں اسلام قبول کرلیا ہے اس لئے نہیں مرا، ان کو اختیار ہے جو چاہیں کہیں اس کو خدا نے جھوٹا کیا جو تاویل کریں کون روک سکتا ہے مرزا صاحب بھی یہی لکھتے ہیں کہ بے حیا جو چاہے بکے کون اس کو روکتا ہے۔ (ص ر ۱۳ اعجاز احمدی۔ ناقل) ﴿خ ص ۱۰۹ ج ۱۹﴾ میں دل سے اور ظاہراً پہلے بھی عیسائی تھا اور اب بھی ہوں اب میری عمر ۶۸ ر سال سے زیادہ ہے اور جو کوئی چاہے پیشگوئی کرسکتا ہے کہ ایک سو سال کے اندر اندر اس وقت کے جو باشندے دنیا پر ہیں سب مر جاویں گے،، (منقول از کلمہ فضل رحمانی) ﴿صفحہ مطبوعہ﴾

اس خط میں مسٹر آتھم نے صرف کسی قسم کے رجوع سے ہی انکار کیا ہے بلکہ رسول کریم ﷺ کی ایک حدیث اور مرزا صاحب کی آئندہ گول مول پیشگوئی پر بھی چبھتا ہوا حملہ کیا ہے یعنی مرزا صاحب جو کہتے ہیں کہ اگرچہ آتھم میعاد میں نہیں مرا مگر مرضرور جائیگا۔ خدا اس کو نہیں چھوڑے گا وغیرہ یہ سب ڈھکوسلے اب کام نہیں آسکتے کیونکہ میں نے آخر

کو تو مرنا ہے::

بہرحال مسٹر آتھم رجوع سے انکاری ہے اس خط پر کیا موقوف ہے خود مرزا صاحب نے آتھم کے انکاری بیانات کو اپنے (اشتہارات انعامی تین ہزار ص ر ۱۳) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۶۶، ج ۲﴾ وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ پس ان ظاہری اور صاف بینات کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ وہ دل سے ڈر گیا تھا سوائے ڈھٹائی کے اور کچھ نہیں۔ ماسوا اس کے بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ آتھم دل میں مسلمان تھا تو کبھی یہ ایمان اس کو پیشگوئی کے عذاب سے بچا نہیں سکتا کیونکہ اگر مرزا صاحب کے الہامات سچے ہیں تو ان سے ثابت ہے کہ یہ پیشگوئی ہونے سے پیشتر بھی آتھم دل میں عیسائیت کا منکر تھا اور جان بوجھ کر صداقت کو چھپاتا تھا۔

چنانچہ مرزا صاحب کے الہام میں مسٹر آتھم کے متعلق یہ الفاظ ہیں:۔

”جو فریق عمداً جھوٹ اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے،، (جنگ مقدس) ﴿خ ص ۲۹۲، ج ۶﴾

صاف واضح ہے کہ آتھم پہلے بھی اسلامی صداقت کا قائل تھا اور عمداً جھوٹ پر جما بیٹھا تھا، احمدی دوستو! کیا کہتے ہو؟ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مرزا صاحب کی ایک عجیب چالاکی

جب مرزا صاحب نے دیکھا کہ آتھم علی الاعلان میری تکذیب پر کمر بستہ ہے تو یہ چال چلی کہ اگر آتھم دل میں ہماری پیش گوئی سے نہیں ڈرا تو قسم کھائے۔ ہم اس کو ایک ہزار دو ہزار، بلکہ چار ہزار تک انعام دینے کو تیار ہیں۔

اس میں ایک بڑا راز مخفی تھا وہ یہ کہ مرزا صاحب جانتے تھے کہ عیسائیوں کے مذہب میں قسم کھانی شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کشتی نوح صفحہ ۲۷ ﴿خ ص ۲۹، ج ۱۹﴾ پر لکھتے ہیں:۔

"(اے مسلمانو!) قرآن تمہیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھاؤ"

اس لئے مرزا صاحب نے قسم کا مطالبہ کیا مراد یہ تھی اگر وہ قسم کھا گیا تو ہم کہہ دیں گے دیکھ لو ہماری بات سچی نکلی۔ آتھم عیسائیت سے دست بردار ہو چکا۔ اس کے مذہب میں قسم ممنوع ہے مگر اس نے اٹھالی ہے۔

اگر اس نے قسم نہ کھائی جیسا کہ یقین ہے کہ وہ خلاف مذہب ہرگز نہ کھائیگا تو بھی "پوں بارہ"، میں ہم خوب شور مچائیں گے۔ آسمان سر پر اٹھائیں گے کہ دیکھ لو، وہ جھوٹا ہے تبھی تو قسم نہیں کھاتا::

دوسری چالاکی

اس قسم کے معاملہ میں مرزا صاحب کی یہ عادت تھی کہ وہ صرف قسم کھانے پر ہی روپیہ ادا کر کے اپنی کذب گوئی کا اقرار کرنے کو تیار نہیں تھے بلکہ ساتھ ہی یہ پیچ لگا رہے تھے:

"اگر عبداللہ آتھم قسم کھالے پھر اگر ایک سال تک فوت نہ ہو تو جو مولوی لوگ ہمارا نام رکھیں سب سچ ہوگا"، (ص ر ۲، انوار الاسلام) (خ ص ۲۵، ج ۹)

بھائیو لیجیے اصلی راز قسم دینے کا۔ مطلب یہ کہ کسی طرح ایک سال اور مہلت مل جائے اور موجودہ ذلت اور رسوائی کا سیاہ داغ مٹانے کا بہانہ پیدا ہو جائے۔ رہا سال کے بعد کا معاملہ۔ سو کون جئے کون مرے۔ ممکن ہے قسمت کی دیوی مہربان ہو جائے اور آتھم مر جائے۔ یہ بھی نہ ہوا تو سال بھر میں سو تجویزیں، بیسیوں چالیں چلی جا سکتی ہیں۔

ادھر آتھم بھی ایک جہاں دیدہ سرد گرم چشیدہ تھا وہ بھلا ان چالوں میں کب آنے والا تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ:۔

"قریب ستر برس کے تو میری عمر ہے۔ اب آئندہ سال بڑھانا کیا معنی، کیا جناب کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مارنے کا نہیں ملا، ایک سال اور طلب ہوتی ہے"، (مکتوب آتھم ۷ ار ستمبر ۱۸۹۴ء در اشاعۃ السنۃ)

نمبر ا جلد ۱۶ ص ر ۱۱۲ ا تا ۱۱۴) اس چال میں بھی مرزا صاحب کو ناکامی ہوئی::

عذر

آتھم کے دل میں ڈر جانے کا یہ ثبوت ہے کہ اس نے پیشگوئی سننے کے بعد اسلام کے خلاف لکھنا چھوڑ دیا۔ یہی اس کا رجوع ہے::

الجواب

آتھم پہلے کب ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھا کرتا تھا۔ مرزا صاحب کی شہادت موجود ہے کہ:۔

"مسٹر عبد اللہ آتھم صاحب عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج ہیں"۔ (ص ر ۲۶۰ سرمہ چشم آریہ) ﴿خ ص ۳۱۰، ج ۲﴾

علاوہ اس کے یہ بھی جھوٹ ہے کہ اس نے پیشگوئی کے بعد اسلام کے خلاف "ایک[1] سطر" نہیں لکھی۔ اس مباحثہ کے بعد مسٹر آتھم نے "خلاصہ مباحثہ" شائع کیا جس میں برابر اس نے اسلام اور مرزا صاحب کے خلاف حسب اعتقاد خود اعتراض کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو ص ر ۲ ر ۴ بلکہ صفحاتِ آخر میں تو اس نے کھلم کھلا مرزا صاحب کو "دہیریہ اور ممتحن ایمان" یعنی "جھوٹا نبی" لکھا ہے::

عذر

آتھم نے عین جلسہ مباحثہ میں نبی ﷺ کے حق میں سخت لفظ کہنے سے رجوع کیا تھا۔ پس یہ بھی اس کا رجوع تھا۔

الجواب

اگر اس نے اسی دن رجوع کر لیا تھا تو پھر پندرہ ماہ والی پیشگوئی کیوں بحال رکھی گئی۔ کیوں نہ کہہ دیا کہ بس تم نے رجوع کر لیا ہے اب پیشگوئی منسوخ ہے۔ کیوں پندرہ ماہ تک انتظار کیا اور میعاد گزرنے کے بعد طرح طرح کے حیلے بہانوں سے جو

[1] ص ر ۱۵، انوار الاسلام:: ﴿خ ص ۱۶، ج ۹﴾

اوپر مذکور ہو چکے ہیں ”جان چھڑانے،، کی ناکام سعی کی پھر یہ بھی غلط ہے کہ اس نے سخت لفظ سے رجوع کیا تھا۔ رجوع نہیں انکار کیا تھا۔ یعنی اس نے بقول مرزا صاحب یہ کہا تھا کہ:-

”میں نے آنجناب کی شان میں ایسا کوئی لفظ نہیں کہا۔،،

(ص ۳، اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۰۹، ج ۱۹﴾

افسوس مرزا صاحب سلطان المتکلمین اور رئیس المناظرین تو کہلاتے ہیں مگر انہیں اتنا بھی پتہ نہیں کہ رجوع اور انکار میں کیا فرق ہے؟

بالآخر ہم اس پیشگوئی کے متعلق وہی عقیدہ رکھتے ہیں جو مرزا صاحب نے خود لکھا تھا کہ:-

”میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر وہ فریق پندرہ ماہ میں نہ مرے تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے۔ روسیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو،، (جنگ مقدس، تقریر مرزا صفحات آخری)

احمدی بھائیو! کلمات بالا تمہارے نبی ورسول کے ”پاک دہن،، سے نکلے ہوئے ہیں ان پر ایمان کیوں نہیں لاتے؟ اتقو اللہ

اٹھارویں غلط پیشگوئی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

مرزا صاحب نے ایک پیشگوئی حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق بھی کر رکھی تھی کہ:-

”ہم اس کے ایمان سے ناامید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے (اے مرزا) تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ بعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش

نہیں کرے گا اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جاوے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گنہ بخش دیا جائیگا پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کردے گی۔ میرا کلام سچا ہے میرے خدا کا قول ہے۔ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا دیکھے گا

(صفحہ ۵۰، ۵۱، اعجاز احمدی) ر خ ص ۱۶۲، ج ۱۹

الفاظ مرقومہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ایک نہ ایک دن ضرور مرزا صاحب پر ایمان لائیں گے۔ حالانکہ یہ پیشگوئی قطعاً بالکل غلط نکلی۔

عذر

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب استفتا کے صفحہ ۲۲ پر لکھا ہے کہ:-

"معلوم نہیں کہ وہ ایمان (محمد حسین کا) فرعون کی طرح ہو گا یا پرہیز گار لوگوں کی طرح"

الجواب

یہ تحریر ۱۸۹۷ء کی ہے۔ بیشک اس وقت مرزا صاحب نے اس پیشگوئی کو دو رنگی میں ڈالا تھا مگر اس کے بعد جبکہ انہوں نے صاف اور واضح الفاظ میں "بوحی اللہ" تعیین کر دی ہے کہ محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کی طرح ہو گا۔ جیسا کہ اوپر کی عبارت جو ۱۹۰۳ء کی ہے میں موجود ہے تو اب ایک سابقہ مردودہ تحریر کو پیش کر کے فریب دینا بعید از شرافت ہے::

انیسویں غلط پیشگوئی

زلزلۃ الساعۃ

۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے قیامت خیز زلزلہ کے بعد مرزا صاحب نے یہ سمجھتے ہوئے کہ ممکن ہے اس قہری رو میں اور بھی کوئی زلزلہ آجائے الہام پر الہام گھڑنے شروع

کئے چنانچہ ۸؍اپریل ۱۹۰۵ء کو اشتہار دیا:۔

''آج رات کے تین بجے کے قریب خدا کی پاک وحی مجھ پر نازل ہوئی۔ تازہ نشان کا دھکہ۔ زلزلۃ الساعۃ خدا ایک تازہ نشان دکھائیگا۔ مخلوق کو اس نشان کا ایک دھکہ لگے گا وہ قیامت کا زلزلہ ہوگا مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو دنیا پر آئے گی جس کو قیامت کہہ سکیں اور مجھے علم نہیں دیا گیا کہ ایسا حادثہ کب آئے گا اور مجھے علم نہیں کہ وہ چند دن یا چند ہفتوں تک ظاہر ہوگا یا خدا تعالی اس کو چند مہینوں یا چند سال کے بعد ظاہر فرمائے گا یا کچھ اور قریب یا بعید

(''الانذار،، در تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ؍۸۰) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۲۲، ج ۳، تذکرہ ص ۵۳۴﴾

ناظرین کرام! ملاحظہ ہو کہ مرزا صاحب قادیانی جو کہتے تھے کہ میں رسول اللہ نبی اللہ وغیرہ ہوں، خدا کے نبی کا ہر قول و فعل خدا کا قول ہوتا ہے اس جگہ کتنی قابل شرم اور نہایت ہی مکروہ اور نفرت انگیز چالوں سے راولوں اور ڈھکوسلہ بازوں سے بھی ہزار گنا زیادہ ہیروں پھیروں سے آئندہ زلزلہ کی پیش گوئی کر رہے ہیں شرم! شرم!! شرم!!!

اس کے بعد ۱۴؍اپریل ۱۹۰۵ء کو ایک کشف سنایا:۔

''میں قادیان کے بازار میں گاڑی پر سوار ہوں اس وقت زلزلہ آیا مگر ہم کو کوئی نقصان اس زلزلہ سے نہیں ہوا''

(ملخص ص ؍۳۹ رسالہ ''مکاشفات،، مرزا بحوالہ اخبار البدر جلد ۱ نمبر ۳) ﴿تذکرہ ص ۵۳۸﴾

اس کے بعد مرزا صاحب نے ۱۵؍اپریل ۱۹۰۵ء کو اپنی کتاب نصرۃ الحق کے ص ؍۱۳۰ ﴿خ ص ۱۵۱ تا ۱۵۲، ج ۲۱، تذکرہ ص ۵۴۰﴾ پر یہ اشعار لکھے:۔

اک نشان ہے آنیوالا آج[1] سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات شہر و مرغزار

آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار

[1] تاریخ امروزہ ۱۵؍اپریل ۱۹۰۵ء منہ

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائینگے
کیا بشر اور کیا شجر او رحجر اور کیا بحار

اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائیگی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رودبار

رات جو رکھتے تھے پوشاک برنگ یاسمن
صبح کردیگی انہیں مثل درختان چنار

ہوش اڑ جائینگے انسان کے پرندونکے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار[۲]

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولے ہونگے مست و بے خود راہ دار

خون سے مردوں کے کوہستان کے آبِ رواں
سرخ ہوجائیں گے جیسے ہو شراب انجبار

مضمحل ہوجائینگے اس خوف سے سب جن وانس
زار بھی ہو گا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار

ہاں! نہ کر جلدی سے انکار اسے سفید ناشناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

وحی حق کی بات ہے ہوکر رہیگی بے خطا،
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

مرقومہ بالا اشعار سے ظاہر ہے کہ عنقریب ایک ایسا زلزلہ آیگا جس سے شہر و دیہات بلکہ جنگل و ویرانے چکرا جائیں گے۔ بشر و شجر۔ حجر و بحر جنبش میں آئیں گے

یہ زلزلہ کوئی ایسا نہیں ہو گا سالوں، مہینوں، ہفتوں، یا گھنٹوں رہے بلکہ "اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر وزبر،، یہ زلزلہ ایک ہی رات کو صبح سے پہلے پہلے آئے گا جس سے انسان تو انسان کبوتروں کو اپنی چھل، پہل اور بلبلوں کو چہچہاہٹ بھول جائیگی غیر ذی عقل ہستیوں کا تو کیا ذکر زار یعنی انسان کے آنسو بھی با حال زار ہو نگے۔ یہ تو اس مخلوق کا ذکر ہے جو ہر انسان کو ظاہری نظر آتی ہے اس زلزلہ کا اثر اس مخلوق پر بھی پہنچے گا جسے انسان دیکھ نہیں سکتا یعنی جنات کی قوم بھی اس زلزلہ کے اثر سے مضمحل ہو گی وغیرہ::

باوجود ان صریح تصریحات کے اس کے نیچے حاشیہ میں پھر وہی راولانہ چال اختیار کر کے لکھا:-

"خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہو گا جو نمونہ قیامت ہو گا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیئے جس کی طرف سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر نہیں جما سکتا ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلا دے الخ

آہ! قادیانی "حضرت مسیح موعود نبی اللہ،، صاحب کس قدر ایچا پیچی سے کام لے رہے ہیں دعویٰ یہ ہے کہ:-

میں اما الزماں ہوں،، امام الزماں کی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے،،

(ص ر ۱۳ ضرورۃ الامام) ﴿خ ص ۴۸۳، ج ۱۳﴾

اسی طرح ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ:-

"جن پیشگوئیوں کو مخالفوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ وہ ایک خاص طرح کی روشنی و ہدایت اپنے اندر رکھتی ہیں اور ملہم لوگ حضرت احدیت میں توجہ کر کے ان کا انکشاف کرا لیتے ہیں"

(ص ر ۴۰۹ ازالہ اوہام ملخصاً) ﴿خ ص ۳۰۹، ج ۳﴾

مگر حالت یہ ہے کہ باوجودیکہ۔ ”خدا کی وحی میں بار بار زلزلہ کا ذکر ہے۔،، پھر بھی مرزا جی کو ایمان نہیں۔ خدائی وحی ہو تو ایمان ہو۔ یہاں تو خدا پر ہی ایمان نہیں سب الہامات اپنے نفس کی ایجاد ہیں پھر ان پر ایمان کیسے ہو، آگے سنیئے اس کے بعد مؤرخہ ۲۱/اپریل کو مرزا صاحب نے پھر ایک اشتہار دیا:

”۹/اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔ چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقع پر مجھے مطلع فرمایا ہے اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلائیگا دور نہیں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اب دوسرا نشان دکھادے تا ماننے والوں پر اس کا رحم ہو تا وہ لوگ جو ئی منزلوں کے نیچے سوتے ہیں وہ کسی اور جگہ ڈیرے لگالیں،، (ملخص اشتہار مرزا مؤرخہ ۲۱/اپریل ۱۹۰۵ء موسومہ النداء من وحی السماء مندرجہ ریویو جلد ۴ نمبر ۶ ص/۲۳۸) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۳۵، ج ۳﴾

اس عبارت میں تو بلا کسی تاویل واحتمال کے صاف زلزلے کا ذکر ہے وہ اس طرح کہ لوگ گھروں سے نکل کر آسمان کے نیچے ڈیرے لگائیں مطلب یہ کہ زلزلہ آیا کہ آیا۔ چنانچہ مرزا صاحب جن کا دعویٰ ہے کہ میرا ہر قول و فعل خدا کے حکم سے ہے جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں فرماتے ہیں کہ ”وہ حادثہ دور نہیں،، اس پر مزید شہادت یہ کہ خود مرزا صاحب نے بمعہ اہل و عیال مکان چھوڑ کر باغ میں جا ڈیرا لگایا۔ چنانچہ ۲۹/اپریل ۱۹۰۵ء کے اشتہار میں تھا:۔

”آج ۲۹/اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے۔ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خدا تعالیٰ نے بار بار زلزلہ رکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد اس کو ظاہر فرماوے گا مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں (حضور آپ کا تو دعویٰ ہے کہ میری اپنی ہستی، کچھ نہیں میں خدا

کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ہوں مفہوم ص ر ۴۴ ریویو جلد دوم ﴿تذکرہ ص ۵۴۴﴾ یہاں کیا بات ہے کہ آپ مہینہ بھر سے ہیر پھیر کر رہے ہیں، مگر اصلیت آپ کو معلوم نہیں ہوتی۔ ناقل) یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو لوگ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے، وہ جھوٹے ہیں، بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزرا۔ غالباً صبح کا وقت ہوگا یا کچھ حصہ رات میں سے یا ایسا وقت ہوگا جو اس کے قریب ہے۔،، (ریویو جلد ۴ ص ر ۲۴۲) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۳۰، ج ۳﴾

برادران! ملاحظہ فرمایئے کہ نصرۃ الحق کے اشعار میں تو صاف تھا کہ ''رات جو رکھتے تھے پوشاک برنگ یاسمن۔صبح کر دیگی انہیں مثل درختانِ چنار،، یعنی ابتدا رات سے صبح کے پہلے پہلے آئیگا۔ مگر اس اشتہار میں اور وسعت پیدا کی کہ ''یا ایسا وقت جو اس کے قریب،، بہر حال تحریر ہذا شاہد ہے کہ اس ملک میں ایک بے نظیر مہلک زلزلہ آنے والا ہے۔ اس کے بعد ۲۲ر مئی ۱۹۰۵ء کو پھر اشتہار دیا ''ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ'':۔

''مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے خبر ملی کہ ایک زلزلہ اور آنے والا ہے جو قیامت کا نمونہ ہوگا۔ میں اس بات کی طرف متوجہ ہوں کہ یا تو خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس گھڑی کو ٹال دے اور مجھے اطلاع دے یا پورے طور پر بقید تاریخ اور روز اور وقت اس آنے والے حادثہ سے مطلع فرماوے کیونکہ وہ ہر ایک بات پر قادر ہے اب تک قریبا ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں۔ میں واپس قادیان میں نہیں گیا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ وقت کب آنے والا ہے میں نے اپنے مریدوں کو بھی نصیحت کی کہ جس کی مقدرت ہو اسے ضروری ہے کہ کچھ مدت خیموں میں باہر جنگل میں رہے (حاشیہ میں لکھا ہے) اس کے واسطے کوئی تاریخ معین نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے کوئی تاریخ میرے پر ظاہر نہیں فرمائی۔ ایسی پیش گوئیوں میں یہی سنت اللہ کی ہے چنانچہ انجیل میں بھی صرف یہ لکھا ہے کہ

زلزلے[1] آویں گے مگر تاریخ مقرر نہیں مجھے اب تک قطعی طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ اس زلزلہ سے درحقیقت ظاہری زلزلہ مراد ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے جو زلزلہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے، اس خوف کو لازم سمجھ کر میں خیموں میں گزارہ کرتا ہوں۔ ایک ہزار روپیہ کے قریب خرچ ہو چکا ہے۔ اس قدر خرچ کون اٹھا سکتا ہے بجز اس کے کہ سچے دل سے آنے والے حادثہ پر یقین رکھتا ہے مجھے بعد میں زلزلہ کی نسبت یہ بھی الہام ہوا تھا۔ ''پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔'' اجتہادی طور پر خیال گزرتا ہے کہ ظاہر الفاظ وحی کے چاہتے ہیں کہ یہ پیشگوئی بہار کے ایام میں پوری ہوگی۔'' (ریویو جلد ۴ ص ر ۳۴۴) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۳۹، ج ۳﴾

اس جگہ پھر وہی چالاکی اختیار کی ہے کہ ایک طرف زلزلہ کی بار بار تصریح دوسری طرف احتمال و اہمال بہر حال جو کچھ ہو اس زلزلہ ''یا کوئی اور آفت شدیدہ،، کے جلد نازل و وارد ہونے پر مرزا صاحب کو یقین تھا۔ جو بہ تمام و کمال جھوٹا، خیالی اور وہمی ثابت ہوا۔ آخر انتظار بسیار کے بعد مرزا صاحب اپنا سا منہ لے کر چپکے سے قادیان میں آگئے اور غریب و محنتی مریدوں سے بطور چندہ اکٹھا کیا ہوا ہزار روپیہ کے قریب روپیہ مفت میں خیموں وغیرہ پر برباد ہوا۔ آگے ملاحظہ ہو (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۹۷/۹۸، ط ا، ط ۲) ﴿خ ص ۲۵۸، ج ۲۱، تذکرہ ص ۵۴۰﴾ کے حاشیہ پر لکھا ہے:-

''خدا تعالیٰ کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا غالباً صبح کا وقت ہو گا یا اس کے قریب اور غالباً وہ وقت نزدیک ہے جب کہ وہ پیشگوئی ظہور میں آجائے اور ممکن ہے کہ خدا اس میں کچھ تاخیر ڈال دے۔،، (اس تاخیر کی تعیین اسی صفحہ کے متن میں یہ کی گئی ہے) ''بار بار وحی الٰہی نے مجھے، اطلاع دی ہے کہ

[1] ناظرین کرام! یہ وہی مرزا صاحب ہیں جنہوں نے (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ر ۲) ﴿خ ص ۲۸۸، ج ۱۱﴾ پر انجیل کی پیشگوئیوں کو بایں الفاظ رد کیا تھا کہ ''اس درماندہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں کہ زلزلے آئیں گے کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے ان دلوں پر خدا کی سخت جنہوں نے ایسی پیشگوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں۔ مگر اس جگہ دیکھئے کہ اپنے مطلب کو (اسی انجیل کی پیشگوئیوں سے استدلال کر رہے ہیں۔ آہ! شرم!! ۱۲ منہ

وہ پیشگوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔ اگر خدا تعالی نے بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال میں ضرور ہے کہ یہ میری زندگی میں ظہور میں آ جائے۔،،

باانصاف و باخدا ناظرین! دیکھیئے کہاں تو یہ ہماہمی تھی کہ آسمان سر پر اٹھا لیا تھا کہ زلزلہ آیا کہ آیا حتی کہ مریدوں کے نام سرکلر جاری کر دیا کہ مکانوں کو چھوڑ کر باہر ڈیرے لگاؤ اور خود بھی مہینہ بھر باغ میں رہے اور کہاں یہ بے بسی کہ زیادہ سے زیادہ سولہ سال کی تاخیر ہے۔

بھائیو! کیا آپ نے آج تک کوئی راول یا منجم بھی سنا یا دیکھا ہے کہ وہ ہر بات میں مغالطہ اور دھوکہ کو ہی دین و ایمان سمجھے؟ یقیناً نہیں دیکھا ہوگا مگر ہمارے ”حضرت مرزا صاحب،، ان سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں::

بہرحال اس تحریر میں اتنا تو ہے کہ اس ملک کی تخصیص اور زندگی کی تعیین کی گئی ہے (شکریہ) اب سوال یہ ہوگا کہ ایسا زلزلہ ملک پنجاب میں مرزا صاحب کی زندگی میں کب آیا؟ اس کا جواب مرزائی یہ دیتے ہیں کہ ۲۸ر فروری ۱۹۰۶ء کو آیا تھا،، اس کے جواب میں ہم اپنے ناظرین کے انصاف پر فیصلہ چھوڑتے ہیں کہ وہ خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر گواہی دیں کہ کیا زلزلہ عظیم اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد کا زلزلہ کسی وہم و خیال میں بھی ہے؟ کسی کو یاد ہے؟ ہرگز نہیں حالانکہ زلزلہ موعودہ ایسا زلزلہ تھا کہ:۔

”جو پہلے زلزلہ سے بھی بڑھ چڑھ کر، قیامت خیز، ہوش ربا حادثہ محشر کو یاد دلانے والا جو نہ کسی آنکھ نے اس سے پہلے دیکھا نہ کسی نے سنا بلکہ کسی کے وہم میں بھی نہ گزرا ہو، کہاں وہ زلزلہ جو پرندوں کے ہوش و حواس کھو دے، جنوں کو بیخود کر دے سمندروں، دریاؤں، شہروں، دیہاتوں کو چکر اڑا لے جس میں اتنے آدمی مریں کہ ندیاں خون کی رواں ہوں۔،،

پس ہمارے ناظرین خود اندازہ لگا لیں کہ مرزائی اس جواب میں کہاں تک

راست گو اور ایماندار ہیں[1] او ہو میں دور چلا گیا۔ ساری دنیا بھی گواہی دیدے تب بھی مرزائی ایمان نہ لائیں گے مجھے تو لازم ہے کہ خود مرزا صاحب کی تحریر سے دکھاؤں ۲۸ر فروری ۱۹۰٦ء والا زلزلہ بہت ہی معمولی تھا، احمدی دوستو! سنو اور کان کے پردے کھول کر بے ایمانی۔ ضد و تعصب کو چھوڑ کر سنو! مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئینگے اور پہلے چار کسی قدر ہلکے اور خفیف ہونگے اور دنیا ان کو معمولی سمجھے گی۔ پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کردے گا یہاں تک وہ تمنا کریں گے کہ اس دن سے پہلے مر جاتے اب یاد رہے کہ اس وقت تک جو ۲٦ر جولائی ۱۹۰٦ء ہے اس ملک میں تین زلزلے آچکے ہیں یعنی ۲۸ر فروری ۱۹۰٦ء اور ۲۰ مئی ۱۹۰٦ء اور ۲۱ر جولائی ۱۹۰٦ء مگر غالباً خدا کے نزدیک یہ زلزلوں میں داخل نہیں کیوں کہ بہت ہی خفیف ہیں"

الخ (حاشیہ ص ۹۳ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۹٦، ج ۲۲، در حاشیہ﴾

ظاہر ہے کہ ۲۸ر فروری ۱۹۰٦ء والا زلزلہ وہ زلزلہ نہیں جو قیامت کا نمونہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ مرزا صاحب کی یہ پیشگوئیاں بھی غلط ہوئیں۔

مرزائی عذر

اس زلزلہ والی پیشگوئی پر مرزائی ایک عذر یہ کرتے ہیں کہ ۱۹۰٦ء میں مرزا صاحب کو یہ الہاماً بتایا گیا تھا کہ وہ زلزلہ تاخیر میں پڑ گیا۔ لہٰذا زندگی میں نہ آنا قابل اعتراض نہیں۔

الجواب

تاخیر والا الہام مجمل ہے اس میں کہیں مذکور نہیں کہ بعد زندگی کے آئیگا۔

[1] آج کل جو ۱۵ر جنوری ۱۹۳۴ء کو ایک زلزلہ ملک بہار میں آچکا ہے۔ مرزائی صاحبان اب اس کو ان پیشگوئی کا اصداق ظاہر کرتے ہیں حالانکہ ان تحریرات میں صاف ذکر ہے کہ وہ زلزلہ مرزا کی زندگی میں آئیگا۔ اگر زیادہ سے زیادہ تاخیر ہوگی تو "سولہ سال تک" لہٰذا بہار اور کوئٹہ کے زلزلے اس پیشگوئی سے مراد لینا محض جہالت اور کج فہمی کی دلیل ہے۔ ۱۹۲۱ء کے بعد کے زلزلے ہرگز ہرگز اس "پیشگوئی" اور "الہام" کے تحت نہیں آسکتے۔ ۱۲ر منہ ::

بخلاف اس کے ہم جو تحریرات مرزا نقل کر آئے ہیں ان میں بالفاظ اصرح "وحی" سے بتایا گیا ہے کہ وہ "زندگی میں آئیگا۔ بڑی سے بڑی تاخیر زندگی تک ہے،، اس سے زیادہ نہیں۔ پس یہ عذر سراسر غلط ہے۔

پیشگوئیوں کے متعلق مرزائیوں کے چند ایک خودساختہ معیار اور اخبار انبیاء پر اعتراضات کا جواب

(از تفہیمات ربانیہ مصنفہ مولوی اللہ دتہ احمدی و دیگر کتب مرزائیہ۔)

معیار اوّل

"پیشگوئی کی غرض ایمان پیدا کرنا ہے۔ ایمان وہی مقبول ہے جو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ کا مصداق ہو۔ کوئی پیشگوئی ایسے طور پر پوری نہیں ہوسکتی جو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے باہر لے جائے۔ نہ ہی کسی کا حق ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے متعلق ایسا مطالبہ کرے۔

الجواب

آیت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے مراد پیشگوئی لینا، تحریف فی القرآن ہے۔ غیب سے مراد ذاتِ الٰہی، عالم برزخ ملائکۃ اللہ، دوزخ، جنت، وغیرہ ہیں۔ مرزا صاحب خود راقم ہیں:۔

"یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ متقی وہ ہیں جو خدا پر جو مخفی در مخفی ہے ایمان لاتے ہیں" (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲) (رخ ص ۱۳۵، ج ۲۲)

علاوہ ازیں غیب سے مراد پیشگوئی نہ ہونے پر مرزا صاحب کے اقوال ذیل بھی دال ہیں:۔

(۱) "پیشگوئی سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے بطور دلیل کام آسکے لیکن جب ایک پیشگوئی خود (پردہ غیب میں ہونے کی

وجہ سے۔ناقل) دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی؟ (ص۱۲۱) پیشگوئی
میں تو وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے"
(تحفہ گولڑہ ص۱۲۱، ص ۱۲۳، طاول) ﴿خ ص ۳۰۱، ج ۱۷﴾

پس جن پیشگوئیوں کو خود مرزا صاحب نے بطور دلیل صداقت مخالفین کے سامنے پیش کیا ہے ان کے متعلق یہ معیار مقرر کرنا مرزائیت کی انتہائی کمزوری کا ثبوت دینا ہے:۔

معیار دوم

"وعدہ ہو یا وعید ہر دو قسم کی پیشگوئیاں مرکزی نقطہ ایمان پیدا کرنے کے گرد چکر لگاتی ہیں۔ یہ غرض پوری ہو جائے تو وعید کا ٹل جانا ہی سنت الٰہی ہے۔"

الجواب

ہمارا بھی اس پر صاد ہے کہ جو پیشگوئی وعید کی مشروط بہ ایمان ہو اگر منکر ایمان لے آئے تو پیشگوئی ٹل نہیں جاتی بلکہ پوری ہو جاتی ہے،

معیار سوم

"انذاری پیشگوئیاں سب کی سب شرط توبہ کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں۔"

جواب

ہر ایک انذاری کی پیشگوئی مشروط نہیں ہوتی۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"گو بظاہر کوئی پیشگوئی شرط سے خالی ہو مگر پوشیدہ طور پر ارادہ الٰہی میں مشروط ہوتی ہیں بجز ایسے الہام کے جس میں ظاہر کیا جائے کہ اس کے ساتھ شروط نہیں۔ ایسی صورت میں وہ قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے اور تقدیر مبرم قرار پاتا ہے" (ص۱۰ حاشیہ انجام آتھم) ﴿خ ص۱۰، ج ۱۱﴾

اس سے ظاہر ہے کہ تقدیر مبرم میں شرط نہیں ہوتی۔ یہ مرزا صاحب کا مذہب ہے جو مرزائیوں پر حجت ہے۔ باقی رہیں دیگر پیشگوئیاں جن میں تقدیر مبرم کا ذکر نہ بھی ہو ان کے متعلق بھی جب تک خود ملہم کی تصریح نہ ہو کہ یہ توبہ سے ٹل

سکتی ہیں۔ان کا بالفاظ ظاہر پورا نہ ہونا یا ٹل جانا ملہم کی صداقت پر حرف لاتا ہے۔ گو وہ در پردہ مشروط ہی کیوں نہ ہو اور ایسی پیشگوئی مخالف کے سامنے بطور دلیل نہیں پیش کی جاسکتی۔ دیکھئے بخاری شریف کتاب المغازی میں جو حدیث امیہ بن خلف کے موت کے بارے میں ہے۔اس میں تقدیر مبرم کا کوئی ذکر نہیں مگر وہ باوجود امیہ کے پیشگوئی کی عظمت سے ڈرنے کے بھی ہو بہو پوری ہوئی:: (بخاری کتاب المغازی)

معیار چہارم

''پیشگوئی یا امر غیب کا ظہور سے قبل پورے طور پر سمجھ میں آنا ضروری نہیں۔،،

مثال اول

آنحضرت ﷺ کو دکھایا گیا کہ آپ کی ہجرت گاہ وہ زمین ہو گی جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے آپ کا خیال زمین کے متعلق یمامہ کی طرف گیا بعد میں مدینہ ثابت ہوا۔

جواب

پیش روئی کو پیش گوئی کہنا آپ جیسے داناؤں کا ہی کام ہے پھر نبی کریم ﷺ نے اس میں غلطی نہیں کھائی جتنا کچھ اس ''پیشگوئی،، میں دکھایا گیا وہ نبی ﷺ نے خوب سمجھا تھا۔کون کہتا ہے کہ نبی ﷺ نے اس وحی الٰہی کو نہیں سمجھا۔باقی رہا اعتراض کہ باغوں والی زمین سے مراد یمامہ نہ تھی مدینہ تھی۔میں کہتا ہوں وحی الٰہی میں مدینہ کا ذکر کہاں ہے؟

آپ کا دعویٰ یہ ہے کہ ''پیشگوئی قبل از ظہور سمجھ میں نہیں آتی'' اور دلیل یہ ہے کہ مدینہ کا ذکر پیشگوئی میں نہیں تھا جسے آنحضرت ﷺ نے نہیں سمجھا العجب یا للعجب:۔

حضرات! یمامہ اور حجر میں بھی باغ تھے اور مدینہ میں بھی۔چونکہ الہام الٰہی

میں کوئی تعیین نہ کی گئی تھی اس لئے حضور نے اس کا اظہار کسی پر نہیں کیا چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"جب تک خدا تعالیٰ نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی خاص شق کا کبھی دعوی نہ کیا"

(ازالہ اوہام ص ۴۰۶ ط ۱-۱۶۷ ط ۲) ﴿خ ص ۳۱۰، ج ۳﴾

اس کے بعد جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لے گئے اور اللہ تعالی نے آپ پر کھول دیا کہ باغوں والی زمین یہ ہے۔ تب حضورؐ نے اس کو لوگوں پر ظاہر کیا (بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ جلد ۲ ص ۲۰۴)

بخلاف اس کے تم مرزا صاحب کی جن جھوٹی پیشگوئیوں کی مدافعت میں یہ اعتراض کرتے ہو وہ ایسی ہیں کہ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے کہ اے مرزا:۔

"تجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ کیا بات سچ ہے؟ (کہ محمدی بیگم تمہاری آسمانی منکوحہ ہے) کہہ ہاں مجھے اپنے رب کی قسم یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے نہیں روک سکتے ہم نے خود اس سے تیرا نکاح باندھ دیا ہے۔ میری باتوں کو کوئی بدلا نہیں سکتا"

(فیصلہ آسمانی ۴۰) ﴿خ ص ۳۵۰، ج ۴﴾

دوسری مثال

جو اس مدعا پر پیش کی جاتی ہے وہ مرزا صاحب کے الفاظ میں یہ ہے.

"بخاری و مسلم میں درج ہے کہ آنحضرت کی بیویوں سے پہلے وہ فوت ہوگی جس کے لمبے ہاتھ ہونگے۔ انہوں (یعنی صحابہ کرام) نے (بعد وفات نبی علیہ ﷺ کے) زینبؓ کی وفات کے وقت یقین کرلیا کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی حالانکہ یہ بات اجماعی طور پر تسلیم ہو چکی تھی کہ سودہؓ کے لمبے ہاتھ ہیں۔ وہی پہلے فوت ہوگی آنحضرتؐ نے ہاتھوں کو ناپتے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ اصل حقیقت آنحضرت علیہ ﷺ کو بھی معلوم نہ تھی"

(ملخص ازالہ وہام ص ۳۴۷ تا ۳۶۷ ط ۱-۲۹۶ تا ۳۰۰ ط ۲) ﴿خ، ص ۲۹۵ تا ۲۹۶، ج ۳﴾

الجواب

پہلا اور ڈبل جھوٹ تو مرزا صاحب نے یہ بولا ہے کہ لمبے ہاتھوں کی پیشگوئی سن کر بیویوں نے آپ کے روبرو ہاتھ ناپنا شروع کئے اور آپ یہ دیکھ کر خاموش رہے۔

خدا کی قسم یہ رسول اللہ صلعم پر افترا ہے۔ بہتان ہے۔ اتہام ہے۔ کذب ہے دروغ بے ثبوت لَعنَتُه اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ ہرگز ہرگز اس حدیث میں یہ نہیں لکھا۔

دوسرا جھوٹ یہ بولا ہے کہ ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کا پہلے وفات پانا اجماعی طور پر تسلیم کیا گیا تھا حالانکہ سوائے چند ایک امہات المومنین کے اور کسی کا یہ خیال نہ تھا۔ آنحضرت صلعم کی ازواج مطہرات کا ایسا خیال بھی استنباطاً سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ اس بارے میں ان سے بھی کوئی شہادت لفظی موجود نہیں::

تیسرا جھوٹ مرزا صاحب نے یہ بولا ہے کہ الفاظ اَطوَلُکُنَّ یَدًا کے معنی لمبے ہاتھ کے ہیں حالانکہ "لمبے ہاتھ" تثنیہ یا جمع کے صیغوں میں بولا جاتا ہے ورنہ حدیث میں "یدًا" کا لفظ ہے جو واحد کا صیغہ ہے، کل اہل عرب بلکہ ساری دنیا کا محاورہ ہے کہ جب کسی انسان کے متعلق ایک "لمبا ہاتھ" بولتے ہیں (بشرطیکہ شخص مذکور واقعی لنجانہ ہو) تو اس سے سخاوت، کرم بخشی، حکومت، قبضہ تام۔ غلبۂ قدرت وغیرہ مراد ہوتی ہے[1]:۔

قرآن پاک سے مثال سنو! بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ اس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے تمام [illegible] کی۔ اب آیئے الفاظ اَطوَ لُکُنَّ یَدًا کے اصلی معنی مرزا صاحب کی زبان سے سنیئے:۔

"دراصل لمبا ہاتھوں سے مراد سخاوت تھی" (ص ۴۴ ایام الصلح اردو) خ ص ۲ ۔ ۲، ۱۴

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی یہی تھی کہ تم میں سے پہلے وہ فوت ہوگی

[1] مرزا صاحب چونکہ عربی ادب اور لغت سے بے بہرہ تھے اس لئے ہر مقام پر انہوں نے ٹھوکر کھائی یہاں اَطول طُول سے ہے جس کے معنی سخاوت وغیرہ کے ہیں اور طول سے نہیں جو لمبائی کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے::

جو زیادہ سخی ہے۔ چنانچہ وہی ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔ صدق رسول الله ﷺ۔ باقی رہا کہ بیویوں نے از خود لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھ لئے تھے سو ان کا خیال ہے جو وحی الٰہی نہیں تھا۔ بحث طلب بات یہ ہے کہ نبی پیشگوئی کے وقوع سے پہلے کوئی غلط مفہوم قائم کر سکتا ہے جس کی بعد میں جا کر تردید ہو جائے اور وہ الفاظ ملہم کے خلاف ہو یا نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ انبیاء پیشگوئی کا جو مفہوم متعین کرتے ہیں۔ وہ الفاظ ملہم کے عین مطابق ہوتا ہے لیکن مرزا صاحب کی پیشگوئیاں اس قبیل کی نہیں ہوتی::

مزید بر آں مرزا صاحب کی متحدیانہ پیشگوئیاں بھی پوری نہیں ہوئیں جو انہوں نے اپنی صداقت میں پیش کیں اور جن کے الفاظ جہاں تک واضح ہونے کا تعلق ہے قطعاً کسی تاویل کے متحمل نہیں::

تیسری مثال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سَارِیْکُمْ اٰیَاتِیْ فَتَعْرِفُوْنَہَا میں تم کو اپنے نشان دکھاؤں گا۔ تب تم (بعد دیکھنے کے) ان کو پہچان سکو گے اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ قبل ظہور پیشگوئی کی پوری معرفت نہیں ہوا کرتی::

الجواب

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ جو تم دیکھ لو گے اور واقع ہو جانے کے بعد ان نشانیوں کے تم اسلام کی صداقت کے قائل ہو جاؤ گے۔ جیسے قیامت کے متعلق فرمایا:۔

کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ تمہیں جو اس وقت بتایا جا رہا ہے اس کا تمہیں علم نہیں اگر معنی یہ ہوں تو پھر ان کو بتایا کیا گیا؟ مقصد یہ ہے کہ وقوع میں تمہیں شک ہے۔ جب ان نشانوں کو واقع ہوتے ہوئے دیکھ لو گے تو تمہیں خود بخود یقین ہو جائے گا۔

چوتھی مثال

آنحضرتؐ کی پیشگوئی۔ حرم کعبہ میں ایک مینڈھا ذبح کیا جائیگا (بعد وفات نبویؐ) جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے تو سمجھ لیا (گیا) کہ یہی مینڈھا ہے۔
(ازالہ ص ۶۷۳ ط۱-۲۹۹ ط۲) ﴿خ ص ۴۹۵، ج ۳﴾

الجواب

اس پیشگوئی کا پتہ نہیں دیا کہ کس کتاب میں ہے صحیح ہے یا غلط، خواب ہے یا بیداری۔ اگر روایت صحیح اور واقعہ خواب کا ہے جواب خود ہی ہو گیا۔ دنیا کا ہر فرد بشر جانتا ہے:۔

"خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں، کبھی موت سے مراد صحت اور کبھی صحت سے مراد موت، کئی مرتبہ خواب میں ایک شخص کی موت دیکھی جاتی ہے، اس کی تعبیر زیادہ عمر ہوتی ہے،،
(ص ۲۶ تتمہ حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ ص ۴۵۸، ج ۲۲﴾

ہاں اگر خواب میں خدا کا نبی ہو یا عام ملہم من اللہ، اور وہ خود اس خواب کی تعبیر متعین الفاظ میں کر دے جو پیشگوئی پر مبنی ہو مگر بعد کو پوری نہ ہو تو یقیناً قابل اعتراض ہے۔ مثلاً مرزا صاحب نے مولوی عبدالکریم کی صحت کے بعض خواب سنائے اور انہیں لوگوں کے روبرو ظاہری معنوں میں پیش کئے جو صریح جھوٹے ثابت ہوئے::

۲۔ اگر یہ روایت صحیح ہے اور خواب نہیں۔ بیداری کی وحی ہے تو بھی مینڈھوں سے مراد "انسان،، ہو سکتے ہیں۔ دیکھئے خود مرزا صاحب کی وحی "دو بکریاں ذبح ہوں گی،، جس کے معنی خود مرزا اور مرزائی "احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کا داماد سلطان محمد،، لیتے رہے۔ (ص ۷۵ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ ص ۳۴۱، ج ۱۱﴾

مگر جب پیشگوئی صریح جھوٹی نکلی اور سلطان محمد نہ مرا تو اس کو "مولوی

عبد اللطیف اور اسکے شاگرد عبد الرحمٰن،، کی موت پر لگا دیا
(ص ۷۶، تذکرۃ الشہادتین) (تاریخ ص ۲۷، ج ۲۰)

۳۔ اگر یہ روایت صحیح ہے اور بیداری کا الہام ہے جس سے مراد حضرت زبیرؓ کی شہادت ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ نبی صلعم نے اس سے ضرور ظاہری مینڈھا سمجھا تھا۔

پانچویں مثال

مرزائی یہ دیتے ہیں کہ آنحضرت کو خواب میں جناب عائشہ صدیقہؓ کی تصویر دکھائی گئی کہ یہ آپؐ کی بیوی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا" اِنْ یَکُنْ ھٰذا مِنْ عِنْدِاللّٰهِ یُمْضِہ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو وہ اسے پورا کر دے گا،، معلوم ہوا کہ نبی صلعم کو بھی اس پیشگوئی کی حقیقت پہلے پہل معلوم نہ تھی (مولوی اللہ دتا در الفضل ۰۰۰۰ نومبر ۳۲ء)

الجواب

یہ کہاں لکھا ہے کہ مجھے معلوم نہیں اس کے کیا معنی ہیں؟

معنی معلوم ہوتے ہوئے کہا یہ ہے کہ اگر یہ خواب خدا کی طرف سے ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔ معلوم ہوا کہ پیشگوئی کے معنی معلوم تھے۔ باقی رہا یہ امر کہ پھر" اگر،، کا لفظ کیوں استعمال کیا جو شک پر دلالت کرتا ہے،، تو جواب ہے کہ بفرض محال "اگر،، کے معنی شک بھی ہوں۔ تو بھی اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ پیشگوئی کے معنوں میں کوئی شک تھا شک اگر ہے تو اس پیشگوئی کے خدا کی طرف سے ہونے میں ہے نہ کہ پیشگوئی کے معنوں میں مگر یاد رکھو "ان،، کا لفظ ہمیشہ شک کے معنوں میں ہی استعمال نہیں ہوتا کبھی "ان،، اس لئے آتا ہے کہ یقین دلایا جائے چونکہ دوسرا پہلو محال ہے، اس لئے جو پیش کیا گیا ہے، وہ درست ہے یعنی "ان،، "تشکیک،، کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کے لئے بھی کبھی استعمال ہوتا ہے جیسے ہم کہتے ہیں اگر میں حق پر ہوں تو ضرور کامیابی ہو گی۔ یعنی چونکہ میں یقینی طور پر حق پر ہوں

اس لئے کامیابی بھی قطعی ہے۔یا جیسے،، مسیح علیہ السلام قیامت کے دن فرمائیں گے اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ، میں نے چونکہ ہرگز نہیں کہا اس لئے یہ آپ کے (اللہ کے) علم میں ہے۔اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ مسیح علیہ السلام کو شک ہے::

اب حدیث کا مطلب صاف ہے کہ چونکہ رؤیا الانبیاء حق کے ماتحت یہ خواب قطعی اور حتمی طور پر خدا کی طرف سے ہے اس لئے اس کا پورا ہونا بھی ضروری ہے۔فاندفع ما قیل۔

نوٹ:مرزا صاحب نے بھی اس واقعہ میں یہی جھوٹ بولا ہے جو مولوی اللہ دتا نے بولا ہے ملاحظہ ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۴۰۶/ط ۱-۱۶۷ ط ۲)(خ ص ۳۱۰، ج ۳)

چھٹی مثال

مرزائی یہ دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام سے وعدہ تھا، میں تیرے اہل کو بچاؤں گا اور خدا کے نزدیک ان کا بیٹا اہل کے لفظ میں داخل نہ تھا مگر جناب نوحؑ اسے معلوم نہ کر سکے۔

الجواب

حضرت نوحؑ کے اہل کو بچانے کا وعدہ تھا۔قرآن پاک شاہد ہے کہ عام وعدہ نہ تھا ایمان داروں سے مخصوص تھا۔ سینئے حکم ہوتا ہے اے نوحؑ ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ظالم کفار (حضرت نوحؑ کا بیٹا بھی کافر تھا) کے حق میں مجھ سے کلام نہ کرو اور ہر ایک چیز کا جوڑا جوڑا کشتی میں سوار کر لے وَاَهْلَكَ اور اپنے اہل کو بھی اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مگر اپنے اہل میں سے کافروں کو ساتھ مت بٹھانا (کیونکہ میرا وعدہ ظالموں کو شامل نہیں) ومن امن اور جو ایماندار ہیں ان کو بھی ساتھ چڑھا لے "سورۃ ہود رکوع ۴۴"

صاف ظاہر ہے کہ بیٹے کو بچانے کا وعدہ نہ تھا جسے حضرت نوحؑ خوب جانتے تھے:

سوال۔ باوجود معلوم ہونے کے بیٹے کو کشتی پر چڑھنے کو کہا؟

جواب۔ مومنوں کو بچانے کا وعدہ تھا اور حضرت نوحؑ بیٹے کو ایمان لانے کی ترغیب دیتے تھے یَا بُنَیَّ ارْکَبْ مَعَنَا وَلَا تَکُنْ مَعَ الْکٰفِرِیْنَ اے بیٹے کافروں میں سے مت ہو (ایمان لا) اور ہمارے ساتھ سوار ہو جا، مگر اسے نہ ماننا تھا نہ مانا::

سوال۔ جب وہ اہل میں داخل نہ تھا تو پھر کیوں کہا کہ خدایا تیرا وعدہ میرے اہل کو بچانے کا ہے اور میرا بیٹا میرے اہل میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نوحؑ بیٹے کو وعدہ میں داخل سمجھتے تھے::

جواب۔ حضرت نوحؑ کی دونوں باتیں سچ ہیں جو نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ غلط ہے حضرت نوحؑ علیہ السلام کہتے ہیں خدایا تیرا وعدہ میرے اہل کو بچانے کا ہے (سچ) مگر جانتے ہیں کہ یہ اس وعدہ سے بوجہ کافر ہونے کے خارج ہے اس لئے یہ تو نہیں کہتے کہ تیرا وعدہ اس کو بھی بچانے کا ہے بطرز دیگر اپنے پدری جذبات کو ظاہر کرتے ہوئے سچ بولتے ہیں کہ مالک الملک یہ بیٹا ہونے کی وجہ سے میرے اہل میں تو ضرور داخل ہے (یہ بھی سچ) اے جناب بحث اس میں نہیں کہ وہ حضرت نوحؑ کا اہل تھا یا نہیں بحث یہ ہے کہ حضرت نوحؑ اسے وعدہ میں الٰہی شامل جانتے تھے یا نہیں سو قرآن شاہد ہے کہ حضرت نوحؑ وعدہ الٰہی میں بیٹے کو داخل نہیں جانتے تھے کیوں کہ اس بارے میں صریح وحی[1] الٰہی ہو چکی تھی وَلَا تُخَاطِبْنِی فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّھُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ ظالم ضرور ہلاک کئے جائیں گے::

سوال۔ جب حکم یہ تھا تو پھر حضرت نوحؑ نے کافر بیٹے کے بارے میں خدا سے خطاب کیوں کیا؟

[1] احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف لکھتا ہے ”طوفان تلاطم خیز آیا اور حضرت نوحؑ کا بیٹا جو ظالم تھا اور جس کے متعلق حکم تھا الا من سبق علیہ القول اس کو کشتی میں نہ بٹھانا“ ص ر ۳۲ ::

جواب۔ خدا ارحم الراحمین۔ انسان ضعیف البنیان۔ خدا کی رحیمی، انسان کی کمزوری بیٹے کی فطری محبت مجبور کر رہی تھی۔ لیکن وعدہ الٰہی ٹل نہیں سکتا۔ تمنا پوری نہ کی گئی۔ یہاں تو بیٹے کا سوال ہے۔ مرزا صاحب تو غیروں کے لئے اس سے بھی بڑھ کر اپنی "شانِ رحیمی" کا مظاہرہ کرنے کو ڈینگ مار گئے ہوئے ہیں۔

ایڈیٹر بدر لکھتا ہے:۔

"ہمارے مکرم نواب محمد علی کا لڑکا عبدالرحیم بیمار ہوگیا حضرت کی خدمت میں عرض کی گئی۔ حضرت رؤف الرحیم تہجد میں اس کیلئے دعا کر رہے تھے خدا کی وحی سے آپ پر کھلا "تقدیر مبرم ہے ہلاکت مقدر"، میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ خداتعالیٰ کی یہ قہری وحی نازل ہوئی تو مجھ پر حد سے زیادہ حزن طاری ہوا بے اختیار منہ سے نکل گیا یا الٰہی اگر دعا کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ اس پر معاً وحی مَنْ ذَالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (نازل ہوئی) اس جلالی وحی سے میرا بدن کانپ گیا دو منٹ کے بعد پھر وحی ہوئی اِنَّکَ اَنْتَ الْمَجَازِ اس کے بعد حالاً بعد حالٍ عبدالرحیم کی صحت ترقی کرنے لگی"، الخ

(البدر جلد ۲ر۱ر۴ر۴۲ منقول از آئینہ احمدیت مصنفہ مولوی دوست محمد لاہوری احمدی۔ اسی واقعہ کو مرزا صاحب نے بالاختصار حقیقۃ الوحی ص ر۲۹ پر بھی لکھا ہے) ﴿خ ص ۲۲۹، ج ۲۲، تذکرہ ص ۴۹۵﴾

برادران! دیکھئے باوجودیکہ مرزا صاحب کا ملہم کہہ چکا ہے کہ تقدیر مبرم ہے۔ مرزا صاحب باز نہیں آئے۔ دوسرا حیلہ سفارش کا پیدا کیا جس پر جھڑکی ملی۔ مرزا صاحب مایوس و مغموم ہوئے تو ملہم صاحب تقدیر مبرم بھی الٹ دینے پر اُتر آئے اور الٹ ہی دی۔ واہ کیا ہی کہنے ہیں اس تلون مزاجی کے حالانکہ انہی مرزا صاحب کا مذہب محض رسمی نہیں بلکہ بہ تمسک قرآن مجید یہ ہے:

"اس آیت کا مدعا تو یہ ہے کہ جب تقدیر مبرم آجاتی ہے تو ٹل نہیں سکتی"،

(ص ر۸ ر اشتہار انعامی تین ہزار) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۲۷، ج ۲﴾

اور (حقیقۃ الوحی ص ر۱۶ ر۱۷) ﴿خ، ص ۲۰، ج ۲۲﴾ پر لکھا ہے کہ:۔

"تقدیر مبرم ان لوگوں کی دعا سے بھی نہیں ٹلتی جن کی زبان ہر وقت خدا کی

زبان ہے۔،،

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام نے وحی سمجھنے میں قطعاً ایک ذرہ بھر غلطی نہیں کی:

ساتویں مثال

احمدیوں کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دجال کی حقیقت موبمو منکشف نہ تھی۔ چنانچہ ابن صیاد کے معاملہ میں حضور کو تردد تھا۔حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کے روبرو قسم کھا کر کہا کہ ابن صیاد دجال ہے حضور نے اس پر پھر انکار نہ کیا۔

الجواب

گو نبی صلعم نے بوجہ عدم انکشاف تام حضرت عمرؓ کی قسم پر سکوت فرمایا ہو مگر خود آپ نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ ابن صیاد دجال ہے کیونکہ نبی قبل از انکشاف تام پیشگوئی کی تعیین کا دعویٰ نہیں کرتا۔ (ملاحظہ ہو ازالہ ص ر ۲۰۶، ط ا، ۱۶۷، ط ۲) ﴿خ ص ۲۱۰، ج ۳﴾

جواب ۲

بحث اس وقت اس امر پر نہیں ہے کہ ملہم کو ایک ہی وقت میں ہر ایک پیشگوئی کا تمام و کمال حال معلوم ہو جاتا ہے یا نہیں۔گفتگو اس بات پر ہے کہ قبل از ظہور پیشگوئی مکمل حال معلوم ہوتا ہے یا تھوڑا لہذا آپ کی پیش کردہ مثال آپ کے دعوی کی مثبت نہیں کیونکہ گو ابتدا میں حضور صلعم پر دجال کی کیفیت مجملاً منکشف کی گئی تھی مگر جب ابن صیاد کا معاملہ درپیش ہوا اور بعض صحابہ کو شک پڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس پیشگوئی کی جملہ تفصیلات آپ پر کھول دیں چنانچہ حضورؐ نے دجال کی جائے خروج مشرق، خراسان (ترمذی عن ابی بکر صدیقؓ) جائے قتل باب لد (جو بیت المقدس کے دیہات میں سے شحنہ ایک گاؤں ہے) (صفحہ ۲۲۰ ازالہ طا ص ۹۱ ط۲) ﴿خ ص ۲۰۹، ج ۳﴾ اس کا قاتل ”حضرت ابن مریم“ (ص ر ۹۱، ۲۲۰، ازالہ خورد کلاں) وقت خروج مسلمانوں کے جنگ عظیم

میں مشغول ہونے کے ساتویں سال میں (ابو داؤد) اس کا حلیہ عوز عَیْنِ الْیُمْنٰی کَانَ عَیْنِہٖ عِنَبَۃٌ طَافِیَۃٌ (بخاری و مسلم مشکوۃ المصابیح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ر ۴۷۲) دائیں آنکھ سے کانا۔ آنکھ میں ٹینٹ مکتوب علی جبینتہ ك ف ر (متفق علیہ مشکوۃ ص، ۴۷۳) پیشانی پر کافر لکھا ہوا مَعَہٗ بِمِثْلِ الْجَنَّۃِ وَ النَّارِ فَالَّتِیْ یَقُوْلُ اِنَّھَا الْجَنَّۃُ ھِیَ النَّارُ (بخاری و مسلم در مشکوۃ ص ر ۴۷۳) اس کے ساتھ جنت و دوزخ کی مثال جسے وہ جنت کہے گا وہ حقیقت میں شعلہ نار ہو گا جفال الشعر بہت سے بالوں کا جوڑا کسے ہوئے (مسلم در مشکوۃ ص ر ۴۷۳) کَاَنِّیْ اُشَبِّہُ بِعَبْدِ الْعُزّٰی (مسلم در مشکوۃ ص ر ۴۷۳) گویا عبد العزی بن قطن کافر کی شبیہ "یَتْبَعُ الدَّجَّالَ بَیْنَ یَھُوْدِ اَصْفَھَانِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا (مسلم در مشکوۃ ص ر ۴۷۵)" اصفہان کے ستر ہزار یہود دجال کے ساتھ ہوں گے،، ص ر ۱۳۴۱ احمدیہ[1] پاکٹ بک)

احادیث بالا شاہد ہیں کہ اس پیشگوئی کے متعلق حضور علیہ السلام پر کوئی بات مخفی نہ تھی فہذا المطلوب::

پس مرزائیوں کا یہ کہنا کہ ملہم پر قبل از ظہور پیشگوئی کا ظاہر ہونا ضروری نہیں قطعاً مغالطہ ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب:۔

"تورات اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیشگوئیوں کو قرار دیا ہے،، (استفتاء ص ر ۳) ﴿خ ص ۱۱۱، ج ۱۲﴾

پس جو چیز نبوت کی سب سے بڑی اور واحد دلیل ہے اس میں جہالت کا ہونا ناممکن ہے:۔

"دلیل تو وہ ہوتی ہے جس کے مقدمات ایسے بدیہی الثبوت ہوں جو فریقین کو ماننے پڑیں،، (ص ر ۱۰۱ شحنۂ حق مرزا) ﴿خ ص ۴۲۲، ج ۲﴾

[1] "یہودی جی کی نسبت صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ وہ قریب ستر ہزار کے دجال کے ساتھ ہو جائیں گے،، (ص ر ۴۴۳ انوار الاسلام مرزا) ﴿خ ص ۳۶، ج ۹﴾

مرزائیوں کا پانچواں معیار

پانچواں معیار یہ ہے کہ وعید کے التوا کے لئے حقیقی اور کامل ایمان ہی لازی نہیں۔ بلکہ بسا اوقات ناقص اور عارضی ایمان سے بھی التوا ہوا ہے اور ہوسکتا ہے (ص ۷۱/۵ تفہیمات ربانیہ) اس اصول کی تائید میں حقیقی ایمان سے عذاب کے التوا پر قوم یونس کا واقعہ اور عارضی ایمان سے التواعذاب پر سورہ دخان کی آیت اور سورہ زخرف کی آیت پیش کی گئی ہے::

الجواب

حضرت یونسؑ نے عذاب کی کوئی پیشگوئی نہیں کی ۔ بلکہ اللہ کی سنت بتائی تھی کہ جو قوم خدا کی نافرمانی کرتی ہے ہلاک ہو جاتی ہے دیکھو آیات، قطع نظر اس کے کہ حضرت یونسؑ نے کوئی پیشگوئی کی تھی یا ان کی قوم پر جو عذاب آنے والا تھا وہ محض ان کے کفر سرکشی اور طغیانی کے باعث تھا۔ ہم مانتے ہیں کہ جو پیشگوئی شرط ایمان سے مشروط ہو گی، ایمان لانے کے بعد اس کا بصورت شرط پورا ہونا ہی پیشگوئی کی صداقت ہے::

باقی رہا عارضی ایمان سے پیشگوئی کا ٹل جانا۔ یہ یقیناً غلط ہے، عذاب کی پیشگوئی تبھی کی جاتی ہے جب کہ ہر طور پر منکرین کو سمجھا جاتا ہے۔ وہ باز نہیں آتے پس عارضی ایمان سے عذاب کی پیشگوئی نہیں ٹلی اور نہ ہی کسی آیت وحدیث سے یہ ثابت ہے ہاں اگر خود پیشگوئی کنندہ قبل از وقت کہہ دے کہ محض عارضی ایمان سے بھی عذاب ہٹالوں گا تو یہ بھی ہوسکتا ہے۔ پہلی مثال جو سورہ زخرف کی پیش کی گئی ہے اس میں کسی ایسے عذاب کا ذکر نہیں جس کے متعلق پیشگوئی کی گئی تھی بلکہ وہ عذاب عام تھا جو ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے محض ان پر اتمام حجت اور ان کی ہدایت کے لئے بطور نشان بھیجا گیا تھا۔ پس جونہی وہ ہدایت کا اقرار کرتے عذاب اٹھالیا جاتا پھر اڑ جاتے تو پہلے سے سخت عذاب بھیجا جاتا۔ ملاحظہ ہو فرمان الٰہی فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِاٰيٰتِنَا اِذَا هُمْ

مِنھَا یَضحَکُوْنَ جب موسیٰ رسول" لایا ان پر نشانیاں وہ اس پر مضحکہ کرنے لگے وَمَا نُرِیْھِم مِنْ آیَۃٍ اِلَّا ھِیَ اَکْبَرُ مِنْ اُخْتِھَا جو دکھاتے گئے ہم ان کو نشانی سو دوسری سے بڑی وَاَخَذْنَا ھُم بِالْعَذَابِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ اور پکڑا ہم نے ان کو عذاب میں تاکہ وہ رجوع کریں۔ ان فوری اور پے در پے عذابوں کو دیکھ کر بجائے موسیٰ کو سچا نبی سمجھنے کے وہ انہیں جادوگر کہنے لگے یَااَیُّھَا السَّاحِرُ اُدْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ اِنَّنَا لَمُھْتَدُوْنَ اے ساحر تو نے جو اپنے رب سے عہد کر رکھا ہے کہ وہ تیری بات مان لیتا ہے۔ تحقیق ہم ایمان لے آویں گے اگر اب کے اس نے تیری بات کو ہمارے حق میں قبول کر لیا خدا فرماتا ہے فَلَمَّاکَشَفْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ

جب اٹھالیا ہم نے وہ عذاب، توڑ ڈالا انہوں نے وعدہ::

اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں ادا کیا گیا "ہم نے فرعونیوں کو قحط اور میووں کے نقصان میں مبتلا کیا شاید وہ نصیحت پکڑیں۔ جب بھلائی پہنچے ان کو قَالُوْ ا لَنَا ھٰذِہٖ یہ ہے ہمارے واسطے اگر پہنچے برائی۔ موسیٰ کی نحوست گردانتے (آخر یہاں تک سرکشی کی کہ) جو تو لائے گا نشانی ہمیں مسحور کرنے کو ہم نہ مانیں گے (خدا فرماتا ہے) پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور لہو کتنی نشانیاں مفصل مگر وہ استکبار میں رہے جب ان پر عذاب رجز پڑا کہنے لگے اے موسیٰ پکار ہمارے لئے رب کو جیسا کہ سکھا رکھا ہے تجھ کو لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَلَنُؤْمِنَنَّ لَکَ اگر اب کی بار اٹھا دیا تو نے یہ عذاب ضرور ایمان لائیں گے ہم۔ پھر جب اٹھایا گیا عذاب ایک وقت تک جو مقرر تھا تو بھی منکر ہو گئے (سورہ اعراف رکوع ۱۶)

آیات ہذا صاف مظہر ہیں کہ یہ عذاب جو قوم موسیٰ پر بھیجے گئے کسی پیش گوئی کی بنا پر نہیں تھے محض فرعونیوں کے لئے بطور نشان تھے جو ایک وقت تک کے لئے تھے۔ آخر جب ہر طرح ان پر اتمام حجت ہو چکی، وہ باز نہ آئے تو بطور پیشگوئی

فرمایا گیا قَالَ عَسٰی رَبُّکُمۡ اَنۡ یُّهۡلِكَ عَدُوَّکُمۡ وَ یَسۡتَخۡلِفَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ (سورہ اعراف ع ر ۱۵) فرمایا قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنوں کو ہلاک کرے اور تمہیں زمین کی حکومت بخش دے::

احمدی دوستو! دیکھو یہ پیشگوئی ہے عذاب کی اور وعدہ ہے بنی اسرائیل سے، کیا اس میں کچھ تخلف ہوا؟ ہرگز نہیں۔ فرعونی غرق کئے گئے اور جناب موسیٰ علیہ السلام اس کی حکومت پر قابض ہوئے والحمد الله

دوسری مثال جو پیش کی گئی ہے۔ سورہ دخان سے اس میں کسی ایسے عذاب کا ذکر نہیں جو خدا نے نبی کریمؐ کی صداقت پر بطور دلیل پیشگوئی کی ہے۔ بلکہ وہ بھی محض بداعمالی کی بنا پر ہے جو عارضی ہے چنانچہ الفاظ اِنَّا کَاشِفُوا الۡعَذَابِ قَلِیۡلاً اِنَّکُمۡ عَائِدُوۡنَ (سورہ دخان ع-۱) "ہم عذاب تو ضرور کچھ عرصہ کے لئے ٹال دیں گے۔ مگر یہ غلط ہے کہ تم مومن ہی رہو گے" اس پر دلیل ہیں (صفحہ ۱۷۵ تفہیمات ربانیہ)

ناظرین کرام! چونکہ خدا رحیم و کریم ہے۔ اس لئے اس کی رحمت کا تقاضا یہی ہے کہ اپنے بھولے ہوئے بندوں کو سمجھانے کے لئے معمولی معمولی سرزنش کرے جونہی وہ جھکیں ان پر برکات کی بارش نازل فرمائے یہ بات دیگر ہے کہ بدقسمت انسان قدر نہ کرے اور دن بدن شوخی میں بڑھ کر خود ہلاکت کا سامان مہیا کر لے۔ پس ان عذابوں کا جو محض وقتی اور عارضی بطور نشان ہدایت آتے ہیں اٹھا دیا جانا خدا کی شان کے منافی نہیں بلکہ عین مناسب ہے بخلاف اس کے اگر خدا تعالیٰ بطور پیشگوئی عذاب کی خبر دیدے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قوم میں ہدایت کی کوئی صلاحیت باقی نہیں رہی اور آئندہ کبھی وہ رجوع نہ کریں گے۔ اس لئے عذاب آنا چاہیئے ورنہ خدا عالم الغیب نہیں رہتا۔

مرزائیوں کا چھٹا معیار

توبہ در رجوع سے معین عذاب بھی ٹل جاتا ہے::

الجواب

اگر معین عذاب کی پیشگوئی میں توبہ کی شرط ہے تو بلاشبہ توبہ سے اس کا ٹل جانا ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی اور شرط ہے تو محض توبہ سے نہیں ٹل سکتا::

پہلی مثال

اس بارے میں احمدی مولوی صاحب نے مجمل الفاظ میں جناب یونسؑ والی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کا جواب ہم پہلے دے آئے ہیں کہ بفرض محال یونس علیہ السلام نے کوئی پیشگوئی کی بھی ہے تو اس میں ایمان کی شرط موجود تھی پڑھو آیت لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ[1] (یونس) جب وہ ایمان لے آئے ہم نے عذاب اٹھا دیا::

دوسری مثال

مرزائی مولوی صاحب نے تفسیر روح البیان سے نقل کی ہے یعنی جبرائیلؑ نے مسیحؑ کو ایک دھوبی کی موت کی خبر دی۔ مگر وہ نہ مرا جس پر یہ عذر کیا گیا کہ اس نے تین روٹیاں صدقہ کر دی تھیں اس لئے موت ٹل گئی::

الجواب

اول تو ہم روح البیان کے مصنف کو نبی یا رسول نہیں مانتے کہ مجرد اسکے لکھنے سے ہزارہا سال پہلے کا واقعہ تسلیم کیا جائے۔ تاوقتیکہ مرزائی یہ نہ دکھائیں کہ اس نے یہ روایت کہاں سے لی ہے۔ قرآن سے یا حدیث سے۔ پس پہلا جواب یہی ہے کہ ہم اس پر اعتبار نہیں کرتے۔ سند پیش کرو۔

۲۔ بفرضِ محال صحیح تسلیم کیا جائے تو ”حضرت جبرئیل کا یہ فرمانا کہ موت صدقہ

[1] کشف کے معنی کھولنے اور دور کرنے کے ہیں۔ آیت کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے عذاب آیا لیکن ان کے ایمان لے آنے کی وجہ سے ہٹا دیا گیا جیسے کشف عن وجہہا الحجاب کے معنی نقاب اٹھانے کے ہوتے ہیں نہ کہ یہ کہ سر کے نقاب ڈالا ہی نہیں گیا۔ فتدبر۔

سے ٹل گئی ہے" دلیل ہے اس بات کی کہ پیشگوئی مشروط تھی خیرات وغیرہ سے۔ چونکہ تملوگ اس روایت کو مانتے ہو اس لئے یہ تم پر حجت ہے مگر یاد رکھو۔ جو پیشگوئی کوئی خدا کا نبی اپنی صداقت پر پیش کرتا ہے اس میں اگر شرط مذکور نہ ہو اور وہ بظاہر الفاظ پوری نہ نکلے تو دلیل تو کجا الٹا اس کے غیر صادق ہونے پر دلیل ہو سکتی ہے::

مرزائیوں کا ساتواں معیار

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس شخص کے حق میں پیشگوئی ہوتی ہے اس کے حق میں پوری نہیں ہوتی ہے بلکہ اس کے بیٹے یا خلیفہ کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے::

جواب

جو پیشگوئی جس کے حق میں ہے اس کی ذات پر پوری ہونی چاہیئے نہیں تو ہر ایک فریبی، کیا د پیشگوئیاں کرتا پھرے اور بصورت کاذب نکلنے کے یہی ڈھکوسلہ پیش کرے کہ کیا ہوا میرے ہاتھوں پوری نہیں ہوئی۔ میری اولاد پر پوری ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں دجال وکذاب اور صادق و راست گو میں فرق اٹھ جاتا ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ پیش گوئی کرنے والا قبل از وقت خود ہی تشریح کر دے کہ یہ پیشگوئی میری ذات سے مخصوص نہیں ہے بلکہ میرے جانشینوں کے ہاتھوں پوری ہو گی۔ اس صورت میں اگر وہ اس کی ذات پر پوری ہو جائے یا جانشینوں کے ہاتھوں پوری نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں وہ کاذب تصور ہو گا۔ ضرور ہے کہ اس کے کہے موجب اس کے جانشینوں کے ہاتھوں پوری ہو۔ اسے ذہن نشین کر کے اپنی پیش کردہ امثلہ کا جواب سنو!

مثال اول۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں سو رہا تھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں۔ ابو ہریرۃ (صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہتے ہیں کہ رسول پاک تو تشریف لے گئے اب تم اے صحابہ ان خزانوں کو جمع کرتے ہو[1]

الجواب

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب اے صحابہ کی جماعتؓ تم پر پورا ہو رہا ہے صاف دلیل کہ آنحضرت صلعم نے اس کا یہی مطلب بیان فرمایا تھا اس کی مزید تفصیل یہ ہے خود نبی کریم صلعم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہوا ہے کہ اے صحابہؓ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمْ اَرْضَ فَارِسَ وَاَرْضَ الرُّوْمِ وَ اَرْضَ حِمْيَرَ قِيْلَ وَمَنْ يَسْتَطِيْعُ الشَّامَ مَعَ الرُّوْمِ وَ ذَوَاتِ الْقُرُوْنِ فَقَالَ وَاللّٰهِ يَفْتَحُهَا اللّٰهُ لَكُمْ وَ يَسْتَخْلِفُكُمْ فِيْهَا فارس اور روم حمیر کے ملکوں پر اللہ تمہیں قابض کرے گا۔ صحابہؓ نے ازراہِ تعجب عرض کی کون طاقت رکھتا ہے کہ روم جیسے ذی شان و سطوت بادشاہ سے مقابلہ کرے۔ فرمایا اللہ کی قسم تم ضرور اس پر مسلط ہو گے اور اس کے تخت پر اپنا خلیفہ بٹھاؤ گے۔

(رواہ احمد و طبرانی وغیرہما)

اسی طرح کنز العمال جلد ۶ میں ہے کہ حضور نے اپنا ایک کشف بیان کیا کہ میں نے روم و کسریٰ کے ملکوں کو دیکھا اور جبرئیلؑ نے کہا کہ آپؐ کی امت ان پر قابض و متصرف ہوگی۔

"بخاری شریف کی ایک اور روایت میں ہے وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَتنفقنّ كُنُوْزَ هُمَا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو اپنے ہاتھوں اللہ کی راہ میں صرف کرو گے"۔ ان تمام حدیثوں کی تائید "مسلم" کی مندرجہ ذیل حدیث کرتی ہے لَتَفْتُحُهَا عَصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (مسلم) یعنی "ایک گروہ اہل اسلام کا ان ممالک کو فتح کرے گا"۔ ان احادیث صحیحہ سے صاف عیاں ہے کہ یہ پیشگوئی صحابہ کی ذات کے لئے تھی۔

مرزائیو! اگر تم میں ہمت ہے تو رسول اللہ کی اس پیشگوئی کو غلط کر دکھاؤ::

دوسری مثال۔ مرزائی یہ دیتے ہیں کہ "رسول کریم صلعم نے اپنے

ہاتھوں میں سونے کے کنگن (خواب میں) دیکھے ان کو آپ نے پھونک مار کر اڑادیا اور حضور نے اس سے دو کذاب مدعیان نبوت مراد لئے ان میں سے ایک مسیلمہ کذاب آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے فرمایا لَئِنْ اَدْبَرْتَ لیحقِرَنك اللّٰهُ اگر تو نے دین حق سے انحراف کیا اللہ تعالیٰ تجھ کو تباہ کردیگا اور میرا خیال ہے کہ تو وہی ہے جس کے متعلق میں نے رؤیا دیکھی ہے پھر سونے کے کنگنوں کی رؤیا روایت میں درج ہے گویا مسیلمہ کی ہلاکت اس رؤیا کے مطابق آنحضرت کے ہاتھوں ہونی چاہئیے تھی لیکن وہ خلافت صدیقیہ میں ہلاک ہوا (تفہیمات ربانیہ ص ۵۷۳، ۵۷۴)

الجواب

اس روایت میں ایک لفظ ہی ایسا ہے جو اس اعتراض کی بیخ دن اکھیڑ کر رکھ دیتا ہے اسی لئے مرزائی خائن نے اس کا ترجمہ غلط کر کے مرزائیوں کی آنکھ میں دھول ڈالی ہے حضور علیہ السلام نے تو صاف فرمایا تھا لَئِنْ اَدْبَرْتَ لَیحقرَنَّكَ اللّٰهُ اگر تو میرے بعد زندہ رہا (اور ضرور زندہ رہے گا) تو اللہ تعالیٰ تجھے تباہ و ہلاک کردیگا۔ چنانچہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ کم بخت تباہ و برباد کیا گیا::

مرزائی معترض نے لفظ لَئِنْ اَدْبَرْتَ کا ترجمہ "بے ایمانی" سے یہ کیا ہے اگر تو نے دین حق سے انحراف کیا اف رے تیرا ظلم:

ہمارا ترجمہ تو شاید مرزائی بوجہ متعصب و مقلد مرزا ہونے کے نہ مانیں ہم خود مرزا کے قلم سے اس کی تصدیق و تصحیح کرا دیتے ہیں بغور ملاحظہ فرماویں:۔

مسیلمہ کذاب نے مباہلہ کیا ہی نہ تھا آنحضرت ﷺ نے صرف اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ رہا تو ہلاک کیا جائیگا (اخبار الحکم ۱۰ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

تیسری مثال

تاریخ خمیس سے پیش کی گئی کہ حضرت نے اسید کو بحالت اسلام مکہ پر والی دیکھا مگر وہ کفر کی حالت میں مرگیا::

الجواب

تاریخ خمیس کی ہر بات مستند نہیں۔ یہ روایت قطعاً صحیح نہیں ہے ثبوت بذمہ مدعی::

آٹھواں معیار

نبی کی ساری پیشگوئیوں کا اس کی زندگی میں پورا ہونا ضروری نہیں اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ اے نبی ہو سکتا ہے کہ ہم ان وعدوں کو جو کفار سے کیے جاتے ہیں تیری زندگی میں پورے کر دیں یا پھر تجھے وفات دے دیں اور بعد ازاں پورا کریں۔

الجواب

اس آیت کا ترجمہ ہی تمہارے غلط معیار کو رد کر رہا ہے، ہاں صاحب ایسا ہو سکتا ہے،، اس سے بھی بڑھ کر سنو! یہ بھی ''ہو سکتا،، ہے کہ باجود مرزا صاحب کے ''صادق'' ہونے کے بھی خدا تعالٰی انہیں جہنم میں دھکیل دے کیا نہیں ''ہوسکتا؟'' ضرور ''ہو سکتا'' ہے خدا کو سب قسم کی طاقت ہے مگر سوال ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا نہیں سوال یہ ہے کہ خدا جو اپنے رسولوں سے وعدے کرتا ہے ان کا پورا کرنا اس کی شان کے لائق ہے یا نہ پورا کرنا۔ سنو! اللہ تعالٰی فرماتا ہے فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ الایۃ ہرگز ہرگز گمان نہ کرو اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے اسے پورا نہ کرے (سورۃ ابراہیم)

مختصر یہ کہ آیت کا مطلب یہ ہے ''ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہمارے وعدے جو ایک طرح سے گویا پیشگوئیاں ہیں ان میں سے کچھ تجھے دکھادیں اور اس بات پر بھی قادر ہیں کہ تجھے وفات دے دیں،،

(رسالہ الوصیت مصنفہ مرزا صاحب ص ۱۱) ٭خ ص ۳۰۲، ج ۲۰٭

پس یہاں قدرت کا سوال ہے اور لاریب خدا ہر چیز پر قادر ہے مگر خدا غلط گو نہیں ہے۔ تعالی اللہ عن ذلک

دوسری مثال یہ پیش کی جاتی ہے:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (مومن آل فرعون نے کہا) اِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كذبه وّ ان يك صادقا يصبكم بعض الذى يعدكم، یعنی اگر یہ نبی (موسیٰ علیہ السلام) جھوٹا ہے تو جھوٹ بولنے کا عذاب اس پر نازل ہوگا اگر سچا ہے تو بعض عذاب جن کا وہ وعدہ دیتا ہے تم پر وارد ہو جائیں گے اب دیکھو خدا نے بعض کا لفظ استعمال کیا نہ کل کا جس کے یہ معنی ہیں کہ جس قدر عذاب کی پیشگوئیاں اس نبی نے کی ہیں ان میں سے بعض تو ضرور پوری ہوں گی گو بعض معرض التوا میں رہ جائیں گی،،

(ص ر ۱۳۱ تتمہ حقیقۃ الوحی::) ﴿خ ص ۵۶۷، ج ۲۲﴾

الجواب

انبیاء کرام بشیر و نذیر ہوتے ہیں ان کے وعدے دو اقسام پر مشتمل ہوتے ہیں دنیاوی عذاب و ثواب اور اخروی گرفت و نجات ظاہر ہے کہ دنیاوی عذاب یا آخرت کا عذاب دنیا کا ثواب و آخرت کی نجات کا مجموعہ مواعید کا بعض حصہ ہے۔ مومن آل فرعون بھی یہی کہتا ہے کہ اگر یہ موسیٰ علیہ السلام کاذب ہے تو وبال اس کی گردن پر لیکن اگر صادق ہے تو یقیناً جو وعدے وہ دیتا ہے ان میں سے بعض جو اس دنیا و آخرت کے عذاب و ثواب پر مبنی ہیں ضرور تمہیں پہنچیں گے۔ ایمان لاؤ گے۔ تو دین و دنیا کی راحت و آسائش، انکار کرو گے تو دنیا میں مصائب آخرت میں دوزخ کی رہائش نصیب ہوگی::

بتلایئے اس میں کہاں ہے کہ نبیوں کی جو پیشگوئیاں دنیا کے عذاب پر بطور تحدی پیش کی جاتی ہیں ان میں سے بعض پوری ہوں گی اور بعض نہ ہونگی معاذ اللہ، استغفر اللہ۔ اگر یہ ہو جائے کہ رسولوں کی پیشگوئیاں جو بقول مرزا "از روئے قرآن و توریت نبوت کا سب سے بڑا اور واحد ثبوت ہیں" (ص ر ۳ ر استفتا) ﴿خ ص ۱۱۱، ج ۱۲﴾ ٹل جائیں تو دنیا میں اندھیر مچ جائے اور صادق رسولوں اور کاذب دجالوں میں مابہ الامتیاز نہ رہنے کے علاوہ خدا کے کاذب الاقوال ہونے پر زندہ ثبوت ہو جائے::

نواں معیار

بعض دفعہ ایسا ہو جاتا ہے کہ پیشگوئی کے وقت ظہور یا مصداق اشخاص سمجھنے کے متعلق غلطی ہو جاتی ہے یا خدا کا وعدہ کسی شرط کی وجہ سے ایک قوم کی بجائے دوسری قوم کے حق میں پورا ہوتا ہے؟

الجواب

خدا کا نبی اپنی ذات میں عالم الغیب نہیں ہوتا مگر جو بات وحی میں موجود ہوتی ہے اس کے سمجھنے میں ہرگز غلطی نہیں کرتا۔ اگر بتقاضائے بشریت غلطی کر جائے تو ''خدا تعالی غلطی پر قائم نہیں رکھتا،، (ص ر ۴۲۸ احمدیہ پاکٹ بک) ہاں، ''ہاں نبی غلطی پر قائم نہیں رکھا جاسکتا،، (ص ر ۹۰ ضمیمہ نصرۃ الحق) ﴿خ ص ۲۵۰، ج ۲۱﴾ خاص کر پیشگوئی والی وحی کے سمجھنے میں جو ''نبی کی صداقت کا معیار ہوتی ہے،، نبی قطعاً غلطی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کی غلطی نبی کی صداقت پر اثرانداز ہوتی ہے اب سینئے اپنی پیش کردہ امثلہ کا جواب:۔

مثال اول

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے لتد خلن المسجد الحرام والی رؤیا کو حدیبیہ والے سال کے لئے اندازہ فرمایا اور قریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کو لے کر چل کھڑے ہوئے لیکن علم الہی میں اس کے پورا ہونے کا وقت آئندہ سال تھا::

الجواب

نبی صلعم کو جو خواب آیا تھا اس میں کوئی ایک لفظ ایسا موجود نہیں کہ حج اسی سال ہوگا۔ ''کوئی میعاد اور وقت بتایا نہیں گیا تھا،، (فتاویٰ احمدیہ جلد ا تقریر مرزا صاحب ص ر ۵۳) ﴿مرتبہ مولوی محمد فضل خاں﴾،، جاہل جلد باز یہ نہیں سوچتا کہ اس پیشگوئی میں کیا سال کی شرط تھی کہ اسی سال حج ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا تھا کہ اسی سال تم زیارت کعبہ کروگے چنانچہ اگلے سال کعبہ کی زیارت ہوگئی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رویا کو اللہ تعالیٰ نے سچ کر دکھلایا اور یہ پہلی دفعہ کا عازم مکہ ہونا ایک بڑی بھاری فتح کی بنیاد ہوا،، (ص ر ۵ اخبار بدر ۱۲ر جنوری ۱۹۰۶ء از مولوی نوردین صاحب)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہم نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال حج ہو گا (بخاری باب شروط فی الجھاد) پس یہ قطعاً جھوٹ ہے کہ نبی صلعم نے اس پیشگوئی کا وقت مقرر کرنے میں غلطی کھائی ہرگز ہرگز آپؐ نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا۔

اب رہا یہ امر کہ پھر آپؐ اس خواب کے دیکھنے کے بعد حج کو تشریف کیوں لے گئے؟ جواباً عرض ہے کہ یہ بھی غلط ہے خواب اس سفر کا باعث نہیں ہوا کیونکہ خواب تو آیا ہی راستہ میں تھا چنانچہ حضرت مجاہدؒ (جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں اور نہایت ثقہ راوی ہیں) کی صحیح روایت جسے تفسیر در منثور میں پانچ جلیل القدر محدثین سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ اری رسول اللہ ﷺ وھو بالحدیبیة انه یدخل مکة ھو و اصحابه آمنین (جلد ۶ ص ر ۸۰) ارشاد الساری فتح الباری، عمدۃ القاری۔ تفسیر جامع البیان وغیرہ میں بھی ایسا ہی مرقوم و مسطور ہے کہ خواب حدیبیہ میں آیا تھا::

۲۔ بفرض محال یہی صحیح ہو کہ سفر کرنے سے پہلے خواب دیکھا گیا تھا۔ تو بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ سفر اس خواب کی بنا پر تھا۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سفر میں بہت سے دیگر مصالح و فوائد اور خدا کی حکمتیں تھیں یہی سفر فتح مکہ کی بنیاد، مسلمانوں کی ترقی باعث، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راسخ الایمان ہونے کا سرٹیفکٹ دلانے کا موجب ہوا لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونك تحت الشجرة یہ واقعہ صلح، حدیبیہ کا ہے" (ص ر ۲۶۵ احمدیہ پاکٹ بک)

الغرض یہ بات بے ثبوت ہے کہ حضور علیہ السلام کا سفر اس خواب کی بنا پر

تھا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب تک خدا تعالی نے خاص طور پر تمام مراتب کسی پیشگوئی کے آپ پر نہ کھولے تب تک آپ نے اس کی کسی خاص شق کا کبھی دعوی نہیں کیا،، (ازالہ اوہام ص ر ۴۰۶ طار ۱۶۷، ۲) ﴿خ ص ۳۱۰، ج ﴾

۳۔ اگر امر واقعہ ایسا ہی ہو جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں تو بھی انہیں مفید نہیں، کیونکہ مرزا صاحب کا دعوی تھا:۔

"میں غلطی پر قائم نہیں رکھا جاتا خدا کی رحمت مجھے جلد تر حقیقی انکشاف کی راہ دکھادیتی ہے میری روح فرشتوں کی گود میں پرورش پاتی ہے،،
(اشتہار الانصار۔ اکتوبر ۱۸۹۹ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۱۵۵، ج ۳﴾

پس مرزا صاحب کا اپنی پیشگوئی میں اس وقت تک غلطی میں مبتلا رہنا کہ اس کا وقت اندازہ کردہ گزر جائے بقول ان کے ناجائز ہے۔

دوسری مثال

مرزائی صاحبان یہ پیش کرتے ہیں "حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو فرمایا:

قوم ادخلو الارض المقدسة التی کتب الله لکم ولاترتد و اعلی ادبار کم فتنقلبوا خاسرین اے قوم ارض مقدس میں داخل ہو اور پیچھے مت لوٹو کہیں خسارہ پانے والے نہ ہو جاؤ خدا یہ زمین تمہارے لئے لکھ چکا ہے::

اس آیت میں معین و مخصوص اشخاص کو کتب الله لکم کی خبر دی۔ گئی وہ بنی اسرائیل بلکہ حضرت موسیٰؑ بھی اس زمین میں داخل نہ ہو سکے عالم تقدیر کا (یہ) امر موعود لہ کے لئے ظاہر نہیں ہوا (الفضل مورخہ ۱۳ر نومبر ۱۹۳۲ء)

نوٹ۔ اسی کے قریب قریب مرزا صاحب نے بھی اعتراض کیا ہے (الحکم ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۵ء ص ر ۲)

الجواب[۱]

مرزائیوں نے اس مثال میں بہت جھوٹ بولے ہیں (۱) یہ کہ یہ وعدہ الٰہی

[۱] کتب الله لکم کے ایک معنی امر الله کے بھی ہیں یعنی خدا نے تم پر فرض کیا ہے کہ ارض مقدس میں داخل ہو جاؤ دیکھو رازی بضمن تفسیر آیہ مذکور۔ سورہ مائدہ::

ان معین و مخصوص اشخاص سے خاص تھا جو اس زمین میں داخل نہ ہو سکے (۲) یہ کہ حضرت موسیٰؑ بھی اس وعدہ کے ذاتی طور پر مخاطب تھا۔ (۳) یہ کہ یہ وعدہ پورا نہ ہوا۔ حالانکہ امر واقع یہ ہے کہ یہ وعدہ جیسا کہ یا قوم کے لفظ سے ظاہر ہے عام قوم بنی اسرائیل کے لئے تھا وہ بھی شرط صلاحیت سے مشروط خود مرزائی مولوی مانتا ہے۔ "خدا تعالیٰ کا وعدہ کسی کی وجہ سے ایک قوم کی بجائے دوسری کے حق میں پورا ہوتا ہے،، (جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا واقعہ ہے) ص ر ۵۷۶/۵۷۴ تفہیمات ربانیہ۔

اس مرزائی اقرار کو بھی چھوڑو خود قرآن پاک گواہ ہے کہ ان کو کہا گیا تھا۔ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِیْنَ اگر پیچھے پھرو گے گھاٹا پاؤ گے چونکہ ابتدا اُس قوم نے سرکشی کی کہ اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا ہم تو ہرگز اس سرزمین میں داخل نہ ہوں گے وہاں ایک جنگجو قوم رہتی ہے حتی کہ وہ وہاں سے نکل جائیں::

اس ظاہری انکار کے ساتھ گستاخی بھی کی کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ہم یہیں بیٹھے ہیں جا تو اور تیرا خدا لڑو::

ان کی اس انتہائی شقاوت و بدبختی پر خدا کا غضب وارد ہوا کہ پہلے تو یہ وعدہ عام تھا بنی اسرائیل کے ہر طبقہ سے بشرط صلاحیت اب مقید کر دیا گیا کہ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْفَاسِقِیْنَ بیشک یہ زمین چالیس سال کے لئے ان پر قطعاً حرام کی گئی۔ اب یہ در بدر ٹھوکریں کھاتے پھریں گے۔ پس تو، اس فاسق قوم پر تاسف نہ کر،،::

چالیس سال کے بعد یہ وعدہ الٰہی حرف بحرف پورا ہوا۔ چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

> "پھر خدا تعالیٰ نے ان (حضرت موسیٰؑ کے بعد یسوع بن نون کو برگزیدہ کیا اور وہ اس زمین میں داخل ہوا،، (الحکم ۱۰ر دسمبر ۱۹۰۵ء)

خلاصہ یہ کہ وعدہ خاص اشخاص یا معین افراد کی ذات تک محدود نہ تھا عام

قوم بنی اسرائیل کے لئے تھا جو حرف بحرف پورا ہوا::

مرزا صاحب کی تحریر سے اس کی مثال

"میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج تمہیں نظر آتے ہیں تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم ان کو نہ دیکھو گے"

(ازالہ اوہام ص ر ۲۳۲ ط۔ ا، ۱۴ا۔ ۲) ﴿خ ص ۱۱۹، ج ۳﴾

اگرچہ یہ خبر محض قیاس پر مبنی ہے کیونکہ آخر ایک نہ ایک دن مرزا صاحب کے مخالف جو موجود تھے مرنے والے تھے لہذا یہ پیشگوئی نہیں محض قیاس، ہے مگر ہم اس وقت اس بحث کو چھوڑتے ہیں۔ ہمارا مدعا اس سے یہ ہے اس جگہ مرزا صاحب نے جن اپنے مریدوں کو مخاطب کر کے یہ الفاظ کہے تھے مثلاً مولوی نوروین عبدالکریم۔ محمد احسن وغیرہ ہزراہا اشخاص اور خود بدولت مرزا صاحب کہ ان کے روبرو یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ یقیناً نہیں! مرزا صاحب کے اس زمانہ کے مخالف آج بھی اللہ کے فضل و کرم سے ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں اور مرزا صاحب معہ اپنے اخص حواریوں کے خدا جانے ہسپتال روحانی کے کس درجہ میں پڑے ہوں گے::

احمدی صاحبان اس کا جواب یہی دیں گے کے یہ پیشگوئی گو اس وقت کے مریدوں کو مخاطب کر کے کی گئی تھی، مگر مراد اس سے عام احمدی قوم ہے جن کے ہوتے ہوتے یہ پوری ہوگی یہی ہمارا جواب ہے کہ گو مخاطب اس پیشگوئی کے وہ اشخاص تھے جو اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تھے مگر مراد اس سے عام قوم بنی اسرائیل تھی::

پس جو پیشگوئی جن اشخاص کے متعلق ہوتی ہے وہ انہی کی ذات پر پوری ہوتی ہے نہ کہ کسی دوسری قوم پر ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی شرط ظاہری کے سبب اس قوم کے بعض افراد خارج کئے جائیں۔ اپنی شرارت کے سبب نعماء الٰہی سے محروم رکھے

جائیں، وہ بھی اس صورت میں کہ پیشگوئی مشروط ہو صلاحیت سے::

دسواں معیار

مرزائی اصحاب یہ بتاتے ہیں کہ بعض دفعہ پیشگوئی کو کلیۃً منسوخ بھی کر دیا جاتا ہے جیسا کہ آیت ما ننسخ من آيةٍ او ننسها نات بخير منها او مثلها اور آیت اذا بدلنا آيةً مكان آيةٍ (سورہ نحل) نیز و الله غالب على امره (یوسف) يمحو الله ما يشاء و يثبت خدا ایک آیت کو منسوخ کر کے اس سے بہتر لے آتا ہے::

الجواب

"کوئی بھی (دانا، عقلمند، ذی ہوش انسان) آج تک قصص اور مواعید میں نسخ کا قائل نہیں ہوا اگر وعدوں میں نسخ جائز ہے تو امان بالکل اٹھ گیا۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ جناب علیؓ کی وصایت کا وعدہ (اور جنت و دوزخ، حشر نشر، جزا و سزا کا وعدہ۔ ناقل) بھی منسوخ نہ ہو گیا ہو،، (اخبار الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۰ء مولوی عبد الکریم امام الصلوۃ مرزا کا مکتوب ایک شیعہ کے نام)

اوپر کے اصولی و الزامی جواب کے بعد ہم نمبر وار پیش کردہ آیات کا مطلب بتاتے ہیں:۔

ما ننسخ من آية یعنی کوئی آیت ہم منسوخ یا منسی نہیں کرتے جس کے عوض دوسری آیت ویسی ہی یا اس سے بہتر نہیں لاتے پس اس آیت میں قرآن کریم نے صاف فرمادیا ہے کہ نسخ آیت کا آیت سے ہوتا ہے اس وجہ سے وعدہ دیا ہے کہ نسخ کے بعد ضرور آیت منسوخہ کی جگہ آیت نازل ہوتی ہے۔ ہاں علماء نے مسامحت کی راہ سے بعض احادیث کو بعض آیات کی ناسخ ٹھیرایا ہے۔ امام شافعیؒ اس بات کے قائل ہیں کہ متواتر حدیث سے بھی قرآن کا نسخ جائز نہیں الخ (ص ۶/ فتاوی احمدیہ جلد اول از مرزا)

مرزا صاحب کی یہ تقریر صاف مظہر ہے کہ آیت ما ننسخ میں قرآنی آیات کے نسخ کا ذکر ہے نہ کہ خدا کے وعدوں کا اور بات بھی حق ہے ط کجا احکام کا مناسب وقت پر نسخ اور کجا خدا کی دی ہوئی خبر کا ٹل جانا۔

"کجا رام رام کجا ٹیں ٹیں"

دوسری آیت بھی اسی مفہوم کی ہے چنانچہ ارشاد ہے "اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے اتارا ہے تو کافر کہتے ہیں انما انت مفتر تحقیق تو افترا کرتا ہے اللہ پر قل نزله روح القدس کہہ اس قرآن کو اتارا ہے پاک فرشتے نے۔ پھر کہتے ہیں انما یعلمه بشرة بیشک اس کو بشر (ایک رومی کا غلام جو حضرت کے پاس احول انبیاء سننے کو آیا کرتا تھا) سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے، اعجمی هذا لسان عربی مبین غور کرو وہ بے چارا عجمی، عربی سے نابلد اور یہ قرآن عربی مبین (سورہ نحل ع ۱۴) پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ آیات بھی اپنا مدعا ظاہر کرنے میں واضح ہیں کہ یہاں مواعید واخبار کا نسخ نہیں بلکہ احکام میں مناسب تغیر و تبدل کا ذکر ہے:: مرزائیو! یہی تمہاری دیانت ہے کہ مرزا کی تائید کے لئے قرآن پاک میں یہودیوں کی طرح خیانت کرتے ہو (اف لکم)

تیسری مثال

جو پیش کی گئی ہے وہ تو امثلہ بالا سے بھی مزیدار ہے کہاں خدا کے غلبہ و قدرت کا ذکر اور کہاں وعدوں کو ٹالنا۔ ہاں جناب! خدا اپنے امر پر غالب ہے جس طرح کا تصرف چاہے کر سکتا ہے اگر ایک،، پکے احمدی بہشتی مقبرہ میں مدفون قطعی جنتی،، کو نچلے اور بدترین طبقہ جہنم میں ڈال دے تو غالب علی امرہ ہے۔ مگر یاد رکھو خدا صادق الوعد ہے۔،، ان وعده کان مفعولا (ص ر ۸۰ ر انجام آتھم) (خ ص ۸۰، ج ۱۱) اور اس کا وعدہ ہو کر رہتا ہے ٹلا نہیں کرتا::

چوتھی مثال

یمحواللہ ما یشاء ویثبت (صفحہ ۱۲ تتمہ حقیقۃ الوحی) میں بھی اظہار قدرت ہے نہ کہ پیشگوئیوں کے نسخ و محو کا ذکر خدا کے وعدے میں تخلف نہیں ہوتا:: خدا کی یہ شان ہے کہ لایخف اللہ وعدہ (سورہ روم) خداتعالی کے وعدوں میں تخلف نہیں" (ص ۹ جنگ مقدس تقریر مرزا نمبر ۷) لن یخلف اللہ وعدہ (سورہ حج)،، وعدہ رب تو شدنی بود،، (ص ۱۸۰ انجام آتھم) ان اللہ لا یخلف المیعاد (سورہ آل عمران و سورہ رعد ع ۱، وع ۴)" خدا چناں نیست کہ خلاف وعدہ خود کند"

(ص ۱۸۷ انجام آتھم) (خ ص ۱۸۷، ج ۱۱)

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر دوسری دلیل

علامات مسیح موعود

علامت نمبر ۱

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مرزا صاحب ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:۔

> "بخاری ص ۴۹۰ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا الخ یعنی قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوگا اور تمہارے ہر ایک مختلف فیہ مسئلہ کا عدالت کے ساتھ فیصلہ کرے گا،،

(ازالہ اوہام ص ۲۰۱، ط ۱، ۸۲، ط ۲) (خ ص ۱۹۸، ج ۳)

اس حدیث پاک میں رسول کریم صلعم خدا کی قسم کھا کر آنے والے مسیح موعود کا نام ابن مریم فرماتے ہیں اور نبی صلعم کے کسی فرمان کو بغیر کسی قویہ قرینہ کے مندرجہ احادیث و قرآن کے سوا تاویل وغیرہ میں کھینچنا الحاد و زندقہ ہے۔ خاص کر جو بات

خدا کا نبی قسم کھا کر بیان فرما دے اس میں تو قطعاً تاویل و استثنا جائز نہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اپنی کتاب (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۴) ﴿خ ص ۱۹۲، ج ۷﴾ پر لکھتے ہیں:

"والقسم یدل علی ان الخبر محمول
علی الظاھر لا تاویل فیه ولا استثناء"

پس مرزا صاحب کا نام چونکہ "ابن مریم" نہیں ہے بلکہ ان کی والدہ کا نام "چراغ بی بی" تھا۔ اس لئے وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ شاید کوئی مرزائی کسی بے خبر بھائی کو دھوکا دے کہ مرزا صاحب کا نام ابن مریم تھا اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اس لئے ہم ذیل میں خود مرزا صاحب کی تحریر نقل کرتے ہیں:۔

"اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ میں نے ہرگز دعویٰ نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں جو شخص یہ الزام مجھ پر لگا دے وہ مفتری اور کذاب ہے۔ میں مثیل مسیح ہوں" (ازالہ ص ر ۱۹۰، ط ۱، ۷۷، ط ۲) ﴿خ ص ۱۹۲، ج ۳﴾

علامت نمبر ۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:۔

ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث فی الارض خمسا و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے یہ تخریج ابن الجوزی اور کتاب الوفا مشکوۃ کے باب نزول عیسی علیہ السلام میں مرقوم و مسطور ہے۔ ترجمہ اس کا یہ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا نازل ہوں گے عیسی ابن مریم طرف زمین کے۔ نکاح کریں گے اولاد ہو گی۔ زمین میں ۴۵ سال رہیں گے پھر فوت ہو کر میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے::

حدیث مرقومہ بالا سے صاف واضح ہے کہ حضرت ابن مریم زمین پر اتر کر

نکاح کریں گے چونکہ مرزا صاحب دعویٰ مسیحیت سے پہلے نکاح کر چکے تھے اس سے اولاد بھی تھی اس لئے آپ نے حدیث ہذا کا یہ مطلب ظاہر کیا کہ اس نکاح سے جو مسیح موعود کی علامت ہے محمدی بیگم کا میرے ساتھ نکاح ہونا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"اس (محمدی بیگم کے نکاح والی) پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا نیز صاحب اولاد بھی ہو گا اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصور نہیں۔ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہو گا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی ہے اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سیاہ دل منکروں کو اس کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہو نگی،، (ص ر ۵۳ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم) (خ ص ۳۳۷، ج ۱۱)

چونکہ یہ علامت جو مسیح موعود کی رسولؐ اللہ نے "ضروری،، بتائی ہے مرزا صاحب میں پائی نہیں گئی اس لئے وہ مسیح موعود نہیں::

اعتراض

نکاح کی پیشگوئی شرطی تھی انہوں نے شرط کو پورا کر دیا اس لئے نکاح نہ ہوا::

الجواب

اس جگہ ہم پیشگوئی کی رو سے بحث نہیں کر رہے اس کی تفصیل اپنے مقام پر گذر چکی ہے بلکہ اس جگہ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ خواہ کسی وجہ سے یہ نکاح نہ ہوا۔ یہ علامت ہے مسیح موعود کی، اگر مرزا صاحب مسیح موعود ہوتے تو رسولؐ اللہ کی بتائی ہوئی علامت ان میں ضرور پائی جاتی خواہ دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے ممکن نہیں کہ رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی غلط نکلے جو مسیح موعود ہوگا ضرور اس میں یہ علامت ہو گی::

علامت نمبر۳

مذکورہ بالا حدیث شریف میں دوسری علامت مسیح موعود کی اس کے ہاں اولاد کا ہونا ہے اور مرزا صاحب اولاد سے مراد عام اولا نہیں بلکہ خاص اولاد بتاتے ہیں جس کی نسبت مرزا جی نے پیشگوئی کر رکھی تھی اور ہم اس پیشگوئی پر مفصل بحث کر کے اسے غلط ثابت کر چکے ہیں لہذا یہ علامت بھی مرزا صاحب میں نہیں پائی گئی۔ پس وہ مسیح موعود نہیں::

اعتراض

مرزا صاحب کی اولاد موجود ہے خاص کر وہ لڑکا جس کے بارے میں پیشگوئی اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء میں کی گئی تھی۔ محمود احمد ہے::

الجواب

اگرچہ ہم پہلے محمود احمد کا مصلح موعود نہ ہونا ثابت کر آئے ہیں تاہم مرزائیوں کا منہ بند کرنے کو مزید ثبوت دیتے ہیں حدیث کی جو تشریح مرزا صاحب نے کی ہے وہ ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ر ۵۳ پر ہے۔اسی ضمیمہ کے (ص ۱۵) ﴿خ ص ۲۹۹، ج ۱۱﴾ پر مرزا صاحب راقم ہیں:۔

> ”پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۹۶ء[1] میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا،، اس وقت ان تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام و نشان نہ تھا اور اس الہام کے معنی ہی تھے کہ تین لڑکے ہوں گے پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کرے گا سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرے گا،،

[1] میرے پاس انجام آتھم طبع دوم ہے اس میں یہی تاریخ لکھی ہے حالانکہ اصل تاریخ ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء ہے ۱۲ منہ۔ ﴿یہ فحش غلطی اب بھی برقرار ہے مرزائی فحش غلطی تسلیم کرتے ہوئے بھی تصحیح سے عاجز ہیں، ش﴾

یہ تحریر مرزا صاحب جنوری ۱۸۹۶ء کی ہے، جس میں چوتھے لڑکے "مصلح موعود" کی انتظار لکھی ہے حالانکہ میاں محمود احمد اس وقت موجود تھا۔ محمود احمد کی پیدائش ۱۸۸۹ء میں ہوئی ہے (دیکھو تریاق، ص ۴۳، ط ۱-۵۹، ط ۲) ﴿خ ص ۲۹۹، ج ۱۱﴾ پس محمود وہ مصلح موعود نہیں۔ ﴿یکم جولائی ۱۸۹۶ء، ش﴾

شاید مرزائی کہیں کہ گو مصلح موعود کی پیشینگوئی پوری نہیں ہوئی تاہم دوسرے تین لڑکے تو حسب پیشگوئی موجود ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے جن تین لڑکوں کو مرزا صاحب نے پیشگوئی ۲۰؍ فروری ۸۶ء کے ان الفاظ "وہ تین کو چار کرے گا اس کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہونگے، پھر ایک اور ہو گا سو ایک بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی تین لڑکے خدا نے تجھ کو عطا کئے" کا مصداق ٹھہرایا ہے یہ بھی ایک چالاکی ہے اشتہار ۲۰؍ فروری میں ہرگز صاف الفاظ میں تین لڑکوں کی پیشگوئی نہ تھی بلکہ اس وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ:۔

"وہ تین کو چار کرے گا اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے"

ناظرین کرام ورق الٹ کر اصل پیشگوئی اشتہار ۲۰؍ فروری ۱۸۸۶ء کو پھر ایک دفعہ پڑھ لیں اس میں یہ فقرات صاف موجود ہیں۔ پس اولاد ہونے کے بعد مرزا صاحب کا اسے پیش گوئی بنانا اور حسب ضرورت وحسب حال اس کی تشریح کرنا دلیل صداقت تو درکنار الٹا مرزا صاحب کو جھوٹے اٹکل باز رولوں کے زمرے میں شامل کر رہا ہے::

علامت نمبر ۴

ایک علامت حدیث مذکورہ میں مسیح موعود کی یہ ہے کہ وہ بعد نزول کے پینتالیس[۴۵] سال زمین پر رہیں گے۔ مرزا صاحب نزول مراد پیدائش بتاتے ہیں:۔

۱۔ "میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ کوئی مثل مسیح پیدا نہیں ہو گا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانے میں خاص کر دمشق میں کوئی مثل مسیح پیدا

ہو جائے“ (ازالہص ۷۲،۳،۷۲ ط ۱- ۳۰،ط ۲)

۲۔”ہاں اس بات سے انکار نہیں کہ شاید پیشگوئی کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو“

(ص ۱۶۱ ازالہ ط ۱-۷۰۱،ط ۲)﴿خ ص ۱۳۸، ج ۳﴾

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح دمشق میں نازل ہوگا۔ مرزا صاحب اس کا مطلب پیدائش بتاتے ہیں۔ پس بموجب حدیث کے مرزا صاحب کی عمر ۴۵ سال ہونی چاہئے تھی اگر وہ مسیح موعود ہوتے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب بقول خود ۷۵ اور ۸۵ کے اندر عمر پاکر مرتے ہیں لہٰذا مسیح موعود نہیں۔ پھر اگر نزول سے مراد سِن دعویٰ مسیحیت لیا جائے جیسا کہ ایک جگہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

”صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔ اس کی یہ معقول تعبیر ہوگی کہ حضرت مسیح اپنے ظہور کے وقت یعنی اس وقت کہ جب وہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے بیمار ہوں گے،،

(ازالہ ص ۸۱،ط ۱-۳۴،ط ۲)﴿خ، ص ۱۴۲، ج ۳﴾

اس عبارت میں نزول مسیح سے مراد سِن دعویٰ لیا ہے اور مرزا صاحب نے دعویٰ مسیحیت ازالہ اوہام میں کیا ہے جو ۱۸۹۱ء مطابق ۱۳۰۸ھ میں تصنیف ہوا۔

اس لحاظ سے بھی مرزا صاحب کو ۱۳۰۸+۴۵=۱۳۵۳ھ

تک دنیا میں رہنا چاہیئے تھا حالانکہ آپ ۱۳۲۶ھ میں مر گئے پس وہ اپنے اقوال کی رو سے بھی کاذب مسیح ثابت ہوتے ہیں۔

علامت نمبر ۵

حدیث منقولہ بالا میں ایک علامت مسیح موعود کی یہ ہے کہ ”وہ میرے مقبرے میں دفن ہوگا،، مگر مرزا صاحب مقبرہ نبوی میں دفن ہونا تو کیا۔ زیارت مقبرہ سے بھی مشرف نہ ہوئے::

اعتراض

حدیث میں "یدفن معی فی قبری"، لکھا ہے یعنی مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا اور نبی صلعم کی قبر کو پھاڑ کر مسیح کو اس میں دفن کرنا آنحضرت کی اہانت ہے۔ پس اس سے مراد روحانی قبر ہے::

ایک جگہ مرزا صاحب اس حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسیح موعود میری قبر میں دفن ہوگا یعنی وہ میں ہی ہوں"، (ص ۱۵ کشتی نوح) ﴿خ ص ۱۶ ج ۱۹﴾

الجواب

یہاں قبر بمعنے مقبرہ ہے۔ ایک حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں وقد جاء ان عیسی بعد لبثه فی الارض یحج و یعود فیموت بین مکه والمدینة فیحمل الی المدینة فیدفن فی الحجرة الشریفة (مرقاۃ برحاشیہ مشکوۃ مجتبائی ص ۵۱۵ کتاب الفتن) عیسیٰ علیہ السلام زمین میں اپنی عمر کا زمانہ گزار کر حج کرنے جائیں گے اور پھر واپس آئیں گے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کو اٹھا کر لے جایا جائے گا اور پھر آنحضرت صلعم کے حجرہ میں دفن کیا جائیگا۔ (ص ۴۸۲ احمدیہ پاکٹ بک)

مرزائیو! دیکھا خدا کی قدرت کہ کس طرح خود تمہارے ہاتھوں تمہیں ذلیل اور جھوٹا فرما رہا ہے الحمد لله علی ذلك

آہ! خیال زاغ کو بلبل کی ہمسری کا ہے
غلام زادے کو دعویٰ پیمبری کا ہے

یہ تحریر صاف فیصلہ کر رہی ہے کہ "قبر" کے معنی حجرہ مزار نبی صلعم ہے

اعتراض

ہم احمدیہ پاکٹ بک والے کی روایت کو نہیں مانتے::

الجواب نمبر ۱

اہل عرب قبر بمعنی مقبرہ بھی استعمال کرتے ہیں اور یہ چیز ان کے ہاں بول چال میں عام تھی:-

عن عبد الله بن مسعود قال اذفنونی فی قبر عثمان بن مظعون-(ابن ابی شیبه:کتاب الجنائز ص/۱۴۳)

دوسری روایت ہے:-

عن معاویۃ بن ھشام عن سفیان عن رجل ان خیثمة اوصی ان یدفن فی مقبرة فقراء قومه

(حوالہ مذکور)

ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہو گیا کہ "قبر" اور "مقبرہ" ایک مضمون میں بھی استعمال ہوتے ہیں::

الجواب نمبر ۲

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کے معنی مقبرہ بتائے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو حدیث ذیل:-

عن عائشة قالت قلت یا رسول الله انی اری اتی اعیش بعدك فتاذن ان ادفن الی جنبك فقال و انی لی بذالك الموضع ما فیه الا موضع قبری و قبر ابی بکر و عمر و عیسیٰ ابن مریمؑ (کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد جلد ۶ ص ۵۷) جناب عائشہ صدیقہؓ نے حضور کی خدمت میں عرض کی کہ میں ایسا معلوم کر رہی ہوں کہ آپؐ کے بعد زندہ رہوں گی لہذا مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ میں آپؐ کے پہلو میں دفن کی جاؤں۔ فرمایا میرا اس جگہ پر اختیار نہیں کیونکہ وہاں چار قبروں میری۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عیسیٰؑ کے سوا اور جگہ ہی نہیں۔

یہ حدیث فیصلہ فرما رہی ہے کہ جناب مسیح ابن مریمؑ نبی صلعم کے مقبرہ

میں دفن ہوں گے اور مرزا صاحب قادیان میں برلب رہے ہیں پس وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

الجواب نمبر ۳

فِیْ قَبْرِیْ سے مراد میری قبر کے پاس ہیں فِیْ سے مراد کبھی قرب کے ہوتے ہیں جیسے فرمایا بورک من فی النار (سورہ نمل) یعنے موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھا۔ نہ کہ اندر۔ چنانچہ علامہ رازی فرماتے ہیں وَھٰذَا اَقْرَبُ لِاَنَّ الْقَرِیْبَ مِنَ الشَّئیِ قَدْ یُقَالُ اِنَّہٗ فِیْہِ تفسیر کبیر جلد سادس ص ر ۳۶۴ بضمن تفسیر آیۃ مذکور::

مرزا صاحب بھی اس معنی کی تائید کرتے ہیں لکھتے ہیں:۔

"ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ کے پاس مدفون ہو،، (ازالہ اوہام ص ر ۱۹۶ طبع دوم) (خ ص ۲۵۲، ج ۳) ۳۵۲

اس حوالہ سے قبر بمعنے روضۃ (مقبرہ) بھی مانا گیا ہے اور پاس دفن ہونا بھی مانا گیا ہے::

روضہ مطہرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشہ حسب ذیل ہے:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
موضع قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
حضرت عمر رضی اللہ عنہ

علامت نمبر ۴

احمدیہ پاکٹ بک ص ر ۴۸۲ کی روایت درج کی جا چکی ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح موعود ابن مریمؑ حج کریں گے اس کی تائید مرزا صاحب

کے قول ذیل سے ہوتی ہے۔

"ہمارا حج تو اس وقت ہو گا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا کیونکہ بموجب صحیح حدیث کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا (ایام الصلح ص/۱۶۸/۱۶۹) ﴿خ ص ۴۱۶، ج ۱۴﴾

چونکہ مرزا صاحب نے حج نہ کیا جو بموجب صحیح حدیث کے مسیح موعود کی نشانی ہے اس لئے وہ مسیح موعود نہیں::

علامت نمبر ۷

از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام:۔

(الف) "اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں بکثرت پھیل جائیگا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے،، (ص/۳۶/ ایام الصلح اردو)

(ب) "ہر ایک چیز اپنی علت غائی سے شناخت کی جاتی ہے (مفہوم ص/۵۵۳ ازالہ، ط۱-۱۱۹، ط۲) ﴿خ ص ۳۹۸، ج ۳﴾ اور علت غائی مسیح (موعود) کے آنے کی کسر صلیب ہے،، (تحفہ گولڑہ ص/۲۰) ﴿خ ص ۱۲۹، ج ۱۷﴾

(ج) "نہایت واضح اور کھلا اور موٹا نشان (جو احادیث میں) مسیح موعود کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ وہ کسر صلیب ہے،، (انجام آتھم ص/۴۶) ﴿خ ص ۴۶، ج ۱۱﴾

(د) "حدیث نے مسیح موعود کی پہلی علامت یہ بتلائی ہے کہ اس کے ہاتھ پر کسر صلیب ہوگا۔،، (ص/۴۷، انجام آتھم) ﴿خ ص ۴۷، ج ۱۱﴾

(ر) "مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تاتین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں ظاہر کرے،، (صفحہ ج اشتہار چندہ منارۃ المسیح)

(ز) "میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ سچے

مسلمان ہوں اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے دنیا ان کو بھول جاوے،،(اخبار الحکم ۷/۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

(س)"عیسائی مذہب کا استیصال ہو جائیگا،،(اخبار الحکم نمبر ۱۶ جلد ۸ ص/۲ کالم ۳)

(ش) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کے لفظ رجیم سے نکتہ چھانٹتے ہیں کہ "واشارہ است سوئے ایں امر کہ دجال را خواہد کشت چنانچہ لفظ رجیم فہمید میشود و آں زمانہ می آید کہ باطل دراں ہلاک خواہد شد و دروغ نہ خواہد ماند و بجز اسلام ہمہ ملتہا چوں مردہ خواہند گزدید،،(ص/۱۸۳ اعجاز المسیح)

(ص)"مسیح کے ہاتھ پر ملتوں کی ہلاکت مقدر ہے و،(ص/۹۵ رپورٹ جلسہ قادیان ۹۷ء تقریر مرزا)

(ض)"مسیح موعود کی توجہ خاص اس طرف تھی کہ وہ تثلیث کو براہین قطیعہ سے معدوم کرے،،(ص/۴۴ حاشیہ ایام الصلح)﴿خ ص ۲۷۶، ج ۱۴﴾

(ط)"خدا نے اس فعل کی، کہ تمام قومیں یاک مذہب پر ہو جائیں۔ تکملیل کے لئے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے،،
(ص/۸۲ چشمہ معرفت ملخصا بلفظہ)﴿خ ص ۹۱، ج ۲۳﴾

ان جملہ تحریرات میں مرزا صاحب نے بتمسک احادیث مسیح موعود کا یہ کام بتلایا ہے کہ وہ تمام ادیان باطلہ کو ہلاک کردے گا اس کے ہاتھوں تمام ملتیں فنا ہو جائیں گی اور تمام قومیں ایک ہی مذہب پر آجائیں گی۔ مسلمان حقیقی معنوں میں مسلم ہو جائیں گے اور عیسائیوں کی صلیب ٹوٹ جائے گی۔ ان کا بکلی استیصال ہو جائیگا۔ تثلیث کا مسئلہ معدوم اور اعتقاد الوہیت مسیح تو اس طرح دنیا کی نظروں سے گم ہو گا کہ لوگوں کے ذہنوں سے بھلایا جائے گا وغیرہ پھر ان تمام کاموں کو اپنی علت غائی اور حقیقی علامت قرار دیا ہے اور یہ بھی مرزا صاحب نے اپنی مسیحیت کا ذکر کرتے ہوئے فرما رکھا ہے:۔

"جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں وہ اپنے مبعوث ہونے کی علت

غائی کو پالیتے ہیں اور نہیں مرتے جب تک ان کی بعثت کی غرض ظہور میں نہ آجائے،، (اخبار بدر ۱۹۔ جولائی ۱۹۰۶ء)

چونکہ مرزا صاحب آکر چلے بھی گئے اور دنیا اسی طرح کفر و کافری میں مبتلا، اور تثلیث پرست اپنے معتقدات پر شیدا نظر آتے ہیں اس لیے مرزا صاحب مسیح موعود نہیں::

قادیانی جواب

"مسیح موعود کے زمانہ میں وحدت مذہبی ہونی مقدر ہے۔ مسیح موعود نے خود ہی اس کے لئے تین صدیاں مقرر کی ہیں لہذا اس سے قبل اس کی تکذیب کرنا جہالت ہے،، (ص ر ۱۰ تجلیات رحمانیہ۔ اللہ دتا مرزائی)

محمدی جواب

مرزا صاحب نے اس کام کو اپنی علت غائی، اور حقیقی علالت اور اپنی مسیحیت کا موٹا اور واضح نشان قرار دیا ہے۔ اگر اس علامت کے ظہور کے لےء تین صدیاں مقرر ہیں تو پھر کسی شخص کا قبل از مشاہدہ علامت ہذا مرزا کو ماننا پرلے درجے کی جہالت اور نادانی ہے۔ مگر ٹھیریئے۔ ہم دور کیوں جائیں خود مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت ہے۔ یہ کام ان کی علت غائی ہے اور یہ بھی کہ خدا والے لوگ اپنی علت غائی کو پورا کئے بغیر نہیں مرتے۔ جس کا مطلب صاف ہے کہ یہ کام ان کی زندگی میں ہوگا::

علامت نمبر ۸

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"ممکن ہے کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جن پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا (ازالہ ص ر ۲۰۰، ط ۱-۸۲، ط ۲) ﴿خ ص ۱۹۷ ج ۳﴾

چونکہ مسیح موعود بموجب احادیث ظاہری حکومت کے ساتھ آئے گا جیسا کا الفاظ حکماعدلا اور مرزا صاحب کا اعتراف مذکورہ بالا دال ہیں، اگر مرزا صاحب خود یا جوج وماجوج،، کے غلام بلکہ ان کو اپنے اولی الامر سمجھتے تھے،،

(ص ر ۲۳ ضرورۃ الامام) اس لئے وہ مسیح موعود نہیں::

علامت نمبر ۹

مرزا صاحب اپنی صداقت پر احادیث سے تمسک کرتے ہوئے حضرت مولوی محمد حسین بٹالوی کو طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے نزدیک یہ حدیث بھی غلط، وہ بھی غلط حتی کہ:۔

”لکھا تھا، کہ مسیح موعود کے وقت میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور اس میں یہ بھی اشارہ تھا کہ اس زمانہ میں مدینہ کی طرف سے مکہ تک ریل کی سواری ہو جائے گی، مگر آپ کے نزدیک یہ حدیث بھی غلط جب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں آپ کے نزدیک غلط میں تو میری پیشگوئیوں کو غلط کہنے کے وقت آپ کیوں شرم کرنے لگے،،

(ضمیمہ نصرۃ الحق ص ر ۱۱۶، ط ا۔ ۱۱۷، ط ۲) ﴿خ ص ۲۸۱ ج ۲۱﴾

حضور! ہماری توبہ اگر ہم ان حدیثوں کو غلط کہیں۔ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ احادیث کو سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ مگر گستاخی معاف انہی احادیث سے ثابت ہے کہ آپ کاذب مسیح ہیں۔ کیونکہ آپ کو دنیا سے رخصت ہوئے اتنا عرصہ ہو گیا مگر مکہ اور مدینہ کے درمیان آج تک ریل نہیں بنی۔

علامت نمبر ۱۰

مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا اور اونٹوں کا متروک ہونا تو اوپر دکھایا گیا ہے کہ ابھی تک نہیں ہوا۔ مرزا صاحب نے یہ بھی فرما رکھا ہے کہ باقی ممالک میں بھی اونٹ بیکار ہوں گے:۔

”آنحضرت کی پیش گوئی میں یہ بھی تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹ بیکار

ہو جائیں گے۔ یہ ریل کی طرف اشارہ تھا سو ریل کے جاری ہونے پر بھی پچاس سال گزر گئے،،

(ص ۲۸۸ ایام الاصلحاردو)﴿خ، ص ۲۵۷، ج ۱۴﴾

ایسا ہی حاکم (نام کتاب حدیث) وغیرہ میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ ان دنوں میں ایک نئی سواری پیدا ہوگی جو رات دن صدہا کوس چلے گی۔ ان دنوں میں اونٹ بیکار ہو جائیں گے،، (ص ۲۸۴ ایام الصلح) ﴿خ، ص ۲۸۰، ج ۱۴﴾ ''ایک اور نشان اس زمانہ کا وہ نئی سواری تھی جس نے اونٹوں کو بیکار کر دینا تھا۔ قرآن شریف نے،، واذا العشار عطلت کہہ کر اس زمانہ کا پتہ بتلایا، چند سالوں میں اونٹ کی سواری کا نام و نشان نہ ملے گا،،

(ص ۱۰۱ ریویو ۳ نمبر ۶ تقریر مرزا، ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء)

ناظرین کرام! تمام دنیا کے شہر اور دیہات، سندھ۔ مارواڑ۔ بلوچستان، افغانستان، مصر و سوڈان وغیرہ تو درکنار اپنے ملک پنجاب کے شہروں میں نظر دوڑا کر دیکھیں کہ کیا اونٹ بیکار ہو چکے؟ ان پر کوئی سوار نہیں ہوتا؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو آپ خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا مسیح صادق ہے یا کاذب؟

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مرزائیوں عذر:۔

مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا مرزا صاحب کا اپنا مذہب نہیں بلکہ مسلم اخبارات کی نقل ہے۔ اگر دیگر ممالک میں اونٹ بیکار ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ تیز رفتاری کے لئے اونٹ استعمال نہیں ہونگے حدیث میں فَلاَ یَسْعٰی عَلَیْھَا کا لفظ یعنی کوئی ان کو نہیں دوڑائیگا۔ پس ریل کی تیاری نے تیز رفتاری کے لحاظ سے اونٹ بیکار کر دیئے۔

الجواب

مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا گو کسی مسلم اخبار نے بھی لکھا

ہوتا ہم مرزا صاحب اس سے انکاری نہیں ہم جو تحریر مرزا صاحب کی اس بارے میں درج کر چکے ہیں اس میں صاف لفظ حدیث رسول اللہ کا موجود ہے۔ دیگر ممالک کے متعلق گذارش ہے۔ اونٹوں کی سواری صرف تیز رفتاری کے لحاظ سے متروک نہیں کی گئی۔ بلکہ مرزا صاحب کے نزدیک ''نام و نشان،، اونٹوں کی سواری کا مٹ جانا ہے۔ ریویو کی منقولہ بالا عبارت بغور ملاحظہ فرمائیں۔ خدا تمہیں بینائی دے::

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر تیسری دلیل

منہاج نبوت

مرزائی صاحبان ہمیشہ مناظرات میں ڈینگ مارا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو معیار انبیاء پر پرکھ لو خود مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں:-

''میں اپنے دعوی کو منہاج نبوت پر پیش کرتا ہوں۔ منہاج نبوت پر جو طریق ثبوت کا رکھا ہوا ہے وہ مجھ سے جس کا جی چاہے لے لے،، (ص ر ۳۱۰ ر ۳۱۴ منظور الٰہی بحوالہ اخبار الحکم، جلد ۷ نمبر ۷)

''میرا سلسلہ منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے اس منہاج کو چھوڑ کر جو اس کو آزمانا چاہے وہ غلطی کرتا ہے،، (اخبار الحکم نمبر ۱۲ جلد ۸ ص ،۷)

معیار اول

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ،، الآیۃ (سورہ بقرہ آخر) مانا رسول نے اس پر نازل ہوا اور مومنوں نے سب کے سب ایمان لائے ہیں ساتھ اللہ کے اور فرشتوں کے اور کتابوں کے اور رسولوں کے، آیت ہذا شاہد ہے کہ سب سے پہلے رسول اپنی وحی پر ایمان لاتا ہے خاص کر عہدہ رسالت پر۔ اور بات بھی معقول ہے کہ جب تک کسی شخص کو اپنے عہدہ اور حیثیت پر خود اطلاع نہ ہو وہ اپنے اختیارات کو کیا برت سکتا ہے۔ یہ بات نہایت ہی بودی

بلکہ لغو ہے کہ گورنمنٹ کسی کو وائسرائے تو بنادے اور اسے ڈیوٹی پر کھڑا بھی کر دے مگر اسے اس کے عہدہ پر اطلاع نہ دے یا وہ خود اپنی حیثیت کو نہ سمجھتا ہو۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

”نبی کے لئے اس کے دعویٰ اور تعلیم کی مثال ایسی ہے جیسا کہ قریب سے آنکھ چیزوں کو دیکھتی ہے اور ان میں غلطی نہیں کرتی اور بعض اجتہادی امور میں غلطی ایسی ہے جیسے دور کی چیزوں کو دیکھتی ہے (ص ۲۵) ﴿خ ص ۱۳۴ ج ۱۹﴾

اصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں اور اس قدر تواتر سے جمع ہوئے ہیں کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔ پھر بعض دوسری جزئیات ہیں اگر اجتہادی غلطی ہو بھی تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی۔ نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعویٰ کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا“

(ص ۲۶/۱۳۶ اعجاز احمدی مصنفہ مرزا و ص ۲۶/۴۲۶۔ احمدیہ پاکٹ بک) ﴿خ، ص ۱۳۵، ج ۱۹﴾

اس عبارت سے مہر نیم روز کی طرح روشن کہ انبیاء کرام کو اپنی نبوت کے بارے میں ہرگز ہرگز کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب کا یہ حال ہے کہ انہیں ابتدا سے ہی نبی اور رسول کہا گیا ہے جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

”براہین احمدیہ میں بھی یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔ چنانچہ ص ۴۹۸ میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا پھر اسی کتاب میں یہ وحی ہے کہ خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔ پھر اسی کتاب میں یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ الخ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی اسی طرح کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا“ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱) ﴿خ ص ۲۰۷ ج ۱۸﴾

مگر مرزا صاحب برابر نبوت سے انکار کرتے رہے بلکہ برملا کہتے رہے کہ مدعی نبوت:۔

”مسیلمہ کذاب کا بھائی، کافر خبیث ہے“ (ص ۲۸، انجام آتھم) ﴿خ ص ۲۸ ج ۱۱﴾

”ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت کے ہم قائل ہیں“ (اشتہار جنوری ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۲) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۷ ج ۲﴾

”میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں“

(ص ۳ فیصلہ آسمانی) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۳۱۴، ج ۱﴾

"تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام۔ توضیح المرام۔ ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ یا محدثیت جزوی نبوت یا ناقصہ نبوت ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں ورنہ حاشا وکلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں بلکہ میرا یمان ہے کہ ہمارے سید و مولا محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو تمام مسلمان اگر ان لفظوں سے ناراض ہیں (جن میں جزوی نبوت وغیرہ کا دعویٰ ہے) تو ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ لفظ نبی سے مراد صرف محدث ہے جسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متکلم مراد لئے ہیں قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد کان فیمن قبلکم من نبی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء اور لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔"

(اشتہار مرزا اور حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۹۱، مصنفہ میاں محمود احمد) (اشتہارات ۳ فروری مندرجہ مجموعہ اشتہارات ص ۳۱۳ ج ۱)

ان تمام مذکورہ بالا تحریرات سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب باوجود بقول خود نبی ہونے کے اپنی نبوت سے انکاری رہے۔ میاں محمود احمد پسر مرزا خلیفہ قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ پر لکھتے ہیں:۔

"آپ کو براہین احمدیہ کے زمانہ سے جو وحی ہو رہی تھی اس میں آپ کو ایک دفعہ بھی مسیح (ابن مریم علیہ السلام نبی اللہ و رسول اللہ) سے کم نہیں کہا گیا بلکہ افضل ہی بتایا گیا تھا لیکن آپ چونکہ اپنے آپ کو غیر نبی سمجھتے تھے اس کے معنی اور کرتے رہے بعد کی وحیوں نے آپ کی توجہ اس طرف پھیری کہ ان (پہلی) وحیوں کا یہی مطلب تھا کہ آپ مسیح سے افضل اور نبی ہیں" (ص ۱۲۱ پر راقم ہیں) "نبوت کا مسئلہ آپ پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کی ہے ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں۔" (ملخصاً بلفظہ)

خلاصہ یہ کہ انبیاء کرام کو اپنے دعویٰ نبوت میں کبھی اور کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔

مگر مرزا صاحب نت نئے رنگ بدلتے رہے پس وہ معیار نبوت پر پورے نہیں اترے::

دوسرا معیار

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورہ القیامۃ ۱۶۔۱۹)

نہ حرکت دے اس وحی کے پڑھنے پر اپنی زبان کو کہ جلدی سیکھ لے لا ریب اس وحی کو تیرے دل میں بٹھانا اور تجھ کو یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب یہ جبرائیلؑ پڑھے تو اس کے ساتھ پڑھ لیا کر۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اس کو کھول کر بیان کرنا::

یہ آیت مقدسہ گواہ ہے کہ نبی پر جو وحی اترتی ہے۔ اس کی وضاحت تام خدا کے ذمہ ہے و، یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ نبی اپنی وحی کو نہ سمجھ سکے۔ چونکہ مرزا صاحب اپنے دعوی نبوت کو منہاج نبوت پر پیش کرنے کے علاوہ اپنی وحی کو قسم کھا کر اسی رنگ کی کہتے ہیں:۔

"جس رنگ کا مکالمہ آدمؑ سے ہوا پھر شیثؑ پھر نوحؑ پھر ابراہیمؑ پھر اسحٰقؑ پھر اسمٰعیلؑ پھر یعقوبؑ پھر یوسفؑ پھر موسیٰؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ عیسیٰ بن مریمؑ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا"

(ملخص ص ر ۱۰۸ نزول المسیح) ﴿خ ص ۴۸۶، ج ۱۸﴾

بلکہ فرماتے ہیں:۔

ما انا الا کالقرآن الخ (ص ر ۱۱۹: البشری جلد ۲) ﴿تذکرہ ص ۶۷۴﴾

"میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں:۔

ماسوا اس کے مرزا صاحب کا دعوئ محمد صلعم ہونے کا بھی ہے جیسا کہ ہم ثبوت دے چکے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ ان کی وحی اس معیار پر پوری ہوں مگر افسوس ہے کہ ایسا نہیں۔ مرزا صاحب کی ساری عمر انہی چالوں میں بسر ہوئی کہ راولوں کی طرح ایک آدھ فقرہ ہر روز گھڑ لیا کرتے۔ جس کا نہ سر ہو تا نہ پیر، گول مول موم کی ناک جدھر چاہا پھیر لیا جو چاہا اس سے نکال لیا۔ الہام سناتے وقت کہہ دیتے کہ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ خدا جانے کیا معنی ہیں پھر لطف یہ کہ صدہا الہام ایسے ہیں کہ ساری عمر ان کی کوئی تشریح و

تعیین نہیں کی بطور نمونہ چند ایک الہام ہدیہ خدمت ہیں۔

(۱) "احد من العلمین (تشریح از مرزا) مراد زمانہ حال کے لوگ ہیں یا آئندہ زمانے کے واللہ اعلم بالصواب،، (ص ر ۱۵: البشریٰ)

(۲) "پریشن، عمر براطوس، یا پلا طوس، آخری لفظ پڑطوس ہے یا پلا طوس بباعث سرعت الہام معلوم نہیں ہوا" (البشریٰ جلد ا ص ۵۱) ﴿تذکرہ ص ۱۱۵﴾

(۳) "بعد ۱۱- انشاء اللہ " (تشریح از مرزا) اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ اس سے کیا مراد ہے" (ص ۶۶ البشریٰ جلد ۲) ﴿تذکرہ ص ۴۰۱﴾

(۴) لَا يَمُوْتُ اَحَدٌ مِنْ رِّجَالِكُمْ تمہارے مردوں میں سے کوئی نہیں مریگا۔ اس کے حقیقی معنیٰ تو نہیں ہو سکتے مگر مفہوم کا پتہ نہیں۔ شاید کوئی اور معنیٰ ہوں" (ص ۷۸، البشریٰ ج ۲) ﴿تذکرہ ص ۴۵۸﴾

(۵) بلا نازل یا حادثہ یا.......... معلوم نہیں کس کی طرف اشارہ ہے،، (ص ۸۲) ﴿تذکرۃ ص ۴۷۲﴾

(۶) "میں ان کو سزا دوں گا میں اس عورت کو سزا دوں گا"۔ معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے۔ (ص ۹۷) ﴿تذکرہ ص ۵۵۰﴾

(۷) "عورت کی چال- ایلی ایلی لماسبقتانی- بریت۔ خیال گذرتا ہے۔ واللہ اعلم کوئی شخص زمانہ طور پر مکر کرے۔ یہ صرف اجتہادی رائے ہے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے اس کے کیا معنیٰ ہیں" (ص ۱۰۷) ﴿تذکرہ ص ۵۹۷، ۶۰۵، ۱۰۱﴾

(۸) "امراض پھیلائی جائیں گی اور جانیں ضائع کی جائیں گی" معلوم نہیں قادیان کے متعلق ہے یا پنجاب (ص ۱۱۱)

(۹) "موت تیراں ماہ حال کو" قطعی طور پر معلوم نہیں کس کے متعلق ہے" (ص ۱۲۰) ﴿تذکرہ ص ۶۷۵﴾

(۱۰) پس پاشدہ ہجوم "افسوسناک خبر آئی" اس الہام پر ذہن کا انتقال بعض لاہور کے دوستوں کی طرف ہوا مگر یہ انتقال ذہن بعد از بیداری ہوا۔ الہام بھی شاید اس کے متعلق ہو۔ (ص ۱۲۴) ﴿تذکرہ ۶۹۷﴾

(۱۱) "کمترین کا بیڑا غرق ہو گیا" کسی کے قول کی طرف اشارہ ہے شاید کمترین سے مراد کوئی شریر مخالف ہے" (ص ۱۴۱ احمدیہ پاکٹ بک) ﴿تذکرہ ص ۶۸۳﴾

(۱۲) "میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا" ایک ناپاک روح کی آواز آئی
(ص ۱۲ ۱۴ احمدیہ پاکٹ بک) ﴿تذکرہ ص ۵۳۵﴾

(۱۳) "غثم غثم غثم۔ دُفِعَ اِلَیْهِ مِنْ مَالِهِ دفعةً دیا گیا اس کومال اس کا اچانک"
(ص ۱۳ ۱۴ پاکٹ بک) ﴿تذکرہ ص ۳۱۹﴾

(۱۴) "ایک ہفتہ تک کوئی باقی نہیں رہیگا"

کوئی پتہ نہیں کہ اس کا مطلب و منشا ملہم کیا ہے۔ کیا مرزا صاحب کے اہل وعیال سے ہفتہ تک کوئی نہ رہیگا یا عام مرزائیوں سے۔ یا کل ملک ہندوستان سے۔ یا کل روئے زمین سے؟

مصنف مرزائی پاکٹ بک کہتا ہے کہ خدا کا دن ہزار سال کے برابر ہے اور عمر دنیا کل سات ہزار ہے۔ پس مراد ایک ہفتہ سے سات ہزار سال ہے"::

جواب

مرزا صاحب کہتے تھے "ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا"
(اشتہار ۷ اگست ۸۷ء) ﴿مفہوم، مجموعہ اشتہارات ص ۱۴۱ تا ۱۴۲، ج ۱﴾

پس جب وہ خود اس کے معنی و تشریح نہیں کر گئے تو "آپ کون ہیں خواہ مخواہ کی" ضرب المثل پوری کرنے سے کیا فائدہ؟ علاوہ ازیں ہمارا اعتراض تو مرزا صاحب پر ہے کہ وہ اس کی کوئی تشریح نہیں کر گئے نہ کہ تم پر۔ پھر یہ بھی غلط ہے کہ عمر دنیا سات ہزار سال ہے۔ قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ (زخرف رکوع آخر) میاں محمود احمد لکھتے ہیں:۔

"جب آپ (مرزا) دنیا کی عمر سات ہزار سال بتاتے ہیں اور اس کے بعد قیامت بتاتے ہیں تو اس قیامت سے اور قیامت مراد ہے۔ اس سے مراد اس دنیا کی نسل کا ایک دور ہے جو ختم ہو گا آپ (مرزا) پہلے دور کے خاتمے پر آئے۔ میرا عقیدہ یہی ہے کہ (آپ) اس دور کے خاتم ہیں اور اگلے دور کے آدم بھی آپ ہیں۔ پہلا دور سات ہزار سال کا آپ پر ختم ہوا اور اگلا دور آپ سے شروع ہوا" (ضمیمہ اخبار الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

اندریں صورت احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف کی تاویل قطعاً باد ر ہوا

ثابت ہوتی ہے۔ اگر سات ہزار میں کل بنی آدم کا خاتمہ تھا تو پھر مرزا صاحب جب پر یہ دور ختم ہوا کیسے بچے؟ اسی طرح دیگر لاکھوں انسان کیوں بچے؟ پس یہ الہام از سر تاپا جھوٹا ہے جو اصول قرآن کے خلاف ہے۔

۱۵۔ "الہام ایلی اوس بباعث سرعت درود مشتبہ رہا اور نہ کچھ معنی کھلے"

(ص ر ۳۶ البشری جلد ۱) ﴿تذکرہ ص ۹۱﴾

مرزائی پاکٹ بک کا مصنف کہتا ہے کہ اس کے یہ معنی ہیں وہ میں ہمیں اس پر بحث نہیں۔ خود ملہم کہتا ہے مجھے معلوم نہیں۔ لہٰذا آپ کے معانی اگر فی الواقع بھی صحیح ہوں ہمارے اعتراض کو نہیں اٹھاتے۔

۱۶۔ ہوشعنا نعسا یہ الہام شاید عبرانی ہے جس کے معنی، (اصل مفہوم نہیں کھلے اس کے لفظی معنی ہیں نجات دے)۔

(ص ر ۴۳ البشری جلد ۱) ﴿تذکرہ ص ۱۰۲﴾

احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف بھی اس کے معنی "نجات دے" وغیرہ کرتا اور ہمارا سوال اصل مفہوم پر ہے۔ جس کے متعلق مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ "معنی نہیں کھلے" خلاصہ یہ کہ ہم ہر بات قرآن مجید ثابت کر آئے ہیں کہ اپنی وحی کو بعد نزول کماحقہ سمجھانا خدا کا ذمہ ہے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب ان الہامات کے معنی نہیں جانتے تھے۔ پس وہ منہاج نبوت پر پورے نہیں اترے۔

معیار تیسرا

ناظرین انبیاء کرام کو ہمیشہ ان کی مادری زبان میں وحی ہوتی ہے بخلاف اس کے مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ

"بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ"

(ص ر ۵۷ نزول المسیح) ﴿خ ص ۴۳۵، ج ۱۸﴾

پس مرزا صاحب از روئے منہاج نبوت بھی غیر صادق ثابت ہوئے قرآن مجید (سورہ ابراہیم) میں ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ

لَهُمْ اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس کی قوم کا ہم زبان تاکہ انہیں واضح کرے۔

اعتراض

اس آیت سے ہر رسول کا ہم زبان ہونا ثابت ہے مگر یہ ثابت نہیں کہ اس پر وحی بھی قوم کی زبان میں ہوتی ہو::

الجواب

یہ عذر بالکل لغو ہے کیونکہ مرزا صاحب کو بھی مسلّم ہے کہ یہ "بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصلی زبان تو کوئی اور، الہام کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسان کی زبان سے بالاتر ہو،، (چشمہ معرفت ص ۲۰۹) (رخ ص ۲۸۱، ج ۲۳)

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے بوضاحت فرمایا ہے (سورہ حم سجدہ پ ۲۵) وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّ عَرَبِيٌّ اگر ہم اس قرآن کو اوپری زبان میں بناتے تو کفار معترض ہوتے کہ اس کی آیات کھول کر کیوں نہ بیان کی گئیں۔ یہ کیا بات ہے کہ عجمی الہام اور عربی مخاطب، یہ آیت صاف ثبوت ہے اس امر کا کہ الہام الٰہی مخاطبوں کی مادری زبان میں ہوتا ہے::

اعتراض

قرآن مجید میں آتا ہے حضرت سلیمانؑ کہتے ہیں عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ (سورۃ نمل) خدا نے ہم کو جانوروں کی بولی سکھائی۔ گویا ان کو کوّوں، چیلوں، کبوتروں، بٹیروں اور تمام جانوروں کی زبان میں الہام ہوا::

الجواب

کہاں یہ امر کہ انبیاء علیہم السلام پر جو الہام لوگوں کی ہدایت کے لیئے نازل ہوتا ہے وہ ان کی اپنی زبان میں ہوتا ہے اور یہ جواب کہ حضرت سلیمانؑ کو خدا نے

جانوروں کی بولی بھی سکھائی ہاں اگر تم قرآن مجید سے یہ ثابت کرتے کہ حضرت سلیمانؑ کو جو الہام انسانوں کی ہدایت کے لئے ہوتا تھا وہ ان کی اپنی زبان اور ان کی قومی زبان میں نہ تھا۔ تو البتہ دلیل ہو سکتی تھی عُلِّمْنَا کا لفظ الہام کے لئے مخصوص نہیں بلکہ طبعی فہم و تفہیم بھی اس میں داخل ہے سو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی فطرت میں اپنی قدرت سے یہ طاقت ودیعت کر دی کہ وہ جانوروں کی بولی سمجھنے لگے::

نوٹ

اعتراض کسی بولی کے سکھانے پر نہیں۔ اعتراض یہ ہے کے جس زبان کو نبی نہیں جانتا، اس میں الہام خلاف عادت اللہ اور خلاف سنت انبیا ہے، اور مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ان زبانوں میں ہوتا ہے جنھیں میں نہیں جانتا فتدبر

چوتھا معیار

مرزا صاحب اپنی نبوت کو مجاز اور استعارہ قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن اور رسول بجز محمد صلعم اور دین بجز اسلام کے نہیں ہم ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے،" (اخبار الحکم ۷ اراگست ۹۹ء)

ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مذکورہ بالا منہاج پر پورے نہیں۔ پس وہ نبی نہیں بلکہ متنبی ہیں::

عذر

مرزائی دھوکہ دینے کو کہا کرتے ہیں اس معیار پر بعض سابقہ نبی بھی پورے نہیں اترے::

الجواب

سابقہ نبی سب کے سب صاحب شریعت۔ براہ راست خدا سے فیض پانے والے تھے۔کسی نبی کی اتباع سے درجہ نبوت پر فائز نہیں ہوئے دیکھو مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱)''جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔ حضرت موسیٰ ؑ کا اس میں کچھ دخل نہیں تھا''

(حاشیہ ص ر ۲۸ حقیقۃ الوحی) ﴿خ،ص ۳۰،ج ۲۲﴾

(۲)''حضرت عیسیٰ بلکہ تمام انبیاء ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان پر عمل کریں اور کروائیں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے''

(ضمیمہ نصرۃ الحق ص ر ۱۹۲،ط ۱-۱۸۹،ط ۲) ﴿خ ص ۳۴۶،ج ۲۱﴾

پانچواں معیار

قرآن مجید میں ہے ان اتبع الا ما یوحی الی میں صرف اپنی وحی کی پیروی کرتا ہوں(پ ۷ ع ۵)وما ارسلنا من رسول الالیطاع باذن اللہ (پ ۵ ع ۹ نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر مطاع بنا کر::

ان آیات سے ظاہر ہے کہ نبی اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے(دوسروں کی وحی کو اسی صورت میں مانتا ہے کہ اس کی وحی کے خلاف نہ ہو یا اس کی وحی کا حکم ہو کہ فلاں بات پہلی وحی کی مانو) نبی کسی دوسرے انسان کا مطیع نہیں ہوتا۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اقرار کرتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی وحی کا متبع ہوتا ہے۔"

(صفحہ ۵۷۶ ازالہ طا۔ ص ر ۴۳۸ ازالہ ط ۲) ﴿خ، ص ۱۱۴، ج ۳﴾

بخلاف اس کے مرزا صاحب بقول خود امتی نبی۔ مطیع اور محکوم رسول تھے۔ اور اپنی وحی کو بجز "مطابقت" قرآن کے نہیں مانتے تھے۔ پس وہ منہاج نبوت کی رو سے "بدعتی رسول" ہیں::

چھٹا معیار

مرزا صاحب اپنی کتاب تحفہ گولڑہ میں لکھتے ہیں کہ "نبی کیلئے ضروری ہے کہ چالیس سالہ عمر میں مامور ہو"

(ص ر ۱۰۷ تحفہ گولڑہ) ﴿خ، ص ۲۷۶، ج ۱۷﴾

خلاصہ مضمون ﴿ بخلاف اس کے مرزا صاحب کی پیدائش مندرجہ ذیل تحریر کی رو سے ۱۲۹۸ھ ثابت ہوتی ہے:۔

"بہت سے اکابرامت گزرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی اور پتہ بھی بتایا بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی ہے، جو چراغ دین ۱۲۹۸ھ ہے"

(الحکم ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۴ء)۔

اور سنہ بعثت مرزا ان کی ایک تحریر کی رو سے ۱۲۹۰ھ ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

"ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پاچکا تھا"

(ص ر ۱۹۹ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص ۲۰۸، ج ۲۲﴾

اندریں حساب بوقت بعثت مرزا صاحب کی عمر کل ۲۲ سال ثابت ہوتی ہے۔ حالانکہ از روئے معیار مسلمہ مرزا انبیاء کے لئے سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ چالیس سالہ عمر میں مبعوث ہوں۔

نوٹ

مرزا صاحب نے "اکابرامت کی پیشگوئی" کی رو سے اپنی تاریخ پیدائش ۱۲۶۸ھ لکھی ہے اور یہ بھی مرزا صاحب کا مذہب ہے "ما ینطق عن الھوی کے درجہ پر جب تک انسان نہ پہنچے اس وقت تک اسے پیشگوئی

کی قوت نہیں مل سکتی"
(۲۱۶ ملفوظات احمدیہ حصہ اول بحوالہ الحکم جلد ۵ جلد ۹ تقریر مرزا، ۲۸ دسمبر ۱۹۹۹ء) ﴿ملفوظات ص ۲۱۴ ج ۱﴾

پس مرزائی یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اکابرامت کی پیشگوئی" میں تاریخ پیدائش میں غلطی ہے::

ساتواں معیار

فانه نزله علی قلبك باذن الله (پ ۱ ع ۱۲)

یہ قرآن جبرئیل نے تیرے قلب مبارک پر نازل کیا ہے۔ مرزا صاحب بھی اقراری ہیں کہ:-

(۱) "ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق کیلئے آئے اور اسکے ساتھ وحی الٰہی اور جبرائیل نہ ہو" ازالہ اوہام ص ر ۵۸۷ ط ۱۔ ۲۳۹ ط ۲) ﴿خ، ص ۴۱۲، ج ۱۳﴾

(۲) "ورسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ اور قدیم سے جاری ہے جو بواسطہ جبرائیل کے بذریعہ نزول آیات ربانی اور کلام رحمانی سکھلائے جاتے ہیں (ازالہ ص ر ۵۸۴، ط ۱۔ ۲۳۹، ط ۲) ﴿خ، ص ۴۱۵، ج ۱۳﴾

صاف عیاں ہے کہ ہر ایک نبی پر نزول جبرائیل بوحی الٰہی مدرسی ہے حالانکہ:-

الف "یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرائیل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمدرفت شروع ہو جائے"
(ازالہ حوالہ بالا)۔ ﴿خ، ص ۴۱۴، ج ۱۳﴾

ب "صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیلؑ لاویں اور پھر چپ ہو جاویں یہ امر بھی ختم نبوت کے منافی ہے" لا
(ازالہ، ص ر ۵۷۷، ط ۱۔ ۲۳۹، ط ۲) ﴿خ، ص ۴۱۱، ج ۳﴾

نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب اس سنت انبیاء اور معیار رسالت سے باصول خود کورے ہیں::

آٹھواں معیار

(۱) "کوئی بھی نبی ایسا نہیں گزرا جس کیلئے ہجرت نہ ہو"
(ص ر ملفوظات احمدیہ جلد ۳ بحوالہ الحکم جلد ۵ نمبر ۴۴) ﴿ملفوظات احمد ص ۴۰۸، ج ۲﴾

(۲) ''انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ بھی ایک سنت اللہ ہے کہ وہ اپنے ملک سے ہجرت کرتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں بھی موجود ہے الخ
(ضمیمہ نصرۃ الحق، ص ر ۱۸۰، ط ا۔ ۷۶، ط ۲) ﴿ر خ، ص ۳۵۰، ج ۲۱﴾

مرزا صاحب نے ہجرت نہیں کی::

نواں معیار

یو صیکم اللہ والی آیت (جس میں ہر ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی اولاد کو وارث قرار دیا گیا۔ ناقل) میں جو استثناء ہے وہ آپؐ کی ایک صحیح حدیث کی وجہ سے ہے جو بخاری و مسلم بلکہ تمام صحاح میں مذکور ہے اور وہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ہے (یعنی نبیوں کا گروہ نہ کسی کا وارث ہوتا ہے نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے۔ ناقل) اگر کہا جائے کہ یہ حدیث اس لئے صحیح نہیں کہ قرآن شریف کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں وورث سلیمان داود (النمل ع ۲) فھب لی من لدنك ولیا یر ثنی ویرث من ال یعقوب (مریم ع) آیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں روحانی ورثہ مراد ہے نہ کہ مالی ورثہ،،
(ص ر ۲۴۵، احمدیہ پاکٹ بک)

عبارت بالا سے ثابت ہے کہ انبیاء کرام نہ تو خود اپنے والدین کے مال کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہی آگے ان کی اولا ان کی جائداد کی وارث ہوتی ہے حالانکہ مرزا صاحب نے اپنے والد کی جائداد کا ورثہ بھی پایا، ملاحظہ ہو
(سیرت مسیح موعود مصنفہ محمود احمد و ص ر ۳۴۸ آئینہ کمالات) ﴿ر خ، ص ۳۴۸، ج ۵﴾

اور آگے انکی اولاد بھی وارث ہوئی۔ پس مرزا صاحب اس معیار نبوت پر بھی پورے نہیں اترے::

دسواں معیار

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ایک صحیح حدیث ہے:-

انہ لم یکن نبی الا عاش نصف الذی قبلہ و اخبرنی ان عیسی ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ فلا ارانی الا

ذاهب علی راس الستین و اعلموا ایها الاخوان ان هذا الحدیث صحیح و رجاله ثقات و له طروق (آنحضرتؐ نے فرمایا مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے) کہ ہر ایک نبی اپنے سے پہلے نبی سے نصف عمر پاتا رہا ہے اور اس نے مجھے بتایا کہ عیسی ایک سو بیس سال زندہ رہا پس میں خیال کرتا ہوں کہ ساٹھ سال کا میں اس جہاں سے رحلت کر جاؤں گا (مرزا صاحب فرماتے ہیں) بھائیو! یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کے سب راوی بالکل ثقہ ہیں۔ اور معتبر ہیں اور اس کی بہت سی سندیں ہیں،،

(ص ۶/۷ حمامۃ البشریٰ مترجم اردو) ﴿خ، ص ۲۰۷، ج ۷، در حاشیہ﴾

اس بیان کی رو سے جبکہ آنحضرت صلعم کی عمر ساٹھ سال ہوئی تو مرزا صاحب کی اگر وہ صادق نبی ہوتے تو کل عمر تیس سال ہونی چاہئے تھی چونکہ وہ ۵۹ برس کے ہو کر مرے، لہٰذا وہ اپنے ہی اس مسلمہ معیار نبوت کی رو سے کاذب ہیں::

اعتراض

یہ تمام انبیاء کے متعلق نہیں، صرف حضرت عیسیٰ اور آنحضرت کے متعلق ہے::

الجواب

حدیث کے الفاظ عام ہیں، کوئی تخصیص نہیں::

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر چوتھی دلیل

اختلافات مرزا

لوکان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (قرآن)

(۱) صرف محدث غیر نبی

”اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام۔ توضیح المرام۔ ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں صرف

سادگی سے ان کے لغوی معنوں ہے بیان کئے گئے ہیں مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعویٰ نہیں۔ سو مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان کی ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ ابتداء سے میری نیت جس کو اللہ خوب جانتا ہے اس لفظ سے مراد نبوت حقیقی نہیں بلکہ حرف محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت ﷺ سے مکلم مراد لئے گئے ہیں۔ یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا قَد کَانَ فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیآءَ

(اشتہار مرزا اور ص ۱۹/۹ حقیقۃ النبوۃ مصنفہ میاں محمود احمد) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۳۱۳، ج ۱﴾

عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ بموجب حدیث رسول کرم ﷺ کے صرف محدث ہونے کا ہے جو غیر نبی ہوتا ہے ایک دوسری جگہ مرزا صاحب نے لکھا ہے :-

''نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو بحکم خدا کیا گیا ہے''

(ازالہ، ص ۴۲۲، ط ۱۔ ۱۷۴، ط ۲) ﴿خ، ص ۲۰۹، ج ۱۸﴾

اس کے خلاف صرف محدث ہونے سے انکار

ان (بروزی اور ظلی) معنوں کی رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبر پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام (صرف) محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہے۔

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۳) ﴿خ، ص ۲۰۹، ج ۱۸﴾

اس عبارت میں صرف محدث ہونے کا انکار اور ظلی بروزی یعنی بہ فیض محمد ﷺ نبی ہونے کا اقرار ہے۔

غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ

(الف) ''جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اسی کا نام پا کر اسی کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت اس طور کا نبی کہلانے سے میں کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہیں معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا سو اب بھی میں انہی معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا'' الخ ہوں

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۴) ﴿خ ص ۲۱۰، ج ۱۸﴾

(ب) ''اب بجز محمد ﷺ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی'' (تجلیات الٰہیہ ص ۲۵)

اس کے خلاف تشریعی نبوت کا ادّعاء

''اگر کہو کہ صاحب الشریعہ افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے۔ نہ ہر ایک مفتری تو اول یہ دعویٰ بے دلیل ہے خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعہ ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی''

(ص ۶ ۷ رسالہ اربعین ۴) ﴿خ، ص ۴۳۵، ج ۱۷﴾

ہفوات نمبر کی عبارت میں اپنے دعویٰ کو لغوی غیر حقیقی نبی کہہ کر صرف محدث غیر نبی ہونے کا اقرار کیا وہ بھی از خود نہیں بلکہ بخاری شریف کی حدیث کی رو سے۔ اس کے بعد ''صرف محدث ہونے کا انکار کیا'' اور ہفوات نمبر ۲ کی پہلی تحریر میں بغیر

شریعت کے نبی ہونے کا دعویٰ کیا مگر اربعین نمبر ۴ کی منقولہ بالا تحریر میں صاحب الشریعۃ ہونے کے مدعی بن گئے::

۳- میرے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا

(الف) ”ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا[1]“

(تریاق القلوب ص ۱۳۰ طار ص ۳۲۵ ط ۲) ﴿خ، ص ۴۳۲، ج ۱۵﴾

(ب) ”مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا نہیں جو ہماری ایمانیات کی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں ہو۔ بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔“

(ازالہ اوہام ص ر ۱۴۰، ط ۱-۶۰، ط ۲) ﴿خ ص ۱۷۱ ج ۳﴾

(ج) ”اس جگہ تو ×× انقلاب کا دعویٰ نہیں وہی اسلام ہے جو پہلے تھا۔ وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں دین میں سے کوئی بات چھوڑنی نہیں پڑی جس سے اس قدر حیرانی ہو، مسیح موعود کا دعویٰ اس حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا جبکہ اس کے ساتھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔“

(آئینہ کمالات ص ۳۳۹ ط ۱) ﴿خ، ص ۳۳۹، ج ۵﴾

مرزا کا دعویٰ تھا۔ کہ میں وہ مسیح ہوں جس کے متعلق رسول کریم ﷺ نے وعدہ دیا کہ وہ آئیگا۔ عبارات بالا میں مرزا صاحب صاف مانتے ہیں کہ مسیح موعود کا اقرار و انکار ایمانیات میں داخل نہیں۔ کوئی شخص میرے انکار کی وجہ سے کافر نہیں ہو جاتا اسکے خلاف ملاحظہ ہو:-

[1] یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث گذرے ہیں کہ وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ انکے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔

(تریاق القلوب حاشیہ ص ۳۲۵ ط ۲) ﴿خ، ص ۴۳۲، ج ۱۵﴾

میرا منکر جہنمی، کافر غیر ناجی ہے

(الف) ''ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں ہے۔

(مکتوب مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب مندرجہ الذکر الحکیم نمبر ۲ ص ۲۳ مصدقہ مرزا در حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳)

(ب) جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا رسول کو بھی نہیں مانتا، چوں کہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ (ص ر ۱۶۳ حقیقۃ الوحی)

(ج) (اے مرزا) جو شخص تیری پیروی نہ کریگا اور بیعت میں داخل نہ ہوگا، وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (ص ر ۸ رسالہ معیار الاخیار۔ الہام مرزا)

(د) اب دیکھو خدا نے میری وحی، میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھرایا۔ (ص ر ۷ حاشیہ اربعین نمبر ۴)

مرزا کا دعویٰ تھا کہ میں وہ مسیح ہوں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی کی ہے۔ بایں ہمہ پہلی تحریرات میں صاف لکھا کہ مسیح موعود کا انکار و اقرار ایمانیات میں داخل نہیں۔ ''میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ میری تعلیم میں کوئی انقلاب نہیں۔ ہماری عملی حالت دیگر مسلمانوں جیسی ہے بخلاف اس کے دوسری تحریرات میں مسیح موعود یعنی بزعم خود بدولت کے انکار کو خدا اور رسول کی پیشگوئی کا منکر کافر، بیعت نہ کرنے والے کو اور پیروی سے باہر رہنے والے کو جہنمی، اپنی تعلیم کو مدارِ نجات ٹھرایا ہے::

بعض مرزائی جواب دیا کرتے ہیں کہ یہ کوئی اختلاف نہیں:۔

''جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ظاہر نہ فرمایا گیا، آپ انکار فرماتے رہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے تصریح آپ نے بھی اعلان فرمادیا۔

(ص ۲۲۳ تفہیمات با۔)

الجواب

یہاں اختلاف دعویٰ کے متعلق ہے اور ہم پہلے مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کر آئے ہیں کہ براہین احمدیہ کے زمانے سے ہی مرزا صاحب بقولِ خود خدا کے نزدیک نبی و رسول تھے اور یہ بھی کہ انبیاء کو ان کے دعویٰ میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ (ملاحظہ ص ۱۲۶ اعجاز احمدی) پس مرزا صاحب کا باوجود "نبی اللہ" ہونے کے یہ کہنا کہ "میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو سکتا" اور پھر کافر کہنا دلیل ہے اس بات کی کہ مرزا صاحب خدا کے نبی ہرگز نہ تھے بلکہ ایک مراقی یا حسب موقع وضرورت خود۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدل لینے والے تھے::

۴۔ مسیح ابن مریم دوبارہ نازل ہوگا

ھوالذی ارسل رسولہ با لھدیٰ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئیگا۔ مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ انکے ہاتھ سے اسلام جمیع آفاق میں پھیل جائیگا"

(ملخص براہین احمدیہ ص ۴۹۸، ۴۹۹)

اس کے خلاف

"قرآن شریف قطعی طور پر اپنی آیات بینات میں مسیح کے فوت ہو جانے کا قائل ہے" (ص ۱۴۳، ط ۱۔ ۶۰، ط ۲)

"قرآن شریف مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں"

(ص ۱۴۶، ایام الصلح اردو)

مقدم الذکر تحریر میں از روئے قرآن مسیح کی دوبارہ آمد بتائی اور مؤخر الذکر عبارت میں از روئے قرآن انکار کیا اس سے نہ صرف اختلاف ثابت ہوا بلکہ مرزا صاحب کی قرآن دانی بھی معلوم ہو گئی::

اعتراض

پہلے مرزا صاحب نے رسمی عقیدہ کی وجہ سے حیات مسیح تسلیم کی بعد میں بوحی الٰہی اس عقیدہ کو چھوڑ دیا::

الجواب

مرزا صاحب بقول خود براہین احمدیہ کے زمانہ میں ''نبی اللہ'' تھے اور ''ماموراالٰہی'' اور خاص کر مامور بھی اس لئے کئے گئے کہ ''قرآن کی اصلی تعلیم'' بیان کریں لہٰذا مرزا کا ایک ایسے عقیدہ کو رسماً نہیں بلکہ بتمسک قرآن لکھنا جو آئندہ ان کے اصلی دعویٰ کے مخالف بننے والا تھا صاف ثابت کر رہا ہے کہ وہ مفتری علی اللہ تھے۔ انبیاء کو ان کے دعوی میں غلطی نہیں ہوسکتی۔ ماسوا اس کے مرزا صاحب کا یہ بھی مذہب ہے کہ:-

''انبیاء اپنے کل اقوال وافعال میں خدا کے ترجمان ہوتے ہیں ان کی اپنی ہستی کچھ نہیں ہوتی، ایک کٹ پتلی کی طرح بلکہ ایک مردہ کی مانند خدا کے ہاتھ میں ہوتے ہیں'' (ص ۷۱، ۷۲ ریویو جلد دوم مفہوم)

پس براہین احمدیہ والا عقیدہ کبھی غلط نہیں جانا جا سکتا تاوقتیکہ انہیں مفتری علی اللہ نہ سمجھا جائے پھر مرزا صاحب کا یہ بھی قول ہے ''روح القدس کی قدسیت، ہر وقت، ہر دم، ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تم قوی میں کام کرتی رہتی ہے۔،، (یہ میرا ذاتی تجربہ ہے)
(ص ۹۳ حاشیہ آئینہ کمالات) ﴿خ ص ۹۳ / ج ۵﴾

خاص کر براہین احمدیہ تو وہ کتاب ہے جو بقول مرزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں رجسٹری ہو چکی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ''خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام قطبی رکھا'' (مفہوم ص ۲۴۸، ۲۴۹ براہین احمدیہ) ﴿خ ص ۲۷۵ / ج ۱﴾

ہاں ہاں۔ براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا،، مؤلف نے ملہم اور مامور ہو کر بغرض اصلاح و تجدید دین تالیف کیا،،
(اشتہار براہین ملحقہ آخر رسالہ سرمہ چشم آریہ) ﴿خ ص ۳۱۹ / ج ۲﴾

پس اس میں اصلاح کی بجائے مسیحیت پاش۔ مرزائیت سوز بارود کا جمع ہونا مرزا کے کاذب ہونے کی شہادت ہے۔

۵۔ حضرت مسیحؑ کی بادشاہت

"حضرت عیسیٰؑ کو خدا نے خبر دی تھی کہ تو بادشاہ ہوگا انہوں نے اس وحی الٰہی سے دنیا کی بادشاہی سمجھ لی۔ اسی بنا پر حواریوں کو حکم دیا کہ کپڑے بیچ کر ہتھیار خرید لو۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی غلط فہمی تھی اور بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت تھی۔ اس پر ناحق نکتہ چینی کرنا شرارت اور بے ایمانی اور ہٹ دھرمی ہے۔"

(ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۸۹،۹۰ ملخص) ﴿خ ص ۲۵، ج ۲۱﴾

اس کے خلاف

"یہ ناخداترس نام کے مولوی کہتے ہیں کہ کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت بھی یہودیوں کا یہی حال ہے۔ حال میں ایک یہودی کی تالیف شائع ہوئی ہے جو میرے پاس اس وقت موجود ہے[1] گویا وہ محمد حسین بٹالوی (رحمۃ اللہ علیہ) یا ثناءاللہ (فاتح قادیان امرتسری) کی تالیف ہے جو اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ اس شخص یعنی عیسیٰ سے ایک معجزہ بھی ظہور میں نہیں آیا اور نہ کوئی پیشگوئی اسکی سچی نکلی وہ کہتا تھا کہ داؤد کا تخت مجھے ملے گا، کہاں ملا؟ اب بتلاؤ اس یہودی اور مولوی محمد حسین اور میاں ثناءاللہ کا دل متشابہ ہیں یا نہیں میری کسی پیشگوئی کے خلاف ہونے کی نسبت کس قدر جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ ایک پیشگوئی بھی جھوٹی نہیں نکلی۔ مگر جو اس فاضل یہودی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے ہیں وہ نہایت سخت اعتراض ہیں۔ کہ ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا۔ اگر مولوی ثناءاللہ یا محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں میں سے ان کا جواب دے سکتے تو ہم ایک سو روپیہ بطور انعام اس کے حوالہ کریں گے۔"

(ص ۵: اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۱۱، ج ۱۹﴾

[1] معلوم ہوا کہ مرزا اور اس کے مرید جو ڈینگیں مارتے ہیں کہ ہم نے اپنے خداداد علم کلام سے عیسائیت کو توڑ دیا، یہ سب جھوٹ ہے بلکہ جو چند اعتراض عیسائیوں پر کئے ہیں۔ سب یہودی کی "تقے خوری ہے"۔ ۱۲ منہ

”یہود تو حضرت عیسیٰؑ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں
ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں“

(ص ۶: اعجاز احمدی) ☆ خ ص: ۱۲۰ ر ج ۱۹☆

ناظرین کرام! غور فرمایئے کہ نصرۃ الحق کی عبارت میں انجیل کی بادشاہت والی پیشگوئی کو بتاویل پوری ہو چکی ظاہر کر کے اس پر اعتراض کرنے والے کو بے ایمان، شریر ہٹ دھرم کا خطاب دیا ہے۔ مگر جونہی اپنی جھوٹی پیشگوئی کی رو سے زیر مواخذہ آئے جھٹ سے یہود نامسعود کے رنگ میں رنگین ہو کر انہی کی ہاں میں ہاں ملادی کہ ”مسیح کو کوئی پیشگوئی سچی نہ نکلی“ وہ بھی اس انداز میں کہ ”یہودیوں کے اعتراض ایسے قوی ہیں کہ ہم سے بھی ان کا جواب نہیں بن پڑتا“ گویا مسیح کی پیشگوئی سچ مچ اور یقینی طور پر جھوٹی نکلی (اف رے ظلم) اس ظلم پر ستم یہ کرتے ہیں کہ ”ایسی پیشگوئیوں پر تو نسخہ بھی جاری نہیں ہو سکتا تا یہ خیال کیا جائے کہ وہ منسوخ[1] ہو گئی تھیں،، (ص ر ۵) ”در اصل یہودا اسکریوطی کے مرتد ہونے کا بھی یہی سبب تھا کہ علانیہ ہتھیار بھی خریدے گئے مگر بات سب کچی رہی اور داؤد کے تخت والی پیشگوئی پوری نہ ہوئی“

(ص ر ۶: اعجاز احمدی) :: ☆ خ ص: ۱۱۲ ر ج ۱۹☆

۶۔ حضرت مسیحؑ کے اخلاق پر حملہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھلایا۔ دوسروں کو یہ حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو مگر خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں اور بُرے بُرے نام ان کے رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاقِ کریمہ دکھلاوے۔

(ص ۹ چشمہ مسیحی) ☆ خ ص: ۳۴۶ ج ۲۰☆

[1] کیا اخبار میں بھی نسخہ ہوتا ہے؟

اس کے خلاف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اکثر سخت الفاظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعما ل کئے ہیں۔ جیسا کہ سوّر، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ علیہ السلام اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے ۔کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھلاتے اور نرمی کی تاکید کرتے ہیں یہ لفظ جو اکثر آپ علیہ السلام کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے"

(ص ۷ ضرورۃ الالہام) (خ ص ۴۷۷ ج ۱۳)

پہلی عبارت میں انجیل کے سخت الفاظ کو حضرت عیسیٰؑ کے بتا کر "جناب مسیح علیہ السلام کو بداخلاق بدزبان "اخلاقی معلم مگر خود اخلاق سے بے بہرہ قرار دیا ہے۔ اور دوسری تحریر میں انہیں سخت الفاظ کو عین موقع و محل کے مطابق لکھ کر "حضرت عیسیٰؑ" کو صاحب اخلاق کریم لکھا ہے::

عذر مرزائیہ

پہلا بیان اس بنا پر ہے کہ عیسائی آحضرت ﷺ کی حسب موقع و محل سخت گوئی پر اعتراض کرتے ہیں۔ انہیں جواب دیا گیا ہے کہ پھر اس طرح مسیح پر اعتراض ہو سکتا ہے مگر دوسرا بیان اسلامی نقطہ نگاہ کی رو سے ہے۔

(مفہوم رسالہ تجلیات رحمانیہ ص ۵۳، ۵۴)

الجواب

رسالہ چشمہ مسیح (جس میں حضرت عیسیٰؑ کو بدزبان لکھا گیا ہے) میں عیسائیوں کا آنخضرت ﷺ پر سخت گوئی کا اعتراض نقل کر کے یہ جواب نہیں دیا گیا۔ یہ سراسر جھوٹ، فریب اور بہتان ہے۔ چشمہ مسیحی تو ایک مسلمان ساکن بانس بریلی کے خط کا جواب ہے

(ملاحظہ ہو ص ۱ چشمہ مسیحی) (خ ص ۳۳۵ ج ۲۰)

اس نے لکھا تھا کہ عیسائیوں کی کتاب ینابیع الاسلام سے مسلمانوں کو ضرر کا

احتمال ہے مرزا صاحب اس کے جواب میں انجیل کے نقائص بیان کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں انجیل کی سختی کو "حضرت عیسیٰؑ" کی طرف منسوب کر کے انہیں بداخلاق، بد زبان" قرار دیا ہے۔ بخلاف اس کے ضرورۃ الامام کی تصنیف میں اپنی سخت گوئی پر پردہ ڈالنے کے لئے انجیل کے انہی سخت الفاظ کو اپنی پشت پناہ بنا کر عین اخلاق مناسب موقع و محل ظاہر کرتے ہیں پس مرقائی جواب نفس واقع کی بنا پر نہیں بلکہ مرزا صاحب سے اعتراض اٹھانے کو ایک ذہنی و خیالی جوڑ توڑ ہے۔

۷۔ انجیل کی تعلیم حلم منجانب اللہ نہ تھی

حضرت عیسیٰؑ نے یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں۔ پس کیا ایسی تعلیم ناقص جس پر انہوں نے آپ بھی عمل نہ کیا، خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوسکتی ہے؟
(یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں) (ص۹ چشمہ مسیحی) ﴿خ ص۳۴۶ /ج۲۰﴾

اس کے خلاف

مرزا صاحب قرآن مجید کی مناسب فطرت اور عالمگیر تعلیم "بر محل نرمی و بر موقع سختی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:۔

"انجیل کی تعلیم اس کمال کے مرتبے سے جس نے نظام عالم مربوط و مضبوط ہے، تنزل و فروتر ہے۔ اس تعلیم کو کامل خیال بھی بھاری غلطی ہے یہ ان ایام کی تدبیر ہے کہ جب قوم بنی اسرائیل کا اندرونی رحم بہت کم ہو گیا تھا اور خدا کو منظور تھا کہ جیسا وہ لوگ مبالغہ سے کینہ کشی کی طرف مائل تھے ایسا ہے بہ مبالغہ تمام رحم اور درگذر کی طرف مائل کیا جاوے لیکن یہ رحم اور درگذر کی تعلیم ایسی تعلیم نہ تھی جو ہمیشہ کے لئے قائم رہ سکتی بلکہ مختص المقام چند روزہ انتظام تھا"

(براہین احمدیہ حاشیہ ص۳۵۷، تا ص۳۵۹) ﴿خ ص۴۲۷ تا ۴۲۹ /ج۱﴾

ایسا ہی احمدیہ پاکٹ بک والے نے بھی ص۴ پر لکھا ہے۔

حاصل یہ کہ چشمہ مسیحی کی عبارت میں انجیل کی تعلیم حلم و درگذر کو غیر منجانب اللہ لکھا ہے۔ مگر براہین میں من عند اللہ::

۸۔ ختم نبوت

(۱) "چونکہ ہمارے سید و رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا، اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔ (شہادۃ القرآن ص ۴۲) ﴿خ ص ۳۲۴، ج ۶﴾

(۲) "قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ اس امت میں سلسلہ خلافت دائمی کا اسی طور پر قائم کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ کی شریعت میں قائم تھا، صرف اسی قدر لفظی فرق رہا کہ اس اس وقت تائید دین کے لئے نبی آتے تھے، اور اب محدث آتے ہیں"

(شہادۃ القرآن ص ۶۱ ملخصاً بلفظہ) ﴿خ ص ۳۵۶، ج ۶﴾

(۳) نہ مجھے دعویٰ نبوت۔ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئیگا نیا ہو یا پرانا اور قرآن شریف کا ایک نقطہ یا شوشہ منسوخ نہیں ہوگا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک میں ہوں، (گویا ایسے بہت سے ہوتے ہیں) (ناقل)

(ص ۲۸ شہادۃ الملہمین نشان آسمانی) ﴿خ ص ۳۹۰، ج ۴﴾

ایسا ہی ہم ہفوات مرزا (۱) میں اشتہار مرزا نقل کر آئے ہیں کہ مرزا ختم نبوت کا قائل اور دعویٰ نبوت سے انکاری ہے اور صرف محدث غیر نبی ہونے کا مدعی ہے۔

اس کے خلاف

"درحقیقت یہ لوگ اسلام کے دشمن ہیں۔ ختم نبوت کے ایسے معنی کرتے جس سے نبوت ہی باطل ہوتی ہے۔ کیا ہم ختم نبوت کے یہ معنی کر سکتے ہیں کہ وہ تمام برکات جو آنحضرت ﷺ کی پیروی سے ملنی چاہئیں تھیں وہ سب بند ہوگئے (ص ۱۴۱، خدا کا یہ قول وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ

النَّبِیِّیْنَ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نبیوں کے لئے مہر ٹھرائے گئے ہیں۔ یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ ﷺ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا غرض اس آیت کے یہ معنی تھے جن کو الٹا کر نبوت کے آئندہ فیض سے انکار کر دیا گیا۔ نبی کا کمال یہ ہے کہ وہ دوسرے کو ظلی طور پر نبوت کے کمالات سے متمتع کر دے۔"

(ص ۴۶ چشمہ مسیحی)﴿خ ص ۳۸۳، ۳۸۷، ج ۲۰﴾

"ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں"

(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)﴿خ ص ۱۱، در مقدمہ ازالہ از شمس، ج ۳﴾

پہلی تحریرات میں ختم نبوت کا اقرار ہے دوسری میں انکار::

۹۔ مسیح نیک تھا

(۱) حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بے نفس بندے تھے جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا جو کوئی ان کو نیک آدمی کہے"

(ص ۱۰۴ حاشیہ براہین احمدیہ)﴿خ ص ۹۴، ج ۱﴾

(۲) حضرت مسیح تو وہ بے نفس انسان تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی انہیں نیک انسان کہے" (چشمہ مسیحی ص ۳۴)﴿خ ص﴾

اس کے خلاف

"یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن"

(حاشیہ ست بچن ص ۱۷۲)﴿خ ص ۲۹۶، ج ۱۰﴾

مرزائی عذر

ست بچن میں کفارہ کے ابطال میں انجیل سے الزامی جواب دیا ہے۔ چنانچہ جس عبارت پر حاشیہ ہے اس کے یہ الفاظ ہیں:-

"یسوع کے مصلوب ہونے سے اس پر ایمان لانے والے گناہ سے رک نہیں سکتے" الخ

الجواب

ہمارا اعتراض یہ نہیں کہ کفارہ پر ایمان لانے سے عیسائی گناہ سے بچے یا نہیں۔ ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ انجیل کا ایک ہی فقرہ ہے جسے حضرت یسوع مسیح کے انکسار و تواضع کا ثبوت بھی بنایا گیا ہے اور دوسری جگہ اپنی نفسانی عادت ''دشنام طرازی'' کے ماتحت ایسی فقرہ کو مورد اعتراض بتاتا ہے::

۱۰۔ یسوع کی روح والا انسان شریر مکار

ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔،،

(ص ر ۵ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ ص ۲۸۹ ر ج ۱۱﴾

اس کے خلاف

''مجھے (خدا نے) یسوع کے رنگ میں پیدا کیا اور توارو طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی'' (تحفہ قیصریہ ص ر ۱۵) ﴿خ ص ۲۷۲ ر ج ۱۲﴾

مرزائیوں کی رسول دُشمنی

کلمات نبویہ میں اختلاف ثابت کرنے کی ناپاک سعی

اعتراض اوّل

''آنحضرتؐ نے فرمایا مجھ کو موسیٰؑ سے اچھا نہ کہو''

(بخاری فی الخصوصیات باب ما یذکر فی الاشخاص)

مگر بعد میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ''میں تمام انبیاء کا سردار ہوں،،

(پاکٹ بک مرزائی ص ر ۴۹۱)

الجواب

۱۔ مرزائی معترض کا یہ کہنا کہ حدیث ''مجھ کو موسیٰؑ سے اچھا نہ کہو'' اور ''جو یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بڑا ہوں وہ جھوٹ بولتا ہے'' پہلے فرمایا اور بعد میں آپ نے

یہ فرمایا "میں تمام انبیاء کا سردار ہوں" مرزائی معترض ثبوت پیش کرے اور بتائے کہ کہاں لکھا ہے کہ پہلی دو حدیثیں پہلے بیان فرمائیں۔ اور تیسری بعد میں بیان فرمائی۔ ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "میں تمام انبیاء کا سردار ہوں،، پہلے فرمایا اور پھر خاص واقعات کی بنا پر، چند افراد کے دلوں سے گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے خلاف جذبات نفرت و حقارت دور کرنے کی خاطر فرمایا "موسیٰ سے مجھ کو اچھا نہ کہو۔،، اس کا مقصد صرف اس قدر کہ انبیاء سابقہ کے متعلق بھی لوگ نیک جذبات رکھیں اور کہیں مقابلے میں ان کے متعلق گستاخانہ کلمہ منہ سے نہ نکالیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے لے کر وصال الٰہی تک بالیقین اسی عقیدہ پر قائم رہے کہ آپؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی اکثر آیات شاہد ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی خصوصیت نہیں حضورؐ نے دیگر انبیاء کے متعلق بھی ایسا ہی فرمایا کہ ان میں سے کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو۔ و من قال انا خیر من یونس بن متی فقد کذب (بخاری کتاب التفسیر۔ سورۃ نساء)

لاریب ایک نبی کا نام لے کر دوسرے کو اس پر فضیلت دینا ممنوع ہے لیکن بصورت تعبیر، کیونکہ اس طرح باہمی انبیاء میں منافرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسلام آیا ہے تمام کے احترام کو قائم کرنے کے لئے لا نفرق بین احد من رسلہ بات یہ ہے کہ اظہر افضیلت بصورت تعبیر اور شے ہے اور بطور اظہار حقیقت کے شئی دیگر۔ ممنوع پہلا حصہ ہے نہ دوسرا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ انبیاء کرام آپس میں فی الحقیقت بھی ایک درجے کے ہیں۔ قرآن پاک شاہد ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (پ ۳ ع) جماعت انبیاء سے ہم بعض کو بعض پر فضیلت دے چکے ہیں::

"خاص کر نبی کریمؐ کی تو وہ شان ہے کہ تمام انبیاء سے آپؐ پر ایمان لانے آپ کی مدد پر کمربستہ ہونے کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہوا ہے"

(حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا ص ۱۳۰﴿خ ص ۱۳۳ ج ۲۲ خلاصہ مضمون﴾

(۲) بڑے کو گھر تک پہنچانے کے لئے ہم اسی جواب پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ مرزا صاحب کے ہاتھ سے مرزائیوں کے کذب پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں

سنیئے اور گوش ہوش سے سنیئے:-

لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کی تفسیر ہیں مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں ان نادان موحدوں کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں جو ہمارے نبی صلعم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کلی ثابت نہیں اور ضعیف حدیثوں کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یونس بن متی سے بھی زیادہ فضیلت نہ دی جائے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ اگر وہ حدیث صحیح بھی ہو تو وہ بطرو انکسار اور تذلل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید و مولی صلعم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے اگر کوئی صالح اپنے خط کے نیچے "احقر عباد اللہ" لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص در حقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے او خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر عباد اللہ ہے کس قدر نادانی اور شرارت نفس ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ر ۱۶۳ ط ۱-۱۶۵ ط ۲ مطبوعہ لاہوری سلسلہ تصنیفات ص ر ۱۹۲۲ جلد ۵۔)

مرزا صاحب کے قول کے بموجب معترض مین "نادانی اور شرارت نفس" پائی جاتی ہے::

اعتراض دوم

"بخاری شریف میں ایک حدیث ہے وَ اَتَی النَّبِیُّ صَلعم بنی حارثة فقال یا بین حارثة قد خر جتم من الحرم ثم النفت فقال بل انتم فیه (بخاری کتاب الحج باب حرم المدینہ) یعنی نبی کریم صلع قبیلہ بنی حارثہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا، اے بنی حارثہ تم لوگ حرم سے باہر نکل گئے ہو پھر آپؐ نے ادھر ادھر دیکھ کر فرمایا، نہیں تم حرم کے اندر ہو، اب قد خرجتم من الحرم اور بل انتم فیه میں تناقص ہے یا نہیں؟"

(ص ر ۹۲، احمدیہ پاکٹ بک)

الجواب

اس حدیث میں تو مرزائی معترض مصنف مرزائی پاکٹ بک کی یہودیانہ تحریف نے یہودیوں کے بھی خصائص مروجہ کو مات کر دیا ہے" جو لفظ اس کی تحریف کا اظہار کرنے والا تھا، اسے ہضم ہی کر گیا۔ حدیث میں اراکم قد خرجتم من الحرم ہے یعنی میں گمان کرتا ہوں کہ تم حرم سے نکل گئے ہو۔ اراکم مجہول کا ایسا صیغہ ہے جو ظن و گمان کے معنی دیتا ہے۔ ملاحظہ ہو کتب لغت حدیث مثل نہایہ ابن اثیر وغیرہ اسی لئے بخاری شریف کے حاشیہ پر اس کے تحت میں لکھا ہے:

جزم بما غلب علی ظنه

پس ابتدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظن و گمان کے تحت فرمایا کہ تم حرم سے نکل گئے ہو۔ مگر بعد میں جب آپؐ نے "ادھر ادھر" دیکھا اور معلوم کیا کہ وہ حرم سے نہیں نکلے تو فرمایا نہیں تم اندر ہی ہو ط یہ تناقض کہاں ہوا۔ فبطل ما کانوا یا فکون آہ

الٹی سمجھ کسی کو بھی ہر گز خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

تیسرا اعتراض

"بعض دفعہ نا سمجھی سے معترض تناقض سمجھ بیٹھتا ہے حالانکہ دراصل تناقض نہیں ہوتا۔ جیسا کہ قرآن مجید کی آیت ووجدك ضالاً فهدی اور ما ضل صاحبکم و ما غوی میں۔

الجواب

یہ سیاہ باطن انسان کیسی چالیں چل رہا ہے۔ کفر باطنی تو جوش مارتا ہے کہ لگے ہاتھوں قرآن پر بھی ہاتھ صاف کر کے مرزائی نبوت کے ساتھ

اسے بھی دنیا میں ذلیل کر دوں۔ مگر قرآنی آہنی دیوار سے سر ٹکرانا باعث ہلاکت سمجھ کر نادانی اور ناسمجھی کے قلعہ میں پناہ گزین ہوتا ہے::

جس طرح یہ صحیح ہے کہ الولد سرلابیہ اس طرح یہ بھی درست ہے کہ ایک مراقی انسان کے پیروؤں میں بھی مراق کا اثر ہو۔ احمدیہ پاکٹ بک کا مصنف مرزا صاحب کے ہوات کی مدافعت کرتا کرتا خود ہی تخالف دتہافت کے اندھے کنوئیں میں اوندھے بل گرا ہے::

اب مرزا صاحب کے قلم سے اس کا مطلب سنیئے اور اپنے ملحدانہ عقائد سے توبہ کیجئے:-

و وجدك ضالاً فهدی اب ظاہر ہے کہ ضال کے معنی مشہور اور متعارف جو اہل لغت کے منہ پر چڑھے ہوئے ہیں۔ گمراہ کے ہیں جس کے اعتبار سے آیت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خداتعالی نے (اے رسول اللہ) تجھ کو گمراہ پایا اور ہدایت دی حالانکہ آنحضرت ﷺ کبھی گمراہ نہیں ہوئے اور جو شخص مسلمان ہو کر یہ اعتقاد رکھے کہ کبھی آنحضرت صلعم نے اپنی عمر میں ضلالت کا عمل کیا تھا تو کافر بے دین اور حد شرعی کے لائق ہے بلکہ آیت کے اس جگہ وہ معنی لینے چاہئیں جو آیت کے سیاق و سباق سے ملتے اور وہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے پہلے آنحضرت صلعم کی نسبت فرمایا۔

الم يجدك يتيماً فاوی ووجدك ضالاً فهدیٰ ووجدك عائلاً فاغنی یعنی خدا نے تجھے یتیم اور بے کس پایا اور اپنے پاس جگہ دی اور تجھ کو ضال (یعنی عاشق وجہ اللہ) پایا پس اپنی طرف کھینچ لایا اور تجھے درویش پایا پس غنی کر دیا"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۱۵۹ ط لاہور سلسلہ ج ۵، ص ۱۷۱ ط اول ۱۹۲۵ء) (حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۰۴)

کذب مرزا پر پانچویں دلیل

کذبات مرزا

پہلا جھوٹ

''اول تم میں سے مولوی اسماعیل علیگڑھی نے میرے مقابلہ پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو دس سال کے قریب ہو چکے وہ مر گیا''
(ص ۳۱ نزول المسیح) ﴿خ ص ۴۰۹، ج ۱۸﴾

مولوی اسماعیل نے یہ کہیں نہیں لکھا اور نہ کہا۔ ثبوت بذمہ مدعی::

دوسرا جھوٹ

''دیکھو خدا تعالیٰ قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افترا کرے اس بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور میں جلد مفتری کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا'' (۳۴ شہادۃ الملہمین) ﴿شہادت الملہمین خ، ص ۳۹۷، ج ۴﴾

ایسا ہی (صفحہ ۴۹، ۵۰، ۶۳، انجام آتھم) ﴿خ، ص ۶۳، ج ۱۱﴾ میں لکھا ہے حالانکہ قرآن پاک میں کہیں نہیں لکھا کہ میں مفتری کو جلد ہلاک کرتا ہوں۔ بلکہ اس کے الٹا ہے :-

ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون متاع فی الدنیا (سورہ یونس ع ۷) جو لوگ خدا پر افترا کرتے ہیں وہ نجات نہیں پائیں گے، ہاں دنیا میں انہیں نفع ہو تو ہو ماسوا اس کے خود مرزا صاحب کو اقرار ہے کہ مفتری کو ۲۳ سال تک مہلت مل سکتی ہے زیادہ نہیں ملاحظہ ہو ص ۶، اربعین نمبر ۴ و ص ۲، ضمیمہ اربعین ۳، ۴ خ وغیرہ::

تیسرا جھوٹ

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔ (ازالہ ص ۲۵۲، طا ۔ ۱۰۴، ط ۲) ﴿خ ص ۲۲۷، ج ۳﴾

یہ صریح جھوٹ ہے۔ بہتان ہے افترا ہے۔ کسی حدیث میں نہیں کہ تمام بنی آدم پر سو سال تک قیامت آجائے گی::

چوتھا جھوٹ

"انبیاء[1] گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا" (اربعین ۲ ص ر ۲۳) ﴿خ، ص ۳۷۱، ج ۱۷﴾ کسی نبی کا ایسا کشف موجود نہیں جس میں یہ لکھا ہو::

پانچواں جھوٹ

"بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس (مسیح موعود خلیفہ) کے لئے آواز آئے گی ھذا خلیفة الله المهدی

(شہادۃ القرآن ص ر ۴۰، ط ا۔ ۴۱، ط ۲) ﴿خ، ص ۳۳۷، ج ۶﴾

بخاری میں یہ حدیث نہیں ہے۔

مرزائی کہا کرتے ہیں فلاں امام نے فلاں حدیث بحوالہ بخاری لکھی جو اس میں نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی اسی طرح کی غلطی ہے::

جواب

اس کا یہ ہے کہ ان کا دعوی مرزا کی طرح یہ نہیں تھا کہ "روح القدس" کی قدسیت ہر وقت، ہر دم ہر لحظہ بلا فصل ملہم (خود بدولت) کے اندر کام کرتی رہتی ہے۔ (ص ر ۹۳ حاشیہ آئینہ کمالات) ﴿خ، ص ۹۳، ج ۵﴾

چھٹا جھوٹ

تفسیر ثنائی میں لکھا ہے کہ ابو ہریرۃ "فہم قرآن میں ناقص تھا اور اسکی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہؓ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور

[1] اربعین کے لئے اڈیشن میں انبیاء کا لفظ ہے دوسرے ایڈیشن میں اس جگہ اولیاء لکھا گیا ہے مرزائیوں نے اپنے نبی کی تصحیح کی ہے۔ ثؔ

درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا،،

(ضمیمہ نصرۃ الحق ص ر ۲۳۴، طا۔ ۲۳۰، ط ۲) ﴿خ، ص ۴۱۰، ج ۲۱﴾

یہ بھی ایک گندہ اور ناپاک جھوٹ ہے ہرگز تفسیر ثنائی میں یہ نہیں لکھا ہے::

ساتواں جھوٹ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ خدا تعالی سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے"

(اشتہار تمام مریدوں کے لئے عام ہدایت مندرجہ اخبار الحکم ۲۴ر اگست ۱۹۰۷ء)

یہ بھی رسول اللہ صلعم پر افترا ہے::

آٹھواں جھوٹ

(میری پیشگوئی عبداللہ آتھم) میں یہ بیان تھا فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رد سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو مجھ سے وہ پہلے مر گیا،،

(کشتی نوح ص ر ۶) ﴿خ، ص ۶، ج ۱۹﴾

حالانکہ پیشگوئی میں تھا کہ جو شخص غلط عقیدہ پر ہے وہ پندرہ ماہ میں مرجائے گا۔
مگر مرزا صاحب اس جگہ پندرہ ماہ کی قید اڑا کر پیش گوئی کو وسیع کر رہے ہیں۔

نواں جھوٹ

احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئیگا اور وہ چودھویں صدی کا امام ہوگا،، (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ر ۱۸۸، طا۔ ۱۸۴، ط ۲)

یہ بھی جھوٹ ہے کسی حدیث میں مسیح کا چودھویں صدی میں آنا نہیں لکھا::

دسواں جھوٹ

"تین ہزار بار یا اس سے بھی زیادہ اس عاجز کے الہامات کی مبارک پیشگوئیاں جو امن عامہ کے مخالف نہیں پوری ہو چکی ہیں،،

(حقیقت المہدی ص ر ۸، ط ۱۸۹۹ء) ﴿خ، ص ۴۳۱، ج ۱۴﴾

حالانکہ اس سن کے بعد ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب "ایک غلطی کا ازالہ،، کے

ص ر ے پر لکھتے ہیں:: ☆خ، ص ۲۱۰، ج ۱۸☆

"پس میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں،،

جھوٹوں پر مرزا صاحب کا فتویٰ

(۱) "وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔ مگر اس آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہ رہی"

(شحنۂ حق طبع دوم ص ر ۶۰ مصنفہ مرزا صاحب)☆خ، ص ۳۸۶، ج ۲☆

(۲) "جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں،،

(حاشیہ ص ر ۲۴ اربعین☆خ، ص ۴۰۷، ج ۱۷☆

(۳) "جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے،،

(ص ر ۲۰۶ حقیقۃ الوحی) خ، ص ۲۱۵، ج ۲۲☆

(۴) "جھوٹ ام الخبائث ہے،، (اشتہار مرزا اور تبلیغ رسالت جلد ۷ ص ر ۲۸)

(۵) "جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا" (چشمہ معرفت ص ر ۲۲۲)☆خ، ص ۲۳۱، ج ۲۳☆

لعنت ہے مفتری پر خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اسکی جناب میں

(ص ر ۷ النصرۃ الحق مصنفہ مرزا)☆خ، ص ۲۱، ج ۲۱☆

مرزائی پاکٹ بک کے جھوٹے اعتراضوں کا جواب

(۱) "صحیح ترمذی کتاب المناقب میں ہے۔ حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ایک دن آنحضرتؐ نے مجھے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو قرآن پڑھ کے سناؤں۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی سورت پڑھی اور اس میں یہ بھی پڑھا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃُ الْمُسْلِمَۃَ وَ لَا یَہُوْدِیَّۃُ اب اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ان الدین عند اللہ الی الاخر کو قرآن مجید لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا والی سورت کو آیات قرار دیا ہے۔ ذرا کوئی مولوی لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ والی سورت تو کجا سارے قرآن میں سے کسی جگہ نکال کر دکھادیں،، (ملخص ص ر ۶۱، ۶۲ پاکٹ بک)

الجواب

قرآن پاک عربی مبین میں ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ عربی نژاد ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو ان پر آیات پڑھنے کا حکم دیا۔ اس کی کیا وجہ؟

کیا وہ خود ان آیات کا لفظی ترجمہ نہیں جان سکتے تھے؟ یقیناً۔ پھر بات کیا ہے؟ قرآن پاک شاہد ہے کہ گروہ صحابہ میں سے ایک طائفہ تبلیغ و تفہیم قرآن کے لئے بالخصوص مخصوص تھا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے پس آنحضرتؐ کا بحکم خدا ان پر آیات کی تلاوت کرنا تعلیم الفاظ و کیفیت آداب و مواضع الوقوف کی تفہیم و مطالب قرآنیہ کی تشریح کے لئے تھا۔ لہٰذا صاف عیاں ہے کہ الفاظ وَاِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْحَنِیْفِیَّۃ بطور تفسیر ہیں::

خود حضرت ابی بن کعبؓ کا فرمانا کہ حضورؐ نے مجھ پر سورہ لم یکن الذین پڑھی اور اس میں یہ بھی پڑھا۔ صاف دال ہے کہ وہ خود بھی ان الفاظ کو قرآن نہیں بلکہ تفسیر سمجھتے تھے::

مرزائی صاحب چونکہ دل سے جانتے ہیں کہ حقیقت یہی ہے اس لئے بموجب ضرب المثل "چور کی داڑھی میں تنکا"۔ آگے چل کر بطور خود جواب بھی دیتے ہیں کہ:-

> "یاد رکھنا چاہیے کہ حدیث مذکورہ بالا میں لفظ قراء فیھا ہے یعنی آنحضرتؐ نے اس سورت میں یہ عبارت پڑھی تھی اس کو سورت کی تفسیر نہیں قرار دیا جا سکتا ورنہ قال فیھا کہنا چاہئے تھا"؟ (ص، ۶۲ مرزائی پاکٹ بک)

گویا معترض ان الفاظ کو تفسیر ماننے کو تیار ہے اگر قال فیھا ہوتا۔ بہت خوب

راہ پر آ گیا ہے وہ خود باتوں میں!

اور کھل جائیگا دو چار ملاقاتوں میں

قراء کا لفظ قرآن کے لئے مخصوص نہیں۔ دیگر گفتگو پر بھی آتا ہے۔ بخاری کتاب العلم باب القراءۃ و العرض علی المحدثین کو غور سے پڑھئے آپ کو

معلوم ہو جائیگا کہ مفہوم قرآن پر بھی قراءۃ کا لفظ اہل عرب (بالخصوص جملہ محدثینؒ کے نزدیک مستعمل ہے چنانچہ امام المحدثین امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ الباری مفہوم اورمعانی قرآن پر قراءت کا لفظ استعمال کرتے ہیں ضمام بن ثعلبۃ انہ قَالَ للنبی صلی اللہ علیہ وَسَلِمُ اَللّٰہُ اَمَرَكَ ان نصلی الصلوۃ قَالَ نَعَمَ قال فھذہ القراءۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری کتاب العلم باب مذکورہ) ضمام بن ثعلبہ کا واقعہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ وسلم سے عرض کی اَ اَللّٰہ اَمَرَكَ کیا خدا تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ ہم نماز پڑھیں فرمایا ہاں! امام بخاریؒ فرماتے ہیں یہی قراءت علی النبی صلعم ہے::

فرمایا اللّٰہ اَمَرَكَ قرآن کے لفظ ہیں؟ نہیں۔ پھر دیکھئے اس پر امام المحدثین قراءۃ کا لفظ بولتے ہیں یا نہیں؟ اس پر بھی زنگِ دل دور نہ ہو تو سنیئے قرآن پاک سے مثال دیتا ہوں قیامت کے دن جب دشمنان دین معاندین رسول۔ دست وپابستہ دربار خداوندی میں حاضر کیۓ جائیں گے تو انہیں فرمان ہوگا۔ اِقْرَاءِ كِتَابَكَ كَفٰی بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (بنی اسرائیل ع ۲) بدبخت آج تو خود ہی اپنے نامہء اعمال کو پڑھ لے::

فریب خوردہ انسان! کیا اس دن خدا پر بھی اعتراض کریگا کہ قراء کا لفظ تو صرف قرآن پر مخصوص ہے۔ الٰہی تو میرے سیاہ نامے پر اسے کیوں استعمال کررہا ہے؟ غالباً نہیں، یقیناً جواب یہی ملے گا کہ ع:-

تو آشنائے حقیقت نہ خطاء اینجا است

ایک اور طرز سے

حضرت ابی بن کعبؓ ان مبارک ہستیوں میں سے ہیں، جنہیں عہد نبویؐ میں جمع قرآن کی خدمت سپرد ہوئی تھی عَنْ اَنَسٍ جَمَعَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَهْدِی النَّبِی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ اَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنْ اَنْصَارٍ اُبَیٌّ وَ مَعَاذُ بِنْ جَبَلُ وَ

اَبُوْ زَیْد وَ زَیْد بْن ثَابِت (بخاری باب مناقب ابی بن کعبؓ)حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ عہد نبوی صلعم میں چار بزرگوار انسان انصاری، جمع قرآن کی خدمت پر مامور تھے۔ ابی بن کعبؓ۔ معاذ بن جبلؓ۔ ابو زیدؓ۔ وزید بن ثابتؓ اور خود آنخضرت صلعم کا ارشاد ہے خذوا القران مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عبد الله بن مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ مَوْلٰى أَبِى حُذَيْفَةَ وَ مُعَاذ بن جَبَلٍ وَ أُبَىّ بن كَعْبٍ (حوالہ مذکورہ) قرآن چار شخصوں سے سیکھو جن میں ایک ابی بن کعبؓ ہیں۔ اندریں حالات اگر زیر بحث الفاظ قرآن کے ہوتے یا حضرت ابی بن کعبؓ انہیں قرآن میں شمار کرتے تو پھر کم از کم ان کے جمع کردہ قرآن میں تو ان الفاظ کو موجود و مرقوم ہونا چاہیئے تھا۔ چونکہ ایسا نہیں۔ اس لئے مہر نیم روز کی طرح روشن ہے کہ نہ تو نبی کریم صلعم نے ان الفاظ کو قرآن ظاہر کیا، اور نہ ہی حضرت ابی ابن کعبؓ نے انہیں قرآن سمجھا۔ پس مرزائی اعتراض سراسر کور چشمی بلکہ سیاہ قلبی پر مبنی ہے::

جھوٹ نمبر۲

"بخاری (کتاب الفتن باب ذکر الدجال) میں آنخضرت صلعم نے فرمایا ہر نبی نے کانے دجال سے اپنی امت کو ڈرایا ہے، ہر ایک نبی کا فرداً فرداً اپنی اپنی قوم کو جن کتابوں میں دجال سے ڈرانا لکھا ہے وہ کتابیں پیش کرو،،

(ص ر ۹۴ ۴ پاکٹ بک)

جواب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوحی الٰہی ہر نبی کا دجال سے ڈرانا فرمایا ہے۔ ہاں اگر کسی کتاب کا نام لے کر آپؐ ایسا فرماتے اور اس کتاب میں نہ ہوتا تو البتہ ایک بات تھی۔ مگر اب تو یہ اعتراض بعینہ یہ معنی رکھتا ہے

کم[1] من غائب قولاً صحیحا

وآفته من الفهم السقيم

یعنی ع...... گل است سعدی ودر چشم دشمنان خار است

[1] کئی جاہل اپنی بد فہمی سے صحیح باتوں پر بھی اعتراض کر دیا کرتے ہیں ۱۲ منہ

۲۔ بفرض محال نبی کریم ﷺ بالہامِ الٰہی کسی نبیؑ کی کتاب کا نام بھی لیتے تو بھی اس وقت تک اعتراض نہیں ہوسکتا جب تک کہ بسند معتبر اس نبی کی کتاب کو پیش کر کے اس میں اس کی عدم موجودگی نہ ثابت کی جائے پس اگر تم میں ہمت ہے تو انبیاء سابقہ کی اصلی کتابیں لاؤ ہم اِنشاء اللہ ان سے دکھادیں گے کہ ہر ایک نے دجال سے ڈرایا ہے،

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا لنار التی وقود ھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین

جھوٹ نمبر ۳

حدیث ابراہیمی اعتراض اور اس کا جواب

قرآن پاک میں ہے کہ جناب ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے کفار کے بتوں کو توڑا فَجَعَلَهُمْ جُذَاذاً اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ کردیا ان کو ٹکڑے ٹکڑے مگر بڑے بت کو چھوڑ دیا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع ہوں جب وہ بت خانے میں آئے اور اپنے معبودوں کی درگت دیکھی تو قَالُوْا مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِهَتِنَا۔ بولے ہمارے خداؤں کی یہ درد شا کس نے بنائی ہے کسی نے کہا ابراہیمؑ نے۔ تب حضورؑ کو بلا کر کہنے لگے ءَ اَنْتَ فَعَلْتَ کیا یہ تو نے کیا ہے؟ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ہٰذَا فرمایا کہ ان کے اس بڑے بت نے کیا ہے (سورۃ الانبیاء ع ۵)

ایسا ہی واقعہ سورۃ والصّٰفّٰت میں مرقوم ہے کہ کفار نے آپؑ کو اپنے ساتھ آنے کی درخواست کی چونکہ آپؑ تہیہ فرما چکے تھے کہ آج ان کے بتوں کو توڑ دوں گا اس لئے آپؑ نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں بیمار ہوں اسی طرح ایک یہ واقعہ ہے کہ آپؑ نے اپنی بیوی کو بہن کہہ دیا۔

ان تین واقعات میں پہلے دو واقعات تو سراسر ہمدردی مخلوق پر مبنی ہیں

یعنی گمراہ ہوئی قوم کے لئے بتوں کو توڑنا وہ بھی اس طرح کہ آپ پہلے سے کہہ چکے تھے وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ (سورۃ انبیاء) خدا کی قسم جب تم چلے جاؤ گے میں تمہارے بتوں سے ایک گہری تدبیر کروں گا۔ جب انہوں نے ساتھ چلنے کو کہا۔ تو فرمایا میں بیمار ہوں (یعنی تمہاری گمراہی میرے لئے روک بن رہی ہے جب تک اسے دور نہ کرلوں تمہارا میرا ساتھ نہیں نبھ سکتا) پھر جب وہ چلے گئے تو بتوں کو توڑ دیا اور بڑے بت کو رہنے دیا۔ جب انہوں نے اس بارے میں سوال کیا تو فرمایا اس بڑے بت نے توڑا ہے فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ، ان سے پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں۔ اب بھلا بت کیا بولتے مٹی کے مجسموں میں طاقت گویائی کہاں؟ اور یہی مطلب حضرت ابراہیم کا تھا کہ وہ غور کریں جب یہ بول نہیں سکتے تو ہماری مدد کیا کریں گے۔ ہدایت و گمراہی کا انحصار تو سعادت اور شقاوت قلبی پر موقوف ہے۔ تاہم جناب ابراہیمؑ کی تدبیر کا فوری اثر ان پر یہ ہوا کہ وہ اپنی گمراہی پر مطلع ہوگئے ان کے ضمیر نے انہیں مجبور کر دیا کہ اقرار کریں کہ ہماری یہ غلطی تھی، فَرَجَعُوْا اِلٰى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ پس انہوں نے رجوع کیا ایک دوسرے کی طرف اور بولے کہ لاریب ہم ظالم ہیں اور یہی مطلب اس تدبیر سے حضرت خلیل اللہ کا تھا:

باقی رہا تیسرا واقعہ سو اس میں ایک کافر ظالم کے دست تظلم سے بچنے کی خاطر ایک ظاہر اور انسانی تدبیر تھی کہ یہ میری بہن ہے اور یہ واقعی ہر انسان بحیثیت انسان ہونے کی اور ہر مومن بحیثیت اپنے ایمان کے ایک دوسرے کا بھائی ہے جیسا کہ خود اسی حدیث میں حضرت ابراہیمؑ نے یہی مطلب بتایا ہے یہ تینوں باتیں تعریضی ہیں، جیسا کہ امام نوویؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ تینوں باتیں تعریضی ہیں جن کی حقیقت کذب نہیں ہے ان سے تو یہ مقصود ہے اس لئے حدیث میں صاف وارد ہوا کہ یہ سب خدا کے لئے تھیں۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف خدا کے واسطے ایسی تعریضی باتیں کہیں۔ آپؑ نے ہرگز نہیں جھوٹ بولا۔ اور امام بخاریؒ نے دوسرے موقع پر ایک باب خاص اسی مسئلہ تعریض کے متعلق باندھا ہے اَلْمَعَارِیْضُ مَنْدُوْحَۃٌ عَنِ الْکَذْبِ (کتاب الادب) یعنی تعریضات حقیقۃً جھوٹ نہیں ہوتیں۔ نیز مرزا صاحب، اپنی کتاب دافع الوساوس ص ۵۹۷ و ص ۵۹۸ ٭ خ، ص ۵۹۸، ج ۵ ٭ میں واقعات ابراہیمی پر اعتراض کرنے والے کو خبیث متکبر اور شیطان کہتے ہیں:

اسلام میں، ہاں! خدا کے سچے مذہب اسلام میں کسی قسم کا دل چھل یا ہیر پھیر نہیں ہے اس لئے بانی اسلام علیہ السلام نے اس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کیا اور ان واقعات کو کذب ہی قرار دیا ہے۔ بتلایئے اس میں کیا گناہ کیا۔ اب سنیئے ہم اس بارے میں مرزا صاحب کلمات پیش کرتے ہیں وہ بھی ان واقعات کو "بہ ظاہر دروغ گوئی میں داخل" سمجھتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> "یاد رہے کہ اکثر اسرار دقیقہ بصورت افعال یا اقوال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرمناک کام تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کرلے جانا اور پھر اپنے مصرف میں لانا اور حضرت مسیحؑ کا کسی فاحشہ کے گھر چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو کسی حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے اس بناء پر حضرت موسیٰ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام کھانے والے تھے یا حضرت مسیحؑ کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا، یا حضرت ابراہیمؑ کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت

کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے،،

(آئینہ کمالات مصنفہ مرزا صفحہ ۵۹۷ و ۵۹۸ طبع اول صفحہ ۸ ـ ۱۹۰۵ء طبع ۲) حاشیہ ص ۵۹۸، ۵۹۷

اس تحریر میں صاف اقرار ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کیا جو بہ ظاہر دروغ گوئی تھا آگے چل کر اس دروغ گوئی پر اعتراض کرنے والوں کو خبیث وغیرہ القاب دیے۔

جھوٹ نمبر ۴

ہم کذبات میں درج کر آئے ہیں کہ مرزا صاحب نے رسول اللہ پر جھوٹ باندھا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا سو سال تک تمام نبی آدمؑ پر قیامت آجائیگی۔ اس کے متعلق مصنف مرزائی پاکٹ بک لکھتا ہے:-

"یہ حدیث متعدد کتب میں ہے اور ابو سعید (خدریؓ) کہتے ہیں کہ جب ہم جنگ تبوک سے واپس آئے تو ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ کب قیامت ہوگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمام نبی آدمؑ پر سو سال نہ گذرے گا مگر آج زندوں میں سے ایک بھی روئے زمین پر نہ ہوگا" (مرزائی پاکٹ بک ص ۱۰۶۰ بحوالہ معجم صغیر طبرانی ص ۱۵)

اس روایت کے ترجمہ میں مصنف پاکٹ بک نے عجب ہوشیاری سے کام لیا ہے الفاظ روایت لَا یَاتِی عَلَی النَّاسِ مِئَةُ سَنَةٍ وَعَلٰی ظَهْرِ الْاَرْضِ نَفْسٌ مَنْفُوْسَةٌ الْيَوْم۔ کا ترجمہ کیا ہے "تمام نبی آدمؑ پر سو سال نہ گذرے گا۔ مگر آج زندوں میں سے ایک بھی روئے زمین پر نہ ہوگا" کیسا دجل آمیز ترجمہ ہے۔ "آج" اور "زندہ نہ ہوگا" یہ ترجمہ کیا ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے "سو سال نہ گذرے گا مگر آج کے زندوں میں سے کوئی روئے زمین پر نہ ہوگا"

(تجلیات رحمانیہ الحمد و تمام زائد)

الجواب

اب سنئے بفرض محال ہم مان لیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بلا کمی بیشی الفاظ

سے ایسی ہی ہے تو بھی اس سے مرزائی کذب دستویا نہیں جاتا ہے وہ الفاظ جو مرزائی نے نقل کیے ہیں یہ ہیں " لا یاتی علی النّاس مئة" سنة وعلی طهر الارض نفسٌ منفوسةٌ اَلیو م "جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آج کے دن جتنے لوگ زمین پر ہیں سو سال نہ گذرے گا کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔ معاملہ صاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ موجودہ لوگوں کے متعلق فرماتے ہیں کہ سو سال تک ان میں سے کوئی زمین پر نہ رہے گا۔ بتلایئے اس میں تمام نبی آدمؑ پر قیامت کا ذکر کہاں ہے۔ اس کی مزید وضاحت مسلم کی وہ حدیث کر رہی ہے جو مصنف نے ص ۴۶۹ پر نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی خود کیا ہے کہ :-

"سو سال نہیں گذریگا کہ آج کے زندوں میں سے کوئی بھی زندہ جان باقی ہو"
(ص ۱۲۰ جلد ۶ کنز العمال و مسلم کتاب الفتن)

یہ حدیث تو پہلی سے بھی صاف ہے کہ قیامت کا ذکر نہیں صرف موجودہ لوگوں کے سو سال تک زندہ نہ رہنے کا تذکرہ ہے۔ اس سے بھی زیادہ وضاحت وہ حدیث کر رہی ہے جسے مصنف نے دوسرے نمبر پر ترمذی کتاب الفتن سے نقل کیا ہے۔ مگر ایک تو اس کا ترجمہ غلط کیا ہے دوم خیانت کی ہے یعنی حدیث کا آدھا ٹکڑا نقل کیا ہے اور آدھا جو مرزائی استدلال کی جڑ کاٹ رہا تھا چھوڑ دیا ہے۔ بہر حال ہم پہلے اسی ٹکڑے کو زیر بحث لاتے ہیں جس کو مرزائی نے نقل کیا ہے۔

فقال ارأیتکم لیلتکم هذه علی رأسِ مائةِ

بسنة منهالایبقی ممن هوعلی ظهرالارض احدٌ

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آج کی رات سے سو سال نہ گذریگا کہ روئے زمین پر کوئی باقی نہ رہیگا"

جن لوگوں کو زبان عربی سے ذرہ بھر بھی مس ہے وہ مرزائی دجالیت پر مطلع ہو گئے ہونگے دیکھئے کیسے واضح الفاظ ہیں کہ لا یبقی ممن هو علی ظهر الارض۔ نہیں باقی رہے گا جو اس وقت زمین پر موجود ہے مگر مرزائی خائن نے صحیح ترجمہ ہی نہ کیا

اور لکھ دیا کہ "سو سال نہ گذرے گا کہ زمین پر کوئی باقی نہ رہیگا" اللہ اکبر چوری اور سینہ زوری کی اس سے بڑھ کر مثال نہ ہوگی۔ ظالم کو خدا سے شرم نہ آئی کہ مرزا کے منہ سے سیاہی دھونے کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر حملہ کر دیا بھلا اگر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہوتا کہ سو سال تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی اور نہ آتی جیسا کہ نہیں آئی تو معاذ اللہ! آپ ﷺ کے غیر صادق ہونے میں کیا شک رہ سکتا ہے۔ افسوس لَعْنَةُ اللّٰه عَلَى الْكَاذِبِيْنَ الْمفترِيْنَ

اب سنئے دوسرا حصہ اس حدیث کا جو آئینہ کی طرح صاف ہے۔

قال ابن عمرؓ فوهل الناس فی مقالة رسول الله ﷺ تلك فيما يتحد ثو نه بهذا الحديث۔

لوگوں کو اس حدیث سے حیرانی ہوئی (حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں حیرانی کی کیا وجہ، انما قال رسول الله ﷺ بیشک وشبہ رسول اللہ نے یہی فرمایا ہے کہ لا تبقى ممن هواليوم على ظهر الارض احد آج جو لوگ زمین پر ہیں ان میں سے سو سال تک کوئی باقی نہیں رہیگا۔ يريد بذلك ان ينخرم ذلك القرن یقیناً رسول اللہ ﷺ کا ارادہ اس حدیث میں یہی ہے کہ موجودہ قرن کے لوگ سو سال تک نہ بچیں گے۔ هذا حديث صحيح

اسی ترمذی شریف کے اسی باب میں ایک اور حدیث میں اس سے بھی زیادہ وضاحت ہے عن جابرؓ قال قال رسول الله ﷺ ما على الارض نفس منفوسة يعنى اليوم ياتى عليها مائة سنة رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، آج کے دن جو بھی جاندار زمین پر ہے سو سال تک نہ رہیگا۔ دیکھئے اس جگہ خود نبی ﷺ یعنی کا لفظ کہہ کر الیوم کی قید لگا دی۔ پس مرزائی فریب، ہباءً، منثوراً ہو گیا۔ مختصر یہ کہ مرزا نے ازالہ اوہام میں رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھا

ہے کہ ”سو سال تک قیامت، آ جائیگی“

مرزائیو! اپنے تمام علماء کو اکٹھا کرو اور یہ حدیث دکھاؤ اگر نہ دکھا سکو اور ہر گز نہ دکھا سکو گے تو پھر اللہ سے ڈر کر مفتری کذاب کو چھوڑ دو ورنہ یاد رکھو ہم قیامت کے دن بھی تمہارے گلوں میں رسہ ڈال لیں گے اور حضور باری اس کا جواب مانگیں گے۔ فَاتَّقُوا اللّٰه

مرزا صاحب کے کاذب ہونے کی چھٹی دلیل

مراق مرزا

تعریف مراق

(۱) نوعٌ من الما لیخو لیا یسمی المراقی

مراق مالیخولیا کی ایک نوع ہے،، (شرح اسباب جلد اول ص ۷۴)

(۲) ”مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے“ (بیاض حکیم نور دین خلیفہ اول قادیانی، جز اول مطبع وزیر ہند پریس دسمبر ۱۹۲۸ء ص ۲۱۱)

(۳) (حد عد الامراض مطبوعہ مجتبائی ص ۵۱)

(۴) قال الشیخ انما یقال ما لیخولیا لمات کان حدوثة عن سوداء غیر محترقة له باسم السبب لان معناه بااليونانيه الخلط الا سود وقال یو حنا بن سرافیون معنا ه الفزع فیکون تمیة باسم عرضه

(حدود الامراض مطبوعہ مجتبائی ص ر ۵۱)

شیخ الرئیس فرماتے ہیں اس کو مالیخولیا اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا حدوث غیر محترقہ سودا سے ہوتا ہے اور یوحنا ابن سرافیون نے کہا ہے کہ اس کے معنی ڈر، خوف کے ہیں (یہ اس کے عوارض ہیں) اس لئے بسبب ان عوارض کے اس کا نام مراق رکھا گیا ہے::

حقیقت واسباب واقسام مرض

(۱) ہوتغیر الظنون والفکر عن المجری الطبیعی الی الفساد والخوف لمزاج سود اوی وتوحش الروح ویفزع ولا یوذی احدا بخلاف جنون السبعی ونوع منه یقال له المراقی وهوا ان یکون بشرکة المراق

(حدود الامراض مذکورہ ص ۱۵۱)

سوداوی مزاج انسان کے ظنون وافکار طبعی، خوف وفساد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، اس کا روح وحشت وخوف محسوس کرتا ہے یہ مرض کسی کو کوئی ایذا نہیں دیتی بخلاف جنون سبعی کے (کہ وہ مریض کو سخت تکلیف دیتا ہے) مالیخولیا کی ایک قسم وہ ہے جس کو مالیخولیا مراقی کہتے ہیں۔ یہ مرض مراق کی شرکت سے ہوتا ہے::

(۲) مالیخولیا بحسب محل سبب تین قسم پر ہے اول دماغی جس کا محل وقوع دماغ ہے۔ اطبا اس کو شرالاصناف کہتے ہیں۔ دوم قلب اور دماغ کے سوا جس کا محل تمام بدن ہو۔ بخارات دماغ کی طرف چڑھیں۔ سوم امعاءمیں ردّیہ فضلات سے یا معدہ کے سوداوی ورم سے ہوتا ہے یا باب الکبد کے ورم سے یا جگر اور امعاء دونوں سے یا عروق دقاق سے یا ماساریقا کے سوداوی بلاورم سدہ سے یا باساریقا کے ورم سے بخارات نکل کر غشا مراق تک پہنچیں اور مراق سے اٹھ کر دماغ کی طرف جائیں اور مالیخولیا پیدا کریں اس کو مالیخولیا مراقی کہتے ہیں چونکہ مالیخولیا جنون کا ایک شعبہ ہے اور مراقی مالیخولیا کی ایک شاخ اور مالیخولیا مراقی میں دماغ کو ایذا پہنچتی ہے۔ اس لئے مراق کو سر کے امراض میں لکھا ہے"

(بیاض حکیم نوردین جز اول ص ۲۱۱)

مرزا صاحب کو مراق تھا

(۱) "دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرتؐ نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی سو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی یعنی مراق اور ایک نیچے کے

دھڑکی) کثرت بول،،

(رسالہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء جلد نمبر ۱؍ ڈائری مرزا۔ و اخبار بدر جلد ۲ نمبر ۲۳ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ر ۵) ﴿خ، ص ۴۷۳، ج ۲۱۔ ۳۲۰، ج ۲۲﴾

(۲) "میرا تو یہ حال ہے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں تاہم مصروفیت کا یہ حال ہے کہ بڑی بڑی رات تک بیٹھا کام کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دورانِ سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ تاہم میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کئے جاتا ہوں،،

(کتاب منظور الٰہی مرتبہ منظور الٰہی مرزائی ص ر ۳۴۸ و اخبار الحکم جلد ع ۵ ۴۰ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۰۱ء)

(۳) حضرت مسیح موعود نے بیشک مراق کا لفظ اپنی نسبت بولا ہے،،

(ص ر ۴۹۰: احمدیہ پاکٹ بک)

مراقی نبی نہیں ہو سکتا اور نہ اس کی کوئی بات قابل اعتبار ہے

مرزا صاحب حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے عقیدہ پر لکھتے ہیں:-

(۱) "یہ بات تو بالکل جھوٹا منصوبہ ہے اور یا کسی مراقی عورت کا وہم۔،،

(حاشیہ کتاب البریت ص ر ۲۳۸ ر ۲۳۹) ﴿خ، ص ۲۷۴، ج ۱۳﴾

صاف عیاں ہے کہ مراقی شخص کی کسی بات کا اعتبار نہیں اس کی باتیں وہم ہی وہم ہوتی ہیں نہ حقیقت۔

(۲) ڈاکٹر شاہ نواز مرزائی رسالہ ریویو اگست ۱۹۲۶ء پر راقم ہیں:-

"ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹریا، مالیخولیا یا مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوی کی تردید کیلئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے،،

(۳) "اس مرض میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو نہیں رہتا" (ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۶)

(۴) "نبی میں اجتماع توجہ بالارادہ ہوتا ہے جذبات پر قابو ہوتا ہے،،

(ص ر ۳۰ رسالہ ریویو بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء از ڈاکٹر شاہ نواز احمدی)

مرزا صاحب کو مراق کے علاوہ ہسٹریا کے دورے بھی پڑا کرتے تھے

مرزا صاحب کا بیٹا مرزا بشیر ایم۔اے کتاب ''سیرت المہدی، حصہ اول ص ۱۳ پر لکھتا ہے۔

''بیان کیا مجھ سے والدہ صاحب نے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹریا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا رات کو سوتے ہوئے آپ کو اتھو آیا پھر اسکے کچھ عرصہ بعد طبیعت خراب ہو گئی مگر یہ دورہ خفیف تھا پھر اس کے عرصہ بعد طبیعت خراب ہو گئی (فرمایا) میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے اور آسمان تک چلی گئی ہے یہیں میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا۔اور غشی کی سی حالت ہو گئی والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس کے بعد سے آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہو گئے۔''

مرزائی عذر

مراق والا حوالہ ڈائری کا ہے۔اس لئے قابل اعتبار نہیں::

الجواب

یہ عبارت مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے سامنے ان کے اپنے اخباروں میں شائع ہوئی اور مرزا صاحب کے قلم سے، جیسا کہ صیغہ متکلم سے ظاہر ہے،اگر یہ افتراء ہوتا، تو یقیناً مرزا صاحب اس کی تردید کر دیتے، چونکہ مرزا صاحب نے اس کی تردید نہیں کی لہذا یہ انہیں کے الفاظ ہیں اس کے علاوہ اس تحریر کی تردید ان کی جماعت میں سے بھی کسی نے نہ کی حتی کہ خلیفہ نور دین کا زمانہ بھی گزر گیا۔

(۲) ڈائری کی عبارت قابل اعتبار اسلئے ہے کہ مرزا محمود خلیفہ قادیانی نے

بھی اپنی کتاب ''حقیقت النبوۃ'' میں جا بجا ڈائری کے حوالے بطور شہادت نقل کئے ہیں،، اگر ڈائری نا قابل اعتبار تھی تو پھر خلیفہ ثانی جیسا ذمہ دار آدمی کیوں اس جرم کا مرتکب ہوا۔

(دیکھو حقیقت النبوت صفحہ ۲۵، ۲۶، ۶۱، ۷۳۔ حصہ اول ۱۹۱۵ء مطبع ضیاء الاسلام قادیان)۔

مرزائی عذر

''حضرت نے بیشک مراق کا لفظ اپنی نسبت بولا ہے مگر اس سے مراد سوائے دوران سر کے اور کچھ نہیں۔ حضرت نے کب کہا ہے کہ مجھے ہسٹریا ہے۔ میاں بشیر احمد نے حضرت ام المومنین کی زبانی ہسٹریا لکھا ہے۔ مگر کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں کہ جو ترجمہ مراق کا کیا ہے وہ درست ہو۔ ڈاکٹر شاہ نواز نے طبی نقطہ نگاہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت کو قطعاً ہسٹریا نہ تھا۔'' (پاکٹ بک ص ۴۹۰)

الجواب

مرزا صاحب کو دوران سر بھی تھا اور مراق بھی۔ دونوں کو ایک بنانا نہ صرف علم طب سے کوراپن ہے بلکہ خود تحریراتِ مرزا کے بھی خلاف ہے۔ کتاب منظور الٰہی کی تحریر جو ہم نقل کر آئے ہیں اس کو بغور پڑھو۔ مرزا صاحب اپنے حق میں مراق اور دورانِ سر دونوں بیماریاں مانتے ہیں۔ ڈاکٹر شاہ نواز بھی یہی لکھتے ہیں کہ:۔

> ''واضح رہے کہ حضرت صاحب کی تمام تکلیف مثلاً دوران سر، سردرد، کمی خواب، تشنج دل اور بدہضمی اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی باعث کمزوری تھا'' (ریویو جلد ۲۶ نمبر ۵ ص ۲۶)

دیکھئے ڈاکٹر صاحب! دوران سر اور مراق کو علیحدہ علیحدہ مرض شمار کرتے ہیں:

(۲) آپ کی ام المومنین بیشک ڈاکٹر نہیں ہوں گی۔ مگر مرزا صاحب تو حکیم تھے اور حکیم بقول خود ایسے کہ ہزار سے زیادہ کتب طب پڑھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں:۔

> ''میں نے خود طب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا اس لئے میں اپنی ذاتی واقفیت سے بیان کرتا ہوں کہ [illegible]

کتاب ہو گی جس میں مرہم عیسیٰ کا ذکر ہے (یہ قطعاً جھوٹ دروغ بے فروغ ہے۔ مرزائی اگر سچے ہیں تو ہزار کتب طب کا نام بتادیں جن میں ایسا لکھا ہے۔ ناقل) اور ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مرہم حضرت عیسیٰؑ کے لئے بنائی تھی"

(حاشیہ راز حقیقت ص ر ۶) ﷺخ، ص ۱۵۸، ج ۱۴ﷺ

اس کے علاوہ مرزا صاحب کی اپنی اہلیہ محترمہ بھی اسی مراق کی مرض میں مبتلا تھیں (بحوالہ منظور الٰہی ص ۲۴۴ بحوالہ الحکم جلد ۵ ص ۲۹) اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مراق کی حقیقت اور اصلیت سے بخوبی واقف تھے اور اس مرض کے متعلق ان کا علم تجربے پر مبنی تھا::

پس آپ کی ام المومنین نے جو "ڈاکٹر" نہیں ضرور مرزا صاحب سے ہسٹریا کا نام سنا ہے ماسوا اس کے جب خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ مجھے مراق کی بیماری ہے تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے::

(۳) مراق کا ترجمہ ہسٹریا ہو۔یا نہ ہو یہ سوال تو یہاں پیدا نہیں ہوتا جب کہ مرزا صاحب خود مانتے ہیں کہ مجھے مراق ہے اور ان کی بیوی راوی ہے کہ ہسٹریا کے دورے بکثرت پڑا کرتے تھے، نتیجہ ظاہر ہے::

(۴) اگر ڈاکٹر شاہ نواز نے طبی نقطہ نگاہ سے ثابت کر دیا تھا کہ مرزا صاحب کو ہسٹریا نہ تھا تو آپ نے اس قیمتی نقطہ نگاہ کو پاکٹ بک میں درج کیوں نہ کر دیا کہ لوگ اس کی حقیقت پر مطلع ہو جاتے۔اے جناب! دنیا کو دھوکہ مت دو، وہ بیچارے باوجود ہاتھ پیر مارنے کے رتی بھر اپنے دعویٰ کو مدلل نہیں کر سکے۔ علاوہ جب خود مرزا صاحب کی بیوی راوی ہے کہ ہسٹریا تھا تو اب کسی اور غیر واقف حال کا خواہ مخواہ ہسٹریا سے بچانے کی ناکام سعی کرنا وہی بات ہے کہ

پدر نتواند پسر تمام کند

عذر

آنحضرت صلعم پر بھی کفار نے ایسے ایسے طومار باندھے تھے::

الجواب

کجا کسی کا بہتان باندھنا اور کجا خود مرزا صاحب کا اپنی نسبت مراق کا لکھنا اور علی وجہ البصیرت اقرار کرنا::

عذر

ہسٹریا مردوں کو نہیں ہوا کرتا صرف عورتوں کو ہوا کرتا ہے۔

جواب

مرزا صاحب مرد تھے اور ان کو ہسٹریا تھا۔

کتاب مخزن حکمت طبع چہارم ص ۹۶۹ جلد دوم میں لکھا ہے:۔

"یہ مرض عموماً عورتوں کو ہوا کرتا ہے اگرچہ شاذونادر مرد بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں،،

"جن مردوں کو یہ مرض ہسٹریا ہو ان کو مراقی کہتے ہیں" محمود الفضل ۳۰/اپریل ۱۹۲۲ء تا ۱۹۲۳ء جلد ا ص ۸۴)

ایک اور طرز سے

چونکہ مراق ایک ایسا مرض ہے جو بعض دفعہ کئی پشتوں تک اپنا اثر پہنچاتا ہے اس لئے اس جگہ بھی خدا تعالیٰ نے مرزا صاحب کا مراقی ہونا ہر طور سے ثابت کرنے کیلئے ان کی ہم جلیس بیوی صاحبہ اور اولاد کو بھی اس میں مبتلا کر دیا تاکہ اور نہیں تو اسی دلیل سے مرزا صاحب کا مراقی ہونا پایہ تکمیل تک پہنچ جائے::

"ایں خانہ ہمہ آفتاب است"

مرزا صاحب تو مراقی تھے ہی، مگر آپ کی بیوی بچے بھی مراقی ہیں اس لئے اگر ہم مرزا صاحب کے خاندان کو "مراقی کنبہ" کے نام سے یاد کریں تو غلط نہیں۔

"مرزا صاحب کی بیوی کو بھی مراق تھا"

مرزا صاحب کا اپنے جدی بھائیوں کے ساتھ مقدمہ تھا انہوں نے بطور گواہ مرزا صاحب کا بیان عدالت میں دلوایا۔ آپ نے اس میں یہ بھی فرمایا "میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے" (منظور الٰہی ۲۴۳ بحوالہ الحکم جلد ۵ ص ۲۹)

مرزا صاحب کے فرزند خلیفہ قادیان بھی مراقی ہیں

رسالہ ریویو آف ریلیجز جلد ۲۵ ع ۸ بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱ پر ڈاکٹر شاہنواز مرزائی لکھتے ہیں:۔

> جب خاندان سے اس کی ابتداء ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بیشک یہ مرض منتقل ہوا چنانچہ خلیفۃ المسیح ثانی نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے"

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر ساتویں دلیل

تہذیب مرزا

یوں تو مرزا صاحب نے اپنے ارادتمندوں کو پھنسائے رکھنے اور عوام کو مغالطہ دینے کو بکرات ومرات اپنا صاحب اخلاق ہونا جتلایا ہے۔ "خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا" (اربعین ص ۳ ص ۴۴) اور یہ بھی لکھا کہ۔ ،، گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں (اربعین ص ۴ کا ضمیمہ ص ۵) ﴿خ، ص ۴۷۱، ج ۱۷﴾ نیز اپنے مریدوں کو نصیحت کی "اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو" (کشتی نوح ص ۱۱) ﴿خ، ص ۱۱، ج ۱۹﴾ اور خود اپنے متعلق لکھا" میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی[1] نہیں دی" (مواہب الرحمٰن ص ۱۸) ﴿خ، ص ۲۳۶، ج ۱۹﴾ مگر

[1] یہ بھی جھوٹ ہے کہ مرزا صاحب نے جواباً گالیاں نہ دیں وہ خود لکھتے ہیں کہ "میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں،، (ص ۱۰ کتاب البریۃ) ﴿خ، ص ۴۷، ج ۱۳﴾ و تبلیغ جلد ۶ ص ۶۵ او اشتہار واجب الاظہار) ﴿خ، ص ۱۱، ج ۱۳﴾ ۱۲ منہ

بقول شخصے ہر ایک برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہے،،
(ص ا چشمہ معرفت) ﴿خ، ص ۹، ج ۲۳﴾

لہٰذا ہم مرزا صاحب کے برتن قلب کا ڈھکنا اٹھا کر ناظرین کے روبرو پیش کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمالیں کہ اس میں کیا کچھ بھرا ہے:۔

(۱)

کسی شخص کا حرامی یا حلال زادہ ہونا اس کے والدین کے ملاپ غیر صحیحہ یا صحیحہ پر مبنی ہے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

كُلّ مُسْلِمٍ يُقْبَلُنِىْ وَيُصَدِّقُ دَعْوَتِىْ الا ذُرِيَّتَه الْبَغَايا
(آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۸، ط ۱۔ ۵۴۷، ط ۲)

ترجمہ۔ کل مسلمانوں نے مجھے مان لیا ہے اور تصدیق کی ہے مگر کنجریوں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا::

(۲)

اذيتنى خُبثًا فَلَستُ بِصَادِقٍ
اِنْ لَمْ تَمُتْ بِالْخِزْىِ يَابْنَ بَغَائِىْ

مرا بخباثتِ خود ایذادی پس من صادق نیستم اگر تو اے نسل بدکاراں بذلت نمیری،،
(انجام آتھم ص ۲۸۲) ﴿خ، ص ۲۸۲، ج ۱۱﴾

(سعد اللہ!) تو نے مجھے اپنی خباثت سے دکھ دیا ہے پس میں صادق نہ ہوں گا اگر ذلت کی موت نہ مرے اے کنجری کے بیٹے (اردو ترجمہ از مؤلف)

لفظ بغا بغیا کے معنی

"سعد اللہ حرام زادہ ہے"
(اخبار الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۳۳ء از عبدالرحمان خادم گجراتی)

وَمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا (سورہ مریم) اے مریم تو زنا کی مرتکب کیوں ہوئی جب کہ تیری ماں پاک دامن تھی زانی نہیں تھی (ص ۱۳۰ احمدیہ پاکٹ)

كُلُّ مِنْ وَلَدُ الْحَلَالِ وَلَيْسَ مِنْ ذَرِيتِهِ الْبغَايَا ہر ایک شخص جو ولد الحلال ہے اور خراب عورتوں کی نسل سے نہیں ہے،،

(ص ۱۲۳ نور الحق حصہ اول مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ، ص ۱۶۳، ج ۸﴾

وَقَد ثَبَتَ مِنَ الاَ نجِيْل اِنَّه اوٰى عِندَهٗ بَغِيَّةٌ وَكَان ايَةً (انجیل ثابت است کہ اوزنے بدکار رانزد خود جاداول زناکار سخت فاحشہ بود وَكَذٰلِكَ اَقْبَلَ عَلٰى بَغِيَةٍ اُخرىٰ وہمچنیں یسوع دریک مرتبہ بازن بدکار دیگر گفتگو کردو،، (ص ۸۷ و ۹۷ البلاغ فریاد درد مصنفہ مرزا) ﴿خ، ص ۱۵۱، ۴۵۰ ج ۱۳﴾

وَالضِحْكُ وَالْقَهقَهَتُه يَا بدَاءِ النَوّاجِذ وَّ وَالثَّنَايَا والتَّشَوّقُ الَى رَقصُ الْبغَايَا وَبُوسِهِنَّ وَعنَاقِهِنَّ

فارسی ترجمہ از مرزا صاحب:۔

وخندہ وقہقہہ بظاہر کردن وندان پسین ودود ندان پیشن وشوق کردن سوئے رقص زنان بازاری اوبوسہ گرفتن ایشاں وبغل گیری اردو ترجمہ از مرزا صاحب)

اور ہنسی قہقہہ مار کر ہنستا پچھلے دانتوں کے نکالنے سے اور اگلے دو دانتوں کے نکالنے سے اور شوق کرنا بازاری عورتوں کے رقص کی طرف اور ان کا بوسہ اور گلے لپٹانا،، (خطبہ الہامیہ ص ۱۷ مطبوعہ ۱۳۱۹ھ) ﴿خ، ص ۹، ۴۹، ج ۱۶﴾

تنبیہ

ناظرین آگاہ رہیں کہ یہ تمام ترجمے بھی مرزا صاحب کے اپنے قلم سے ہیں۔ مرزائی کہیں گے کہ یہ ترجمے مرزا صاحب نے خود نہیں کئے بلکہ دوسرے لوگوں نے کئے ہیں۔ سو مرزائی دکھائیں کہ مرزا صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ کتاب تو میری ہے اور ترجمہ کسی دوسرے کا::

(۳)

''اگر عبداللہ آتھم قسم نہ کھائے یا قسم کی سزا میعاد کے اندر نہ دیکھ لے

[1] اہل علم حضرات کے لئے قابل غور ہے

تو ہم سچے اور ہمارے الہام سچے۔ پھر بھی اگر کوئی تحکم سے ہماری تکذیب کرے اور اس معیار کی طرف متوجہ نہ ہو تو بیشک وہ ولد الحلال اور نیک ذات نہیں ہوگا،،
(ص۲۹) ﴿خ،ص۳۱،ج۹﴾

''اب جو شخص زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کے ولد الحرام بننے کا شوق ہے ×× حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے،،
(ص ر ۳۰، نور الاسلام مصنفہ مرزا) ﴿خ،ص۳۱،ج۹﴾ عیسائیوں نے یقیناً سچ کہا تھا کہ

''ڈھیٹ اور بےشرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
(الہامات مرزا، ص ر ۳۰، ط چہارم)

(۴)

آریوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:۔

''ایسے ایسے حرام زادے جو سفلہ طبع دشمن ہیں،،
(ص ۵۴ ر رسالہ آریہ دھرم) ﴿خ، ص ۶۳، ج۱۰﴾

(۵)

اِنَّ الْعِدَا صَارُوْا خَنَازِیْرَالْفَلاَ
وَ نِسَاءُ هُمْ مِنْ دُوْنِهِنَّ الْاَ كْلَبٗ

(ص۱۰ ر رسالہ نجم الہدیٰ مصنفہ مرزا) ﴿خ، ص ۵۳، ج ۱۴﴾ میرے دشمن جنگلوں کے سور اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں:۔

نام بنام علماء اسلام کو گالیاں

(۶) توہین حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ

''تخبط الحواس نذیر حسین (ص ر ۳۰ استفتاء) ﴿خ، ص ۱۲۸، ج ۱۲﴾ نالائق (ص ر ۳۰ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۴۸، ج۱۱﴾ نذیر حسین کے دجالانہ فتویٰ (ص ر ۴۵ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۴۵، ج ۱۱﴾ مَاتَ ضَالٌّ هَامَا (مواہب الرحمان ص ر ۱۲۷) ﴿خ، ص ۳۴۸، ج۱۹﴾ مر گیا گمراہی میں حیران ہو کر::

(۷) فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مدظلہ

"ابو جہل (ص ر ۹ ۴ تتمہ حقیقتہ الوحی) ﴿خ، ص، ج ۲۲﴾ کفن فروش (ص ۲۳، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۳۲، ج ۱۹﴾ کتا (ص ر ۲۳ / ۴۳، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۳۲، ج ۱۹﴾ ابن ہوا۔ غدار (ص ر ۴۳ / ۷۷، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۵۴، ج ۱۹﴾ کتے مردار خور (ص ر ۲۵ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۳۰۹، ج ۱۱﴾

(۸) حضرت مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحومؒ

یَا شَیْخَ اَرْضِ الْخَبِیْثِ اَرْضِ بَطَالَۃِ اے شیخ زمین پلید۔ زمین بطالت (ص ر ۲۶۹، انجام آتھم) ﴿خ، ص ۲۶۹، ج ۱۱﴾ فرعون (ص ر ۲۲، استفتاء) ﴿خ، ص ۱۳۰، ج ۱۲﴾ بدبخت، دین فروش (ص ر ۳۱، ضیاء الحق) ﴿خ، ص ۲۹۰، ج ۹﴾ آئندہ اس کی گندی اور ناپاک تحریروں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس شیخ، بے ادب، تیز مزاج (ص ر ۸۶ / ۲۰۶) پلید بے حیا سفلہ گندی کاروائی گندے اخلاق نفرتی اور ناپاک شیوہ (ص ر ۱۳۳ / ۲۳۱) ژاژ خا، بیہودہ (ص ر ۸۳ / ۱۹۹ تریاق القلوب ط ا۔ ط ۲) ﴿خ، ص ۷ ۴۳، ۷ ۳۲، ۳۲۱، ج ۱۵﴾

(۹) مولوی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی

"ہندو زادہ (ص ر ۳۰، ضیاء الحق ص ر ۲۵، انوار الاسلام) ﴿خ، ص ۲۸۹، ۱۲۷، ج ۹﴾ کمبخت (ص ر ۶ ضیاء الحق) ﴿خ، ص ۸، ج ۱۲﴾ بد بخت دین فروش (ضیاء الحق ص ر ۳۰) ﴿خ، ص ۲۹۰، ج ۹﴾ شیطان فطرت نادان عدو الدین (انوار الاسلام ص ر ۲۶) ﴿خ، ص ۱۲۷، ج ۹﴾ غول لئیم۔ فاسق۔ شیطان ملعون۔ نطفہ سفہا۔ خبیث مفسد مزوّر۔ منحوس (ص ر ۲۸۱ / ۲۸۲، انجام آتھم) ﴿خ، ص ۲۸۱، ج ۱۲﴾ مردار عدو اللہ (اشتہار انعامی چار ہزار ص ر ۱۲) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ر ۲۸، ج ۹﴾ کنجری کا بیٹا،، (ص ر ۲۸۱ / ۲۸۲، انجام آتھم) ﴿خ، ص ۲۸۲، ج ۱۱﴾

(۱۰) حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ؒ

میرے مقابل بیٹھ جاتے تا در دغگو۔ بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا (ص ر ۶۲ نزول المسیح) ﴿خ، ص ۴۴۰، ج ۱۹﴾ ان لعنتوں کو کیوں ہضم کر لیا جو در حالت سکوت ہماری طرف سے آپ کی نذر ہوئیں (ص ر ۶۲) ﴿خ، ص ۴۴۰، ج ۱۹﴾ یہ گوہ کھانا ہے اے جاہل بے حیا (۶۳) ﴿خ، ص ۴۴۱، ج ۱۹﴾ خبیث طبع (ص ر ۶۴) ﴿خ، ص ۴۴۲، ج ۱۹﴾ نجاست پیر صاحب کے منہ میں رکھدی (ص ر ۷۰ نزول المسیح) ﴿خ، ص ۴۴۸، ج ۱۹﴾ کذاب دروغ گو۔ مزوّر، خبیث۔ بچھو کی طرح نیش زن اے گولڑہ کی زمین تجھ پر خدا کی لعنت تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی (ص ر ۷۵) ﴿خ، ص ۴۴۴، ج ۱۹﴾ فرومایہ، کمینہ، گمراہی کے شیخ، دیو، بد بخت (ص ر ۷۶) ﴿خ، ص﴾

(۱۱) مولانا علی الحائری لاہوری مجتہد فرقہ شیعہ ؒ

"جاہل تر، حسینؓ کی عبادت کرنے والا۔ دیو کھوئی آنکھ والا۔ یک چشم (ص ر ۷۴، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۸۶، ج ۱۹﴾ خبردار شیخ ضال بخفئے (ص ر ۳۱ / تبلیغ رسالت جلد ۶)

(۱۲) صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(۱) "بعض نادان صحابی" (ص ر ۱۲۰ ضمیمہ نصرۃ الحق) ﴿خ ص ۲۸۵، ج ۲۱﴾

(۲) "ابو ہریرہؓ غبی تھا درائت اچھی نہیں رکھتا تھا،،

(ص ر ۱۸، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۲۰، ج ۱۹﴾

(۳) "بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ جن کی درایت عمدہ نہ تھی،،

(ص ر ۱۸، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۲۶، ج ۱۹﴾

(۴) ابو ہریرہؓ فہم قرآن میں ناقص ہے اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہؓ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی

کم حصہ رکھتا تھا،، (ضمیمہ نصرۃ الحق) ﴿خ، ص ۱۴۰، ج ۲۱﴾

(۱۳) مولوی عبدالحق غزنوی مرحومؒ

"بھائی مرا اس کی بیوہ کو اپنی طرف گھسیٹ لیا واہ رے شیخ چلی کے بھائی (ص ر ۳۹، انوار الاسلام) ﴿خ، ص ۴۰، ج ۹﴾ مرا اے شیطان کے بندے موسوم بہ عبدالحق (ص ر ۵۸ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۳۴۲، ج ۱۱﴾ عبدالحق نے اشتہار دیا تھا کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوگا (یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ناقل) وہ لڑکا کہاں گیا کا اندر ہی اندر تحلیل پا گیا۔ پھر رجعت قہقری کر کے نطفہ بن گیا؟ (ص ر ۲۷ ضمیمہ انجام آتھم و ص ر ۲۵ تحفہ غزنویہ) ﴿خ، ص ۳۱۱، ج ۱۱﴾ اگر عبدالحق ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو اس کو والدالحرام بننے کا شوق ہے (ص ر ۳۰ انوار الاسلام) ﴿خ، ص ۳۱، ج ۹﴾

ناظرین کرام! یہ مختصر سا خاکہ ہے ان گالیوں کا مرزا نے نام لے کر علماء کرام کو دیں حالانکہ خود انہی مرزا صاحب کا قول ہے:

"کسی شخص کو جاہل، نادان، دنیا پرست، مکار، فریبی، گنوار، متکبر وغیرہ الفاظ کہنے والا شریفوں اور منصفوں کے اور نیک سرشت لوگوں کے نزدیک گندہ طبع اور بدزبان ہوتا ہے،، (مفہوم اشتہار ۹ر ستمبر ۱۸۹۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۴ ص ر ۱۴۲) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۱۴۶، ج ۲﴾

اسی طرح محمد احسن امروہی مرزا صاحب کے مقرب حواری لکھتے ہیں کہ کسی خاص شخص کو بے حیا وغیرہ کہنا خلاف تہذیب ہے۔

(ص ر ۱۹۰ اعلام الناس حصہ دوم)

(۱۴) عام علماء کرام کو گالیاں

بدبخت مفتریوں۔ نہ معلوم یہ وحشی فرقہ شرم و حیا سے کیوں کام نہیں لیتا مخالف مولویوں کا منہ کالا (ص ر ۵۸ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۳۴۲، ج ۱۱﴾ اے بد ذات فرقہ

مولویاں (ص ۲۱ حاشیہ) ☆خ، ص ۲۱، ج ۱۱☆ نالائق مولوی نفاق زدہ۔یہودی سیرت (ص ۲۴ حاشیہ انجام آتھم) ☆خ، ص ۲۴، ج ۱۱☆ بعض خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں ۔دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں اے مردار خور مولویو! اور گندی روحو! (ص ۲۱ ضمیمہ انجام آتھم) ☆خ، ص ۳۰۵، ج ۱۱☆ ایک چشم مولوی۔ (ص ۲۴ ضمیمہ انجام آتھم) ☆خ، ص ۳۰۸، ج ۱۱☆ بعض مولوی دنیا کے کتے (ص ۲۰ استفتاء) ☆خ، ص ۱۲۸، ج ۱۲☆ کم بخت متعصب (ص ۶) پلید طبع (ص ۴۶) یہودی صفت (ص ۷۴ سراج منیر) (یہودی ص ۷ سراج منیر) ☆خ، ص ۸، ۵۴، ۵۴، ۸، ج ۱۲☆ نادان (چشمہ مسیحی) ☆خ، ص ۳۳۶، ج ☆ اندھے (تبلیغ رسالت جلد ۴ ص ۹۱) نابکار، (ص ۵ تحفہ گولڑہ) ☆خ، ص ۹۴، ج ۱۷☆ شریر کتوں کی طرح (ص ۱۴۸ ط۱-۳۵۳ ط۲ تریاق) ☆خ، ص ۴۶۳، ج ۱۵☆ دنیا پرست (ص ۲۷) ☆خ، ص ۲۸۵، ج ۹☆ فطری بدذات۔ سیاہ دل (ص ۲۷) ☆۲۸۵، ج ۹☆ اے شریر مولویو! اور ان کے چیلو اور غزنی کے ناپاک سکھو (ص ۳۲) ☆خ، ص ۲۹۱، ج ۹☆ بخیل طبع (ص ۳۸ ضیاء الحق) ☆خ، ص ۳۳۰، ج ۱۹☆ بدذات مولوی (ص ۶ ضمیمہ انجام) ☆خ، ص ۲۹۰، ج ۱۱☆ بے ایمانو، نیم عیسائیو، دجال کے ہمراہیو (ص ۱۵ اشتہار انعامی تین ہزار) ☆مجموعہ اشتہارات ص ۶۹، ج ۲☆

(۱۵) عام قوم اہل اسلام و دیگر مخالفین

"کوئی تراب حیا نہ ہو تو اس کے لئے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اسی طرح مان لے جیسا اس نے آنحضرت (صلعم) کی نبوت کو مان لیا ہے"، (ص ۳۸ تذکرۃ الشہادتین) ☆خ، ص ☆ نادان بدبخت شقی (ص ۶، اعجاز احمدی) ☆خ، ص ۱۱۲، ج ۱۹☆ ظالم طبع مخالفوں نے جھوٹ کی نجاست کھائی (ص ۱۸ نزول المسیح) ☆خ، ص ۳۸۶، ج ۱۸☆ بعض ڈوموں کی طرح (ص تبلیغ رسالت جلد ۱ ص ۲۰) بعض کتوں کی طرح، بعض بھیڑیوں کی طرح، بعض سوروں کی طرح، بعض سانپوں کی طرح ڈنگ مارتے ہیں (ص ۱۵۰ خطبہ الہامیہ) ☆خ، ص ۲۳۸، ج ۱۶☆ اے بے حیا قوم (ص ۶ سراج منیر) خبیث طبع لوگ۔ (ص ۶ سراج

نیر) ﴿خ، ص ۸، ج ۱۲﴾ اے نادانوں! عقل کے اندھو (ص ۲۶ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص ۲۸، ج ۲۲﴾

(۱۶) آریہ قوم کے رشی دیانند کو گالیاں

مرزا صاحب جہاں اپنے دعاویٰ کے اتار چڑھاؤ مشاق تھے وہاں نفاق گوئی میں بھی شہرہ آفاق تھے۔ کہیں تو یہ مصلحانہ روش اور غریبانہ اور عاجزانہ انکساری ہے کہ:-

(ا) "ہم قادیانی کو چھوڑ دیں گے کیونکہ بخدا ہم دشمنوں کے (آریوں کے) دلوں کو بھی تنگ کرنا نہیں جانتے" (ص ر شحنہ حق) ﴿خ، ص ۳۷۶، ج ۲﴾

(ب) ایک شخص جو کسی کے باپ کو گندی گالیاں دیتا ہے اور پھر چاہتا ہے کہ اس کا بیٹا اس سے خوش ہو یہ کیونکر ہو سکتا ہے جو لوگ محض زبان سے صلح کے لئے زور دیتے ہیں ان کو چاہیئے صلح کے کام دکھلائیں اے ہم وطن پیارو! ہم ایک ہی ملک میں رہتے ہیں چاہیئے کہ باہم محبت کریں مگر یاد رکھو منافقانہ محبت نہیں ایک زہریلا تخم ہے بدزبانی اور صلح کاری جمع نہیں ہو سکے" (ص ر ۱۲ ضمیمہ چشمہ معرفت بلفظہ) ﴿خ، ص ۳۸۴، ج ۲۳﴾

مگر دوسری طرف یہ بہانہ بنا کر کہ آریوں کے روحانی باپ نے گرونانک کو برا کہا ہے سوامی جی کو یوں کوسا:-

"آریوں کے پنڈت دیانند اس خدا ترس بزرگ (گورونانک) کی نسبت گستاخی کے کلمے ستیارتھ پرکاش میں لکھے ہیں۔ درحقیقت یہ شخص سیاہ دل، جاہل و ناحق شناس، ظالم پنڈت، نالائق، یاوہ گو، بدزبان، پرلے درجے کا متکبر، ریاکار، خودبین، نفسانی اغراض سے بھرا ہوا۔ خبیث مادہ، سخت کلام، خشک دماغ، موٹی سمجھ کا آدمی نااہل،،

(ص ر ۸، ۹ ست بچن) ﴿خ، ص ۱۲۰، ج ۱۰﴾

احمدی دوستو! مرزا نے گورونانک کی طرف سے جو اتنے القاب سوامی دیانند کو دیئے۔ اگر کوئی آریہ انہی القابات خبیثہ سے مرزا جی کو ملقب کرے تو تم اسے بدتہذیب تو نہ کہو گے۔ ع

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اور سنو! مرزا جی سوامی جی کے حق میں لکھتے ہیں:۔

"گندہ نامعقول (ص ر ۲، ۷) دیانندی فریب (ص ر ۴۲) دیانند ستیارتھ پرکاش میں اپنے بدبودار جہالت کا گند چھوڑ گیا (ص ر ۴۷) سراسر جعلسازی سے جو اس کی رگ رگ میں بھری ہوئی تھی (حاشیہ متعلقہ ص ر ۴۲ ملحقہ اخیر کتاب شحنۂ حق) اب تو دیانند کی جان کو رونا چاہیئے،

(ص ر ۲۴ شحنہ حق) ﴿خ، ص ۳۲۸، ۳۶۸، ۳۳۵، ۴۰۰، ۳۵۰، ج ۲" ترتیب وار﴾

ناظرین کرام! اس سخت گوئی کو دیکھئے اور دوسری طرف براہین احمدیہ (ص ر ۱۰۱، ۱۰۲) ﴿خ، ص ۹۱، ج ۱﴾ نکال کر اپنے سامنے رکھئے جہاں بزرگانِ مذہب کی توہین کو خبث عظیم قرار دیا ہے تو آپ کی منصف طبیعت ضرور فتویٰ دے گی کہ

رسول قادیانی کی رسالت بطالت ہے ضلالت ہے جہالت

(۱۷) وید اور مرزا صاحب

"ویدوں میں بجز آفتاب پرستی، ناپاک رسموں کے اور کچھ نہیں تمام گندی نالیوں کا مبداء وید ہی ہے،، (ص ر ۱۱، ست بچن) ﴿خ، ص ۱۲۳، ج ۱۰﴾ دیانندی وید بازاروں میں چار چار آنے کو خراب ہوتے پھرتے ہیں ویدوں کے اصول و عقائد کی گٹھڑی کسی برہمن کی اندھیری کوٹھری میں خاک کے نیچے دبی پڑی ہے (ص ر ۱۷ شحنہ حق) قربان جائیں ایسے ویدوں پر (ص ر ۳۳) یہ بید بے ثمر کی تہذیب ہے (ص ر ۴۵) ویدوں کا بھانڈا پھوٹ گیا،، (ص ر ۵۸ شحنہ حق) ﴿خ، ص ۳۴۳، ۳۵۹، ۳۷۱، ج ۲﴾ حالانکہ یہ وہ وید ہیں جنہیں آخری عمر میں مرزا صاحب نے یہ کہہ کر مان لیا:۔

"ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔ وید انسان کا افترا نہیں،،

(ص ر ۱۱ پیغام صلح مؤلفہ مرزا صاحب) ﴿خ، ص ۴۵۳، ج ۲۳﴾

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ جن ویدوں کی تردید کی گئی ہے وہ دیانندی موجودہ وید ہیں حالانکہ (شحنہ حق ص ر ۶۳، ۸۱، ۱۶) ﴿خ، ص ۳۸۹، ۴۰۷، ج ۲﴾ پر قدیمی ویدوں کو انسانی پست خیالات کا مجموعہ قرار دیا گیا ہے::

(۱۸) آریوں کا پرمیشر

"بد نصیب پرمیشر"، (ص/۲۰۹) "دیانند کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ پرمیشر کبھی رام چندر بنا، کبھی کرشن، کبھی مچھ پر ایک مرتبہ تو خوک یعنی سؤر بن گیا"، (ص/۶۵، ۰۷ شحنہ حق) ﴿خ، ص ۳۵۸، ۳۹۵، ج ۲﴾

(۱۹) عام آریہ قوم

یوں تو مرزا صاحب نے بڑے ہی شریفانہ لہجہ میں لکھا ہے:-

"لعنت بازی کرنا صدیقوں کا کام نہیں، مومن لعان نہیں ہوتا"

(ص/۶۶۰، ازالہ ط ۱-۲۶۹ طبع ۲، ازالہ) ﴿خ، ص ۴۵۶، ج ۱۳﴾

مگر ان کی اپنی روش اس کے سراسر خلاف تھی ان کی کتابیں جا بجا لعنتوں سے بھری ہوئی ہیں بطور نمونہ مسلمانوں کے حق میں دیکھنی ہوں تو (ص ۲۸، اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۴۹، ج ۱۹﴾ دیکھئے اور عیسائیوں کے بارے میں دیکھنی ہوں تو (نور الحق حصہ اول کے ص ۱۱۸ سے ۱۲۲) ﴿خ ص ۱۵۸ تا ۱۶۳، ج ۸﴾ تک ملاحظہ کریں پورے چار صفحات صرف لعنت، لعنت، لعنت سے بھرے ہیں جس کی تعداد ایک ہزار ہے۔ آریوں کے حق میں مشت نمونہ از خروارے ذیل میں ملاحظہ کریں:-

"لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت، لعنت"

(ص/۵۰ شحنہ حق) ﴿خ، ص ۳۷۶، ج ۲﴾

اسی طرح (صفحہ ۶۰) ﴿خ، ص ۳۸۷، ج ۱۲﴾ پر پوری دس لعنتیں سطروار لکھی ہیں لعنتوں کے علاوہ دیگر خوش کلامی ملاحظہ ہو:-

"شکم پرست پنڈتوں کے چیلے" (ص/۶۱ شحنہ حق) ﴿خ، ص ۳۸۷، ج ۲﴾ کھوپری میں بجز بخارات تعصب و عناد (ص/۱) بیل نہ کودا کودی گون (حاشیہ ص/۲) ﴿خ ص ۳۲۸، ج ۲﴾ منجے۔ ۲۶ ﴿ یہودا اسکریوطی یا بگڑے ہوئے سکھ کی دم وہی ہے (ص/۳ حاشیہ) ﴿خ، ص ۳۲۹، ج ۲﴾ کیا رام سنگھ کوکوں کی روح تو ان

میں کہیں گھس نہیں آئی (ص ر ۴)٭ خ، ص ۳۳۰، ج ۲٭ تین بکائن اور لالہ جی باغ میں، (ص ر ۵)٭ خ، ص ۳۳۱، ج ۲٭ بز اخفش، کھڑ پنچ (ص ر ۱۳)٭ خ، ص ۳۳۹، ج ۲٭ دیکھانہ بھالا صدقے گئی خالہ (ص ر ۱۵)٭ خ، ص ۳۴۱، ج ۲٭ آریہ اوباشوں، دیانندی تانتیاں بھیل (ص ر ۳۸)٭ خ ص ۳۴۱، ج ۲٭ کنجر ولدالزنا جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں مگر اس آریہ میں اس قدر شرم بھی باقی نہ رہی (ص ر ۶۰)٭ خ، ص ۳۸۶، ج ۲٭ لیکھرام کی کھوپری۔

(ص ر ۱۰۷)٭ خ، ص ۴۳۳، ج ۲٭

ایک آریہ نے لکھا کہ مرزا کوڑی کوڑی کو لاچار ہے۔ اس کے جواب میں اس قدر آپے سے باہر ہو گئے کہ:-

"حیرت ہے لالہ صاحبوں کو ہمارے قرض کی فکر کیوں پڑ گئی؟ ایک قوم ہندو جٹ ہے اکثران کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اپنی دختر کا ناطہ کسی جگہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے چپکے چپکے اس گاؤں میں چلے جاتے ہیں جہاں اپنی دختر کی نسبت کا ارادہ ہوتا ہے۔ تب اس گاؤں پہنچ کر پٹواری کی کھیوٹ اور گرداوری اور روزنامہ سے دریافت کر لیتے ہیں کہ اس شخص کی کتنی زمین ہے، پڑتال کے بعد اپنی دختر دے دیتے ہیں لیکن اس جگہ تو ان امور میں سے کوئی بات نہیں"

(ص ر ۱۹ شحنۂ حق)٭ خ، ص ۳۴۵، ج ۲٭

(۲۰) عیسائیوں کے بارے میں

"بزرگانِ مذہب کی توہین خبث عظیم ہے،، (ص ۱۰۱، ۱۰۲ براہین احمدیہ)٭ خ ص ۹۱ ج ۱٭ "عیسائیوں کی مشرکانہ تعلیم کا تمام مدار اس شریر انسان کی باتوں پر ہے جس کا نام پولس تھا" (ص ۵، اشتہار مستیقنا بوحی اللہ القہار)٭ مجموعہ اشتہارات ص ۳۱۰، ج ۲٭ "اس زمانہ کے پادری دجال کذاب ہیں،، (ص ر ۵۹) "دجالی فرقہ،، (ص ۳، اشتہار انعامی ۳ ہزار)٭ مجموعہ اشتہارات ص ۱۶، ج ۲٭ "ہزار لعنت کی ذلت کا رسہ میں پڑیگا،، (ص ر ۱۶) "پادری ہی دجال ہیں،، (ص ر ۴۴، انوار الاسلام)٭ خ، ص ۷۰، ۵۰، ج ۹٭ "بدگو، بے اعتدال بیہودہ، بدذاتی (ص ر ۸، ۹) "نادان پادری،، (۱۵) "تمام بزرگ عیسائی خنزیر کی قسم کھاتے

رہے" (ص ر ۹ انجیہ الحق مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ ص ۲۵۶، ۲۷۳، ج ۹﴾

(۲۱) خدا کی توہین

مسلمانوں کا بالاتفاق اعتقاد ہے کہ "اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے"
(ص ۶۱۴ ط ۱-۲۵۲، ط ۲، ازالہ) ﴿خ ص ۴۳۲، ج ۳﴾

مرزا صاحب اس اعتقاد پر اعتراض کرتے ہیں:۔

کوئی عقلمند اس بات کو قبول کرسکتا ہے کہ اس زمانہ میں خدا سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں پھر بعد اس کے سوال ہو گا کہ کیوں نہیں بولتا؟ کیا زبان پر کوئی مرض لاحق ہو گیا؟ (ص ر ۱۴۵ ضمیمہ نصرۃ الحق (معاذ اللہ) ﴿خ، ص ۳۱۲، ج ۲۱﴾

مرزا صاحب کی شانِ تقدیس

"میں اپنے نفس پر اتنا قابو رکھتا ہوں اور خدا نے میرے نفس کو ایسا مسلمان بنایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک سال بھر میرے سامنے میرے نفس کو گندی گالیاں دیتا رہے آخر وہی شرمندہ ہو گا اور اسے اقرار کرنا پڑیگا کہ وہ میرے پاؤں جگہ سے اکھاڑ نہ سکا"
(ص ر ۱۹۸ منظور الٰہی، بر اوایت مولوی عبدالکریم احمدی امام الصلوۃ مرزا)

احمدی بھائیو! اس تحریر کو پڑھ کر ذرا اس تحریر پر نظر ڈالنا جس میں ایک آریہ نے صرف اتنا اعتراض کیا تھا کہ "آپ کوڑی کوڑی کو لاچار ہیں"، اور مرزا صاحب نے اسے لڑکی دینے کا قصہ سنایا ہے::

مرزا صاحب کے سخت گو ہونے پر دو عدالتوں کی رائے

رائے چندولال صاحب مجسٹریٹ ضلع گورداسپور کی عدالت میں بمقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین جہلمی۔ مرزا صاحب نے اپنے بیان میں لکھوایا کہ:۔

"عین الیقین اور حق الیقین عدالت کے ذریعہ سے میسر آتے ہیں"

(ص ۲۰۴ روئیداد مقدمہ مرتبہ مولوی کرم الدین صاحب جہلمی)

اب ہم عدالت کا فیصلہ بجق مرزا نقل کرتے ہیں امید ہے کہ احمدی حضرات اس "حق الیقین پر عین الیقین" کریں گے:۔

نقل حکم مسٹر ڈگلس صاحب مؤرخہ ۲۳ر اگست ۱۸۹۷ء

"مرزا غلام احمد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جو تحریرات عدالت میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ وہ فتنہ انگیز ہے ان کی تحریرات اس قسم کی ہیں کہ انہوں نے بلا شبہ مبالغہ کو اشتعال کی طرف مائل کر رکھا ہے پس ان کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ وہ مناسب اور ملائم الفاظ میں اپنی تحریرات کو استعمال کریں ورنہ بحیثیت حاکم صاحب مجسٹریٹ ضلع ہم کو مزید کاروائی کرنی پڑے گی"

(ص ۲۴ روئداد مقدمہ)

عدالت لالہ آتمارام مہتہ بی۔ اے اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور کا فیصلہ ۸ر اکتوبر ۱۹۰۴ء

"ملزم نمبر ۱ (مرزا صاحب) اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے اگر اس کے اس میلان طبع کو نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہیچوقسم تحریرات سے باز رہنے کے لئے فہمائش کی تھی۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا کہ ہیچوقسم نقض امن والے فعلوں سے باز رہے گا۔"

(ص ۶۰ روئداد مقدمہ)

عدالت کا بیان مظہر ہے کہ مرزا صاحب بد زبان ہونے میں مشہور تھے اور اس سے پہلے دو عدالتیں انہیں روک بھی چکی ہیں۔ چنانچہ خود مرزا صاحب اقرار کرتے ہیں کہ:۔

"ہم نے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر کے سامنے یہ عہد کر دیا ہے کہ آئندہ

ہم سخت الفاظ سے پہلے کام نہ لیں گے ،،

(اشتہار مرزا صاحب ۲۰ / دسمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ کتاب البریت دیباچہ ص ۱۳ مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ، ص ۱۵، ج ۱۳﴾

اس عبارت میں مرزا صاحب اپنی سخت گوئی کا اقرار کرتے ہیں اور آئندہ اس سے احتراز کا وعدہ کرتے ہیں مگر ۱۹۰۴ء میں لالہ مہتہ رام کی عدالت کا فیصلہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے وعدہ پر قائم نہ رہے اور ۱۸۹۷ء کے بعد برابر بد گوئی کو کام میں لاتے رہے آہ

نہیں وہ بات کا پورا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پہ مارا تو کیا مارا

ہمارے ناظرین حیران ہونگے کہ آخر مرزا صاحب کا اس سخت گوئی سے فائدہ کیا تھا اس کا ایک جواب تو عدالت دے چکی ہے یعنی "میلان طبع" دوسرا جواب مرزا صاحب کے بیٹے نے دیا ہے :-

"جب انسان دلائل سے شکست کھاتا ہے اور ہار جاتا ہے تو گالیاں دینی شروع کرتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے ،، (ص ر ۱۵، انوار خلافت مصنفہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان)

عذرات مرزائیہ اور اُن کا جواب

مرزائی کہا کرتے ہیں :-

"نبی دنیا کے سامنے جج کی حیثیت میں پیش ہوتا ہے اور اس کا فرض ہوتا ہے کہ تاریکی کے فرزندوں پر فرد جرم لگانے سے پہلے ان کے جرموں سے ان کو آگاہ کر دے ،،

الجواب

جج کا کام ان کی غلطیوں پر آگاہ ہو کر انہیں سزا دینا بیشک ہے مگر بجائے اغلاط کا اظہار کرنے کے خود اسی غلطی میں یا جرم میں مبتلا نہیں ہوا کرتا ، علاوہ ازیں جج مقدمہ

پیش ہو چکنے کے بعد یہ انتظار نہیں کیا کرتا کہ اب یہ میری پگڑی بھی اچھالیں تو انہیں سزا دوں ورنہ چھوڑ دوں۔ اگر مرزا صاحب جج تھے تو پھر باوجود لوگوں کی گالیاں سننے کے بقول خود عرصہ دراز تک اپنے اختیارات کو کیوں کام میں نہ لائے جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں کہ :-

"میں نے اس (سعد اللہ) کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا لیکن وہ حد سے گذر گیا تب میں نے نیک نیتی سے وہ الفاظ استعمال کئے،،

(ص ر ۱۴۰ تجلیات رحمانیہ بحوالہ ص ر ۲۰ تتمہ حقیقۃ الوحی) (خ، ص ۴۵۲، ج ۲۲ مجموعہ اشتہارات ص ۶۸ ر ج ۲)

یہ تحریر کہہ رہی ہے کہ مرزا جج وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ اس کی گالیاں کچھ تو اپنی شکست کو چھپانے کے لئے تھیں اور کچھ اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے ::

نبی کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی غلطیوں سے بچنے کی ہدایت کرے خود ان غلطیوں میں مبتلا نہیں ہو جایا کرتا۔ خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ :-

"گالی کے جواب میں گالی دینے والا کتا ہوتا ہے"

(تقریر مرزا مندرجہ صفحہ ۹۹ رپورٹ جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء)

قرآن کریم سے جج کی مثال

ہم لکھ آئے ہیں کہ جج مجرموں پر فرد جرم عائد کرتا ہے جس سے لوگ نصیحت پکڑتے ہیں کہ فلاں جرم قابل مواخذہ ہے اس سے اجتناب کریں۔ بعینہ یہی مثال قرآن پاک سے ملتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بوحی خدا لوگوں کو ہدایت فرماتے ہیں:-

وَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ تو تو! صداقت کے جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۔ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ الآیۃ۔ (سورہ قلم پ ۲۹)

نہ کہا ماننا۔ بڑا جھوٹے طعن کرنے والے، چغل خور، خیر کے کام سے منع کرنے والے، حد سے نکلے ہوئے، بدعمل، متکبر، نسل بدلنے والے کا ::

دیکھئے! یہ طریقہ ہدایت کا یعنی برے اشخاص سے پرے رہنے کا وعظ مرزا صاحب کہا کرتے ہیں کہ اس آیت میں کافروں کو "زنیم" یعنی حرام زادہ کہا گیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے جس نے یہ معنی کئے ہیں یہ اس کی اپنی رائے ہے:-

لغوی معنی ہیں، دعی القوم لیس منھم ایک ایسا شخص جس کا باپ کسی دوسرے قبیلہ کا ہو مگر وہ کسی دوسرے قبیلے اور قوم کی طرف منسوب ہوتا ہو"

(ص/۶۷۴ مرزائی پاکٹ بک)

مثلاً مرزا صاحب مغل تھے (ص/۳۳ تذکرۃ الشہادتین) مگر بنتے تھے فارسی الاصل (ص/۱۸ تحفہ گولڑہ) ماسوا اس کے اگر ہم یہی مان لیں تو بھی کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اس آیت میں کسی کا نام لے کر اس کو حرام زادہ نہیں کہا گیا بلکہ مومنوں کو ہدایت ہے کہ ایسے لوگوں سے بچو اور ان کی اطاعت نہ کیا کر، کیا بروں کی مجلس سے اجتناب کی تلقین کسی کو گالی ہے؟

عذر

قرآن میں مخالفوں کو شر البریۃ بدتر مخلوق،، (ص/۶۷۴ مرزائی پاکٹ بک) کہا ہے::

الجواب

اول تو شرالبریہ کوئی گالی ہی نہیں۔شر غیر مفید اور مضر چیز کو کہتے ہیں اور لاریب جو شخص خدا کا منکر ہو اور صداقت کا دشمن، وہ نقصان رساں ہی ہے اور یقیناً جملہ مخلوق سے نقصان دہ ہے اب آیئے قرآن پاک سے دیکھیں کہ ایسا کس کو کہا گیا ہے ملاحظہ ہو،، اِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ۔الآیۃ (انفال ع ۷) سب جاندار چیزوں سے زیادہ مضر وہ ہیں جو منکر ہوئے اور ایمان نہیں لائے یہ وہ لوگ ہیں جن سے تو نے عہد باندھا پھر انہوں نے توڑ دیا اس عہد کو::

ناظرین کرام! میں خدا کے نام پر آپ سے اپیل کرتا ہوں کہ کسی بدعہد کو

نقصان دینے والا کہنا گالی ہے؟ بد تہذیبی[1]؟ اگر یقیناً نہیں تو پھر کیا مرزائیوں کی ہی بدفہمی ہے کہ وہ تہذیب سے تو کورے ہیں۔ تہذیب کی تعریف بھی نہیں جانتے؟

عذر

قرآن میں مخالفین کو کالانعام کہا گیا ہے::

جواب

ہم قرآن پاک کے الفاظ سامنے رکھ دیتے ہیں۔ ناظرین خود اندازہ لگالیں

ارء یت من اتخذ الٰهه هواه افانت تکون علیه وکیلا ۔ ام تحسب ان اکثر هم یسمعون او یعقلون ان هم الاّ کالانعام بل هم اضل سبیلا (الفرقان ع ۴) بھلا دیکھو تو اس آدمی کا حال ہو جو اپنی خواہشات کا پجاری ہے۔ کیا تو ایسے شخص کا ذمہ دار ہو سکتا ہے یا کیا خیال کرتا کہ ایسے اشخاص سننے سمجھنے والے ہوتے ہیں؟ نہیں ایسے لوگ تو چارپایوں کی مانند ہوتے ہیں۔

معزز منصف قارئین! اللہ کے لئے بتلاؤ اس آیت میں کونسی بداخلاقی ہے، کیا سخت گوئی ہے، کسی کو برا بھلا کہا گیا ہے؟ انصاف!

عذر

قرآن نے کفار کو سور اور خنزیر کہا۔

جواب

یہ بہتان ہے ہاں ایک گذشتہ واقعہ کی حکایت ضرور ہے کہ بنی اسرائیل کے بعض بداعمال و نافرمان لوگوں کو ان کی بار بار کی بداعمالی کے سبب ان کی شکلیں مسخ کی گئیں۔ کیا یہ گالی ہے؟

[1] دیکھئے مرزا صاحب نے باوجود عدالت میں گالیوں سے اجتناب کا عہد کرنے کے پھر گالیاں نکالیں جس کی بنا پر مقدمہ ہوا اور فریقین نے ہزاروں روپیہ کا نقصان ہوا اور منافرت بڑھ گئی ۱۲ منہ۔

میں کہتا ہوں اگر ایسے ایسے غلط اعتراضات کی وجہ سے جو خدا اور اسکے صادق و مصدوق رسول علیہ السلام کی ذات والا صفات پر مرزائیوں کی طرف سے ہوتے ہیں۔ خدا کا غضب ان پر بھڑکے اور ان کی شکلیں مسخ کردے اور کوئی مؤرخ اس واقعہ کو اپنی کتاب میں درج کرے۔ کیا کوئی دانا نقل کی وجہ سے مؤرخ کو بداخلاق، بدزبان کہے گا یقیناً نہیں::

عذر

"اگر کوئی کسی کو کانا کہے تو دوسرے کا حق ہے کہ کہے میں کانا نہیں تم خود اندھے ہو، تمہیں میری آنکھ نظر نہیں آتی،، (ص ر ۵۷ پاکٹ بک مرزائیہ)

الجواب

مرزا صاحب فرماتے ہیں:-

"ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا (اس کی) لڑکی بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا۔ جواب دیا بیٹی انسان سے کت پن نہیں ہوتا اسی طرح انسان کو چاہیئے کہ جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے نہیں تو وہی کت پن کی مثال صادق آئے گی۔

(تقریر مرزا مندرجہ رپورٹ جلسہ سالانہ منعقدہ قادیان ۱۸۹۷ء ص ر ۹۹)

ملاحظہ ہو مرزا صاحب تو اس جگہ فعل گو سے بری ہونا چاہتے ہیں مگر ہمارے احمدی دوست ہیں کہ خواہ مخواہ مرزا صاحب کو اس صف میں لانا چاہتے ہیں جہاں ایسے نادان دوست ہوں ہاں مرزا صاحب کی دانا دشمنوں سے حفاظت بعینہ ایسی، ہوگی فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَ قَامَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ یعنی مینہ سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے جا کھڑا ہوا مرزا صاحب کی روح یقیناً آپ کو کہتی ہوگی ؎

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدانخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتا

عذر

گالی اور امر واقع میں فرق ہے مطلب یہ کہ مرزا نے جو کچھ کہا ہے واقعی لوگ اس کے حقدار ہیں:۔

الجواب

ا۔ یہ مرزا صاحب کی گالیوں سے بھی بڑھ کر گالی ہے یعنی علماء اسلام فضلاء انام کو سچ مچ سور، کتے، بے ایمان، دجال وغیرہ بنانا مرزائیو! اللہ سے ڈرو۔ یقین جانو اس طرح مخالفوں کو بھی حق ہے کہ وہ ان جملہ القاب کا آپ کے مسیح موعود اور جملہ علماء احمدیہ جو حقیقی مصداق قرار دیں اور یقیناً امر واقع یہی ہے ایمان سے کہو اس سے تمہیں کچھ رنج ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہوا ہے تو یہی حال ہمارا ہے جن کے مسلمہ بزرگوں کو تمہارے مسیح موعود 'نبی اللہ' رسول اللہ نے انتہائی غیر شریفانہ طرز میں گالیاں دی ہیں::

(۲) الزامی جواب۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

> "خدا تعالیٰ کی سچی اطاعت اور نوع انسان کی بھلائی وہی شخص بجالا سکتا ہے جو وقت شناس ہو ورنہ نہیں' مثلاً ایک شخص گو راست گو ہے مگر اپنی راستی کو حکمت کے ساتھ ملا کر استعمال نہیں کرتا بلکہ لاٹھی کی طرح مارتا ہے اور بے تمیزی سے ایک شریف خصلت کو بے محل کام میں لاتا ہے تو وہ ایک حکیم منش کے نزدیک ہرگز قابل تعریف نہیں ٹھیرتا ایسے کو جاہل نیک بخت کہیں گے نہ دانا نیک بخت' اگر کوئی اندھے کو اندھا اندھا کر کے پکارے اور پھر کسی کے منع کرنے پر یہ کہے کہ میاں کیا میں جھوٹ بولتا ہوں تو اسے یہی کہا جائیگا کہ بیشک تو راست گو ہے مگر احمق یا شریر کہ جس راستی کے اظہار کی تجھے ضرورت ہی نہیں اس کو واجب الاظہار سمجھتا ہے اور اپنے بھائی کے دل کو دکھاتا ہے،،

(شحنۂ حق ص ۷، ۲۸، ۲ ط ا، سلسلہ تصنیفات لاہوری جلد ۲ ص ۷۵۷۔۷۵۸)

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر آٹھویں دلیل

مرزا صاحب کے مغالطے

مرزا صاحب کی ساری عمر انہی چالوں میں گزری کہ عجب طرح کے بے تکے گول مول فقرات بنام الہامات مبنی پر پیشگوئیاں گھڑا کرتے تھے جیسا کہ ہم شروع میں اس کی متعدد امثلہ درج کر آئے ہیں۔ اس "کوڑھ پر کھاج" یہ کہ اس عیار عطار کی مانند جو بیماری کے دنوں میں ایک ہی بوتل سے ہر طرح کے شربت دیا کرتا ہے۔ کسی کو نیلوفر کی ضرورت ہوتی تو اسی سے نکال دیا کوئی بنفشہ لینے آیا تو اسی سے دے دیا۔ کوئی سکنجبین مانگے تو اسی سے الٹ دیا وغیرہ مرزا صاحب بھی اپنے الہامات سے اسی طرح کام لیا کرتے تھے ایک ہی الہام ہوتا تھا حسب ضرورت اسے جگہ بہ جگہ چسپاں کر دیا کرتے تھے بطور نمونہ چند امثلا درج کی جاتی ہیں:۔

مثال نمبر (۱)

"۹ جنوری ۱۹۰۳ء قُتِلَ خَيْبَتَه وَزِيْدَ هَيْبَتَه ایک شخص جو مخالفانہ کچھ امید رکھتا تھا وہ ناامیدی سے ہلاک ہو گیا اور اس کا مرنا ہیبت ناک ہو گا

(ص ۷۷ البشریٰ جلد ۲ بحوالہ البدر جلد ۱ ص ۱۲) ﴿تذکرہ ص ۴۵۰﴾

اس الہام میں عجیب دورنگی ہے قتل صیغہ واحد مذکر غائب مجہول فعل ماضی ہے جس کے معنی ہیں مارا جا چکا زمانۂ گزشتہ میں۔ چنانچہ مرزا جی بھی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "ناامیدی سے ہلاک ہو گیا" مگر آگے چل کر لکھتے ہیں "اس کا مرنا ہیبت ناک ہو گا" یعنی آئندہ خیر اس میں تطبیق ہو سکتی ہے کہ مر تو گیا ہے مگر اس کی موت کا نتیجہ آئندہ برا اثر ڈالے گا۔ مگر مرزا صاحب کے ذہن میں یہ مفہوم نہ تھا بلکہ دورنگی تھی جو آگے آتی ہے بہر حال اس الہام میں کسی کے نامرادنا کام مرنے کا ذکر ہے گورادلوں کی طرح گول مول اور بلا تعین ہے آگے چلیئے خدا کی قدرت اس الہام کے دو چار دن بعد ہی ایک غریب

ماشکی جو مرزا صاحب کا مخالف تھا مر گیا تو مرزا صاحب نے جن کا دعویٰ تھا کہ:۔

"میں نبی ہوں،، اور نبیوں کے جملہ افعال و اقوال اور خیالات سب تصرف باری سے ہوتے ہیں (ص ۱۷ / ۲۷ ریویو جلد دوم)

یوں فرمایا:۔

"ایک سقہ مرگیا اسی دن اس کی شادی تھی آپ نے فرمایا مجھے خیال آیا قُتِلَ خَیْبَتُه وَزِیْدَهَیْبَۃَ جو وحی ہوئی تھی وہ اسی کی طرف اشارہ ہے،،

(اخبار البدر ص ۵ جلد ۲ مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۰۳ء ڈائری ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء)

ناظرین! اصل الہام میں کسی مخالف کی گزشتہ ناکام موت کا ذکر تھا۔ مگر اس جگہ مرزا نے عجب ہوشیاری سے اسے ماشکی پر لگا دیا ہے خیر یہ تو ان کی ایک معمولی عادت تھی۔ آگے چلئے۔ ملک کابل میں مرزا صاحب کے دو مرید میاں عبد الرحمٰن و مولوی عبد اللطیف سنگسار کیے گئے تو مرزا صاحب نے رسالہ تذکرۃ الشہادتین ص ۴۷ حاشیہ پر مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء کو لکھا:۔

"اس سے پہلے ایک صریح وحی الٰہی مولوی عبد اللطیف کی نسبت ہوئی تھی یہ وحی البدر ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء کالم دو میں شائع ہو چکی ہے جو مولوی صاحب کے مارے جانے کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے قُتِلَ خَیْبَۃً وَزِیْدَ هَیْبَۃً یعنی ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ہیبت ناک امر تھا یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر دلوں پر ہوا،،

برادران! مرزا صاحب کی چالاکیوں اور مغالطوں پر غور کیجئے کہاں ایک گول مول بے تکا فقرہ نہ تعین اور جس میں کسی مخالف کی گزشتہ موت کا حوالہ تھا پھر کہاں قادیان کا ایک بے ضرر غریب ماشکی جو مرزا کے گھر پانی بھرا کرتا تھا اور کہاں عبد اللطیف کابلی مرزائی جو نہ مخالف مرزا تھا اور نہ اس کی موت ناکام و نامراد تھی بلکہ اگر مرزا صادق تھے تو اس کی موت اعلیٰ شہادت تھی نہ کہ نامرادی کی۔ پھر مزا یہ کہ کہتے ہیں عبد اللطیف کی موت کا صریح الہام تھا:۔

مثال نمبر ۲

۱۸۸۰ءر ۱۸۸۲ء کے درمیان زمانہ میں بوقت تالیف "براہین احمدیہ"
مرزا صاحب نے ایک الہام سنایا تھا:-

شَاتَانِ تُذْبَحَانِ وَ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی اور زمین پر کوئی نہیں جو مرنے سے بچ جائے گا۔ کوئی چار روز پہلے اس دنیا کو چھوڑ گیا کوئی پیچھے اسے جاملا"

(ص ر ۵ حاشیہ ع ۳ براہین احمدیہ) ﴿خ، ص ۶۱۰، ج ۱، تذکرہ ص ۸۸، ۲۶۴﴾

کیا بے تعین و تخصیص عام رنگ کا الہام ہے دنیا میں ہر روز ہزار ہا بکرے ذبح ہوتے ہیں۔ خود مرزا صاحب کو ایک "الہام" "ہوا" تین بکرے ذبح کئے جائیں گے" آپ نے تین بکرے اس کے بعد ذبح کر دیئے۔

(ص ر ۱۰۵: البشریٰ جلد ۲) ﴿تذکرہ ص ۵۸۹﴾

جو ایک معمولی بات ہے مگر چونکہ مرزا صاحب کا مطلب ان جیسے الہاموں کے گھڑنے کے کچھ اور ہی تھا۔ چنانچہ اس الہام پر جب قریباً ۱۵ر ۱۷ برس گزر گئے تو منکوحہ آسمانی کی پیشگوئی کے دوران میں آپ کو یہ یاد آیا۔ پھر کیا تھا نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ آپ نے جھٹ سے اس الہام کو آسمانی خسر اور زمینی رقیب مرزا احمد بیگ و سلطان محمد پر لگا دیا کہ دو بکریوں سے یہ مراد ہیں جو یقیناً ذبح ہوں گے۔

(ص ر ۵۷ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۳۴۱، ج ۱۱﴾

چونکہ قدرت کو مرزا کا کذب منظور تھا وہ بھی اچھی طرح ذلت و خواری کے بعد اس لئے سلطان محمد نہ مرا اور یہ الہام جوں کا توں رہ گیا آخر سوچتے سوچتے ۱۹۰۳ء کی اسے بھی عبد اللطیف و عبد الرحمٰن کابلی مقتولوں پر چسپاں کرنے کی سوجھی۔ چنانچہ آپ نے بکمال "شان نبوت" اس الہام کو ان کی موت پر لگا دیا:-

"(خدا تعالیٰ براہین احمدیہ میں فرماتا ہے دو بکریاں ذبح کی جائیگی یہ پیشگوئی مولوی عبد اللطیف اور ان کے شاگرد عبد الرحمٰن کے بارے میں ہے جو پورے تیئس برس بعد پوری ہوئی" (ص ر ۷۰ تذکرۃ الشہادتین) ﴿خ، ص ﴾

ہندو۔ مسلم۔ سکھ اور مسیح بھائیو! کہہ دو۔، غلام احمد کی جے،،

مثال نمبر ۳

۳۱ر مئی ۱۹۰۴ء کے اخبار الحکم صفحہ ۹ پر مرزا صاحب کے کئی الہام درج ہیں۔ ان میں سے یکم جون ۱۹۰۴ء کا الہام ہے:۔

عفت الدیار محلها و مقامها ﴿تذکرہ ص، ۵۱۵﴾

خطوط وحدانی کے اندر اس آگے لکھا ہے (متعلقہ طاعون) اسی کی تائید مزید ''اشتہار الوصیت'' مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص ر ۲۷ تا ۵۷ میں یوں کی گئی ہے:۔

دوستو! میں نے خدا کی طرف سے اطلاع پاکر یہ وحی شائع کرائی تھی عفت الدیار محلها و مقامها دیکھو اخبار الحکم ۳۰ر مئی ۱۹۰۴ء (غلط ہے صحیح ۳۱ر مئی ہے۔ ناقل) ع۱۸ جلد ۸ کالم ۳ (یہ بھی جھوٹ ہے کالم ۴ میں ہے) قرآن میں بھی آتا ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہوگی کہ کوئی جگہ پناہ کی نہ رہیگی میرے الہام عَفَتِ الدِّيَارُ محلها وَ مقامها کے یہی معنی ہیں،،

معلوم ہوا کہ اس الہام میں طاعون کی پیشگوئی ہے مگر اب مرزا صاحب کی استادی دیکھو کہ ۴ر اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیم آیا تو مرزا صاحب نے جھٹ سے الہام کو چالاک عطار کی طرح اس زلزلے پر لگادیا۔ چنانچہ اشتہار ''الانذار'' مؤرخہ ۸ر اپریل ۱۹۰۵ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۸ پر یوں لکھا......

''دیکھو وہ نشان کیسا پورا ہوا۔ پیشگوئی اس زلزلے سے پہلے شائع کردی گئی پیشگوئی یہ ہے۔ عفت الدیار محلها و مقامها اے عزیز و اس کے یہی معنی ہیں کہ محلوں اور مقاموں کا نام و نشان نہ رہیگا۔ (سبحان اللہ! کیا عربی دانی ہے لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل) طاعون صرف صاحب خانہ کو لیتی ہے مگر جس حادثہ کی اس وحی میں خبر دی گئی تھی اس کے معنی تو یہی ہیں نہ خانہ رہے گا نہ صاحب خانہ سو خدا کا فرمودہ پورا

ا یہ بھی مرزا صاحب کا ایک الہام ہے۔ ملاحظہ ہو ص ر ۶۰ ''مکاشفات،، مرزا ﴿تذکرہ ص ۷۲۳﴾۔ ۱۲ منہ

ہوا، ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۲۳، ج ۳﴾

دیکھا جناب کہ ایک ہی الہام سے طاعون مراد لی اور وہ بھی بصورت حصر اور قرآن کی تائید سے، اور پھر اسی سے زلزلہ بھی::

مغالطہ در مغالطہ

اس الہام کو سناتے وقت تو اسے متعلقہ طاعون ظاہر کیا اور اس کے بعد اشتہار الوصیت میں بھی بڑے زرو سے "یہی" کے لفظ سے طاعون کے بارے میں کہا مگر جب زلزلہ پر لگایا اور لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ پہلے آپ اسے طاعون کے متعلق کہہ چکے ہیں تو جواب دیا کہ:-

"اسے طاعون کے متعلق لکھنا ایڈیٹر الحکم کی غلطی ہے اور اجتہادی غلطی انبیاء سے بھی ہو جاتی رہی ہے" (ص ر ۱۵ ضمیمہ نصرۃ الحق) ﴿خ، ص ۱۶۸، ج ۲۱﴾

کس قدر مغالطہ ہے ایڈیٹر الحکم کی کیا مجال کہ وہ "حضرت مسیح موعود نبی اللہ" کی زندگی میں انکے پاس رہتے ہوئے ازخود انکے ایک گول مول الہام کو متعین کر دے۔ اسے بھی چھوڑو بھلا اخبار الحکم کے الفاظ پر تو یہ عذر کر دیا۔ مگر ہاتھی کے کانوں جتنے لمبے طویل طویل اشتہار "الوصیت" میں بھی ایڈیٹر الحکم نے اسے طاعون کے متعلق لکھا ہے؟ وہ تو خود مرزا صاحب کا اشتہار ہے۔ کہئے اس کی کیا تاویل ہے؟

مثال نمبر ۴

البشریٰ جلد ۲ ص ر ۹۹ ﴿تذکرہ ص ۵۵۶﴾ پر الہام:-

"خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا الخ"

گو ایک سابقہ مرید کی صحت پر لگایا ہے مگر صفحہ ۲۶ تتمہ حقیقۃ الوحی پر کہا کہ:

﴿خ، ص ۴۵۸، ج ۲۲، تذکرہ، ۳۶۳﴾

"مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی موت کے بارے میں یہ الہام تھا"

مثال نمبر ۵

ایسا ہی البشری جلد ۲ ص ۱۰۷ ﴿تذکرہ، ۵۶۲﴾ پر الہام درج ہے "۷۴ سال کی عمر انا اللہ"، اور اخبار الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۵ء ﴿تذکرہ، ۵۶۲﴾ میں لکھا کہ "یہ الہام اس شخص کے متعلق ہے جس کا خط آیا ہے کہ میں نے ۷۴ سال یونہی گناہوں میں زندگی خراب کردی"، مگر تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۶ ﴿خ، ص ۴۵، ج ۲۲، تذکرہ، ۵۶۲﴾ پر اسے بھی مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی موت پر چسپاں کردیا::

اس قسم کے مغالطوں کی بیسوں مثالیں الہامات مرزا میں موجود ہیں مگر بنظر اختصار اسی پر بس کر کے چند ایک دوسری قسم کے مرزا صاحب کے مغالطے درج کئے جاتے ہیں تاکہ صاحب انصاف لوگ ہر طور پر مرزا صاحب کے غیر صادق ہونے کو ملاحظہ فرمالیں::

مثال نمبر ۶

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے موعود حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کو فرمایا ہے چونکہ مرزا صاحب کا نام غلام احمد اور ماں کا نام چراغ بی بی تھا اسلئے آپ نے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کو یہ چال چلی کہ بعض "اکابر صوفیہ"، کی کتابوں میں تصرف کر کے کہا کہ آنے والے مسیح صرف بروزی رنگ میں ہے نہ کہ حقیقی۔ چنانچہ ایک شخص نے مرزا جی سے سوال کیا کہ "صرف الفاظ عیسیٰ یا مسیح اگر احادیث میں ہوتا تو مثل کی گنجائش تھی لیکن ابن مریم سے اصل ہی کا آنا ثابت ہوتا ہے"، جواباً مرزا جی نے لکھا۔

> "ہم بھی کہتے ہیں مثیل آیا۔ مگر بطور بروز۔ دیکھو تو اقتباس" نام کتاب جس میں لکھی ہیں یہ تمام رموز۔ روحانیت کمل گاہے بر ارباب ریاضت چناں تصرف میفرمائد کہ فاعل افعال شان میگردد واین مرتبہ را صوفیا بروز میگو ئند وبعضے براند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کنند و نزول عبارت ازیں

بروز است مطابق ایں حدیث لا مهدی الا عیسی'
(ایام الصلح اردو حاشیہ صفحہ ۱۳۵)﴿خ، ص ۳۷۹، ج ۱۴﴾

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۸ پر لکھتے ہیں ﴿خ، ص ۳۸۳، ج ۱۴﴾
"کتاب اقتباس الانوار میں جو تصنیف شیخ محمد اکبر صابری کی ہے۔ جس کو
صوفیوں میں بڑی عزت سے دیکھا جاتا ہے یہ عبارت لکھی ہے،،

تحریر مذکورہ میں مرزا صاحب نے "حضرت شیخ محمد اکرم صابری،، کی مقدس و ذی حرمت ہستی کا سکہ بٹھاتے ہوئے اپنی من گھڑت تادیل (آمد مسیح بصورت بروز) کی تائید میں ان کی کتاب کو پیش کیا ہے۔ حالانکہ کتاب اقتباس الانوار میں اس بروز وغیرہ کے عقیدے کو بغایت بودا لکھا ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل ملاحظہ ہو:-

"و بعضے برآند کہ روح عیسیٰ درمہدی بروز کنند و نزول عبارت ازیں بروز
است مطابق حدیث لَا مَہدِیُ اِلَّا عِیسی وایں مقدمہ بغایت
ضعیف است،، (ص ر ۵۲)

آگے چل کر صفحہ ۷۲ پر فرماتے ہیں:-

"یک فرقہ بر آں رفتہ اند کہ مہدی آخرالزماں عیسیٰ ابن مریم است وایں
روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیح و متواتر از حضرت
رسالت پناہ در ودیافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ بن مریم باو اقتدا
کردہ نماز خواہد گزارد و جمیع عارفین صاحب تمکین بریں متفق اند!"

حضرات! ملاحظہ ہو اس تحریر میں بالفاظ اصرح حضرت شیخ محمد اکرم صاحب صابری جن کے نام پر مرزا صاحب نے عوام کو مغالطہ دیا ہے اس قول کو مردود قرار دیتے ہیں اور حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے نزول کو احادیث صحیحہ و متواترہ سے مدلل و مبرہن بتا کر جمیع عارفان با تمکین کا متحدہ و متفقہ عقیدہ ظاہر فرماتے ہیں::

بھائیو! یہ ہے دیانت اور ایمانداری مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت کی کہ دھاک تو بٹھاتے ہیں شیخ محمد اکرصاحب کے نام کی اور اقوال وہ پیش کرتے ہیں جنہیں خود شیخ موصوف مردود کہہ چکے ہیں۔ قطع نظر اس مغالطہ مرزا کے شیخ موصوف

کی عبارت سے واضح ہے کہ روایت لا مھدی الا عیسی بغایت ضعیف ہے۔

احمدی دوستو! دیکھو تمہارے نبی کے مسلمہ بزرگ کی زبان سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا صاحب مہدی و مسیح کو ایک بتاتے اور روایت لا مھدی الا عیسی کو صحیح ٹھہرانے میں جھوٹا ہے کہو تم اس "اکابر از صوفیا متاخرین بودہ اند" کے قول پر ایمان لاتے ہو یا ان کی بزرگی و للّٰہیت کا انکار کر کے مرزا صاحب کی تکذیب پر آمادہ ہو

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مثال نمبر ۷

مرزا صاحب نے تو ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی امرتسری سے پندرہ دن مباحثہ کرنے کے بعد یہ محسوس کرتے ہوئے کہ میرے آسمانی عجائبات، روحانی معارف۔ قادیانی علم کلام سے ایک بھنگی بھی متاثر نہیں ہوا۔ آخری روز یہ پیشگوئی جڑی کہ میرا حریف اور مدمقابل پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرے گا۔ ایسا نہ ہو تو مجھے لعنتی ٹھہرا کر پھانسی کے تختے پر لٹکا دینا وغیرہ::

قدرت کے بھی عجیب کام ہیں کہ وہ سال خوردہ بڈھا جو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا۔ ان پندرہ ماہ میں شکار موت تو در کنار۔ معمولی معمولی امراض زکام وغیرہ سے بھی محفوظ و مامون رہا۔ جس سے قادیانی قصر نبوت میں تہلکہ مچ گیا۔ بڑے بڑے مقرب حواری جو آہنی میخوں اور چوبی شہتیروں کی مانند اس کے مامن و ملجا اور زینت و آرائش تھے، ڈگمگا اٹھے اور کئی ایک مریدان باصفا عیسائی ہو گئے[1]۔

تب مرزا صاحب نے یہ "عذر گناہ بدتر از گناہ" پیش کیا کہ وہ عبداللہ آتھم دل میں ڈر گیا ہے۔ چنانچہ میرے ملہم نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے۔ اگر آتھم انکاری ہو تو حلف مؤکد بعذاب میعادی ایک سال اٹھاوے۔

[1] ملاحظہ ہو صفحہ ۲ ۔ انوار الاسلام مصنفہ مرزا صاحب۔

مقصود اس سے مرزا جی کا یہ تھا کہ بصورت قسم کھانے عبداللہ آتھم کے اول تو پہلی رسوائی دور ہو جائیگی۔ دوئم آئندہ ایک سال کے لئے مہلت بڑھ جائیگی جس کے دوران میں اگر اتفاقاً مر گیا تو چاندی ہے ورنہ اور چال چلیں گے اور کہہ دیں گے رجوع بحق کی شرط الہام میں موجود ہے۔ سو عبداللہ آتھم نے قسم کھانے سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ کیونکہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے اور آتھم نے قسم کھا کر ترک عیسائیت کا ثبوت دیا ہے۔

فھو االمطلوب

مگر ڈپٹی آتھم اپنے مذہب سے پورا ماہر، ندرو ہیں، نکتہ شناس تھا وہ بھلا ان چالوں میں کب آنے والا تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ حضرت! میں ان جھانسوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ کیا آپ کے خونی فرشتوں کو پہلے موقع میرے مرنے کا نہیں ملا کہ اب ایک سوال کی مہلت مانگتے ہو۔ باقی رہا قسم کھانے کا معاملہ۔ سو جب کہ میرے مذہب میں ممنوع ہے تو میں کیسے کھا سکتا ہوں::

تب مرزا صاحب نے باوجود یہ جاننے کے کہ واقعی آتھم کے مذہب میں قسم کھانا ناروا ہے۔ اپنے مریدوں اور عامہ اہل اسلام اور متبعین غیر قادیان کو یوں مغالطہ دیا کہ:۔

(ا) "وہ ایک جھوٹا عذر کر رہے ہیں کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے

(اشتہار انعامی چار ہزار ص ۲)

(ب) "یہ سب جھوٹے بہانے ہیں کہ قسم کھانا ممنوع ہے"

(تریاق القلوب ص ۹۸)

آہ! کس قدر شوخی ہے کہ ایک سچ بات سے انکار کر کے عوام کو دھوکہ میں ڈالا ہے۔

مرزائی دوستو! اگر اس تحریر کی بنا پر تم کسی مجلس مناظرہ یا پرائیویٹ گفتگو میں عبداللہ آتھم کا یہ عذر کہ "ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے" کو جھوٹا بہانہ کہہ اٹھو اور مخاطب علاوہ انجیل کے خود تمہارے مجدد مسیح زماں مرزائے قادیان کی کتاب کشتی نوح کا صفحہ ۲۷ نکال کر تمہارے روبرو پیش کر دے جس میں مرزا صاحب خود اقراری ہیں کہ :-

"قرآن انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا کہ ہرگز قسم نہ کھاؤ"

تو بتلاؤ اور ایمانداری سے بتلاؤ کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی؟

مثال نمبر ۸

مرزا صاحب ابتداء ایک مسلم الہام یافتہ کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے اوپر زینہ پر قدم رکھا یعنی اپنی وحی کو انبیاء کرامؑ کی وحی کی مانند قرار دیا۔ تب بقول مرزا صاحب بعض علماء نے اس قسم کی وحی کے نزول سے انکار کیا۔ جس کے جواب میں مرزا جی نے حضرت مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تحریر اپنی تائید میں بایں الفاظ پیش کی :-

امام ربانی اپنے مکتوبات میں صاف لکھتے ہیں کہ غیر نبی بھی مکالمات سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور ایسا شخص محدث کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور انبیاء کرام کا مرتبہ اس کا مرتبہ قریب واقع ہوتا ہے

(براہین احمدیہ ص ۵۴۶)

حضرت مجدد صاحبؒ کی تحریر کے جن کے الفاظ غیر نبی محدث کو ہم نے نمایاں کر کے لکھا ہے ناظرین انہیں یاد رکھیں۔ اس کے بعد جب مرزا جی نے کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ کیا تو انہی حضرت مجدد صاحب کی اسی تحریر کو یوں نقل کیا۔

مجدد سرہندیؒ نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن

جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے وہ نبی کہلاتا ہے،،
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایئے۔ اس جگہ مرزا صاحب نے کیسے صریح الفاظ میں عوام کو مغالطہ دیا ہے کہ لفظ غیر نبی محدث کو اڑا کر نبی کا لفظ لکھ دیا وہ بھی بایں طرز کہ جن الفاظ کو حضرت مجدد صاحب کی طرف منسوب کیا ہے ان پر خط کھینچ دیا ہے گویہ اصل الفاظ حضرت موصوف کے ہیں۔ معاذ اللہ کتنی مجرمانہ جرات اور بے باکانہ جسارت ہے کہ بے خبر لوگوں کو مغالطہ دینے کے لئے اور نبوت کاذبہ کو منوانے کے لئے مقبولانِ خدا کی تحریروں میں خیانت کی جاتی ہے آہ ؎

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کشی کو
اگر ہو چکے ہیں تم سے پہلے فتنہ گر لاکھوں

مثال نمبر ۹

صوفیاء عظام میں ایک بزرگ شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''نصوص الحکم،، میں ایک پیش گوئی کی ہے کہ:۔

''بنی نوع انسان میں ایک آخری لڑکا ہوگا جس کے بعد نسل انسانی کا خاتمہ ہو جائیگا لوگ اس وقت بکثرت نکاح کریں گے مگر بوجہ مرض عقم کوئی اولاد نہ ہوگی۔ اس لڑکے کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اس سے پہلے نکلے گی اور وہ بعد پیدا ہوگا۔ اس کا سر اس لڑکی کے پاؤں کے ساتھ ملا ہوگا۔ وہ لڑکا ملک چین میں پیدا ہوگا۔ اس کی بولی بھی چینی ہوگی وہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائیگا کوئی نہ مانے گا''

(مفہوم ص ر ۱۵۸، تریاق القلوب مصنفہ مرزا، طا-ط ۲ ص ر ۸۲، ۳۸۳، ۳۸۲) (خ، ص ۴۸۲، ج ۱۵)

اس پیشگوئی میں بعبارت النص مسطور ہے کہ وہ لڑکا چین میں پیدا ہوگا اور وہیں کی بولی بولتا ہوگا۔ ادھر مرزا صاحب نے حسب ''الہام خود'' ع

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

اس کو اپنے پر چسپاں کرنے کی ٹھانی۔ حالانکہ ان کی پیدائش چین میں نہیں

بلکہ قادیان (پنجاب) میں ہوئی۔ ایسا ہی نہ صرف مرزا صاحب بلکہ ان کا ملہم بشر طیکہ کوئی ہو چین کی زبان سے اتنا ہی نابلد تھا جتنا ایک گھاس کو رماس کے ذائقے سے"، اس لئے مرزا صاحب نے اپنی مایہ ناز کتاب حقیقۃ الوحی میں لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کو شیخ موصوف کی پیشگوئی میں یوں تحریف کی کہ::

"شیخ ابن عربی نے لکھا ہے کہ وہ چینی الاصل ہو گا"،

(ص ر ۲۰۱)﴿خ، ص ۲۰۹، ج ۲۲﴾

صاحبانِ دیانت غور فرمائیں کہ شیخ موصوف تو لکھتے ہیں یکون مولدہ با لصّین اس کی ولادت سرزمین چین میں ہو گی ولغتہ لغت بلدہٖ اس کی بولی اس شہر کی ہو گی۔ مگر مرزا صاحب کس دلیری سے ان کی عبارت میں تحریف بلکہ مکمل تبدیلی کرتے ہیں کہ "ابن عربی نے لکھا ہے وہ چینی الاصل ہو گا واہ رے تیری مسیحائی! مطلب اس تحریف سے مرزا جی کا یہ تھا کہ اس پیشگوئی کو وسعت دی جائے۔ چنانچہ بعد تحریف کے اسکو اپنے وجود پر یوں لگایا ہے،

"اس پیشگوئی سے مطلب یہ ہے کہ اس خاندان میں ترک کا خون ملا ہو گا۔ ہمارا خاندان جو اپنی شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیشگوئی کا مصداق ہے" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ر ۲۰۱)﴿خ، ص ۲۰۹، ج ۲۲﴾

اس پرسینہ زوری کا یہ عالم ہے کہ سخت ترین مکروہ اور فرعونی ازالہ میں لکھتے ہیں:۔

"کوئی نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعوی کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرتؐ کی نبوت کو مانا ہے" (ص ر ۳۸ تذکرۃ الشہادتین)﴿خ، ص ۴۰، ج ۲۰﴾

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں

مثال نمبر ۱۰

۱۸۸۶ء میں مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی۔ تب آپ نے ۲۰ ر فروری کو بطر ز پیشگوئی اشتہار دیا کہ ہمارے گھر لڑکا پیدا ہو گا جو گویا ایسا ہو گا جیسا خدا آسمانوں

سے اتر آیا وغیرہ::

اس حمل سے تو لڑکی پیدا ہوئی۔ مگر اس کے دوسرے حمل سے مؤرخہ ۷/اگست ۱۸۸۷ء کو ایک لڑکا پیدا ہوا جسے مرزا صاحب نے مصلح موعود ظاہر کیا۔ خدا کی قدرت ہے کہ وہ لڑکا "اپنی عمر کے سولھویں مہینے میں واپس بلالیا گیا،،

(ص/۷ حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر۔ سبز اشتہار) ﴿خ، ص ۴۴۷، ج ۲﴾

پھر کیا تھا مخالفین نے مرزا صاحب کو دھر رگڑا اور گرما گرم تحریرات سے ان کے سینہ مملو از کینہ کو خوب جلایا۔ جواباً مرزا صاحب نے بھی علاوہ ایک ایک کی دس دس سنانے سنانے کے یہ بھی گل کھلایا کہ:-

"حضرت موسیٰ نے بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں اجتہادی طور پر غلطی کھائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خیال اجتہادی غلطی تھا،،

(ص/۵ سبز اشتہار حاشیہ) ﴿خ، ص ۴۵۱ تا ۴۵۲، ج ۲﴾

اس سے بھی بڑھ کر آپ نے اپنی نفسانی باد سموم سے گلستانِ رسالت کو جلانے کی یوں ناپاک کوشش کی کہ-

"بائیبل میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل کے چارسو نبی نے ایک بادشاہ کی فتح کی نسبت خبر دی اور وہ غلط نکلی مگر اس عاجز کی پیشگوئی میں کوئی الہامی غلطی نہیں،، (حوالہ مذکور) ﴿خ، ص ۴۵۳، ج ۲﴾

اس تحریر پُر تزویر کو مان کر کون دانا ہے جو سلسلہ انبیاء کرام کو بنظر عزت و تکریم دیکھے گا::

اف! قصر نبوت پر کس غضب کا بم مارا ہے کہ چارسو نبی کی خبر غلط نکلی معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ مگر کیا یہ صحیح ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! سو ہزار بار نہیں! مرزا صاحب نے اس جگہ دجل سے کام لے کر اس مقام کی بنا پر لوگوں کو مغالطہ دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نبی خدا کے نبی نہ تھے بلکہ کافر بت پرست تھے جو مرزا صاحب کی طرح اپنے آپ کو نبی کہلاتے تھے چنانچہ ہم یہ عبارت بائیبل سے آگے چل کر نقل کریں گے۔

(ملاحظہ ہو ص/۳۴)

مرزائی صاحبان نے اس صریح جھوٹ اور بدیہی مغالطہ کو صحیح بنانے کی حتی الامکان پوری کوشش کی ہے اس لئے ہم ان کی قدر کرنے کو ان " کے جملہ عذرات آپ کے سامنے پیش کر کے ان کا جواب دیتے ہیں::

ہم نے اخبار اہلحدیث مؤرخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء میں مرزا صاحب کے خائین مغالطہ باز ہونے پر یہ قصہ بطور دلیل پیش کیا تھا۔ جس کے جواب میں مولوی اللہ دتا قادیانی مبلغ نے قلم اٹھایا چنانچہ انہوں نے جو کچھ لکھا وہ یہ ہے:

قادیانی مجیب کا پہلا عذر یہ ہے کہ

"بائبل کے چار سو نبی بائبلی محاورہ کے مطابق نبی تھے اور یہ بات عیسائیوں اور یہود پر حجت ہے (حضرت مرزا صاحب) کے بیان کا یہی مقصد ہے" (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء)

اس عبارت کا بظاہر یہی مفہوم ہے کہ مرزا صاحب انہیں خود تو نبی نہیں سمجھتے تھے البتہ بطور حجت ملزمہ کے یہود و نصاری کا منہ بند کیا گیا ہے حالانکہ یہ صریح غلط بیانی ہے۔ مرزا صاحب یقیناً انہیں صادق نبی اللہ ظاہر کرتے تھے اسی لئے تو انہوں نے سبز اشتہار کی عبارت میں اپنی جھوٹی پیشگوئی کی نظیر میں ان کی غلط خبر کو پیش کیا ہے وہ بھی یوں کہ ان کے مقابلہ پر اپنے لئے "عاجز" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے۔ ناظرین کرام! آپ ورق الٹ کر اس مقام کی عبارت کو دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ مزید وضاحت کیلئے ہم مرزا صاحب کی دو ایک اور تحریریں بھی پیش کرتے ہیں جن سے ہر ایک منصف مزاج اور متدین شخص پر بخوبی عیاں ہو جائے گا کہ مرزا جی نے اشخاص کو صادق انبیاء کی شکل میں یہود و نصاریٰ نہیں بلکہ مسلمانوں کے سامنے پیش کیا ہے ملاحظہ ہو مرزا صاحب راقم ہیں:۔

(۱) مولوی محی الدین صاحب لکھنوی اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے مرزا صاحب کو بہ تمسک اپنے الہامات کے ملحد و کافر وغیرہ لکھا تو ان کے جواب میں مرزا صاحب نے کہا:۔

کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی ××× یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے مگر بلا توقف نکالا جاتا ہے اسی کی طرف اللہ جل شانہ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے وما ارسلنا[1] من رسول و لا نبی الا اذا تمنیٰ القی الشیطان فی امنیۃ الخ اور ایسا ہی انجیل میں بھی لکھا ہے کہ شیطان اپنی شکل نوری فرشتوں کے ساتھ بدل[2] کر بعض لوگوں کے پاس آ جاتا ہے دیکھو خط دوم کو نتھیوں کے نام باب ۱۱ آیت ۱۴ اور مجموعہ توریت میں سے سلاطین اول باب ۲۲ آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اسکی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا اس کا سبب یہ تھا کہ دراصل وہ الہام ایک ناپاک روح کی طرف سے تھا ××

ان نبیوں نے دھوکا کھا کر زبانی سمجھ لیا تھا (گویا وہ نبی تو صادق تھے۔ مگر انہیں دھوکا لگا) ازالہ اوہام ص ر ۶۲۹ ط ۱، و ۷۲۵ ط ۲

(ب) ''جو شخص شیطانی الہام کا منکر ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی تمام تعلیموں کا انکاری ہے اور نبوت کے تمام سلسلہ کا منکر ہے بائبل میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ چار سو نبی کو شیطانی[3] الہام ہوا تھا اور انہوں نے الہام کے ذریعہ سے جو ایک سفید جن کا کرتب تھا ایک بادشاہ کو فتح کی پیشگوئی کی آخر وہ بڑی ذلت سے مارا گیا،، (ص ر ۷ اضرورۃ الامام)

ان تحریروں سے صاف عیاں ہے کہ مرزا صاحب ان چار سو اشخاص کو

---

[1] یوں تو مرزا کا دعوی تھا کہ میرا ہر قول و فعل وحی الٰہی سے ہے مفہوم ص ر ۷۱، ۷۲ ریویو جلد ۲، مگر حالت یہ ہے کہ دیگر صدہا اغلاط تو در کنار خود قرآن پاک کی بیسیوں آیات غلط لکھیں۔ اسی جگہ دیکھیے ایک آیت میں دو غلطیاں پہلے تو لفظ من قبلك ہضم۔ پھر الا ندارد۔ صحیح آیت یوں ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول و لا نبی الا اذا تمنی الخ پ ۱۷ ع ۱۰ اس پر طرفہ یہ کہ اس کے دو سال بعد آئینہ کمالات لکھی جس کے صفحہ ۹۳ پر باوجود یہ ڈینگ مارنے کے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت، ہر دم، ہر لحظہ، بلا فصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔ اسی کتاب کے ص ر ۳۵۲ پر اسی آیت کو پھر غلط ہی لکھا۔ وہاں بھی یہ الفاظ نہ لکھے ۱۲ منہ

[2] زیر خط الفاظ انجیل میں نہیں ہیں ۱۲ منہ۔

[3] یہ بھی مرزا صاحب کا جھوٹ ہے بائبل میں صاف مرقوم ہے کہ وہ الہام ایک روح یعنی فرشتہ کی طرف سے بدعاء الٰہی ''تھا تا کہ شاہ اخی اب ذلت کی موت مرنے کو میدان میں نکلے ۱۲ منہ۔

درحقیقت نبی اللہ جانتے اور مانتے تھے اور یہ بھی کہ مرزا جی ان کی مثال اہل اسلام کے سامنے پیش کر رہے ہیں نہ کہ یہود و نصاریٰ کے روبرو۔ پس مرزائی مولوی کا مغالطہ قابل افسوس ہے۔

ناظرین کرام! چونکہ یہ اعتقاد سخت گندہ ہے کہ یوں کھلے بندوں انبیاء کرام کی ایک کثیر تعداد کو شیطانی پھندے میں پھنسا ہوا تسلیم کیا جائے وہ بھی اس رنگ میں کہ آخری وقت تک وہ اپنی کذب گوئی پر مصر بلکہ حسب بیان بائیبل لڑنے مرنے پر نظر آئیں اور یہ لڑائی بھی ایک صادق نبی کے ساتھ ہو جو رو در رو کہہ رہا ہے کہ یہ پیشگوئی جھوٹی ہے (جیسا کہ آگے چل کر ہم یہ تمام واقعہ نقل کریں گے) اسلئے مرزائی مجیب سا مقام پر فبھت الذی کفر کا زندہ نمونہ بن رہا ہے۔ اگر وہ ان کو نبی تسلیم کرتا ہے تو علم و دیانت پر چھری پھیرے کے علاوہ اس کا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے اور اگر نبی نہیں مانتا تو مرزا صاحب کی نبوت جو ذریعہ معاش ہے ہاتھ سے چھوٹی جاتی ہے۔ بیچارہ کرے تو کیا کرے آخر بصد غور و فکر ان لوگوں کی راہ چلتا ہے جو حق میں وارد ہے:

"ویریدون ان یتخذوا بین ذلك سبیلا"

ایک تیسری صورت نکالتا ہے کہ وہ اشخاص نہ نبی تھے نہ متنبی بلکہ:

"وہ صرف محدث کے درجے پر تھے۔ ان کی وحی دخل شیطان سے پاک نہ تھی۔ بموجب آیت وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی صرف انبیاء کی وحی دخل شیطان سے پاک کی جاتی ہے

(مفہوم الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء)

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی مجیب اپنے دل میں سمجھ رہا ہے کہ میرے مضامین پڑھنے والے مرزائی ہی تو ہیں جو ایمان و اسلام کے علاوہ عدل و انصاف سے بھی مبرا ہیں۔ اس لئے جو چاہوں لکھوں مرزا صاحب نے سچ فرمایا ہے کہ:-

"جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اس کو روکتا ہے"

(ص ر ۳، اعجاز احمدی)

مگر جناب ہم تو جھوٹے کو گھر تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔ سنیئے صاحب! یہ اشخاص محدث نہیں بنائے جا سکتے کیوں کہ تمہارے نبی کے فرمان کے موجب محدث کی وحی بھی دخل شیطان سے پاک ہوتی ہے، ملاحظہ ہو تحریر ذیل:

"محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ رسولوں اور نبیوں کی وحی کیطرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزّہ کیا جاتا ہے۔"

(ص ر حقیقۃ النبوۃ ص ر ۸۳ بحوالہ توضیح المرام وازالہ ۱۰۵)

اسی طرح ایک اور مقام پر خاص اسی آیت کی رو سے جو مرزائی مجیب نے صرف انبیاء کی وحی کے متعلق لکھی ہے حسب قرأت "ابن عباس"، مرزا صاحب نے محدث کو بھی اسی میں داخل کیا ہے ملاحظہ ہو ص ر ۴۲۳ ط ۳۔ لہٰذا مرزائی صاحب کا ان چار سو اشخاص کو محدثین میں شامل کرنا جھوٹ ہے، فریب ہے، بہتان ہے کیونکہ ان کی وحی غلطی سے پاک نہیں کی گئی جیسا کہ بائیبل کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہے اور خود ہمارے مخاطب نے اپنی کتاب تفہیمات ربانیہ میں تسلیم کیا ہے:۔

"تورات سے ان نبیوں کا جو حال ثابت ہے وہ یہ ہے کہ وہ اخیر تک اپنی بات پر ضد رہے" (۳۸۸، ۳۸۹)

پھر اور سنیئے مرزا صاحب کے نزدیک "محدث ارشاد و ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور ہوتا ہے"، ص ر ۲۴ ضرورۃ الامام ص ر ۸۳ حقیقۃ النبوۃ بحوالہ توضیح المرام بخلاف اس کے یہ چار سو صاحب مامور خدا و ہادی خلق اللہ تو کیا۔ انتہائی گمراہی پر کمر بستہ نظر آرہے ہیں چنانچہ آپ خود مانتے ہیں کہ وہ اپنی غلط پیشگوئیوں پر یوں اڑے بیٹھے تھے کہ جب ان کے روبرو ایک "صادق نبی اللہ"، نے ان کی کذب گوئی عیاں کی تو:

"ان میں سے ایک نے میکایاہ نبی کی راست گوئی پر ایک تھپڑ بھی مار دیا"،

(ص ر ۳۸۹ تفہیمات ربانیہ)

حیرت ہے کہ باوجود اس کافرانہ جرأت و جسارت کے بھی انہیں مامور الٰہی محدث وغیرہ تسلیم کیا جاتا ہے۔

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

آگے چل کر اور گل کھلایا ہے کہ وہ
"بلعم بن عور کی طرح ناتمام سالک تھے"

کہاں نبی اللہ۔ کہاں محدث اور کہاں ناتمام سالک جو بقول مرزا آیت هل انبئكم على من تنزل الشيطن تنزل على كل أفاك اثيم۔ کے تحت داخل ہیں (ص ر ۱۳ ضرورۃ الامام)

اس "کوڑھ پہ کھاج" اور ملاحظہ ہو کہ یہی صاحب اپنی کتاب تفہیمات ربانیہ میں یہ بھی لکھ گئے کہ:۔

"بائیبل کے ان چار سو نبیوں کی حیثیت محض معمولی کاہنوں کی حیثیت تھی" (ص ر ۳۸۹)

واہ رے تیری تہافت۔ اچھا صاحب اگر یہ محض معمولی کاہنوں کی حیثیت میں تھے تو آپ کے نبی نے ان کاہنوں کی کذب گوئی کو اپنی پیشگوئی پر بطور نظیر کیوں پیش کیا اور ان کے مقابلے پر اپنے لئے لفظ "عاجز" کیوں لکھا؟ کیا مرزا صاحب ان جیسے یا ان سے بھی گئے گذرے تھے؟

میرے پہلو سے کیا پالا ستمگر سے پڑا
مل گئی مرزا تجھے کفران نعمت کی سزا

مولوی صاحب آیئے آپ کے نبی کی تحریر سے تمہیں کاہنوں کی تصویر کے درشن کراؤں۔ ہوش وحواس کو قائم کر کے اپنے ایمان کے آئینہ میں ان کا عکس جمایئے کیوں کہ آخر بقول شمایہ آپکے مسلمہ مقتدا کے ہم شکل ہیں ملاحظہ ہو مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"اللہ نے جو کاہنوں اور مجنونوں کی تردید کی ہے تو اسی واسطے کہ آخر ان کو بھی بعض باتیں معلوم ہو جاتی ہیں" الحکم نمبر ۴۰ جلد ۱۱)

معلوم ہوا کہ کاہن زمرۂ مردودین میں داخل ہیں۔ مولوی صاحب آپ نے لکھا تھا کہ "اہلحدیث،، اپنے دعوی یعنی اشخاص کے جھوٹے نبی ہونے کا ثبوت دے۔ لیجئے ہم نے بائبل کے حوالہ سے پہلے پہلے خود آپ ہی کی تحریرات سے ثابت کر دیا۔ کیا کہتے ہو؟ اگر کچھ کسر ہے تو اور سنئے خود آپ کے قلم سے حق تعالیٰ نے لکھوا دیا ہے کہ وہ جھوٹے نبی تھے۔ ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں:۔

"حضرت (مرزا صاحب) نے بائبل کے چار سو نبیوں والے قصہ کو متعدد کتب میں ذکر فرمایا ہے ضرورۃ الامام میں ان کے الہام کو شیطانی قرار دیا (ص ر ۱۷) اور ازالہ اوہام میں ان کے جھوٹے ہونے کا ذکر فرمایا ہے،، الفضل ۲۰ نومبر ۳۲ء) کیا خوب۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

قطع نظر ان ہیر اپھیریوں کے جو مرزائی صاحب نے کی ہیں۔ ابھی یہ سوال باقی ہے کہ انہوں نے جو بلعم بن باعور کو ناتمام سالک لکھ کر زمرہ افاک واثیم میں داخل کیا ہے یہ کس بنا پر؟

مولوی صاحب! آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آپ کے نبی نے اسے ہلاک شدہ لکھا ہے (ص ر ۳ ضرورۃ الامام) اس لئے آپ نے بھی ان کی اندھی تقلید میں ٹھوکر کھائی ہے۔ اے جناب غلط قصہ جات کی بنا پر کسی،، کو اخوان الشیطن میں داخل کرنا۔ علم و دیانت عقل و اخلاق کے منافی ہے۔ اتقو اللہ

ناظرین کرام! مرزائی تحریر کے لتے ادھیڑنے کے بعد اب ہم بائبل سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ چار صد شخص کافر محبّ الشیاطین تھے بحوالہ و قوتہ:۔

(سلاطین اول باب ۱۶ آیت ۲۹ سے آخر سلاطین تک کا خلاصہ)

"اور شاہ یہوداہ کی سلطنت کیا اٹھتیسویں سال اخی اب بنی اسرائیل کا بادشاہ ہوا (اس نے) خداوند کے حضور بدکاریاں ۱۶ر۳۰ کیں۔ اس نے یہ سمجھ کہ

پر یعام کے گناہوں کی راہ چلنا چھوٹی (حقیر) بات ہے۔ صیدانیوں کے بادشاہ اشتبعل کی بیٹی ایزبل سے بیاہ کیا اور جا کے بعل (بت) کو پوجا ۱۶/۳۱ اور بعل کے گھر جو اس نے بنایا تھا بعل کے لئے ایک مذبح تیار کیا ۱۶/۳۲ اور ایک گھنا باغ لگایا (ناظرین گھنے باغ کو خوب یاد رکھیں ۱۶/۲۳) اس سے آگے جناب ایلیاہ "نبی اللہ" اور شاخ اخی اب کا مکالمہ درج ہے ایلیاہ کا قحط کی پیشگوئی کر کے چلا جانا مرقوم ہے اور ایسا ہوا کہ بہت دنوں کے بعد خداوند کا کلام ایلیاہ پر نازل ہوا کہ جا اور اپنے تئیں اخی اب کو دکھا میں زمین پر برساؤں گا ۱۸/۱ سو ایلیاہ روانہ ہوا: ۱۸/۲، اس وقت اخی اب نے عبدیاہ کو جو اس گھر کا دیوان تھا طلب کیا ۱۸/۳ اور عبدیاہ خداوند سے بہت ڈرتا تھا کیونکہ جس وقت (اخی اب کی کافرہ بیوی) ایزبل نے خداوند کے (صادق) نبیوں کو قتل کیا تو عبدیاہ نے سو نبیوں کو چھپا دیا اور انہیں روٹی پانی سے پالا ۱۸/۴۔۵ (اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ اخی اب اور اس کی بیوی کے سامنے جتنے صادق نبی تھے وہ سب کے سب قتل کئے گئے بجز ایک سو کے جن کو عبدیاہ نے چھپا دیا ہے۔ ناقل) اور ایسا ہوا جب (ایلیاہ) اخی اب (کے سامنے آیا تو اس) نے ایلیاہ کو کہا کیا تو ہی اسرائیل کا ایذا دینے والا ہے ۱۸/۷ وہ (ایلیاہ) بولا نہیں بلکہ تو اور تیرے باپ کا گھرانا ہے کہ تم نے خداوند کے حکموں کو ترک اور بعلیم کے پیرو ہوئے ۱۸/۱۸ اب تو لوگ بھیج اور سارے اسرائیل کو اور بعل کے ساڑھے چار سو نبیوں کو اور گھنے باغوں کے چار سو نبیوں کو جو ایزبل کے دستر خوان پر کھاتے ہیں کوہ کرمل پر میرے پاس اکٹھا کر ۱۸/۱۹ (تحریر ہذا صاف مظہر ہے کہ بعل کے ۴۵۰ نبی اور گھنے باغوں کے چار سو نبی جملہ ۸۵۰ کافر ہی تھے کیونکہ ایزبل صادقوں کی دشمن اور قاتلہ تھی اور یہ بدبخت اس کے دستر خوان کی مکھیاں تھے۔ ناقل) چنانچہ اخی اب نے سارے بنی اسرائیل کو طلب کیا اور نبیوں کو کوہ کرمل پر اکٹھا کیا ۱۸/۲۰ اور ایلیاہ نے لوگوں کے درمیان آکر کہا کہ تم کب تک دو فکروں میں لٹکے رہو گے۔ اگر خداوند خدا ہے تو اس کے پیرو ہو۔ اگر بعل ہے تو اس کے پیرو ہو مگر لوگوں نے اس کے جواب میں ایک بات نہ کہی ۱۸/۲۲ تب ایلیاہ نے کہا کہ خداوند کے نبیوں میں سے میں، ہاں میں ہی اکیلا

باقی ہوں (یہ بیان کھلے طور پر شاہد ہے کہ اس وقت سوائے ایلیاہ جملہ ۸۵۰ نبی خدا کے نبی نہ تھے ناقل) پر بعل کے نبی کہلانے والے چار سو پچاس ہیں ۱۸/ ۲۲ سو وہ ہم کو دو بیل دیں اور اپنے لئے (ان میں سے) ایک پسند کرلیں اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کریں اور لکڑیوں پر دھریں اور آگ نہ دیں /ر میں دوسرا بیل لوں گا اور اسے لکڑیوں پر دھروں گا اور آگ نہ دوں گا ۱۸/ ۳ تب تم اپنے خداؤں کا نام لو اور میں یہوداہ کا نام لوں گا۔ (ان الفاظ سے ثابت ہے کہ جناب ایلیاہ کے مقابلہ پر بعل کے چار سو پچاس نبی آئے تھے دوسرے ۴۰۰ نبی جو اس کافرہ ایزبل کے دست نگر اور اس کے ایوان نعمت کے چوہے تھے وہ مقابلہ پر نہیں بلائے گئے اس سے آگے مذکور ہے کہ ۴۵۰ اشخاص بعل کے نبی بوجہ نہ دکھا سکتے معجزہ کے، بذلت (خواری جناب ایلیاہ کے ہاتھوں قتل کئے گئے آگے ملاحظہ ہو) پھر اخی اب نے سب کچھ ایزبل سے آکر کہا کہ ایلیاہ نے یوں یوں کیا اور کیونکر اس نے (بعل کے) سارے نبیوں کو تہ تیغ کیا ۱۹/ ۱، سو ایزبل نے قاصد کی معرفت ایلیاہ کو کہلا بھیجا کہ اگر میں کل کے دن اسی وقت تجھے بھی ان میں کا ایک (یعنی مقتول) نہ کردوں تو معبود مجھے ایسا ایسا کریں ۱۹/ ۲ یہ سن کر ایلیاہ وہاں سے جان بچا کر بھاگ گیا (اور) ایک غار میں گیا اور وہیں رہا اور دیکھو کہ خداوند کا کلام اس پر نازل ہوا اور اس نے کہا اے ایلیاہ تو کیا کرتا ہے ۱۹/ ۹ وہ بولا خداوند نبی اسرائیل نے تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا اور میں ہاں میں ہی اکیلا جیتا بچا۔ سو وہ میری جان کے خواہاں ہیں کہ اسے لیں ۹۰/ ۱۰ (اس کے آگے بنی اسرائیل کے بادشاہ اخی اب کی لمبی کہانی ہے۔ اس ضمن میں جناب ایلیاہ کی پیشگوئی ہے کہ اخی اب یوں مریگا وغیرہ آگے باب ۲۲ سے ملاحظہ ہو) بعد اسکے تین برس تک اسرائیل اور ارام۔ کے درمیان لڑائی نہ ہوئی اور تیسرے سال ایسا ہوا کہ یہوداہ کا بادشاہ یہوسفط شاہ اسرائیل کے یہاں اتر آیا ۲۲/ ۲، ۱ تب شاہ اسرائیل نے اپنے ملازموں سے کہا تم جانتے کہ رات جلعاد ہمارا ہے کیا ہم چپکے رہیں اور شاہ ارام کے ہاتھ سے پھر نہ لے لیں؟ ۲۲/ ۳ یہودسفط نے شاہ سے کہا آج دن خداوند کی مرضی الہام سے دریافت کیجئے ۲۲/ ۵ تب شاہ اسرائیل نے اس روز نبیوں کو جو قریب چار سو

کے تھے اکٹھا کیا (ناظرین!) یہ چار سو نبی شاہ اسرائیل کے خوشامدی وہی پرانے پاپی گھنے باغ والے بت پرست ایزبل کے مصاحب اس کے خوان طعام کی ہڈیاں چچوڑنے والے انسان نما حیوان ہیں ناقل) اور ان سے پوچھا میں رامات جلعاد پر بڑھنے چڑھوں یا اس سے باز رہوں؟ وہ بولے چڑھ جا کہ خداوند اسے بادشاہ کے قبضے میں کر دیگا ۲۲/۶ پھر یہوسفط بولا کہ ان (بناوٹی نبیوں) کے سوا خداوند کا کوئی نبی ہے کہ ہم اس سے پوچھیں ۲۲/۷ تب شاہ اسرائیل نے یہوسفط سے کہا کہ ایک شخص املہ کا بیٹا میکایاہ تو ہے (یہ نبی یا تو ان سو نبیوں سے ہے جن کو قتل ہونے سے بچا کر عبدیاہ نے چھپا دیا تھا۔ یا پھر جناب ایلیاہ کے چلے جانے کے بعد خلعت نبوت سے منقطع کیا گیا ہو گا) اس (میکایاہ) سے ہم خداوند کی مشورت پوچھ سکتے ہیں لیکن میں اس سے دشمنی رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے حق میں بدی کی پیش خبری کرتا ہے۔ تب یہوسفط بولا بادشاہ ایسا نہ فرمایئے ۲۲/۸ تب شاہ اسرائیل نے ایک خواجہ سرا کو حکم کیا کہ املہ کے بیٹے میکایاہ کو لا ۲۲/۱۰ سو وہ شاہ پاس آیا ۲۲/۱۵ پھر اس نے کہا کہ اس لئے کہ تم خداوند کے سخن کو سنو۔ میں نے خداوند کو کرسی پر بیٹھے دیکھا اور آسمانی لشکر آس پاس اس کے داہنے اور اس کے بائیں ہاتھ کھڑا تھا ۲۲/۱۹ خداوند نے فرمایا کہ اخی اب کو کون ترغیب دے گا کہ وہ چڑھ جائے اور رامات جلعاد کے سامنے کھیت آئے تب ایک اس طرح سے بولا اور ایک اس طرح سے ۲۲/۲۰، ایک روح اس وقت نکل کے خداوند کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور بولی کہ میں اسے ترغیب دوں گی ۲۲/۲۱ پھر خداوند نے فرمایا کہ کس طرح سے وہ بولی میں روانہ ہوں گی اور جھوٹی روح بن کے اسکے سارے نبیوں کے منہ میں پڑوں گی وہ بولا تو اسے ترغیب دے گی اور غالب بھی ہو گی۔ روانہ ہو اور ایسا کر ۲۲/۲۳ (یہ بیان کر کے جناب میکایاہ نے فرمایا) سو دیکھ خداوند نے تیرے ان سب نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے اور (مجھے) خداوند ہی نے تیری بابت بری خبر دی ہے ۲۲/۲۳ الخ

معزز قارئین کرام! بائیبل کی اسی تمام عبارت سے ظاہر باہر ثابت و عیاں ہے کہ وہ چار سو اشخاص جن کو مرزا قادیانی نے خدا کے نبی قرار دیکر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے۔

جھوٹے کافر بت پرست تھے۔ خاص کر آخری سطور میں اس آسمانی روحی یعنی فرشتے کا بیان جس نے ان نبیوں کو فتح کی خبر دی اور جناب میکایاہ کے یہ الفاظ:-

"میں جھوٹی روح بن کے اس کے نبیوں کے منہ پڑوں گی"

"خداوند نے تیرے ان نبیوں کے منہ میں جھوٹی روح ڈالی ہے"

تو اور بھی وضاحت کر رہے ہیں کہ وہ نبی خدا کے رسول نہ تھے بلکہ شاہ اخی اب کے مزعومہ نبی تھے وھذا ھو المطلوب اس پر مزید بحث عصاء موسیٰ ص ر ۲۳۹۔

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر نویں دلیل

توہین انبیاء کرامؑ

مرزا صاب نے جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی۔ خاص کر حضرت مسیح علیہ السلام کو تو کھلے الفاظ گالیاں دی ہیں۔ مسیح علیہ السلام کو کھلی کھلی گالیاں دینے کا سبب یہ تھا کہ مرزا صاحب کا دعوی مسیح ہونے کا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام ان کے دعوی میں روک تھے۔ اس لئے حسب قاعدہ ذیل ضروری تھا کہ حضرت مسیح کی توہین کرتے۔

"جاہلوں کا ہمیشہ سے یہی اصول ہوتا ہے کہ وہ اپنی بزرگی کی پٹڑی جمنا اسی میں دیکھتے ہیں کہ بزرگوں کو خواہ مخواہ تحقیر کریں،،

(ملخصاً بلفظہ ص ر ۸ ست بچن مصنفہ مرزا)

مگر یاد رکھو:-

"وہ (شخص) بڑا ہی خبیث اور ملعون اور بدذات ہے جو خدا کے برگزیدہ و مقدس لوگوں کو گالیاں دیتا ہے،، (ابلاغ المبین ص ر ۱۹ مرزا کا آخری لکچر لاہور)

"اسلام میں کسی نبی کی بھی تحقیر کرنا کفر ہے اور سب پر ایمان لانا فرض ہے،، (ص ر ۱۸ چشمہ معرفت)

مرزا صاحب کی گالیاں بحق مسیح علیہ السلام

۱۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا بدزبانی

میں اس قدر بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہدیا۔ اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت سخت گالیاں دیں،، (چشمہ مسیحی ص ۹)

۲۔ انجیل میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے یسوع کو نیک کہا (مرقس باب ۱۰ آیت ۱۸) تو جناب نے جواب دیا،، تو مجھے کیوں نہیں کہتا ہے کہ کوئی نیک نہیں مگر ایک یعنی خدا''

مرزا صاحب کو تسلیم ہے کہ نیک نہ کہلانے والا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھا:-

''حضرت مسیح تو وہ بے نفس انسان تھے جنہوں نے یہ بھی نہ چاہا کہ کوئی ان کو نیک کہے،، (چشمہ مسیحی)

مگر جب مرزا صاحب پر غیظ و غضب کا زور ہوا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو توہین کا بھوت سوار ہوا تو آپ نے لکھا:-

''یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن'' (حاشیہ ست بچن ص ۱۷۲)

۳۔ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ آپنے ایک بدکار عورت سے عطر ملوایا (بہ روایت مرزا)

مرزا صاحب مانتے ہیں کہ عطر ملوانے والا یسوع در حقیقت حضرت مسیح علیہ السلام تھا اور یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس فعل پر اعتراض کرنے والا شیطان طینت بد خصلت انسان ہے۔ جیسا کہ ہم باب کذبات مرزا صاحب پاکٹ بک ہذا پر آئینہ کمالات ص ۵۹۷ ط۱ - ۸۷۴ ط۲ کے حوالہ سے لکھ آئے ہیں۔ مگر جب مرزا صاحب کو حضرت مسیح کی توہین مطلوب ہوئی تو اسی فعل پر یوں اعتراض کیا کہ:-

''آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اس وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چال چلن کا آدمی ہو سکتا ہے،، (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ حاشیہ)

۴۔ مرزا صاحب باوجود یہ ماننے کے کہ ''شراب ام الخبائث ہے،،

(ص ۵ نصرۃ الحق ۲)

(ا) ''عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ یا پرانی عادت کی وجہ سے مگر قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھیراتا'' (ص ر ۶۵ کشتی نوح حاشیہ)

(ب) ''میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا،'' (ص ر ۲۴ ریویو جلد ۱۹۰۲ء)

(ج) کسی نے مرزا صاحب کو مرض ذیابطس کے علاج کے لئے افیون کھانے کا مشورہ دیا تو مرزا نے کہا:-

''میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا دوسرا افیونی'' (نسیم دعوت ص ر ۶۷)

مرزائی عذر

مرزا صاحب نے انجیل کے حوالہ سے ایسا لکھا ہے::

الجواب

گو انجیل کے حوالہ سے ہی کہا ہو۔ مگر خود ان کا اپنا مذہب بھی اس بارے میں یہی ہے۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے::

۵۔ مرزا صاحب یہ جانتے ہوئے کہ انبیاء کا خاندان ہمیشہ پاک ہوتا ہے (اعجاز احمدی ص ر ۱۷) پھر بھی حضرت مسیح السلام پر بدیں دریدہ دہنی زبان طعن کھولتے ہیں:-

(ا) ''آپ (یسوع) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا'' (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ر ۷)

اعتراض

یہ سب اعتراضات اناجیل کے بیانات کی بنا پر ہیں اور ایک یسوع کا ذکر ہے نہ کہ مسیح کا::

الجواب

(۱) ”جن نبیوں کا اس وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے دوسرے مسیح ابن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں“ (توضیح المرام ص ر ۳)

(۲) ”ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں ایک بندہ عاجز مگر نبی مانتا ہوں،، (ریویو ستمبر ۱۹۰۲ء ص ر ۳۴۴ قول مرزا)

(۳) ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام یسوع اور جیزس یا یوز آسف کے نام سے بھی مشہور ہیں“ (راز حقیقت ص ر ۱۹)

(۴) ”یہ اعتقاد رکھنا پڑتا ہے کہ جیسا کہ ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں تیس برس تک موسیٰ رسول اللہ کی شریعت کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا“ (چشمہ مسیحی ص ر ۴۰ کا حاشیہ) ﴿خ، ص ۳۸۱، ۳۵۶، ج ۲۰﴾

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ یسوع مسیح اور عیسیٰ ایک ہی ہستی کا نام ہے::

علاوہ ازیں مرزا صاحب مانتے ہیں کہ جس یسوع کی دادیوں نانیوں پر اعتراض ہے وہ حضرت مسیح علیہ السلام ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی مانتے ہیں کہ اعتراض واقعی وزنی ہے۔ ایسا وزنی کہ مجھ کو بھی اس کا جواب نہیں آتا چنانچہ عیسائیوں کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

”ہاں مسیح کی دادیوں اور نانیوں کی نسبت جو اعتراض ہے اس کا جواب بھی کبھی آپ نے سوچا ہوگا۔ ہم تو سوچ کر تھک گئے اب تک کوئی عمدہ جواب خیال میں نہیں آیا۔ کیا ہی خوب خدا ہے جس کی دادیاں نانیاں اس کمال کی ہیں،، (نور القرآن نمبر ۲ ص ر ۱۲) ﴿خ، ص ۳۹۴، ج ۹﴾

(۶) مرزا صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح علیہ السلام کا مقابلہ کرتے ہوئے ہاں یسوع کا نام لے کر نہیں بلکہ ”حضرت مسیح“ (علیہ السلام) کا نام لے کر مقابلہ کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

"مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیو۔ شرابی۔ نہ زاہد نہ عابد، نہ حق کا پرستار۔ متکبر۔ خود بین۔ خدائی کا دعوی کرنے والا"

(ص ر ۲۱ تا ص ر ۲۴ مکتوبات احمدیہ جلد ۳) ﴿خ، ص ۳۸۷، ج ۹﴾

(۷) جناب یسوع علیہ السلام کے معجزات پر بھی یہود نے اعتراضات کئے ہیں۔ مرزا صاحب اقراری ہیں کہ یسوع در حقیقت حضرت عیسیٰؑ ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:-

"عیسائیوں کو کس بات پر ناز ہے۔ اگر ان کا خدا ہے تو وہی ہے جو مدت ہوئی مر گیا اور سری نگر محلہ خان یار کشمیر میں اس کی قبر ہے اور اگر اس کے معجزات ہیں تو دوسرے نبیوں سے بڑھ کر نہیں بلکہ الیاس نبی کے معجزات اس سے بہت زیادہ ہیں اور بموجب بیان یہودیوں کے اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا ×× کیا دنیا کی بادشاہت حضرت عیسیٰ کو پیشگوئی کے موافق مل گئی"

(ملخص چشمہ مسیحی ص ر ۸) ﴿خ، ص ۳۴۴، ج ۲۰﴾

اس بیان سے ظاہر ہے کہ عیسائی جسے خدا سمجھتے جس کے معجزات یہود "فریب اور مکر" کے الفاظ استعمال کرتے ہیں وہ حضرت عیسیٰؑ ہے۔ بہت خوب۔ ناظرین اسے ملحوظ رکھ کر یہود ثانی کا بیان سنیں:-

"آپ (یسوع) کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے کچھ نہیں تھا"

(ضمیمہ انجام حاشیہ، ص ۷) ﴿خ، ص ۲۹۱، ج ۱۱﴾

(۸) انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بعض پیشگوئیاں منسوب کی گئی ہیں۔ جو بظاہر الفاظ صحیح نہیں نکلیں۔ ہمارے نزدیک تو اناجیل غیر معتبر ہیں اور مرزا صاحب بھی ہی مانتے ہیں[1] مگر چونکہ خود مرزا صاحب کی اکثر پیشگوئیاں جھوٹی نکلی ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی کالک دھونے کی بجائے حضرات انبیاء کرام کو بھی اپنے ساتھ شامل کرنے کی ناپاک کوشش کی اور یہود نا مسعود کی کتب کی بنا پر عیسائیوں کے سامنے ہی نہیں خود اہل

[1] مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ "یہ چاروں انجیلیں ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں" (ص ر ۸۰ تریاق ط ۱ ص ۸۴ تریاق ط ۲)

اسلام کے مقابلہ پر بھی انجیلی غلط پیشگوئیوں کو پیش کیا چنانچہ لکھا ہے:-

(ا) ”جو اس فاضل یہودی نے حضرت عیسیٰؑ کی پیشگوئیوں پر اعتراض کئے ہیں وہ نہایت سخت اعتراض ہیں۔ بلکہ وہ ایسے اعتراض ہیں کہ ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا کہ اگر مولوی ثناء اللہ یا مولوی محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں سے ان اعتراضات کا جواب دے سکے تو ہم ایک سو روپیہ نقد بطور انعام کے اس کے حوالے کریں گے۔ خدا کہلا کر پیشگوئیوں کا یہ حال ہے اس سے تو ہمیں بھی تعجب ہے ایسی پر تو فسخ بھی جاری نہیں ہو سکتا۔ تا یہ خیال کیا جائے کہ وہ منسوخ ہو گئیں ہاں وعید کی پیشگوئیاں جیسا کہ آتھم کی پیشگوئی یا احمد بیگ کے دلماد کی پیشگوئی، ایسی پیشگوئیاں ہیں کی قرآن اور توریت کی رو سے تاخیر بھی ہو سکتی ہے اور ان کا التواان کے کذب کو مسلتزم نہیں (اعجاز احمد ص ر ۵) ﴿خ، ص ۱۱۱، ج ۱۹﴾

(ب) یہود تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی ان کا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اس کے کہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے۔

(اعجاز احمدی ص ر ۱۳) ﴿خ، ص ۱۲۰، ج ۱۹﴾

(ج) ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں

(اعجاز احمدی ص ر ۱۴) ﴿خ، ص ۱۲۱، ج ۱۹﴾

برادران! دیکھیے کس یقینی انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں کو جھوٹا قرار دیا ہے حالانکہ یہی مرزا صاحب انہی مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھ آئے ہیں کہ:-

”قرآن شریف میں ہے بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑیگی (یہ جھوٹ ہے۔ ناقل) بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں،، (کشتی نوح ص ر ۵) ﴿خ، ص ۵، ج ۱۹﴾

(۹) ہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہیجڑا ہونا کوئی

اچھی صفت نہیں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے الخ (ص ر ۱۱ انور القرآن نمبر ۲) ﴿خ، ص ۳۹۲، ج ۹﴾

(۱۰) خدا کے نبی توحید سکھانے آتے ہیں۔ اب اگر نادان لوگ انہیں خدا بنا لیں تو اس میں انبیاء کا کوئی قصور نہیں۔ اس بنا پر نبیوں کو مورد طعن بنانے والا بددیانت انسان کہلائے گا مگر افسوس کہ مرزا صاحب اس خصوص میں بھی پیش پیش ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضرت عیسیٰ زمین پر آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہشمند ہیں۔" (اخبار بدر مؤرخہ ۹ ر مئی ۱۹۰۷ء ص ر ۵)

معاذ اللہ۔ استغفر اللہ کیسا صریح توہین آمیز بہتان ہے۔

ناظرین! یہ اقوال صرف بطور نمونہ سمجھیں ط ورنہ اس قسم کے بیسیوں حوالے ہیں۔ جن میں مرزا جی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین کی ہے۔

مرزائی عذر

یہ تحریرات جوابی طور پر لکھی گئی ہیں۔

الجواب

"مسلمانوں سے یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی پادری ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو ایک مسلمان اس کے عوض میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دے" (ص ر ج ضمیمہ تریاق نمبر ۳ ص ر ۳۲ تریاق نمبر ۲۱) ﴿خ، ص ۳۹۱، ج ۱۵﴾

مرزائی عذر

مرزا صاحب نے یسوع کو برا کہا ہے نہ کہ مسیح علیہ السلام کو::

الجواب

یہ بھی غلط عذر ہے کیونکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ یسوع اور مسیح دونوں ایک ہی ہیں پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب کی اکثر تحریریں ہم نقل کر آئے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ہیں:

ماسوا اس کے اگر مان بھی لیا جائے کہ بعض جگہ اپنی کتب میں مرزا صاحب نے عیسائیوں کے کسی فرضی یسوع کو برا بھلا کہا ہے۔ تو یہ بھی خود مرزا صاحب کے نزدیک ایک گندہ طریقہ ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

(ا) اس کتاب (براہین احمدیہ) میں کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقے کی کسرشان لازم آوے خود تم ایسے الفاظ کو صراحتاً یا کنایۃً کرنا حدیث عظیم سمجھتے ہیں اور مرتکب ایسے امر کو پرلے درجے کا شریر النفس خیال کرتے ہیں،، (ص ر ۱۰۲) "مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجے کی خباثت اور شرارت ہے" (براہین احمدیہ ص ر ۱۰۲)

(ب) مولوی اللہ دتا جالندھری احمدی اپنی کتاب "تفہیمات ربانیہ" ص ر ۴۲ پر لکھتا ہے:۔

"میں دنیا کے شرفاء کے سامنے اس ذہنیت پر افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ایک شخص لاکھوں انسانوں کے پیشوا جان و مال اور عزت سے بدرجہا محبوب پیشوا پر حملے کرتا ہے اور ناواجب اور سوقیانہ الفاظ استعمال کرتا ہے لاکھوں بندگانِ خدا کے دلوں کو دکھ دیتا ہے۔ اور پھر اس کو خدمت دین سمجھتا ہے کیا سچ مچ اسلام کا یہی منشا ہے؟ کیا بانیٔ اسلام کا یہی اسوہ ہے؟ اور پھر کیا اسی طریق سے اصلاح ہو سکتی ہے؟" (تفہیمات ربانیہ ص ر ۴۲)

ضمیمہ توہین مسیح علیہ السلام

احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال و

کذاب پیدا نہ ہولیں کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ
ہر ایک ان میں سے دعوی نبوۃ کرے گا حالانکہ میں "ختم کرنے والا نبیوں کا ہوں" (ازالہ
اوہام ص ر ۶۱۴) ﴿خ، ص ۴۳۱، ج ۳﴾ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ حدیث بالا کو ملحوظ رکھ کر
مرزا صاحب کے حالات پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوگا کہ آپ یقیناً تیس میں کے
ایک ہیں::

مرزا جی نے جب تک دعوی مسیحیت و نبوت نہ کیا تھا تب تک وہ مسلمانوں کی
طرح عقائد رکھتے تھے اور معجزات انبیاء کے قائل تھے جونہی انہوں نے دعوئی رسالت
کیا۔ حدیث نے اپنی صداقت کا جلوہ دکھایا کہ مرزا جی عقائد کے حصار سے نکل کر
دجالوں، کذابوں کی ٹولی کی طرف سرکنا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ ان سے بھی دس
قدم آگے بڑھ گئے::

انبیاء کرامؑ کے معجزات کو جادو، شعبدہ، مکر و فریب وغیرہ کہنا کفار کی سنت
مستمرہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات بینات لے
کر آئے تو کفار نے کہا ھذا سحر مبین (النمل ع ۱) یہ تو کھلا جادو ہے۔ ایسا ہی:۔

"صریح قرآن شریف میں وارد ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور جب
کافروں نے یہ نشان دیکھا تو کہا جادو ہے"

(سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا صاحب ص ر ۶۲ ط ۱۔ ۵۹ ط ۲) ﴿خ، ص ۱۱۰، ج ۲﴾

اسی طرح یہودنا مسعود نے:۔

"حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے مگر ان سے کوئی فائدہ نہ
اٹھایا"، (نصرۃ الحق مصنفہ مرزا ص ر ۳۱) ﴿خ، ص ۴۲، ج ۲۱﴾

بلکہ یہاں تک عداوت و ظلم پر اتر آئے کہ مسیح سے:۔

"کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا"،

(چشمہ مسیحی مصنفہ مرزا ص ر ۸) ﴿خ، ص ۳۴۴، ج ۲۰﴾

بخلاف اسکے مومن باللہ انسان کبھی اس قسم کی ظالمانہ جرأت و گستاخی کے

مرتکب نہیں ہوئے اور ہمیشہ اس قسم کے اقوال کفریہ وشبہات باطلہ واہیہ سے محفوظ رہے۔ چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں۔

"جن لوگوں نے منقولی معجزات کو مشاہدہ کیا ان کے لئے وہ تسلی تام کا موجب نہیں ٹھیر سکے کیونکہ بہت سے ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبدہ بازی دکھلاتے پھرتے ہیں گو وہ مکر اور ہیں مگر اب مخالف بد اندیش پر کیونکر ثابت کر کے دکھلادیں کہ انبیاء سے جو عجائبات ظاہر ہوئے ہیں یہ اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں۔ یہ مشکلات ممکن ہے انہی زمانوں میں پیدا ہو گئی ہوں۔ مثلاً جب ہم یوحنا کی انجیل دیکھتے ہیں تو اس میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور یروشلم میں باب الضان کے پاس ایک حوض ہے اس کے پانچ اسارے ہیں ان میں اندھوں لنگڑوں کی ایک بھیڑ پانی کے ہلنے کی منتظر تھی پانی ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا وہاں ایک شخص تھا جو کہ ۳۸ / اڑتیس برس سے بیمار تھا یسوع نے جب اسکو پڑے ہوئے دیکھا تو کہا کہ تو کیا چاہتا ہے کہ چنگا ہو جائے۔ بیمار نے کہا کہ اے خداوند میرے پاس آدمی نہیں کہ جب پانی ہلے تو مجھے اس میں ڈال دے" (یہ بیان انجیل سے نقل کر کے مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ناقل) اب ظاہر ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نبوت کا منکر ہے اور ان کے معجزات کا انکاری ہے جب (انجیل) یوحنا کی یہ عبارت پڑھے گا تو خواہ مخواہ اس کے دل میں ایک قوی خیال پیدا ہو گا کہ حضرت کا ممدوح اسی حوض کے پانی میں کچھ تصرف کر کے ایسے خوارق دکھلاتے ہوں گے۔ یہ بات قرین قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ کے ہاتھ سے اندھوں لنگڑوں وغیرہ کو شفا حاصل ہوئی تو بالیقین یہ نسخہ حضرت مسیح نے اسی حوض سے اڑایا ہو گا۔ بالخصوص جب کہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح (انجیل میں یسوع لکھا ہے) اسی حوض پر اکثر جایا بھی کرتے تھے غرض اس بات کے ثبوت میں بہت سی مشکلات پڑتی ہیں کہ یہودیوں کی رائے کے موافق مسیح مکار اور شعبدہ باز نہیں اور سچ مچ معجزات ہی دکھا

ئے ہیں اگر چہ قرآن شریف پر ایمان لانے کے بعد ان وساوس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے مگر جو شخص قرآن شریف پر ایمان نہیں لایا اور یہودی یا ہندو یا عیسائی ہے وہ کیونکر ایسے وساوس سے نجات پا سکتا ہے"

(براہین احمدیہ مرزا ص ر ۴۳۲ تا ۴۴۹) ﴿خ، ص ۵۱۶ تا ۵۳۸، ج ۱﴾

تحریر بالا مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ صاف واضح ہے کہ انجیل کو جسے یہود مکار و شعبدہ باز کہتے تھے دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے معجزات کا انکار کرنے والا ان کے معجزات کو حوض کی تاثیر بتانے والا قرآن شریف کا منکر۔ معجزات بلکہ نبوت مسیح کا منکر کافر بے ایمان ہے، بہت خوب!"

آیئے اب مرزا صاحب کی تحریرات پڑھیں کہ ان میں معجزات مسیحیہ کو کس نظر سے دیکھا ہے یہ تحریر مرزا صاحب کی اسوقت کی ہے جب انہوں نے دعویٰ رسالتِ کاذبہ نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے جب دعویٰ کیا۔ اور لوگوں نے ان سے مثیل مسیح ہونے کے ثبوت میں معجزات عیسویہ کی مثال مانگی۔ تو مرزا صاحب نے وہی جواب دیا جو کفارِ منکرین نبوت کی سنت ہے چنانچہ کہیں تو مسیحی معجزات کو ناچیز محض اسی تالاب کی وجہ سے مشکوک قرار دیا (ازالہ اوہام ص ر ۷) ﴿خ، ص ۱۰۶، ج ۳﴾ اور کہیں مسمریزم، عمل ترب، فطرتی طاقتِ خداداد بتایا۔ مگر بایں گستاخی کہ میں اس عمل کو مکروہ قابل نفرت سمجھتا ہوں اور کہیں کھلونے ساز نجاروں کی مثال دے کر معجزات مسیحی کو مصنوعی قرار دیا (ازالہ اوہام ص ر ۳۰۹ تا ۳۲۲) ﴿خ، ص ۲۵۵ تا ۲۶۳، ج ۳﴾ آخر بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ :-

عیسائیوں نے آپ (یسوع مسیح) کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ ممکن ہے آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کا علاج کیا ہو مگر بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ آپ سے کوئی معجزہ

ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے کچھ نہ تھا"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ر ۶) ﴿خ، ص ۲۹۰ تا ۲۹۱، ج ۱۱﴾

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیے۔ وہی یسوع مسیح انجیلی ہے وہی اس کے معجزات، وہی تالاب کا قصہ، اور وہی مرزا صاحب قادیانی::

پہلے بیانوں میں جو مسلم نما حالت کے ہیں۔ ان معجزات کو "سچ مچ" من عند اللہ مان کر ان کے انکار کرنے والے۔ یا اسے حوض کی وجہ سے مشکوک ٹھیرانے والے کو:-

"بداندیش مخالف، یہودی، ہندو، منکر قرآن، خارج اسلام" قرار دیا ہے مگر اس جگہ بعد دعویٰ نبوت کے اسی یسوع کے معجزات کو:-

"حق بات یہی ہے کہ اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا::

کہہ کر انہیں یہود کی طرح، مکار، فریبی لکھا ہے::

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین

ہم سابقا معیار انبیاء میں قرآن پاک سے ثابت کر آئے ہیں کہ یہ ناممکن ہے کہ نبی اپنی ساری عمر بھر کسی وحی الٰہی کو نہ سمجھ سکے۔

۱۔ چونکہ مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور وہ نشانیاں اور علامات جو مسیح موعود کے وقت کی ہیں۔ آپ میں پائی نہیں گئیں اس لئے مرزا صاحب نے رسول اللہ صلعم کی رسالت پر یہ گستاخانہ حملہ کیا کہ:-

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت منکشف نہ ہوئی ہو۔ اور دجال کے ستر باغ کے گدھے کی اصل کیفیت نہ کھلی ہو۔ اور نہ یاجوج ماجوج دابۃ الارض کی ماہیت کما ہی ظاہر فرمائی گئی"

(ازالہ ص ر ۶۹۱، ط ۱- ۲۸۲، ط ۲) ﴿خ، ص ۴۷۳، ج ۳﴾

بخلاف اس کے اپنے مریدوں کا حال یہ لکھتے ہیں کہ:-

"اب رہی اپنی جماعت خدا کا شکر ہے کہ (انہوں) نے دمشق کے منارہ پر مسیح کے اترنے کی حقیقت۔ دجال کی حقیقت۔ ایسا ہی دلبۃ الارض (وغیرہ کے بارے میں) خدا نے ان کو معرفت کے مقام تک پہنچا دیا ہے"

(ص ر ۵۱ فتاویٰ احمدیہ جلد ۱)

۲۔ مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے تو صرف تین ہزار معجزات بتاتے ہیں"

(تحفہ گولڑہ) ﴿خ، ص ۱۵۳، ج ۱۷﴾ مگر اپنے دس لاکھ نشان" (تذکرۃ الشہادتین) ﴿خ، ص ۴۳، ج ۲۰﴾

واضح رہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک نشان اور معجزہ ایک ہی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"سچا مذہب ضرور اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت اور خارق عادت امر ہے،، (ص ر ۵۰ نصرۃ الحق) ﴿خ، ص ۶۳، ج ۲﴾

۳۔ قرآن شریف میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ کی انگلی کے اشارہ سے چاند دوٹکڑے ہوگیا (قرآن شریف میں انگلی کا اشارہ مذکور نہیں یہ قرآن پر جھوٹ ہے۔ناقل) اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا وقوع میں آنا خلاف علم ہئیت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں" (ص ر ۴۱ چشمہ معرفت حصہ دوم) ﴿خ، ص ۱۱۱، ج ۲۳﴾

نبی کریم ﷺ کے اس معجزہ کو از قسم کسوف خسوف کہنا اس کی عظمت کو کم کرنا ہے جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"اگر آج شق القمر کا معجزہ ہو تو یہ ہیئت وطبعی کے ماہر سائنس کے دلدادہ فی الفور اس کو کسوف خسوف میں داخل کر کے اس کی عظمت کو کم کرنا چاہیں گے" (ص ر ۵۸ رپورٹ جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء تقریر مرزا)

مگر افسوس کہ مرزا صاحب نے نہ صرف اس معجزہ نبوی کو کسوف وخسوف ہی قرار دیا ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ پر اپنی عظمت جتانے کیلئے یوں لکھا ہے کہ:۔

"اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا ہے اور میرے لئے چاند سورج دونوں کا،، (ص ر ۷۱، اعجاز احمدی) ﴿خ، ص ۱۸۳، ج ۱۹﴾

آہ

خیال زاغ کو بلبل سے برتری کا ہے ☆ غلام زادے کو دعوی پیمبری کا ہے

۴۔ مرزا صاحب خطبہ الہامیہ میں رسول اللہ پر اپنی فوقیت ایک عجیب فریب میں بتاتے ہیں کہ:۔

"حق یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت، (بر نگ مرزا) چھٹے

ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں اقوی اکمل اشد ہے بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ص ۱۸۱ (ر خ، ص ۲۷۰، ج ۱۶) اسلام ہلال (پہلی رات کے چاند کا وصفی نام ہلال ہے۔ ناقل) کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ آخر زمانہ (یعنی مرزا کے زمانہ) میں بدر۔ (چودھویں شب کے چاند کا وصفی نام بدر ہے ناقل) کی شکل اختیار کرے،، (خطبہ الہامیہ) ر خ، ص ۲۷۰، ج ۱۶

ناظرین کرام! دیکھیے کس فریب آمیز طریقہ سے رسول اللہ صلعم سے بڑھ کر ہونے کا دعوی کیا ہے۔

بت کریں آرزو خدائی کی ☆ شان ہے تیری کبریائی کی

قطع نظر اس سے صاحب علم غور کریں کہ اسلام کی ابتدا جسے مرزا پہلی کے چاند جیسا لکھتے ہیں۔ ایسی درخشندہ ہے کہ جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی، مٹھی بھر نہتے اور غیر مدنی بے سر و سامان انسانوں نے اپنی اولو العزمی یک جہتی، جاں نثاری سے اور وفاداری سے قیصر و کسریٰ ایسے جابر و قاہر بادشاہوں کے تختوں کو الٹ دیا ان کی تہذیب دینداری، خدا پرستی غرض جملہ اوصاف شرافت ایسے نمایاں ہے کہ آج غیروں میں تو درکنار خود مسلمانوں میں بھی ایک شخص ڈھونڈھنے سے ان جیسا نہیں ملتا۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو انکے بھی مزکی تھے آپ، آپ کی روحانیت کا تو ٹھکانا ہی کیا۔ بقول مرزا صاحب:

آدم سے لیکر اخیر تک کسی نبی کو ایسی قوت قدسی نہیں دی گئی جو آنحضرت کو عطا کی گئی اور افسوس ہے کہ ایسی جماعت ہم کو بھی نہیں ملی" (اخبار بدر ۱۲/ جنوری ۱۹۰۶ء)

پس مرزا صاحب کا اپنے وقت کی روحانیت کو آنحضرتؐ کے زمانہ سے چودہ حصے بڑھکر لکھنا سراسر خلاف واقعات اور ایک سفید جھوٹ ہے جو توہین نبوی ہے۔

۵۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذہنی ارتقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت صلعم پر حاصل ہے (قادیانی ریویو ماہ مئی ۱۹۲۹ء)

۶۔ یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پاسکتا ہے حتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ سکتا ہے" (ڈائری خلیفہ قادیان مطبوعہ اخبار الفضل ۱۷/ جولائی ۱۹۲۲ء)

۷۔ ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا اور اسقدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کر کھڑا کیا۔ (کلمۃ حق میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ص ۱۱۳)

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر دسویں دلیل

مبالغات مرزا

مثال اوّل

مرزا صاحب مبالغہ گوئی میں اپنی مشاقی کا ثبوت دینے کو یوں راقم ہیں:-

"دیکھو زمین پر ہر روز خدا کے حکم سے ایک ساعت میں کروڑہا انسان مرجاتے ہیں اور کروڑہا اس کے ارادہ سے پیدا ہو جاتے ہیں"۔

(کشتی نوح ص ۳۷) (خ ص ۴۱ ج ۱۹)

اس قول میں حضرت قابض ارواح جل شانہ کی صفت اہلاک کا جس انتہائی مبالغہ آرائی سے اظہار کیا گیا ہے۔ اس کی نظیر انبیاء صادقین کی تحریروں میں تو کہاں ملے گی، کسی افسانہ گو شاعر کی تالیفات میں بھی..... شاذ و نادر نظر آئے گی۔

خدا نہ کرے کہ کسی وقت فی الواقع ارادہ الٰہی بموجب تحریر مرزا ظہور کرے...

اگر ایسا ہو جائے تو غالباً بلکہ یقیناً دو تین دن کے اندر ہی سب، جانداروں کا صفایا ہو جائے۔ رہ جائیں دو دو تین تین دن کے چھوٹے چھوٹے بچے سو وہ بھی ایک دو دن میں بلبلاتے ہوئے بحر فنا میں غرق ہو جائیں اور ربع مسکون پر ایک متنفس بھی جیتا جاگتا چلتا پھرتا نظر نہ آئے۔ پناہ بہ خدا!

مرزائیو! تم بلکہ تمہارے اعلیٰ حضرت بھی انجیل کے اس قول پر کہ:- "بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کئے۔ اگر وے جدا جدا لکھے جاتے تو میں گمان کرتا ہوں کہ کتابیں جو لکھی جاتیں دنیا میں نہ سما سکتیں" (یوحنا ۲۱/۲۵)

چٹخارے لے لے کر بڑی ترنگ میں جھوم جھوم کر زبان طعن اور آوازۂ تضحیک دراز کیا کرتے ہو۔ خدارا کبھی اپنے ان مہمل اور بے معنی مبالغات پر بھی نظر ڈالا کرو۔ کیا وہی بات تو نہیں کہ :۔ ''ظالم کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا پر غیر کی آنکھ کا تنکا بھی خار بن کر اس کے سینہ میں کھٹکتا ہے''

مثال دوم

''مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں جو اشتہار دیئے وہ انگلیوں پر شمار ہو سکتے ہیں چنانچہ منشی قاسم علی احمدی نے تبلیغ رسالت جلد اول سے دس تک میں ان کو درج کیا ہے جن کی جملہ تعداد ۲۶۱ رہے مگر مرزا صاحب نے جس مبالغہ آرائی سے اس کا ذکر کیا ہے وہ قابل دید و شنید ہے، آپ لکھتے ہیں :۔

''میں نے چالیس کتابیں تالیف کی ہیں اور ساٹھ ہزار کے قریب اپنے دعویٰ کے ثبوت کے متعلق اشتہارات شائع کئے ہیں وہ سب میری طرف سے بطور چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ہیں''۔ (اربعین ۳ ص ۳۵) ﴿خ ص ۴۱۸، ج ۱۷﴾

مرزائیو! ایمان سے کہو (اگر تم میں کچھ ایمان باقی ہے) کہ یہ سچ ہے قادیانی دروغ بے فروغ؟ بصورت اثبات ان ساٹھ ہزار رسالوں کا ذرا ہمیں بھی درشن کرانا بصورت ثانیہ افترا اور جھوٹ کی وعید شدید اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ — سے ڈرو۔

مثال سوم

مرزا صاحب نے اسّی کے قریب کتابیں لکھی ہیں۔ ان سب کو اکھٹا کیا جائے تو بمشکل ایک الماری بھرے گی مگر مرزا صاحب قادیانی اپنی جبلّی عادت مبالغہ گوئی سے مجبور ہو کر فرماتے ہیں :۔

• ''میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکھٹی کی جائیں تو پچاس، الماریاں

ان سے بھڑکتی ہیں"۔ (تریاق القلوب ص ۵۔ط ۱، ۲۷۔ط ۲ ﴿خ ص ۱۵۵ ج ۱۵﴾

اس اظہار وفاداری پر حکومت کا مرزا صاحب کو کوئی خطاب نہ دینا پرلے درجے کی ناقدر شناسی ہے۔

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

حالانکہ مرزا صاحب نے خطاب کی آرزو میں الہام بھی گھڑنا شروع کر دیئے کہ "لك خطابُ العزتِ لَكَ خَطابُ العِزّت"

(ضمیمہ تریاق ص ۴۳ ﴿خ ص ۵۰۱ ج ۱۵﴾

تیرے لئے عزت کا خطاب تیرے لئے عزت کا خطاب۔ مگر۔ ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مثال چہارم

ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۲ء کے ص ۲۴۰ میں قول مرزایوں مسطور ہے:۔

"اب تک میرے ہاتھ پر ایک لاکھ کے قریب انسان بدی سے توبہ کر چکے ہیں"۔

اس تحریر کے تین سال پانچ ماہ گیارہ دن بعد لکھتے ہیں:۔

"میرے ہاتھ پر چار لاکھ کے قریب لوگوں نے معاصی سے توبہ کی"

(تجلیات الٰہیہ ص ۳ مرقومہ ۱۵ر مارچ ۱۹۰۶ء)

کس قدر مبالغہ ہے کہ ستمبر ۱۹۰۲ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک تین لاکھ انسانوں نے بیعت کی۔ یعنی مرزا صاحب متواتر ساڑھے تین سال صبح ۶ر بجے سے شام ۶ر بجے تک ہر روز لگاتار بیعت ہی لیتے رہے تھے جس کا حساب یوں لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ہر ماہ میں ۷۱۴۳ یا ہر دن میں ۲۳۸ یا فی گھنٹہ ۱۹ یا ہر تین منٹ کے عرصہ میں دس شرائط بیعت سنا کر اور ان پر عمل کرنے کا وعدہ لے کر ایک مرید پھانستے رہے::

مثال پنجم

مرزا صاحب اپنے مرنے سے قریباً ساڑھے چار سال پہلے فرماتے ہیں:۔

"میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے"

(تذکرۃ الشہادتین ص ۳۴ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۰۳ء ﴿خ ص ۳۶ ر ۲۰﴾

مگر مرزا صاحب کی کتنی بڑی کرامت ہے کہ اس کے بعد انہوں نے دو تین منٹ کے اندر ہی اسی کتاب کے اسی صفحہ میں صرف دو سطر بعد "صدہا نشان" کو "دو لاکھ" بنا ڈالا آگے چل کر صفحہ ۱۴۱ پر جو مشین مبالغہ کے کل پرزوں کو حرکت دی تو بیک جنبش قلم "دس لاکھ" تک نوبت پہنچا دی۔

دلائل مرزائیہ کا جواب

دلیل نمبر ۱ پاکیزہ زندگی

اعتراض:- قرآن مجید میں ہے فقدلبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلون (سورہ یونس ع ۲) یعنی نبی ﷺ فرماتے ہیں اے لوگو! میں تم میں ایک عرصہ تک زندگی گزار چکا ہوں۔ کیا تم نہیں سوچتے۔ اس آیت میں آنحضرت ﷺ نے اپنی پاکیزہ زندگی کو اپنی نبوت کی دلیل قرار دیا ہے ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے۔ کوئی شخص آپ کی پہلی زندگی میں عیب نہیں نکال سکتا بلکہ آپکے اشد ترین مخالفوں کی شہادت موجود ہے کہ آپ بڑے پاک تھے چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ کو اعتراف ہے::

الجواب

(۱) بلاشبہ انبیاء کرام کی پہلی کیا ساری زندگی پاک ہوتی ہے مگر سوال یہ ہے کہ اس آیت میں کیا پاکیزہ زندگی کو دلیل نبوت قرار دیا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ دنیا میں ہزارہا ایسے اشخاص ملیں گے جنکی زندگی عیوب سے خالی ہے پھر کیا وہ بھی نبی مانے جائیں؟

نبی اپنی زندگی کو کئی حیثیتوں میں پیش کرسکتا ہے اول یہ کہ میں امیر ابن امیر ہوں اور تم بخوبی جانتے ہو پھر کیا میں نے کسی لالچ کی بنا پر دعویٰ نبوت کیا ہے؟

ظاہر ہے کہ اس جگہ یہ حیثیت مقصود نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ ایک یتیم بیکس اور غریب تھے۔

دوم یہ کہ نبی کے مخالف اس کو مجنون وغیرہ قرار دیں (جیساکہ آنحضرت ﷺ کو بھی کہا گیا) اور اس کے جواب میں نبی خدا انہیں متوجہ کرے کہ میں تو تم میں کافی عمر

گزار چکا ہوں اور تمہیں علم ہے کہ میں صحیح الدماغ ہوں پھر کیا تم نہیں سوچتے::
مرزائی صاحبان کو مسلّم ہے کہ اس جگہ یہ حیثیت بھی مراد نہیں۔

تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ میں نے آج تک افتراء نہیں کیا پھر اب کیسے کرسکتا ہوں۔ یہ صورت بھی غیر معقول ہے کیونکہ کسی شخص کا چالیس سالہ عمر کے بعد مفتری ہو جانا محال نہیں ممکن ہے اور یوں بھی یہ غیر معقول ہے کیونکہ محض پاکیزہ زندگی دلیل نبوت نہیں ہوسکتی چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

(الف) پاک ناپاک ہونا بہت کچھ دل سے تعلق رکھتا ہے اور اس کا حال سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔ پس پاک وہ ہے جس کے پاک ہونے پر خدا گواہی دے۔

(اخبار بدر ۵، مارچ ۱۹۰۸ء ص ۲)

(ب) ایک ظاہری راست باز کیلئے صرف یہ دعویٰ کافی نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے احکام پر چلتا ہے بلکہ اس کیلئے ایک امتیازی نشان چاہئے جو اس کی راستبازی پر گواہ ہو۔ کیونکہ ایسا دعویٰ تو قریباً ہر ایک کرسکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اور اسکا دامن تمام اقسام کے فسق و فجور سے پاک ہے مگر ایسے دعویٰ پر تسلّی کیوں کر ہو کہ فی الحقیقت ایسا ہی امر واقع ہے، اگر کسی میں مادہ سخاوت ہے تو ناموری کی غرض سے بھی ہوسکتا ہے اگر کوئی عابد زاہد ہے تو ریاکاری بھی اس کا موجب ہوسکتی ہے اگر فسق و فجور سے بچ گیا ہے تو تہی دستی بھی اس کا موجب ہوسکتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ محض لوگوں کے لعن طعن کے خوف سے کوئی پارساطبع بن بیٹھے اور عظمت الٰہی کا کچھ بھی اس کے دل پر اثر نہ ہو پس ظاہر ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہوسکتا شاید در پردہ کوئی اور اعمال ہوں الخ"

(ص ۴۹ نصرۃ الحق مصنفہ مرزا صاحب ۔ رخ ص ۶۱ تا ۶۲ ج ۲۱)

تحریرات مرقومہ بالا شاہد ہیں کہ پاک ہونا دلیل صداقت نہیں ہوسکتا پس قرآن کی یہ منشا بھی نہیں::

اب صرف ایک ہی صورت باقی ہے جس کی رو سے آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ آیت زیر غور کا سیاق و سباق شاہد ہے کہ کفار آنحضرت ﷺ

سے کہتے تھے کہ اس قرآن کو بدل دو یا اس کے سوا کوئی اور قرآن لے آؤ جس کے جواب میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ بھلے لوگو! غور تو کرو کہ میں تو ایک امی ان پڑھ ناخواندہ محض انسان ہوں اور تم بخوبی جانتے ہو کیونکہ میں عرصہ تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے یہ مجھ ان پڑھ کی کتاب ہی نہیں ہو سکتی تو میں اسے بدل کیسے سکتا ہوں::

نبی کریم ﷺ کا ان پڑھ ہونا جملہ مخالفین کو مسلّم ہے خود مرزا صاحب کو بھی۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴۷۸ تا ۴۸۰ براہین احمدیہ ﴿خ ص ۵۷۰ ج ۱﴾

حاصل "یہ کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اچھا جرنیل نبی ہوتا ہے! تو میں کہوں گا یہ ضروری نہیں لیکن کامل نبی کے لئے اچھا جرنیل ہونا ضروری ہے اسی طرح اعلیٰ درجہ کا قاضی ضروری نہیں نبی ہو، کافر بھی اچھے جج ہوتے۔ تو ہر اچھا قاضی بیشک نبی نہیں ہو سکتا۔ لیکن نبی کیلئے اچھا قاضی ہونا ضروری ہے"

(قول میاں محمود احمد خلیفہ قادیان در الفضل کیم اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۷)

ٹھیک اسی طرح ہم مانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ ہر نبی بیشک پاک ہوتا ہے مگر ہر ایک پاک شخص نبی نہیں ہوتا۔ پس بفرض محال مرزا صاحب پاک بھی ہوں تاہم ان کی پاکیزگی نبوت کی دلیل نہیں بن سکتی::

باقی رہا مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مولانا ثناء اللہ صاحب کا مرزا پر ابتداً حسن ظن رکھنا۔ سو گزارش ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ جیسے سید المرسلین کو بغیر وحی الٰہی کے معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے ارد گرد منافق بہ شکل مومنین منڈلاتے پھرتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَاتَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ الآیۃ اور اہل مدینہ سے کئی منافق ہیں جنہیں اے نبی ﷺ آپ نہیں جانتے ہم جانتے ہیں تو اس کے مقابل مذکورہ بزرگوں کا مرزا صاحب کی ظاہری شکل پر دھوکہ کھا جانا کون سی بڑی بات ہے::

الغرض نصرۃ الحق کی تحریر سے یہ عبارت النص ثابت ہے کہ پاک زندگی نبوت و صداقت کی دلیل نہیں بلکہ دلیل صداقت معجزات و آسمانی نشان ہیں۔ اس کی مزید تائید قول ذیل سے ہوتی ہے:-

"سو عزیزو! یقیناً سمجھو کہ صادق کی صداقت ظاہر کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کے قدیم قانون میں ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ آسمانی نشانوں سے ثابت کر دیوے کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہے"۔ (شہادۃ القرآن ص ۷۳)﴿خ ص ۳۶۷ ج ۶﴾

پس ہر ایک دانا انسان پر فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے مرزا صاحب کے روحانی کمالات آسمانی نشانات یعنی پیشگوئیاں وغیرہ دیکھے۔ اگر جھوٹی ہیں تو مرزا صاحب جھوٹے::

(۲) معیار نبوت وہ ہے جس پر قیام انبیاء ورسل برابر اتریں۔ سابقین نے نہ تو اپنی گذشتہ زندگی بطور معیار کے پیش کی۔ نہ اس معیار پر تمام انبیاء علیہم السلام اجمعین پورے اتر سکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو اس معیار کا صاف انکار کیا ہے۔ جب کہ فرعون نے ان کی سابقہ زندگی کو قتل قبطی اور احسان فراموشی وغیرہ سے متہم کیا تھا اور کہا تھا۔ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ۔ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ الشعراء۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ قَالَ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ۔ الشعراء۔

مطلب یہ کہ میں اپنی صداقت میں اپنی پہلی زندگی نہیں پیش کر رہا ہوں بلکہ معجزہ عصا و ید بیضا پیش کرتا ہوں اور مرزا صاحب نے بھی شہادۃ القرآن صفحہ ۷۳ پر اس کی تصدیق کی ہے جس کا اقتباس اوپر گذر چکا ہے۔

اس طرح حضرت لوط علیہ السلام اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے حالانکہ وہ چونکہ سدوم کے باشندے نہ تھے تو سدوم والے حضرت لوط علیہ السلام کی پہلی زندگی سے کیونکر واقف ہو سکتے تھے؟ پس پیغمبر کی سابقہ زندگی معیار نبوت نہیں ہو سکتی:۔

(۳) بفرض محال اگر پیغمبر کی سابقہ زندگی معیار نبوت بھی ہو سکتی تو پھر بھی مرزا صاحب اس پر پورے نہیں اتر سکتے کیونکہ وہ بالکل غیر معروف آدمی تھے تو وہ کیونکر اس معیار پر پورے اتر سکتے ہیں:۔ وہ خود مانتے ہیں:۔

"پھر دوسرا نشان یہ ہے کہ اس گذشتہ زمانہ میں جس کو سترہ برس گزر گئے یعنی اس زمانہ میں جبکہ یہ عاجز گوشہ گمنامی میں پڑا ہوا تھا اور کوئی نہ جانتا تھا کہ کون ہے

اور نہ کوئی آتا تھا" (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص ۲) ﴿خ ص ۲۸۹ ج ۱۱﴾

"اس بات کو عرصہ قریباً بیس برس کا گزر چکا ہے کہ اس زمانہ میں جبکہ مجھ کو بجز قادیان کے چند آدمیوں کے اور کوئی نہیں جانتا تھا یہ الہام ہوا"

(ص ۱۲۸ تریاق القلوب مطبوعہ ۱۹۲۲ء) ﴿خ ص ۲۵۴ ج ۱۵﴾

(۴) انبیاء کرام شرک و کفر سے پیدائشا پاک ہوتے ہیں بخلاف اس کے مرزا صاحب قادیانی قبل از دعویٰ نبوت کے بقول خود مشرک تھے کیونکہ وہ عرصہ دراز (۵۲ سال) تک عقیدہ حیات مسیح کے معتقد بلکہ مشتہر و مبلغ رہے اور بعد میں آپ نے کھلے الفاظ میں اس عقیدہ کو شرک قرار دیا نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب پہلے "خود مشرک تھے"

اعتراض

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ من حلف بغیر الله فقد اشرك (ترمذی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانا شرک ہے مگر آپ ﷺ نے دوسرے وقت ایک شخص کے باپ کی خود قسم کھائی جیسا کہ حدیث میں ہے قدافلح وابیه ان صدق (مسلم ص ۲۴ باب الایمان باللہ وشرائع الدین) کہ اس کے باپ کی قسم اگر اس نے سچ بولا ہے تو وہ نجات پا گیا ہے::

جواب نمبر ۱

اس حدیث میں ایک لفظ محذوف ہے۔ مطلب حدیث کا یہ ہے "قدافلح وربّ ابیه" "اس شخص کے باپ کے رب کی قسم یہ نجات پا گیا۔ اس طرح کے یہ حذف، محذوف کلام عرب میں بکثرت ہوتے ہیں خود قرآن مجید میں ہی مواقع کثیرہ میں اس کی مثالیں ملتی ہیں بطور نمونہ ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ یوسف "واسئل القریة" اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "پوچھ لے قریہ سے" حالانکہ قریہ کوئی قابل استفسار ہستی نہیں سو اس آیت میں بھی ایک لفظ اہل محذوف ہے جس کے ملانے سے عبارت یہ ہو گی کہ "پوچھ لے بستی میں رہنے والوں سے" اور یہی صحیح ہے حاصل یہ کہ حدیث میں غیر اللہ کی قسم ہرگز نہیں کھائی گئی۔ نیز مرزا صاحب کو مسلم ہے کہ:۔

"رسول علیہ السلام کی مقدس ذات نے کروڑہا انسانوں کو بتوں اور عیسٰی پرستی او مخلوق پرستی سے نجات دے کر لا الہ الا اللہ پر قائم کیا"

(ص ۴۳ ست بچن مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ ص ۱۹۷ ج ۱۰﴾

یہ نہیں ہوسکتا کہ انبیاء جو شرک مٹانے آتے ہیں خود شرک میں مبتلا رہیں اس کی تائید میں مرزا صاحب نے بھی جیسا کہ لکھا ہے:۔

"اور یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ جبکہ ان (انبیاء) کے آنے کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو خدا کے احکام پر چلاویں تو گویا وہ خدا کے احکام کو عمل در آمد لانے والے ہوتے ہیں اس لئے اگر وہ خود ہی احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر عمل در آمد کرنے والے نہ رہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ نبی نہ رہے وہ خدا تعالٰی کے مظہر اور اس کے اقوال و افعال کے مظہر ہوتے ہیں پس خدا تعالی کے احکام کی خلاف ورزی ان کی طرف منسوب بھی نہیں ہوسکتی"

(ص ۷۱ ریویو جلد دوم)

نیز نبی علیہ السلام نے باپ کی قسم کھانے سے منع کردیا تھا:۔

(۱) من کان حالفاً فلا یحلف الا باللہ وکانت قریش تحلف بآبائها فقال لا تحلفوا بآبائکم (مسلم کتاب الایمان ص ۱۸)

(۲) لا تحلفُوا بالطواغی ولا بآبائکم (کتاب الایمان صفحہ ۱۹)

جواب نمبر ۲

صحیح بخاری میں یہ حدیث ہے مگر الفاظ وابیہ منقول نہیں ہیں قد افلح ان صدق، اور یہی الفاظ مسلم کی ایک روایت میں ہیں قد افلح ان صدق اور جس حدیث میں یہ الفاظ (قد افلح وابیه ان صدق) آئے ہیں اس میں راوی کو خود شک ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ الفاظ کہے یا وہ۔ لہٰذا یہ الفاظ قد افلح ان صدق، زیادہ صحیح ہیں کیونکہ یہ الفاظ امام بخاریؒ ایسے نقاد حدیث نے نقل کئے ہیں اور مرزا صاحب کا یہ فتویٰ ہے کہ:۔ "یہ کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے"

(شہادۃ القرآن ص ۴۰) ﴿خ ص ۳۳۷ ج ۶﴾

بلکہ مرزا صاحب نے یہاں تک فرمادیا ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ ضعیف ہے۔ مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منارہ دمشق پر آنے کی حدیث کو اس لئے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ گو وہ حدیث صحیح مسلم میں تو ہے مگر بخاری میں نہیں:۔

"یہ وہ حدیث جو صحیح مسلمؒ میں امام مسلمؒ نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل[1] بخاری نے چھوڑ دیا"۔

(ص ۱۹۱ ازالہ اوہام) (خ ص ۲۰۹ ج ۳)

لہٰذا یہ الفاظ (قد افلح وابیه إن صدق) قابل حجت نہیں، کیونکہ اس کو امام بخاریؒ نے چھوڑ دیا اور صحیح الفاظ یہ ہیں (قدافلح ان صدق) کیونکہ اس کو امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے:۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل

لوتقول علینابعض الاقاویل لاخذنامنه بالیمین ثم لقطعنامنه الوتین. (الحاقه ع ۲)

کہ اگر یہ (نبی ﷺ) کوئی جھوٹا الہام بنا کر میری طرف منسوب کرتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ کر ان کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ گویا اگر کوئی جھوٹا الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو وہ قتل ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ جو صداقت کی کسوٹی ہیں، آپ ۲۳ سال دعویٰ وحی والہام کے بعد زندہ رہے اس لئے کوئی مدعی الہام و وحی نبوت اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا بشرطیکہ وہ مجنون نہ ہو۔ (ص ۳۶۷) وہ مدعی الوہیت نہ ہو الخ۔

(ص ۳۷۱ پاکٹ بک مرزائی)

(ب) لوتقول سے پاگل۔ نفسانی خوابوں اور الہام والا۔ یا بدہضمی انجرہ کی شدت و کثرت کی وجہ سے یا شیطانی الہام والا اپنے آپ کو خدا قرار دینے والا۔ یہ لوگ مستثنیٰ ہونے چاہئیں"۔

(ریویو مئی ۲۴ء ص ۲۹ و ۳۰ از مولوی اللہ دتا جالندھری)

---

(۱) مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے اصل نام محمد بن اسماعیل ہے۔

الجواب الاوّل

مصنف مرزائی پاکٹ بک نے دلیل مذکورہ کی تائید میں بعض مفسرین کے اقوال بھی پیش کیے ہیں اور شرح عقائد نسفی وابن قیم کی تحریرات بھی پیش کی ہیں جن میں اکثر جگہ خیانت مجرمانہ سے کام لیا ہے۔ مگر ہم سردست اس بحث کو چھوڑتے ہیں کیونکہ علمائے امت کے اقوال کا اگر وہی مطلب ہو جو مرزائی لیتے ہیں تو بھی انہیں مفید اور ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ ہمارا اور ان کا مسلمہ ہے کہ اقوال الرجال حجت شرعی اور لائق استناد نہیں ہیں چنانچہ مرزا صاحب تو اس بارے میں اس قدر بے باک واقع ہوئے ہیں کہ لکھتے ہیں۔

(الف) ''امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟''

(۱۴۲/ط/۱/۱۶۵ ازالہ ط ۲) ﴿خ ص ۱۴۲/ج ۳/﴾

(ب) ''تفسیر کی کتابوں میں چھ چھ سات سات اقوال متضادہ ہیں''

(ازالہ ص ۲۲۸ ط ۲)

اب رہا اصل دلیل کا معاملہ سو بالکل واضح ہے یہ آیت نبی کریم ﷺ کے حق میں ہے اور آپ ہی اس کے مخاطب ہیں۔ اس کی نظیر وہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے۔

وان كادوا ليفتنونك عن الذى اوحينآ إليك لتفترى علينا غيرهٗ۔ واذا لاتخذوك خليلاً۔ ولولاان ثبتنك لقد كدت تركن إليهم شيئاً قليلا۔ اذاًلاذقنك ضعف الحيوة وضعف الممات ثم لاتجدلك علينا نصيراً۔ (بنی اسرائیل ع ۸) یعنی وہ کافر تو تجھے وحی الٰہی کے خلاف لے جانے میں کوشاں ہیں جو ہم نے تجھ پر اتاری ہے تاکہ تو ہم پر افترا کرے اور وہ تجھے اس صورت میں دوست بنا لیتے۔ اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو آجاتا ان کے داؤ میں اندریں صورت ہم تجھے دنیا و آخرت میں دوگنا عذاب چکھاتے اور کوئی شخص بھی تجھے ہم سے نہ بچا سکتا۔

پس جس طرح اس آیت میں خاص طور پر آنحضرت ﷺ مخاطب ہیں اسی طرح مرزائیوں کی پیش کردہ آیت بھی مخصوص ہے نبی ﷺ سے۔ مطلب یہ ہے کہ

اگر آپ ﷺ جن کو خدا تعالیٰ نے جملہ مخلوق سے بزرگ و برتر مراتب پر فائز کیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں نبوت کی آپ پر تمام کر دی ہیں اور دنیا کی کوئی خوبی نہیں جو آپ میں جمع نہیں کی گئی۔ باوجود اسکے بھی اگر آپ خدا پر افترا کریں اور خدا کی بھیجی ہوئی وحی میں "بعض" افتریات ملادیں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم آپ کی قطع وتین کر دیں۔

اس آیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہر وہ شخص جو پرلے سرے کا دجال و کذّاب ہے اور خدا کی رحمت سے ہزارہا کوس دور۔ زمرۂ شیاطین کا سر تاج جس پر خدا نے اپنی رحمت وانعامات روحانیہ کا قطرہ بلکہ قطرے کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ڈالا ہے۔ وہ اگر اپنی خباثت طبعی کے زیر اثر خدا پر افترا کرے تو خدا اسے ہلاک کر دے گا۔ خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ اکثر طور ضلالت و گمراہی کے بدترین فرزندوں کو جو مفتری علی اللہ اور روحانیت سے کورے دنیاجیفہ کے طالب، مدعیان کاذب ہوں۔ ان کو کبھی کبھی ڈھیل دیتا ہے قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع فی الدنیاثم الینامرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدیدبما کانوا یکفرون۔ (یونس ۷۰) کہہ! جو لوگ خدا پر جھوٹ افترا کرنے والے ہیں وہ نجات نہیں پائیں گے۔ ہاں انہیں دنیا میں بیشک فائدہ ہے۔ مگر جب وہ ہمارے پاس آئیں گے تو ہم انہیں عذاب شدید میں مبتلا کریں گے۔ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً اوکذبّ بالحق لماجائہ الیس فی جھنم مثوًی للکفرین۔ (سورہ عنکبوت آخر) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ وہ خدا پر افترا کرے، یا سچائی کی تکذیب کرے (یہ مت سمجھنا کہ ان کا یہ ظلم بالا بالا جائے گا) کیا کفاروں کا ٹھکانا جہنم نہیں؟ یعنی یہ ظالم جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً اوقال اُوحی الی ولم یُوحَ الیہ شئیٌ (الی) ولوتر ی اِذالظالمون فی غمراتِ الموت والملئکۃ باسطوا ایدیھم۔ اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق (سورہ انعام ۹۳) لاریب وہ بڑا ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے اور کہے کہ مجھ پر وحی ہوتی ہے حالانکہ نہ ہوتی ہو۔ اے نبی تو دیکھے ان کی درگت بنتی جب ہوتے ہیں یہ موت کی بیہوشی میں اور فرشتے

پھیلارہے ہاتھ کہ نکالو اپنی جانوں کو آج بدلہ ملے گا تم کو عذاب ذلیل کرنے والا بسبب اسکے کہ تم خدا پر جھوٹ باندھتے تھے ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون متاع قلیلٌ ولھم عذابٌ الیمٌ۔ (النحل ع۱۵) تحقیق مفتری نجات نہیں پائیں گے انہیں نفع تھوڑا ہے عذاب دردناک قل من کان فی الضلالۃ فلیمددلہٗ الرحمن مدا۔حتی اذارأوا ما یوعدون ۔ الآیۃ(سورۂ مریم ع۵) کہہ دے یا نبی ﷺ گمراہی کے مجسموں کو بعض اوقات خدا تعالیٰ ڈھیل دیتا ہے یہانتک کہ وہ اس عذاب موت تک پہنچ جائیں جس کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے۔

مختصر یہ کہ ان اور ان جیسی دیگر کئی آیات سے عیاں ہے کہ مدعیان نبوت کاذبہ اور مفتریان علی اللہ اخوان الشیاطین کو بجہت قانون مقررہ مرنے کے بعد سزا ملتی ہے الا ماشاء اللہ۔ ایک ابلیس لعین ہی کو دیکھئے کہ اس کو قیامت تک ڈھیل دی گئی::

جواب دوم

اسکو بھی چھوڑیئے۔ آیئے ہم بطور فرض محال مان لیتے ہیں کہ آیت لو تقول علینا الآیۃ عام ہے جو ہر مفتری مدعی نبوت کو شامل ہے تو بھی مرزا صاحب بہ اصول خود اس آیت کی رو سے کاذب ثابت ہوتے ہیں ناظرین بغور سنیں::

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ یہ آیت مدعیان نبوت کے بارے میں ہے:۔

(۱) خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے اب اس کے مقابل پر یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یا روشن دین جالندھری نے دعویٰ کیا یا کسی اور شخص نے دعویٰ کیا اور وہ ہلاک نہیں ہوئے یہ ایک دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور تیئیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگون کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہئے اور وہ الہام پیش کرنا چاہئے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں. اصل لفظ ان کی

وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔ غرض پہلے تو یہ ثبوت دینا چاہئے کہ کونسا کلام الٰہی اس شخص نے پیش کیا ہے جس نے نبوت کا دعوی کیا۔ پھر بعد اس کے یہ ثبوت دینا چاہئے کہ جو تئیس برس تک کلام الٰہی اس پر نازل ہوتا رہا وہ کیا ہے؟۔ جب تک ایسا ثبوت نہ ہو تب تک بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا۔ شریر لوگوں کا کام ہے۔

(ص ۱۱ ضمیمہ اربعین ۳،۴) ﴿خ ص ۴۷۷ ج ۱۷﴾

(۲) ''ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہوکر اور خدا پر افترا کر کے تیئس برس تک مہلت پا سکے۔ ضرور ہلاک ہوگا'' (ص ۶، اربعین ۴) ﴿خ ص ۴۳۷ ج ۱۷﴾

(۳) ''صادقوں کا پیمانہ عمر (تئیس سال) کاذب کو نہیں ملتا''

(ص ۲ ضمیمہ اربعین ۳،۴) ﴿خ ص ۴۶۸ ج ۱۷﴾

(۴) ''اے مؤمنو اگر تم ایک ایسے شخص کو پاؤ جو۔۔ تئیس برس۔ تک وحی الٰہی پانے کا دعویٰ کرتا رہا۔ تو یقیناً سمجھو کہ وہ خدا کی طرف سے۔ ہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ اس شخص نے۔ تئیس برس کی مدت حاصل کرلی ہے''۔

(اربعین ۳ ص ۲۶-۲۷) ﴿خ ص ۴۰۹ ج ۱۷﴾

تحریرات مذکورہ سے ثابت ہے کہ یہ آیت مدعی نبوت کے دعوی سے مخصوص ہے اور زمانہ میعاد ۲۳؍ سال ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کب کیا اور اسکے بعد کے سال زندہ رہے۔ سو ہمارے مخاطبین قادیانی مرزائیوں کو مسلم ہے کہ:۔

''تریاق القلوب کی اشاعت تک جو اگست ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی آپ مرزا صاحب کا یہی عقیدہ تھا کہ۔ آپکو جو نبی کہا جاتا ہے یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے (۱۹۰۲ء) کے بعد ''آپ (مرزا) کو خدا کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں'' (رسالہ القول الفصل ص ۲۴ مصنفہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان۔ پسر مرزا)

عبارت مرقومہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا نے دعوی نبوت ۱۹۰۲ء میں کیا اس کے بعد آپ ۱۹۰۸ء میں مر گئے۔ یعنی بعد نبوت صرف ۶؍ سال کے قریب زندہ رہے حالانکہ اگر وہ صادق ہوتے تو لازمی تھا کہ وہ تئیس سال دعویٰ نبوت کے

بعد زندہ رہتے چنانچہ ہم ان کا قول نقل کر آئے ہیں کہ:-

"ہرگز ممکن نہیں کہ جھوٹا تئیس برس مہلت پاسکے ضرور ہلاک ہوگا"

(اربعین ۴ ص ۶) ﴿خ ص ۴۳۴ ج ۱۷﴾

ناظرین کرام! اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے مرزا صاحب نے بہت سے مغالطے اور بکثرت کذب بیانیاں کی ہیں۔ کہیں اس آیت کو عام مدعیان الہام کے بارے میں لکھا ہے اور کہیں خاص مدعیان نبوت کے حق میں۔ کہیں مفتری کی سزا طبعی موت بتائی اور کہیں قتل۔ کہیں دست بدست اور جلدی فوراً مفتری کا مارا جانا قانون قرار دیا اور کہیں مدت ۲۳ سال مقرر کی پھر کسی جگہ ۱۱ر سال لکھی تو کسی جگہ ۱۲ر سال۔ کہیں ۱۴ر سال کہیں سولہ سال کہیں ۲۰ر سال کہیں ۲۳ر سال کہیں ۲۴ر سال کہیں ۲۵ر سال اور کہیں ۳۰ر سال بلکہ اس سے بھی زیادہ میعاد بتائی۔

اسی طرح اپنے آپ کو اس آیت کا مصداق بنانے کو کتنی جگہ ایک ہی سال کی تصنیفات میں کہیں اپنی عمر ۲۰ر سال لکھی ہے دوسری طرف اسی سال کی دیگر کتب میں ۲۵ر سال۔ آج اگر ۱۱ر سال لکھی تو چند دن بعد ۲۰ر سال پھر لطف یہ کہ اسکے تھوڑا عرصہ بعد صرف ۱۵/۱۶ر سال عمر بتائی غرض کئی ایک اس طرح کے فریب کھیلے ہیں۔

جواب سوم

بفرض محال یہ آیت عام ہو تو بھی مرزا صاحب اس کے مصداق اس وجہ سے نہیں بن سکتے کہ وہ مراقی ہیں اور بقول مولوی نور الدین خلیفہ اول قادیان مراق ایک شعبہ جنون کا سا ہے۔ ماسوا اس کے مرزا صاحب متخالف الاقوال شخص کو پاگل اور مجنون فرماتے ہیں (ص ۳۰ ست بچن) ﴿خ ص ۱۴۲ ج ۱۰﴾ اور ان کے اقوال میں صدہا اختلاف ہیں۔

نیز انہوں نے خدائی کا دعویٰ بھی کیا ہے جیسا کہ ثبوت دیا جاچکا پس وہ افترا کی سزا سے باہر ہیں کیونکہ مصنف مرزائی پاکٹ بک مولوی، اللہ دتا احمدی وغیرہ کا اقرار ہے کہ ایسا شخص لو تقول کی سزا کا مستحق نہیں اگر کہا جائے کہ مرزا کا دعویٰ خدائی خواب ہے تو جواب یہ ہے تم مرزا کو نبی مانتے ہو اور خود تمہیں مسلم ہے کہ "رؤیا النبی وحی"

(ص ۲۴۷ مرزائی پاکٹ بک)

ایسا ہی مرزا صاحب نے بھی لکھا ہے:-

"پیغمبر کا کشف اور خواب وحی ہے" (ص ۱۲۰ ایام الصلح) (خ ص ۷۵، ۶۲، ۷، ۲ ج ۱۴)

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

جواب چہارم

یہ استدلال کہ دعویٰ نبوت کے بعد ۲۳ سال تک زندہ رہنے والا سچا نبی ہوتا ہے بھی درست نہیں۔ کیونکہ اس قاعدے کا ذکر قرآن شریف نہیں کرتا اور نہ ہی کوئی ۲۳ سال کے الفاظ قرآن مجید سے نکال سکتا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ دعویٰ نبوت کے بعد زندہ رہے تو یہ عمر مقدر کی وجہ سے ہے اس سے عام قاعدہ مستنبط نہیں ہو سکتا۔ قادیانیوں کا یہ استدلال اس لئے بھی غلط ہے کہ کفار بنی اسرائیل نے جو حضرت یحییٰ نبی اللہ کو قتل کیا تھا تو وہ دعویٰ نبوت کے بعد ۲۳ سال گزر جانے کے بعد قتل کیا تھا یا پہلے۔ اگر بعد قتل کیا گیا تھا تو اس کی سند درکار ہے جو نہیں ملے گی۔ بلکہ اسکے بر خلاف ثابت ہے کہ آپ دعویٰ نبوت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی قتل کر دیئے گئے تھے اور اگر ۲۳ سال سے پہلے قتل ہوئے تھے جو بالکل درست ہے تو مرزائیوں کو دو باتوں میں سے ایک بات ضرور، ماننی پڑے گی۔ یا تو معاذاللہ حضرت یحییٰ نبی صادق نہ ہوں گے یا قادیانیوں کا قاعدہ غلط ہو گا۔ چونکہ حضرت یحییٰ معاذاللہ جھوٹے نبی ہرگز نہ تھے لہٰذا قاعدہ بالکل غلط ہے::

جواب پنجم

اگر یہ غلط استدلال بغرض محال صحیح ہو تو پھر بہاء اللہ سچا ہے کیونکہ وہ بعد از دعوی چالیس سال تک زندہ رہا:-

(۱) "حضرت بہاؤ اللہ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ۱۲۶۹ھ میں کیا۔ اور آپ ۱۳۰۹ھ تک زندہ رہے" (الحکم ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۴)

(۲) "حضرت بہاء اللہ کا یہ دعویٰ تھا کہ مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے"

(کتاب الفرائد ص ۱۲۵ الحکم ۱۰ر ۱۷ر نومبر ۱۹۰۴ء ص ۱۹، ادعیہ محبوب ص ۲۸، الحکم ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۴)

(۴) "حضرت بہاء اللہ بعد از دعویٰ وحی چالیس سال تک زندہ رہے آپ اپنے دعویٰ پر اخیر دم تک قائم رہے"

(الحکم ۲۴ ۱۲ اکتوبر ۱۹۰۴ء ص ۴، الحکم ۱۰، ۱۷ نومبر ۱۹۰۴ء ص ۱۹ و کتاب الفرائد ص ۲۵، ص ۲۶)

مرزائیوں کی تیسری دلیل

"یعرفونہٗ کما یعرفون ابناء ھم کہ نبی کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح باپ اپنے بیٹے کو۔ گویا جس طرح بیوی کی پاکیزگی خاوند کیلئے اس امر کی دلیل ہوتی ہے کہ پیدا ہونے والا اسی کا بچہ ہے اسی طرح مدعی نبوت کی قبل از دعوی پاکیزگی اس کی صداقت پر دلیل ہوتی ہے" (ص ۷۵ ۳ مرزائی پاکٹ بک)

الجواب

اس استدال میں مرزا صاحب نے یہود نا مسعود سے بھی بڑھ کر تحریف و دجالیت سے کام لیا ہے۔ آیت کا سیاق و سباق یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کو بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا تو سفہاء مکہ نے اس پر اعتراض کیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وان الذین اوتوا الکتٰب لیعلمون انہُ الحق من ربھم الآیۃ اور بلاشبہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ خوب جانتے ہیں یہ تغیر و تنسیخ قابل اعتراض نہیں کتب سابقہ اس پر شاہد ہیں کہ کبھی خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر اور کبھی سزا کے طور پر اور کبھی ابتلاُ کے طور احکام جدید بھیجا کرتا ہے پس اس معاملہ میں بھی وہ جانتے ہیں کہ یہ انکے رب کی طرف سے حق ہے۔ اب رہے ضدی متمرد شخص سو اگر تو دنیا جہان کی نشانیاں اور دلائل بھی ان کے روبرو پیش کرے ماتبعوا قبلتك نہ چلیں تیرے قبلے پر اور نہ پیروی کر تو ان کے (منسوخ شدہ) قبلے کی۔ اگر تو نے بعد اس کے بھی ان کی ہوائے نفسانی کی اتباع کی تو بیشک تو بے انصاف ہوگا الذین أتینھم الکتب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم۔ الآیۃ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو (اس پر دلیل یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں مرقوم و موجود ہے کہ موسیٰ کے بعد ایک

اور شریعت آنے والی ہے) مگر افسوس ہے ان کی حالت پر کہ وان فریقاً منهم لیکتمون الحق وهم یعلمون الحق من ربك فلاتکونن من الممترین۔ کہ ایک فریق باوجود جاننے بوجھنے کے مصداق کو چھپا رہا ہے ان کی اس کج روی پر دھیان نہ کرو یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے سو تم ان شک کرنے والوں میں نہ ہونا۔ ایسا ہی کفار کے جواب میں دوسری جگہ فرمایا: افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهدمنه ومن قبلهٖ کتاب موسی اماماًورحمةً اولئك یؤمنون بهٖ، إلی فلاتکن فی مریة منه انه الحق من ربك الآیة (ہود ع۲) بھلا جو شخص اپنے رب کی طرف سے کھلے کھلے دلائل پا چکا ہے کہ وہ دلائل آپ اپنی صداقت پر گواہ ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی اس کی سچائی پر راہنما ہے (وہ کیسے شک کر سکتا ہے لاریب جو صاحب عقل وعلم واقف تورات وانجیل ہیں) وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ پس تو کسی قسم کے شبہ میں نہ پڑ بیشک وہ خدا کی طرف سے سچ ہے::

ناظرین کرام! یہ ہے تفسیر القرآن بالقرآن یعنی اس آیت میں قرآن مجید کو بیٹوں کی طرح پہچاننے کا ذکر ہے۔ مگر مرزائی محرف نے اس کو یہود کی طرح الٹ پلٹ دیا::

دوسرا جواب

بعض مفسرین رحم اللہ علیهم اجمعین نے اس آیت یعرفونهٗ کی ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیری ہے یعنی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو۔ اس صورت میں بھی مطلب واضح ہے ارشاد الٰہی ہے: الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونهٗ مکتوباً عندهم فی التوراة والانجیل الآیة ہے (الاعراف ع۱۹) وہ لوگ جو تابعداری کرتے ہیں اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ کی (محض تقلیداً یا کسی لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ) وہ لکھا ہوا پاتے ہیں تورات وانجیل میں اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو::

حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک یہودی کا قرض دینا تھا۔ اس نے ایک دن مانگا حضور نے کہا کہ اس وقت موجود نہیں۔ اس نے سختی کی:۔ یہاں تک کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سخت غم و غصہ اور رنج کی لہر دوڑ رہی تھی حضور نے انہیں فرمایا کہ اس پر ہاتھ اٹھانا بڑا ظلم ہے مجھے خدا نے اس سے منع فرمایا ہے۔ یہ سن کر وہ یہودی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اور اپنی ساری جائداد میں سے آدھی اللہ کی راہ میں وقف کر دی۔ پھر اپنی سختی اور انتہائی تقاضا کا سبب بیان کیا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لانظرالی نعتك فی التوراة محمدبن عبدالله مولده بمكة ومهاجره بطيبة وملكهٔ بالشام ليس بفظٍ ولاغليظ ولاسخابٍ فی الاسواق ولامتزی بالفحش ولاقول الخناء (مشکوٰۃ باب فی اخلاقہ)

تاامتحان کروں میں ان امور میں آپ کا جو تورات میں مذکور ہیں محمد بن عبداللہ ﷺ۔ ولادت اسکی مکہ شریف۔ ہجرت گاہ طیبہ مقدسہ ملک شام نہ وہ بدزبان ہے۔ نہ سخت دل۔ نہ بازاروں میں چلانے والا۔ نہ فحش گو۔ نہ بیہودہ قول کا قائل۔

اندریں حالات مطلب آیت کا یہ ہے کہ بعض یہود آنحضرت ﷺ کو بوجہ لکھا ہوا ہونے تورات میں خوب جانتے ہیں مگر تعصب کی راہ سے حق سے اعراض کرتے ہیں۔ پس اس آیت سے خواہ مخواہ پاکیزہ زندگی کی طرف اشارہ نکالنا یہودیانہ تحریف ہے بحالیکہ خود مرزائیوں کا بنی صاف صاف لکھ گیا ہے کہ:-

"پاک زندگی اگر ہو بھی تو پھر بھی دلیل صداقت نبوت نہیں:"

تیسرا جواب خود مرزا صاحب کی تحریر سے

مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کی امیت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بلاشبہ ان پر یہ بات بکمال درجہ ثابت ہو چکی تھی کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ کے منہ سے نکلتا ہے وہ کسی امی اور ناخواندہ کا کام نہیں۔۔ جو ان میں سے دانا اور واقعی اہل علم تھے وہ بخوبی معلوم کر چکے تھے کہ قرآن انسانی طاقتوں سے باہر ہے اور ان پر یقین کا دروازہ ایسا کھل گیا کہ ان کے حق میں خدا نے فرمایا یعرفونهٔ کمایعرفون ابناء ھم یعنی اس نبی کو ایسا شناخت کرتے ہیں جیسا اپنے بیٹوں کو"۔

(براہین احمدیہ ص ۴۹۵،۴۹۶) (خ ص ۵۹۰ رج ار)

برادران! مرزا صاحب کی اس تحریر کو بغور پڑھیئے۔ پھر اس کے بعد مرزائی پاکٹ بک کے مصنف کی یہودیانہ تحریف اور دجالانہ دلیل بازی کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ پر صاف عیاں ہو جائے گا کہ اس فرقہ کے تمام چھوٹے بڑے ایمان و دیانت سے دور۔ حق وانصاف کے دشمن۔ عدل وایمان سے عاری۔ محض دنیا کے بندے ہیں خدا ان سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

مرزائیوں کی چوتھی دلیل

"یاصالح قد کنت فینا مرجوا قبل هذا کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کیا تو ان کی قوم نے کہا کہ اے صالح آج سے پہلے تیرے ساتھ ہماری بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ تجھ کو کیا ہو گیا کہ تو نبی بن بیٹھا۔ گویا جب نبی دعویٰ نہیں کرتا قوم اس کی مداح ہوتی ہے مگر جب دعویٰ کر دیتا ہے تو کذابٌ اشرٌ کہنے لگ جاتے ہیں"۔ (ص ۷۶ ۳ پاکٹ بک مرزائیہ)

الجواب

بیشک اکثر انبیاء کرام ابتداء سے ہی قوم کی امید گاہ ہوئے ہیں اکثر کا لفظ ہم نے اس لئے لکھا ہے کہ بعض انبیاء کی پیدائش کے وقت ہی ان پر بدظنی کی گئی ہے جیسا کہ مسیح کے ساتھ ہوا۔ مثل مشہور ہے کہ "ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات" لوگ ابتداء سے ہی مخالف کیوں نہ ہوں مگر اللہ والوں میں شروع سے رشد و ہدایت کا اظہار ہوتا ہے ہاں اس کا مطلب یہ نہیں کہ بعض بدانجام لوگوں سے ابتداً امیدیں وابستہ نہیں ہوتیں۔ دنیا کے ہر ایک نیک و بد کے بچپن میں اس کے حوالی موالی، خویش واقربا۔ ماں باپ، اس سے نیک امیدیں رکھتے ہیں۔ مگر کیا سب نیک ہی ہوتے ہیں؟ نہیں بعض نیک اور بعض آخری درجہ کے چھٹے ہوئے بدمعاش نکلتے ہیں۔ بعض شریف طبع بعض بداخلاق، بعض سعید، بعض شقی، عام کی امیدوں کا تو کیا ذکر۔ آیئے ہم کتب مرزا سے اس کی مثالیں پیش کریں۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب جو مدعی نبوت تھے، جن کا ہر قول و فعل،

ہر حرکت و سکون بقول خود تصرف قدرت کے تحت تھا، بعض لوگوں کے بارے میں یہ امید رکھتے تھے۔

(۱) "خواجہ کمال الدین صاحب بی۔اے۔ ان کے چہرہ پر نیک بختی کے نشان پاتا ہوں" (ص ۳۱ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ ص ۳۱۵ / ج ۱۱﴾

(۲) "محمد علی صاحب ایم۔اے پلیڈر ہیں۔ انکے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں الخ"
(اشتہار ۱۴ اکتوبر ۹۹ء تبلیغ رسالت جلد ۸ ص ۶۸)

(۳) "ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کو اصحاب بدر کی طرح قرار دے کر تین سو تیرہ اصحابیوں میں داخل کیا" (ص ۴۳ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ ص ۳۲۷ ج ۱۱﴾

(۴) میر عباس علی لدھیانوی کے متعلق تو الہام اتارا کہ اصلها ثابت وفرعها فی السماء (ص ۷۹۲/۳۲۲ ازالہ ط ۲/۱) ﴿خ ص ۵۲۸ / ج ۳﴾

قادیانی احمدی دوستو! یہ چاروں شخص جن سے تمہارے نبی کی بہت سی عمدہ رائیں اور امیدیں تھیں حق پر رہے؟ پہلے دو صاحب تو مدعی نبوت کو دجال کذاب کہنے میں ہمارے ہمنوا اور دوسرے صاحب مرزا صاحب پر انگلی رکھ کر انہیں جھوٹا قرار دے گئے۔ حالانکہ یہ سب ایک "نبی اللہ" کے ممدوح تھے۔ پھر اگر بعض عوام مسلمانوں نے مرزا صاحب کی ابتداءً منافقانہ سعادت سے دھوکہ کھا کر انہیں نیک کہا تو کیا وہ درحقیقت نیک ہو جائیں گے؟ واللہ یشهد ان المنٰفقین لکٰذبون (سورۂ منافقون)

"تیری تکذیب کی شمس و قمر نے" ہوا تیر اخراب انجام مرزا

مرزائیوں کی پانچویں دلیل!

مرزا صاحب کی دو کتب اعجاز المسیح و اعجاز احمدی کا بے نظیر ہونا بتایا ہے::

الجواب

اعجاز المسیح کے متعلق مرزا صاحب نے دعویٰ کیا تھا۔ یہ میں نے ستّر دن میں لکھی ہے۔ اور اعجاز احمدی پانچ دن میں، اس کا جواب بھی میعادی مانگا تھا۔ ہمارا اس پر اعتراض یہ ہے کہ نہ تو مرزا صاحب نے اعجاز المسیح ستّر دن میں تالیف کی تھی اور نہ

اعجاز احمدی پانچ دن میں یہ بالکل جھوٹ اور افترا اور دھوکا ہے۔ بھلا یہ کیا دلیل ہے کہ آپ تو سالہا سال کی مدت میں قصائد لکھیں یا کسی سے لکھوائیں۔ مگر مخالفوں سے ستّر دن اور ۵/دن کی میعاد کے اندر جواب طلب کریں۔ کہا جاتا ہے کہ قصیدہ اعجاز احمدی مباحثہ مدّ کے بعد کی تصنیف ہے جیسا کہ اس کے مضمون میں اس مباحثہ کا ذکر ہے۔ اور یہ مباحثہ ۲۹، ۳۰/اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ہوا تھا۔ اور قصیدہ ۱۲/نومبر ۲ء تک تیار ہو گیا تھا۔ (ص ۳۶، اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۴۶ / ج ۱۹/﴾ جواباً گذارش ہے کہ اس لحاظ سے بھی اگر مرزا صاحب کا یہ بیان سچا سمجھا جائے کہ موضع مدّ سے۔ "۲/نومبر کو ہمارے دوست (مولانا ثناء اللہ سے شکست کھا کر۔ ناقل) قادیان میں پہنچے اور ۷/نومبر ۲ء میں ایک گواہی کے لئے کچہری میں گیا تھا (ص ۸۹ اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۲۰۳ / ج ۱۹/﴾ تو بھی ۳/نومبر سے ۱۲ نومبر تک ۱۰/دن ہوتے ہیں جن میں سے ایک دن کچہری جانے کا نکال دیں تو ۹/دن باقی رہے۔ پس پانچ دن میں کہنا صریح جھوٹ ہے مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ۸/نومبر کو میں نے لکھنا شروع کیا تھا بے ثبوت بات ہے اور ہم اس میں مرزا صاحب کو سچا نہیں مانتے۔ خیر یہ تو مرزا صاحب کی دروغ گوئی کا ذکر تھا::

قصیدہ اعجاز احمدی عربی و اُردو ہر دو مضامین پر مشتمل ہے۔ عربی اشعار ۵۳۳ ہیں جن میں سے صرف ۹۰/شعر ایسے ہیں جن میں مباحثہ مدّ کا ذکر ہے ان سب میں اگر صرف معمولی سا لفظی تغیر نہ مانا جاوے تو انہیں مباحثہ مدّ کے بعد تصنیف شدہ کہا جا سکتا ہے۔ مگر باقی کے ۴۴۳/اشعار میں نہ تو اس مباحثہ کا ذکر ہے۔ نہ مولانا ثناء اللہ مخاطب۔ بلکہ ان میں سے ½ حصہ تو اپنی خودستائی سے بھرا ہوا ہے اور ½ حصہ مخالفین کو گالی گلوچ ائمہ مطہرین مثل حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ کی توہین سے پُر ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ یہ سب کے سب اشعار مباحثہ مدّ کے پہلے سے تیار کئے ہوئے ہیں۔ جن میں بعد کو کچھ اشعار مباحثہ مدّ کے ساتھ ملا کر دنیا کو دھوکا دیا گیا۔

احمدی دوستو! بتلاؤ تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ سب شعر بعد مباحثہ لکھے گئے؟ ہمارا یہ اعتراض ایسا ہے جس کی اہمیت خود مرزا صاحب کو مسلم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:-

"مولوی ثناء اللہ صاحب سے اگر صرف کتاب اعجاز المسیح کی نظیر طلب کی جائے تو وہ اس میں ضرور کہیں گے کہ کیونکر ثابت ہو کہ ستر دن کے اندر یہ تالیف کی گئی ہے۔ اگر وہ یہ حجت پیش کریں کہ یہ دو برس میں بنائی ہے ہمیں بھی دو برس کی مہلت ملے۔ تو مشکل ہو گا کہ ہم صفائی سے ان کو ستر دن کا ثبوت دے سکیں"

(ص ۳۵ / اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۴۶ / ج ۱۹ / ﴾

ناظرین کرام! مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے دو کتابیں بطور اعجاز پیش کی تھیں۔ جن میں سے ایک کی "ٹانگ" خود مرزا صاحب نے توڑ دی اور دوسری کی کمر ہم توڑ دیتے ہیں کہ اعجاز احمدی کا وہ حصہ جس میں مباحثہ کا ذکر نہیں پہلے کی تالیف ہے اور یقیناً ہمارے اس اعتراض کا جواب دینا بشر طیکہ احمدی صاحبان میں حیا ہو۔ بقول مرزا صاحب "مشکل" ہے۔ فلہ الحمد۔

دوسری طرز سے

برادران اعجاز احمدی کے دو حصے ہیں۔ ایک عربی، جس کا ذکر ہو چکا، دوسرا اُردو جو ۳۹ / صفحات کا مضمون ہے۔ مرزا صاحب نے ۲۰ / دن کی میعاد میں عربی اُردو دونوں حصوں کا جواب مانگا ہے وہ بھی اس طرز میں کہ "کوئی بات رہ نہ جائے" (ص ۹۰، اعجاز احمدی ﴿خ ص ۲۰۴ / ج ۱۹ / ﴾ پھر کمال یہ کہ ۲۰ / دن صرف جواب لکھنے کے لئے نہیں بلکہ لکھ کر اور چھپوا کر مرزا صاحب کے پاس پہنچا دینے کے لئے۔ صاحبان! اتنے سے ہی مرزا کی اعجاز نمائی پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ بیس روز کی قلیل مدت میں تین چار کام کیسے ہوں۔

(۱) تصنیف کتاب مع قصیدہ طویلہ عربیہ (۲) کاتب کی کتابت (۳) مطبع کا فعل طباعت (۴) تہ بندی و سلائی (۵) مرزا صاحب کے پاس پہنچانے کیلئے ڈاک خانہ کے دن جو خود مرزا صاحب نے "تین دن" مانے ہیں۔

(ص ۹۰، اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۲۰۴ ج ۱۹﴾

بھائیو! انصاف کیجئے کہ مرزا صاحب کا یہ مقابلہ مخالف علماء سے تھا یا کہ کاتب اور پریس سے بھی؟ غور کرو کہ اگر ایک مصنف بڑا جلد نویس ہو تو بھی ایک ایسے مضمون کا

لکھنا جس میں مخالف کی باتوں کا اور اس کی پیشگوئیوں وغیرہ کا جواب اسی کی کتابوں کو دیکھ بھال کر دینا ہو بڑے سے بڑا پانچ صفحات روزانہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتا فرض کے طور پر دس صفحات روزانہ بھی شمار کریں تو ۹ / دن میں کتاب تیار ہوئی۔ اب کاتب کی باری آئی۔ بتلایئے وہ ۲۰×۲۶ تقطیع کے نوے صفحات کتنے دنوں میں لکھے گا؟ بڑا تیز نویس ہو تو بھی فی یوم ۶ / صفحوں سے زیادہ نہ لکھ سکے گا پس ۱۵ یوم میں کتاب ختم ہوئی۔ اسکے بعد ابھی پریس کا مسئلہ باقی ہے۔ تجربہ کار اصحاب جانتے ہیں کہ جلدی سے جلدی دیں تو دو ہفتہ تک دیں گے۔ پھر سلائی اور تہ بندی پر کتنے یوم خرچ ہوتے ہیں فرمایئے؟ یہ مہینے سوا مہینے کا کام ۲۰ دنوں میں کس طرح ہو سکتا ہے یہ بھی ہم نے سرسری طور پر حساب لگایا ہے۔ ورنہ اعجاز احمدی میں عربی قصیدہ کے علاوہ جن باتوں کا ترتیب وار جواب مانگا گیا ہے۔ ایک انسان کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ بیس پچیس دن میں طبع کرا دینا تو درکنار صرف جواب ہی لکھ سکے۔ ملاحظہ ہوں وہ امور یہ ہیں:۔

(۱) طاعون مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کے مطابق آئی یا نہیں؟

(۲) طلوع ستارہ ذوالسنن علامت مسیح موعود ہے یا نہیں؟

(۳) اونٹوں کی بیکاری جو علامت مسیح موعود ہے وہ پوری ہو چکی یا نہیں؟

(۴) کسوف خسوف کی روایت صحیح ہے یا موضوع؟

(۵) بشق اول مرزا کے وقت جو کسوف وخسوف ہوا وہ اس روایت کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۶) بشق ثانی اس روایت کا موضوع ہونا ثابت کرنا۔

(۷) پسر مصلح موعود کی پیشگوئی جو مرزا نے کی تھی اس کا رد۔

(۸) لیکھ رام والی پیشگوئی کا رد::

(۹) عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کا جواب::

(۱۰) محمدی بیگم کے نکاح والی پیشگوئی کا رد::

(۱۱) مرزا صاحب نے جو چیلنج مباہلہ علماء کو دیا تھا اس کا جواب۔

(۱۲) دلائل وفات مسیح جو مرزا نے پیش کیں ان کا جواب۔

(۱۳) حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت۔

(۱۴) حضرت مسیح علیہ السلام پر جو اعتراضات مرزا نے بتمسک کتب یہود کیئے انکا جواب:
(۱۵) احادیث میں جو تضاد ہے ان میں تطبیق متعلقہ حیات و فات مسیح علیہ السلام۔

یہ پندرہ مضمون توار دو حصہ کے قابل جواب لکھے۔ ایسے کئی مسائل عربی قصیدے میں ہیں۔ یاد رہے کہ ان میں سے بعض مسائل ایسے ہیں جن پر سو سو صفحات لکھنے ضروری ہیں۔ فرمایئے! ایک انسان سے کیا یہ ممکن ہے؟ پھر اس پر بھی مرزا صاحب کی چالاکی باقی ہے۔ بفرض محال کوئی ایسا کر بھی لے تو مرزا صاحب جھوٹے بننے کو تیار نہیں۔ کیونکہ جواب کے بعد بیسیوں عذر پیش کئے جاسکتے تھے کہ ہم نے جو دس ہزار روپے کا انعامی اشتہار جواب دینے کے لئے مقرر کیا ہے وہ یونہی محض جواب دینے سے نہیں مل سکتا۔ منصف مقرر کرو۔ پھر منصف کے تقرر میں، اینچ پیچ، پھر جواب الجواب کا ڈھکوسلہ۔ غرض یہ سب مرزا صاحب کی چال بازیاں ہیں جنہیں ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مولانا صاحب نے ایک نزدیک ترین راہ سے مرزا صاحب کو پکڑا۔ چنانچہ آپ نے ۲۱ر نومبر ۱۹۰۲ء کو اشتہار دیا کہ:۔

آپ پہلے ایک مجلس میں اس قصیدے اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں صاف کر دیں۔ تو پھر میں آپ سے زانو بہ زانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہ ہو محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر ہی خدا کا منہ ہے جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آکر طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی۔

بنائی آڑ کیوں دیوار گھر؟
نکل دیکھیں ہم تیری شعر خوانی

"حرم سرا سے ہی گولہ باری کریں"۔ (الہامات مرزا ص ۹۶)

چونکہ مرزا صاحب اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کے خوب واقف تھے اس لئے وہ میدان میں نہ نکلے اور گھر میں ہی شور مچاتے رہے الغرض مرزا صاحب کا

قصیدے کے جواب پر قلیل میعاد مقرر کرنا ہی ان کی اندرونی کمزوری پر دال ہے۔ اگر مرزا صاحب کا کلام واقعی اس خدا کی طرف سے ہے جس نے قرآن پاک کی مثل لانے پر کوئی میعاد مقرر نہیں کی تو مرزا صاحب کو بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا::

اعتراض

ایسا اس لئے نہیں کیا گیا کہ قرآن (پاک) کی برابری نہ ہو۔

جواب

جہاں نبی ﷺ کیلئے صرف چاند کا خسوف اور اپنے لئے چاند اور سورج دونوں کا نبی ﷺ کے وقت میں اسلام کی حالت پہلی رات کے چاند کی طرح اور اپنے وقت میں چودھویں رات کے چاند جیسی بتائی ہے وہاں یہ ادب کیوں روا نہ رکھا گیا۔ ہاں اپنے "معجزات و کرامات" کو جہاں لوگوں کو پھنسانے کیلئے نبی ﷺ کا معجزہ قرار دیا ہے وہاں اگر قرآنی برکات سے بے مثل کلام الی یوم القیام کا دعویٰ کیا جاتا، تو اس سے قرآن اور نبی علیہ السلام کی عزت دوبالا ہوتی نہ کہ گھٹ جاتی۔ ہاں ہاں جب یہ دعویٰ ہے کہ:-

"میں تو بس قرآن ہی کی طرح ہوں اور عنقریب میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا جو کچھ فرقان سے ظاہر ہوا"۔ (۱۱۹ البشریٰ جلد ۲) ﴿تذکرہ ص ۶۷۴﴾

پھر اس جگہ کیوں دبک گئے۔ اچھا اگر قرآن کا اتنا ہی ادب.... ملحوظ تھا تو کم از کم دو چار دس پانچ سال کی میعاد تو مقرر کر دیتے۔ نہ سہی دس پانچ ماہ کی ہی کر دیتے۔ جس سے قرآن کا مقابلہ بھی نہ ہوتا اور لوگوں پر حق واضح ہو جاتا، حجت پوری ہو جاتی اصل بات وہی ہے کہ مرزا صاحب اپنی کمزوری پر پردہ ڈالنے کو ایسی ویسی بیہودہ شرائط میں منہ چھپاتے رہے۔

بیخودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

تیسری طرز سے

مولانا غنیمت حسین صاحب مونگیری نے اعجاز احمدی کے جواب میں کتاب ابطال اعجاز مرزا دو حصوں میں لکھی پہلے حصے میں مرزا صاحب کے اشعار کی صرفی، نحوی، عروضی اور ادبی غلطیاں ظاہر کیں اور دوسرے حصے میں چھ سو سے زائد اشعار کا عربی قصیدہ لکھا جو نہایت فصیح و بلیغ ہے اور اغلاط سے پاک۔

دیگر یہ کہ مرزا صاحب نے حضرت مولانا اصغر علی صاحب روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کی گرفت و اعتراضات پر اپنے اغلاط کو خود تسلیم کرلیا کہ میں نہ عربی کا عالم ہوں نہ شاعر ہوں۔ وغیرہ وغیرہ (ملخص تحریر مرزا مندرجہ اخبار الحکم ۱۷/اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۵)

نیز مرزا صاحب کے مقابلے میں قاضی ظفر الدین صاحب مرحوم پروفیسر عربی اورینٹل کالج لاہور نے قصیدہ رائینہ بجواب قصیدہ مرزا لکھا اور نہایت فصیح و بلیغ اور مطابق قواعد عروض و قوافی ہے۔ اور صرفی و نحوی، عروضی۔ ادبی اغلاط سے پاک ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے جب اپنا کلام مصر بھیجا تو وہاں کے ادیبوں نے اس کی دھجیاں اڑا دیں اور اسے پر از اغلاط پا کر لچر قرار دیا۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب (الہدیٰ) ﴿خ ص ۲۵۳/ تا ۲۵۷/ ج ۱۸﴾ میں اس کی شکایت کرتے ہیں کہ "اہل مصر نے خصوصاً مدیر "المنار نے "میرے کلام کی قدر نہیں کی" بلکہ بعض مصری جرائد و رسائل نے یہاں تک لکھ دیا کہ مرزا قادیانی کے کلام کے مطالعہ سے دماغی اور ادبی سل و دق ہو جاتی ہے۔ ان رسائل و جرائد میں "الفتح" پیش پیش ہے۔

مرزائیوں کی چھٹی دلیل

یہودیوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم خدا کے دوست ہیں۔ خدا نے کہا اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ مگر انہوں نے نہ کی پس ثابت ہوا کہ جھوٹا موت کی تمنا نہیں کرتا۔ حالانکہ مرزا صاحب نے لکھا کہ اے خدا اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے مار دے مگر خدا نے آپ کو ترقی دی پس ثابت ہوا کہ آپ سچے ہیں۔

الجواب

یہ سچ ہے کہ یہودیوں کو ایسا حکم ہوا تھا مگر اس واقعہ کو عام بنانا کس بنا پر ہے؟ ان کے متعلق تو خدا نے وعدہ دیا ہے کہ اگر وہ موت مانگیں گے تو خدا انہیں مزہ چکھا ئیگا۔ مگر یہ وعدہ عام تو نہیں ہے کہ جو شخص بھی اپنے حق میں موت کا عذاب طلب کریگا وہ اس میں ضرور مبتلا ہو جائیگا۔ قرآن شریف کے اس مقام کو عام قاعدہ قرار دینا یہودیانہ تحریف ہے دیکھئے کفار مکہ نے بھی تو موت مانگی تھی فامطرنا علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذابٍ الیم (سوۃ انفال ع۴)

اے خدا ہم پر پتھر برسا یا دردناک عذاب لے آ جواب ملا ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون خدا تعالیٰ ان لوگوں پر جن میں تو موجود ہے یا جو استغفار کرنے والے ہیں عذاب نہیں بھیجے گا::

عذر

"یہ دعاء ابو جہل نے کی تھی جنگ بدر میں قتل ہوا خدا تعالیٰ نے اس جنگ کے متعلق ومارمیت اذرمیت (الآیۃ) کا ارشاد فرمایا گویا کفار آسمانی پتھروں سے ہلاک کئے گئے جو آنحضرت ﷺ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اس نے ڈبل بددعا کی تھی پہلی کے مطابق وہ آسمانی پتھر کا نشانہ بنا دوسری کے مطابق مقتول ہوا"۔ (ملخص ص ۳۸۰ پاکٹ بک مرزائی مطبوعہ ۱۹۳۲ء)

جواب

اللہ تعالیٰ نے تو کفار کی بددعا پر عذاب کی نفی کی ہے مگر مرزائی تحریف ملاحظہ ہو کہ کس دھڑلے سے قرآن پاک کی تکذیب پر کمربستہ ہے، استغفر اللہ برادران جبکہ قرآن پاک شاہد ہے کہ ان کی بدعاء کے جواب میں عذاب نہ اتارنے کا وعدۂ الٰہی ہے تو یقیناً ان کی موت اس بددعاء کے تحت نہیں ہو سکتی خود مرزائی پاکٹ بک کا مصنف اسی کتاب کے صفحہ ۴۳۳-۴۳۸ پر اسی آیت سے استدلال کرتا ہے کہ جب سلطان

محمد (مرزا صاحب کی منکوحہ آسمانی کا خاوند) نے توبہ کرلی۔ وہ ہلاکت سے بچ گیا۔ خدا توبہ کرنے والوں پر عذاب نازل نہیں کرتا۔ اسی طرح مرزا صاحب قادیانی بھی اس آیت کا یہی مطلب بتاتے ہیں[1]۔

"ما کان اللہ ان یعذبھم وانت فیھم خدا ایسا نہیں کہ مکہ والوں پر عذاب نازل کرے اور تو ان میں ہو"۔ (انوار الاسلام ص ۴۴) ﴿خ ص ۴۵ ج ۹﴾

مگر جب مرزائی صاحب کو مرزا جی کی نبوت بنانے کی ضرورت ہوئی تو اس مسلمہ ترجمہ سے روگردانی کرکے وعدۂ الٰہی کو غلط ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کر رہا ہے۔ حاصل یہ کہ ہر بددعا مانگنے والے کی دعا قبول ہو جانے کا قاعدہ نہیں ہے۔ فھو المطلوب۔

مرزائیوں کی ساتویں دلیل

"قرآن میں ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بچالیا۔ اس بچنے کو بطور صداقت نوح علیہ السلام، نشان مقرر کیا حضرت مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ میں آپ کی پیش گوئی کے مطابق طاعون پڑی حضور نے فرمایا کہ خدا نے مجھے فرمایا ہے انی احافظ کل من فی الدار الخ میں ان تمام لوگوں کو جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہوں گے طاعون سے محفوظ رکھوں گا خاص کر تیری ذات کو۔ چنانچہ آج تک حضور کے گھر میں کبھی کوئی چوہا بھی نہیں مرا۔ لہٰذا آپ کی صداقت ثابت ہے۔ (ص ۳۸۱ پاکٹ بک مرزائی)

جواب

چار دیواری سے مراد مرزا صاحب کا خشت وخاک کا گھر ہی نہیں بلکہ روحانی چار دیواری ہے ملاحظہ ہو قول مرزا:-

"جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا کے کلام میں یہ وعدہ ہے "ان احافظ کل من فی الدار الخ (کشتی نوح ص ۱۰) ﴿خ ص ۱۰/ ج ۱۹/﴾

---

(۱) مرزا جی نے آیت کو غلط لکھا ہے صحیح لیعذبھم ہے ۱۲ منہ۔

نیز مرزا جی نے طاعون کو جہنم کا عذاب لکھا ہے جو صرف کافروں سے مخصوص ہے:۔

"عرضنا جهنم يومئذ للكفرين عرضا آیہ مسیح موعود کے زمانے کا ایک نشان ہے کہ اس دن جہنم پیش کیا جاویگا×× جہنم سے مراد طاعون ہے۔"

(بدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۳)

آیئے اب ہم دیکھیں کہ جس طرح نوحؑ کے جملہ ساتھی ایماندار بچائے گئے تھے اسی طرح یہاں بھی حسب پیش گوئی مرزا، احمدی لوگ طاعون سے محفوظ رہے؟ اور جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے جملہ مخالف غرق کیے گئے اسی طرح یہاں بھی مخالفین مرزا طاعون میں مبتلا ہوئے؟ خدا کا فضل ہے کہ آج جبکہ مرزا کو مرے ۲۶ر سال ہوگئے ہیں کروڑوں کی تعداد میں مخالفین مرزا، مرزائیوں کا سر کچلنے کو زندہ ہیں۔ خاص کر اشد ترین مخالف جن کے نام سے مرزا کی روح کانپ اٹھتی تھی۔ مثل حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری و حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی مدظلہم العالی وغیرہ صدہا علمائے اسلام سلامت بہ کرامت موجود ہیں۔

باقی رہی دوسری شق، سو مرزائیوں پر طاعون آئی اور ایسی آئی کہ مرزا صاحب پکار اٹھے کہ:۔

"اے خدا ہماری جماعت سے طاعون کو اٹھا لے" (اخبار بدر ۴ر مئی ۵ ۱

پس یہ پیشگوئی صاف جھوٹی نکلی::

مرزائیوں کی آٹھویں دلیل

"الا ان حزب الله هم الغالبون خدا کا گروہ ہی غالب آتا ہے الا ان حزب الشيطان هم الخاسرون۔ شیطان کا گروہ ناکام و نامراد رہتا ہے۔ اب اس بات کا فیصلہ کس طرح ہو کہ غالب گروہ کون ہے اور مغلوب گروہ کون؟ فرمایا افلا يرون انا ناتي الارض ننقصها من اطرافها افهم الغالبون۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو چاروں طرف سے کم کرتے چلے آرہے ہیں کیا اب بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ غالب آجائیں گے۔ گویا کافر ایک زمین کی طرح ہیں اور خدا

اسکو دن بدن چاروں طرف سے کم کرتا چلا آرہا ہے پس نبی کی جماعت کا دن بدن بڑھنا نبی کے غالب اور اسکے مخالفوں کے مغلوب ہونے کی دلیل ہے" (ص ۳۸۱، ۳۸۲)

الجواب

مومنین کے غلبہ دلائل کا ذکر ہے نہ کہ کثرت جماعت کا۔ قرآن مجید شاہد ہے کہ کثرت و قلت معیار صداقت نہیں۔

اسی طرح گروہ شیطان کے خسران آخرت کا تذکرہ ہے فاعبدوا ما شئتم من دونہ الایۃ۔ پوجو اللہ کے سوا جو چاہو اے نبی ﷺ کہہ دیجئے گھاٹا پانے والے وہی ہیں جو بمعہ اہل و عیال قیامت میں گھاٹا پائیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا آگ ہے۔ جس سے اللہ ڈراتا ہے۔ اے بندو! ڈر جاؤ (سورۂ زمر ع۱۲) آیت تیسری زمین کے گھٹنے آنیوالی بھی یوں ہی بے سمجھی سے پیش کی گئی ہے۔ اب تو مشاہدہ میں آچکا ہے کہ فی الواقع زمین کناروں سے گھٹتی چلی آرہی ہے۔ یہی منشا الٰہی ہے ناظرین اس آیت کا سیاق وسباق ملاحظہ کرلیں۔ (سورۂ انبیاء ع ۴/۳) کافر کہتے متی ھذا الوعد یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ خدا فرماتا ہے ہم زمین جیسی ٹھوس مادی چیز کو معدوم کرتے چلے آرہے ہیں پھر تمہیں جو خاک کی پیدائش ہو ہمیشہ زندہ رہنے کا کیا گھمنڈ ہے اے نبی ﷺ اگر کبھی مسّتھم نفحۃٌ من عذاب ربك لیقولن یویلنا إنا کنا ظالمین۔ ایک بھاپ عذاب الٰہی سے ان کو چھو جائے تو یقیناً پکار اٹھیں کہ بیشک ہم ہی ظالم تھے::

بتایئے اس جگہ کثرت و قلت جماعت کا کیا ذکر ہے۔ فرضاً اس آیت کے وہی تاویلی معنی ہوں جو مرزائی کرتے ہیں۔ تو بھی اس میں جماعت کا بڑھنا دلیل صداقت نہیں گردانا گیا۔ "خدا فرماتا ہے ہم کفر کو مٹاتے آتے ہیں کیا وہ غالب آجائیں گے" پس اس ترجمہ کی رو سے بھی کفار کا غلبہ علی الحق بدلائل معقولہ مراد ہے نہ کہ کثرت جماعت کا غلبہ۔ کیونکہ کثرت کے لحاظ سے ہمیشہ منکرین حق زیادہ رہے اور رہیں گے۔ بخلاف اس کے مسلمان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرآن پاک کی براہین باہرہ کی

برکت سے ہمیشہ مرزائیوں پر غالب رہے اور رہیں گے اور مرزائی انشاء اللہ ہمیشہ مغلوب رہیں گے۔ جیسا کہ انہی کے دلائل سے عیاں ہے کہ انہیں مرزا کی سچائی ثابت کرنے کے لئے نہ صرف قرآن میں تحریف کرنی پڑتی ہے بلکہ خود اپنے نبی اور اپنی دستی تحریرات کی بھی خلاف ورزی کی ضرورت پڑ رہی ہے۔

برادران! مرزائی صاحبان نے جو آیات پیش کی ہیں۔ ان سے نبی کی جماعت کا دن بدن زیادہ ہوتے جانا دلیل صداقت ثابت نہیں ہوتا۔ تاہم ہمیں تسلیم ہے کہ اسلام کی صداقت کی یہ دلیل ہے کہ ایک یتیم و بیکس بے یار و مددگار۔ غریب انسان تنہا سچائی کا پیغام لے کر لاکھوں مخالفوں کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے۔ پھر مخالف بھی وہ خونخوار درندے جن کی وحشت ضرب المثل ہے اور پھر پکار کر علی الاعلان کہتا ہے کہ جملہ شیاطین الجن والانس اکٹھے ہو کر آجاؤ اور میرے خلاف جو مکر تم سے ہو سکے کرلو۔ تاہم میں بڑھوں گا۔ پھولوں گا۔ پھلوں گا۔ تمہیں مجھے مٹا دینے کی طاقت نہ ہوگی، حالانکہ تم مسلح، میں نہتا ہوں، تم ہزاروں، میں اکیلا ہوں، تم لاکھوں کے مالک، میں غریب و نادار ہوں، تم وحشی پھاڑ کھانے والے درندے، میں صاحب اخلاق کریمہ سلیم المزاج شریف الطبع بے ضرر انسان ہوں۔ باوجود اس کے وہ زمانہ نبی امی پر آیا کہ ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افوجاً۔ اللھم صلّی علیٰ محمد و بارک وسلم۔

پچھلے نبی چونکہ خاص خاص قوموں کی طرف اور خاص خطوں کے لئے مبعوث ہو کر آئے تھے۔ اس لئے ان کا غالب و مغلوب ہونا دلیل صدق و کذب نہیں تھا۔ چنانچہ احادیث گواہ ہیں کہ بعض نبی قیامت کے دن ایسے آئیں گے جن کے ساتھ صرف ایک ہی امتی ہوگا (بخاری و مسلم در مشکوۃ باب التوکل) بخلاف اس کے ہمارے رسول چونکہ کافہ ناس کے لئے رسول تھے۔ کامل و مکمل شریعت کے مالک حجة اللہ علی الارض الی یوم القیامۃ۔ اس لئے آپ کی ترقی آناً فاناً ہوئی۔ وہ بھی ایسی کہ خاک سے اٹھ کر عرش افلاک تک پہنچ گئی۔ ہاں وہ جو کل تک محتاجوں کا محتاج تھا آج دنیا جہان کی حکمرانی پر فائز نظر آتا ہے۔ بالآخر اپنے جملہ مقاصد میں کامیاب

وبامراد ہو کر اپنے خدا سے جا ملے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چنانچہ مرزا صاحب بھی لکھتے ہیں:۔

”حاصل مطلب یہ کہ قرآن جس قدر نازل ہونا تھا ہو چکا۔ اور مستعد دلوں میں نہایت عجیب اور حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا۔ اور یہی دو رکن ضروری ہیں۔ جو ایک نبی کے آنے کی علت غائی ہوتے ہیں۔ اب دیکھو یہ آیت کس قدر زور سے بتلا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہرگز اس دنیا سے کوچ نہ کیا جب تک کہ دین اسلام کو تنزیل قرآن اور تکمیل نفوس سے کامل نہ کیا گیا اور یہی ایک خاص علامت ہے منجانب اللہ ہونے کی۔ جو کاذب کو ہرگز نہیں دی جاتی بلکہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کسی صادق نبی نے بھی اس اعلیٰ شان کے کمال کا نمونہ نہیں دکھایا×× جس کام کے لئے آنحضرت ﷺ تشریف لائے تھے وہ پورا ہو گیا“ الخ (ص ۱۴ تا ۱۹ انور القرآن ۱) ﴿خ ص ۳۴۷ تا ۳۵۴ ج ۹﴾

اس تحریر سے کئی باتیں ثابت ہیں۔ اول دین اسلام اور تنزیل قرآن کا اصلی مقصد اور انتہائی کمال پر پہنچنا۔ پس آپ ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا کذاب ہے۔ دوم آنحضرت ﷺ کا اپنے مقاصد میں کامیاب اور اپنی ڈیوٹی کو پورا کر کے وفات پانا۔ لہٰذا جو شخص اب کہے کہ اسلام آنحضرت ﷺ کے وقت صرف پہلی رات کے چاند جیسا تھا۔ مگر میرے زمانہ میں چودھویں شب کے چاند (بدر کامل) جیسا ہو گا اور آنحضرت ﷺ دین ناقص چھوڑ کر فوت ہوئے جسے میں بروزی محمد ﷺ بن کر پورا کرنے آیا ہوں (خطبہ الہامیہ و تحفہ گولڑہ) وہ بھی غلط گو ہے۔

سوم یہ کہ نبی کی علت غائی یہ ہے کہ وہ اپنے مقاصد کو پورا کر کے فوت ہو ورنہ کاذب ہو گا۔ بہت خوب!

آیئے اب ہم دیکھیں کہ مرزا صاحب کن مقاصد کو لے کر اٹھے اور وہ ان کو کہاں تک پورا کر کے مرے۔ سو سنیئے مرزا صاحب راقم ہیں:۔

”میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمان کیلئے یہ کہ وہ سچے مسلمان ہوں۔

اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے، دنیا اس کو بھول جاوے۔" (اخبار الحکم ۱۷ر جولائی ۵ء)

بھائیو! کیا مرزا صاحب اپنے ان مقاصد کو پورا پورا کر کے فوت ہوئے؟ ہرگز نہیں! مسلمان پہلے سے بھی تنزل و ادبار کی حالت میں ہیں۔ عیسائی دن بدن ترقی پر ہیں۔ مرزائی بقول مرزا صاحب ان کے وقت "چار لاکھ کے قریب" (ص ۳ تجلیات الٰہیہ ۱۹۰۶ء) تھے۔ مگر الفضل گواہ ہے کہ ۱۹۳۱ء میں مردم شماری ہوئی تو صرف "۵۶" ہزار نکلے۔ (قول محمود در الفضل ۲۶ر نومبر ۱۹۳۱ء)

گویا کفر کی زمین دن بدن گھٹ رہی ہے۔ آہ ؎

کوئی بھی بات مسیحا تیری پوری نہ ہوئی
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

مرزائیوں کی نویں دلیل

ظہر الفساد فی البر والبحر ×× نبی اس وقت آتا ہے جب دنیا میں کفر و ضلالت پھیل جائے۔

جواب:- مرزا صاحب راقم ہیں کہ:-

"قرآن کے زمانہ میں علاوہ فسق و فجور کے عقائد میں بھی فتور ہو گیا تھا۔ ہزار ہا لوگ دہریہ تھے۔ ہزار ہا وحی و الہام کے منکر تھے اور ہر قسم کی بدکاریاں زمین پر پھیل گئی تھیں۔ اور دنیا میں اعتقادی اور عملی خرابیوں کا ایک سخت طوفان برپا تھا (حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ناقل) اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں۔ پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا۔ تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ توحید اور راست روی سے بالکل خالی ہو گیا تھا اور اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا الہ الا اللہ کہنے والے موجود ہیں۔ اور اس زمانہ کو بھی خدا تعالیٰ نے مجدد کے بھیجنے سے محروم نہیں رکھا۔" (نور القرآن ا ص ۷) ﴿خ ص ۳۳۹ ج ۹﴾

تحریر ہذا باآواز بلند پکار رہی ہے کہ ہمارا زمانہ کسی نبی کی آمد کا مقتضی نہیں باقی رہے

مجدد سو خود احمدیوں کو مسلم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر صدی کے سر پر آتے رہے اور آتے رہیں گے چونکہ مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت بھی کیا ہے۔ حالانکہ خود ان کو مسلم تھا کہ اس زمانہ میں نبی کی ضرورت نہیں بلکہ مدعی نبوت کافر ہے (ص ۳ فیصلہ آسمانی) ﴿خ ص ۳۱۳، ج ۴﴾ اسلئے مرزا صاحب مجدد بھی نہیں ہو سکتے بلکہ بقول خود کافر۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مرزائیوں کی دسویں دلیل

"جو خدا پر جھوٹ باندھے خدا اس کو کامیاب نہیں کرتا"

جواب

ہم دلیل دوم کے جواب میں بآیات قرآن ثابت کر آئے ہیں کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ مفتریوں کو ڈھیل دیتا ہے اور انہیں دنیاوی فوائد سے بہرہ مند کرتا ہے ماسوا اس کے مرزا اپنے مقاصد میں نامراد مرا ہے۔

مرزائیوں کی گیارھویں دلیل

"سوا انبیاء کے کوئی غیب پر بکثرت مطلع نہیں کیا جاتا مرزا صاحب نے لاکھوں پیشگوئیاں کیں جو پوری ہوئیں"

جواب

مرزا صاحب کے الہامات عموماً خواب اور کشوفات ہیں اور مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:-

"بعض فاسق اور فاجر۔ زانی غیر متدین۔ چور حرام خور خدا کے احکام کے مخالف چلنے والے بھی ایسے دیکھے گئے ہیں کہ ان کو کبھی کبھی سچی خوابیں آتی ہیں" (ص ۲ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۵، ج ۲۲﴾

الہاموں کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

''وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت ﷺ کے پہلے بکثرت تھے۔ان لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے۔ان کی بعض پیشگوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں'' (ص ۷ اضرورۃ الامام) ﴿خ ص ۴۷۵ ج ۱۳﴾

پیشگوئیوں کے متعلق کہنے کو تو کہا ہے کہ مرزا کی لاکھوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ مگر افسوس کہ پیش کرتے وقت ایک بھی نہ کر سکے جسے پیشگوئی کہا جائے بلکہ چند گول مول بے سروپا اقوال وہ بھی صرف ۲۵ کے قریب ڈھونڈ کر اکٹھے کئے ہیں۔ جن کا نمبر وار جواب ملاحظہ ہو:۔

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

نمبر ۱ مثلاً سعد اللہ لدھیانوی کے ابتر ہونے کی پیشگوئی۔

الجواب

لفظ ابتر کے کئی معانی ہو سکتے ہیں۔(۱) ابتر بمعنی مفلس (ص ۲۴ تتمہ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۴۵۵،ر ﴾ (۲) ناکام، زیاں کار، نامراد (ص ۱۱ تتمہ ح۔وحی) ﴿خ ص ۴۴۲،ر ج ۲۲﴾ (۳) بے برکت (ص ۱۲۵ اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۶۵،ر ۱۸۳،ر ج ۱۹،ر ﴾ (۴) پوتے سے آگے اولاد نہ چلے تو بھی ابتر (ص ۱۱ تتمہ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۴۴۲،ر ج ۲۲،ر ﴾ ان معانی کے ہوتے ہوئے شاید ہی کوئی خوش نصیب ایسا ہو گا جو ابتر نہ بن سکے۔ دیکھئے خود مرزا صاحب بوجہ نامراد مرنے کے ابتر ہوئے اور بے برکتی تو ان کی مشہور ہے بھلا اگر ابتر کے یہی معنی تھے کہ سعد اللہ کے ہاں آئندہ اولاد نہ ہو گی یا موجودہ اولاد سے آگے نسل نہ چلے گی تو کیوں مرزا جی نے مولوی محی الدین صاحب (ولد اکبر مولانا حافظ صاحب لکھویؒ مصنف تفسیر محمدی) کو ابتر لکھا (ص ۵۷ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۷۱ ،۳،ر ج ۲۲﴾ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی اولاد در اولاد موجود ہے۔)

اسی طرح حضرت المکرّم مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ کو ابتر لکھا (تتمہ حقیقۃ الوحی

ص ۲۲)﴿خ ص ۴۵۴ ،ج ۲۲﴾ حالانکہ انکے بھی پوتے در پوتے موجود ہیں۔ ایسا ہی اور بھی کئی ایک صاحب اولاد بزرگوں کو ابتر لکھا۔ (ص ۲۳ تمہ ح)﴿خ ص، ۴۵۴ تا ۴۵۵ ،ج ۲۲،﴾

مولوی سعد اللہ مرحوم کے متعلق مرزا نے الہام ابتر ۱۸۹۴ء میں وضع کیا تھا۔ ملاحظہ ہو۔ (ص ۱۲/ اشتہار انعامی تین ہزار)﴿مجموعہ اشتہارات ص ۷۹، ج ۲،﴾ مگر چونکہ لفظ ابتر کے کئی معنی ہو سکتے تھے اس لئے مرزا صاحب نے ہوشیاری سے اس جگہ کوئی معنی نہ لکھے بلکہ عربی الہام کا اردو ترجمہ بھی نہ کیا۔ پھر جب اس الہام پر تقریباً تیرہ سال گذر گئے تو ۱۹۰۶ء میں:۔

"معتبر ذرائع سے یہ معلوم کر کے کہ سعد اللہ کا بیٹا مخنث ہے" (ٹریکٹ خواجہ کمال الدین بجواب موقوت نامہ ثنائی ص ۱۸)

"حقیقۃ الوحی میں لکھ دیا کہ سعد اللہ کے ہاں اولاد نہ ہوگی۔"

(حاشیہ صفحہ ۳۶۴)﴿خ ص ۳۷۸، ج ۲۲،﴾

بھائیو! یہ ہے وہ پیشگوئی جسے بڑے طمطراق سے احمدی لوگ بار بار پیش کیا کرتے ہیں۔ آہ! سچ ہے! اذا لم تستحی فاصنع ماشئت۔

برادران! چونکہ اس مضمون میں مرزائی پاکٹ بک کے مصنف کی پیش کردہ پیشگوئیاں سب کی سب اسی قسم کی ہیرا پھیریوں سے مملو ہیں اس لیے مناسب ہے کہ پہلے ہم تحریر مرزا سے دکھائیں کہ پیش گوئی کس قسم کی ہونی چاہیئے جو دلیل بن سکے۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب لکھتے:۔

(۱) "پیشگوئی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کیلئے بطور دلیل کے کام آسکے۔ لیکن جب ایک پیش گوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی پیشگوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور دنیا دیکھ سکے"

(صفحہ ۱۲۱/ ۱۲۳ تحفہ گولڑہ طاول ص ۲۰۰/ ۲۰۱ط ۲)﴿خ ص ۳۰۱، ج ۱۷﴾

(۲) "ہر ایک پیشگوئی میں دیکھا ہے کہ ×××××جب پیشگوئی شائع کی گئی ×× تو کیا اس کے مضمون میں کوئی خارق عادت بیان تھا جو انسانی انکلوں کے دائرہ سے بالاتر خیال کیا جاتا ہے یا ایسا بیان تھا کہ ایک عقلمند علم ہیئت یا طبعی۔ (یا طبی یا قانونی

ناقل) سے مدد لے کر یا کسی اور طریقہ سے بیان کر سکتا ہے"

(تریاق ص ۱۱۵/۱۹۱/۱۱ط ۲/ ۲)﴿خ ص ۴۰۲ ج ۱۵﴾

نمبر ۲ "کرم الدین جہلمی والے مقدمہ سے بریت اور اس کا مفصل حال پہلے سے شائع کیا" (مواہب الرحمٰن: ص: ۱۲۹)﴿خ ص ۳۵۰ ج ۱۹﴾

"یہ مقدمہ چند دلال اور آتمارام کی کچہری میں چلتا رہا آخر کار حضرت بری ہوئے"

(مرزائی پاکٹ بک ص ۳۸۴)

الجواب

یہ پیشگوئی اگر ہے تو مرزا صاحب کے قانونی وکلاء کی ہے مرزا صاحب کی نہیں۔ تفصیل سنیئے:-

مرزا صاحب کے مخالفوں میں ایک صاحب مولوی محمد حسن فیضی ساکن جہلم بھی تھے۔ جنہوں نے اپنی علمی قابلیت سے مرزا کا قافیہ تنگ اور ناطقہ بند کر دیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں جبکہ مرزا صاحب سیالکوٹ میں وارد تھے۔ موصوف نے ایک عربی قصیدہ بے نقطہ منظومہ خود مرزا کے سامنے پیش کیا کہ آپ بڑی قابلیت کے مدعی ہیں اس قصیدہ کو مجلس میں پڑھ کر سنا دو اور اس کا ترجمہ کر دو۔ چونکہ مرزا صاحب خیر سے رسمی باتوں ہی سے واقف تھے اس لئے فبھت الذی کفر۔ بن کر رہ گئے۔ مولوی صاحب مذکور نے وہ قصیدہ رسالہ انجمن نعمانیہ لاہور ماہ فروری ۱۸۹۹ء نیز سراج الاخبار جہلم ۹/ مئی ۱۸۹۹ء میں شائع کر دیا اور مرزا صاحب کی لاجوابی کا بھی اظہار کیا۔ اسی طرح مولوی صاحب نے کئی دفعہ مرزا صاحب کو دعوت مقابلہ دی (ملاحظہ ہو سراج الاخبار ۱۳/ اگست ۱۹۰۰ء وغیرہ) مگر مرزا صاحب مقابلہ میں نہ نکلے۔ خدا کی قدرت ہے کہ مولوی صاحب اکتوبر ۱۹۰۱ء کو وفات پا گئے۔ پھر کیا تھا مرزا صاحب نے ان کی وفات کو معجزہ ظاہر کیا۔ اور اپنی تصنیفات میں حسب عادت قدیم ان کو خوب گالیاں دیں۔ جس سے مشتعل ہو کر فیضی مرحوم کے عم زاد بھائی مولوی کرم الدین صاحب بھیں نے مرزا صاحب کو نوٹس دیا کہ آپ پر مقدمہ کیا جائیگا۔

مرزا صاحب نے پہل کر کے اپنے ایک مرید حکیم فضل دین سے مولوی کرم دین پڑ مقدمہ زیر دفعہ ۴۳۰ تعزیرات ہند دائر کر دیا۔ اس کے بعد مولوی کرم الدین صاحب نے جہلم میں رائے سنار چند صاحب کی عدالت میں مرزا صاحب پر مرحوم کی توہین کا مقدمہ قائم کیا جس میں، مرزا صاحب سے بذریعہ وارنٹ ضمانتی ایک ہزار روپیہ طلب ہوئے۔

پیشگوئی نمبر ۳ بابت موت ڈوئی

"ڈوئی کی موت کی پیشگوئی کی کہ اگر مباہلہ کرے یا نہ کرے تب بھی اس کو اللہ ہلاک کر دیگا"۔(ص ۳۸۴)

الجواب

اس کو پیشگوئی کہنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اس طرح تو ہر شخص پیشگوئی کرسکتا ہے کہ مرزائی پاکٹ بک کا مصنف ہلاک ہوگا۔ خلیفہ قادیانی ہلاک ہوگا بلکہ کل مرزائی مر جائیں گے اور دوزخ میں پڑیں گے کیا کوئی دانا اس کا نام پیشگوئی رکھے گا؟ قارئین! مزا تب تھا کہ مرزا صاحب اس کی ہلاکت کی میعاد اور تاریخ بتاتے پھر اگر وہ اس کے مطابق مر جاتا۔ تو ہم صاف مان لیتے کہ:۔

"شیطانی الہام حق ہے اور شیطانی الہام ہوا کرتا ہے"

(ص ۱۸ اضرورت الامام مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۴۸۳ ج ۱۳﴾

پیشگوئی نمبر۴

"طاعون سے گھر محفوظ رہے گا"(ص ۳۸۴ پاکٹ بک مرزائی بحوالہ ص ۲۱۹ حقیقۃ الوحی)

﴿خ ص ۲۲۹ ج ۲۲﴾

جواب

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹) پر کشتی نوح کا حوالہ دیا ہے اور کشتی نوح میں گھر سے مراد جملہ

مرید بتائے ہیں سو ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مرزا کے مرید طاعون سے مرے پس یہ پیش گوئی غلط نکلی دیکھو دلیل نمبر ۷ کا جواب)

پیشگوئی نمبر ۵

"عبدالرحیم بن نواب محمد علی خاں کے حق میں"

(حقیقۃ الوحی ص ۲۱۹) ﴿خ ص ۲۲۹ ج ۲۲﴾

جواب

جن دنوں وہ بیمار تھا۔ مرزا صاحب نے اس کی صحت و موت ہر دو پہلو ہاتھ میں رکھے تھے۔ جب اسے آرام آنا شروع ہو گیا اور وہ تندرست ہو گیا تو کہہ دیا کہ پہلے اس کی نسبت دعا کی تھی خدا کی طرف سے مایوس کن جواب ملا مگر بعد میں مجھے اس کی شفاعت کی اجازت مل گئی تھی چنانچہ وہ اسی وجہ سے راضی ہوا ہے۔

(تفصیل ملاحظہ ہو اخبار البدر جلد ۲، ۴۲ و ص ۲۱۹ حقیقۃ الوحی)

پس یہ سب بعد از صحت گھڑی گئی ہیں جو قابل قبول نہیں بلکہ الٹا مرزا صاحب کے مغالطہ باز ہونے کی دلیل ہے۔

"پیش گوئی میں وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو دنیا کھلے کھلے طور پر دیکھ سکے"

(تحفہ گولڑہ ص ۱۲۳ طا) ﴿خ ص ۳۰۱ ج ۱۷﴾

پیشگوئی نمبر ۶

"دافع البلاء" میں چراغ دین جمونی کے طاعون سے ہلاک ہونے کی پیشگوئی ہے۔

سو وہ بمعہ بیٹوں کے طاعون سے ہلاک ہوگیا::

جواب

یہ قطعاً دروغ بے فروغ ہے دافع البلاء میں اسکا طاعون سے مرنا ہر گز نہیں لکھا ہے۔

البتہ یہ گیدڑ بھبکیاں دی ہیں کہ :-

"میں فنا کردوں گا، غارت کردونگا، غضب نازل کردونگا"

(ص ۲۷ البشریٰ جلد ۲) ﴿خ ص ۲۲۳ ج ۱۸﴾

سولسی ویسی بے تعیین پادر ہوا باتیں بیسیوں بھنگی اور چرسی تکیوں میں بیٹھے کیا کرتے ہیں جنہیں کوئی عقلمند شائستہ اعتناء نہیں جانتا بلکہ دیوانے کی بڑ سمجھتا ہے۔ بقول مرزا ایسی ویسی پیشگوئیاں کچھ نہیں::

پیشگوئی نمبر ۷

پیشگوئی زلزلہ کا دھکہ عفت الدیار محلھا و مقامھا یہ ۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو کانگڑہ والے زلزلے سے واقع ہوا۔ ﴿تذکرہ ص ۵۱۵، ۵۱۶﴾

جواب

۴/اپریل ۱۹۰۵ء کو جو زلزلہ آیا وہ ایسا ہولناک قیامت خیز تھا کہ پنجاب کے رہنے والے آج بھی اس کی یاد سے کانپ اٹھتے ہیں۔ بخلاف اس کے اس زلزلہ کے وقوع کے لئے جو الہام پیش کئے گئے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ "زلزلہ کا دھکہ" مرزائی صاحب نے اس کے لفظ جو اسے بالکل معمولی واقعہ ظاہر کرتے ہیں پورے نہیں لکھے ملاحظہ ہوں وہ یہ ہیں:۔

"رویا میں دیکھا کوئی کہتا ہے زلزلہ کا دھکہ، مگر میں نے کوئی زلزلہ محسوس نہیں کیا۔ نہ دیوار نہ مکان ہلتا تھا بعد میں الہام ہوا ان اللہ لایضر "اللہ تعالی ضرر نہیں دیتا" (ص ۸۹ البشریٰ ج ۲) (رسالہ مکاشفات ص ۳۴) ﴿تذکرہ ص ۵۰۱﴾

عبارت بالا میں اگر ایک طرف بلاتعیین وقت وتخصیص مدت و تحدید زمانہ راولوں کی طرح زلزلہ کی خبر (وہ بھی اس طرح کہ نہ معلوم سابقہ زلزلہ کی حکایت ہے یا آئندہ کی پیشگوئی) دی ہے تو دوسری طرف ساتھ ہی کہہ دیا کہ یہ ایک معمولی زلزلہ ہے جس سے کوئی ضرر ونقصان حتی کہ اس کا اثر عمارات پر محسوس ہی نہیں ہوتا۔ پس اسے اس قیامت خیز زلزلہ اور ہوشربا واقعہ کی پیشگوئی بنانا ڈھٹائی ہے۔ ماسوا اس کے یہ الہام ۱۹۰۳ء کا ہے پس اگر کوئی زلزلہ اس زمانہ میں آجاتا تو البتہ کہہ سکتے تھے کہ:۔

"اس درماندہ انسان کی پیشگوئیاں کیا تھیں۔صرف یہی زلزلے آئیں گے (زلزلہ کا دھکہ) ×× پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اس کی (نبوت) کی دلیل ٹھہرائیں ×× کیا ہمیشہ زلزلے[1] نہیں آتے ؟(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵ مصنفہ مرزا)(خ ص ۲۸۸ ج ۱۱)مگر اب تو وہی بات ہے کہ بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

دوسرا الہام جو پیش کیا ہے وہ اس سے بھی پر از فریب ہے جس میں زلزلہ وغیرہ تک کا نام نہیں۔ صرف یہی لفظ بہ صیغہ ماضی میں کہ "مٹ گئے رہائشی اور عارضی مکان و مقام" پھر لطف یہ کہ مرزا صاحب نے اس الہام کو سناتے وقت اس کا اردو ترجمہ بھی نہیں کیا تاکہ آگے چل کر پھنس نہ جائیں مگر اپنے حلقہ احباب میں کہہ رکھا تھا کہ اس الہام میں طاعون کا ذکر ہے چنانچہ جس پرچہ الحکم میں یہ الہام شائع کرایا اس میں لکھا ہے "متعلقہ طاعون" (اخبار الحکم ۳۱ ر مئی ۰۴ء)

اب بظاہر اس سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ گذشتہ طاعون کی تباہی کا تذکرہ ہے اور اسی لئے مرزا صاحب نے نہ اس کا ترجمہ کیا نہ کچھ مزید توضیح مطلب ان کا یہ تھا کہ اگر آج سے بعد مثل سابق طاعون کا کبھی زور ہوا تو کہہ دیں گے کہ پہلے سے ہم نے الہام کر رکھا تھا دیکھو وہ کیسا سچا نکلا۔ اور اگر امن رہا تو بھی کچھ ہرج نہیں۔ کیونکہ الہام بہ صیغہ ماضی ہے اور پچھلے برسوں میں طاعون زور شور سے پڑ چکی ہے۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا اس کے چند ہی ماہ بعد پھر پنجاب میں طاعون کا زور ہوا اور مرزا صاحب نے بڑے طمطراق سے بکمال شان غیب دانی لکھا:۔

"کسوف خسوف کے ساتھ قرآن شریف میں این المفر آیا ہے جس سے یہی مراد ہے کہ طاعون اس کثرت سے ہو گی کہ کوئی پناہ کی جگہ نہ رہے گی میرے الہام عفت الدیار محلها و مقامها کے یہ معنی ہیں"۔

(اخبار الحکم ۲۴ ر مئی ۰۴ء)

مگر آہ! کس قدر افسوس حیرت بلکہ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جب اس

[1] یہ الفاظ مرزا صاحب نے انجیل کی زلازل والی پیشگوئیوں کے حق میں لکھے ہیں جو وہ بھی اسی طرح بے تعیین وقت ہیں ۱۲ منہ۔

کے بعد ۱۹۰۵ء میں زلزلہ عظیمہ آیا تو مرزا صاحب نے جھٹ سے اس الہام کو زلزلہ پر لگا دیا۔

ناظرین کرام! یہ ہے حقیقت ان پیشگوئیوں کی جو مصنف مرزائی پاکٹ بک مرزا کی نبوت پر بطور دلیل پیش کر رہا ہے۔

پیشگوئی نمبر ۸

بہار کے دنوں میں زلزلہ کی پیشگوئی ''پھر بہار آئی خدا کی بات پوری ہوئی''
چنانچہ ۲۸ر فروری ۱۹۰۶ء کو وہ زلزلہ آیا۔ (ص ۳۸۴ مرزائی پاکٹ بک)

الجواب

یہ پیشگوئی مرزا صاحب کی صاف غلط نکلی ہے جیسا کہ ہم مرزا صاحب کی غلط پیشگوئیوں کے ضمن انیسویں نمبر پر اس پیشگوئی کا باطل ہونا بوضاحت ثابت کر آئے ہیں۔ دیکھو ص ۱۰۰ تا ص ۱۰۸ پاکٹ بک ہذا::

پیشگوئی نمبر ۹

پنڈت دیانند کی موت کی پیشگوئی جس کا گواہ لالہ شرم پت ہے۔ چنانچہ دیانند مر گیا۔

الجواب

یہ سفید جھوٹ ہے اور دروغ بے فروغ، سچے ہو تو مرزا کی کسی تحریر سے جو دیانند کی وفات سے قبل شائع کی گئی ہو اس کا ثبوت پیش کرو۔ لالہ شرم پت کا نام بھی یونہی جھوٹ لیا ہے اس نے مرزائی پیشگوئیوں کی تصدیق نہیں کی بلکہ تکذیب کی ہے۔ دیکھو کلیات پنڈت لیکھ رام اور تکذیب براہین احمدیہ::

پیشگوئی نمبر ۱۰

براہین احمدیہ میں مولوی عبد اللطیف کی شہادت کی پیشگوئی کی۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا::

جواب

یہ بھی کذب ہے۔ براہین میں کوئی پیشگوئی نہیں۔ ایک الہام گول مول جوموم کی ناک کی طرح ہرطرف پھیرا جائے۔ یہ تھا کہ "دوبکریاں ذبح ہوں گی" (ص۵۱۱) ﴿خ ص ۶۴۱ ج۱﴾ اس کے سترہ سال بعد کہا کہ ان دوبکریوں سے مراد آسمانی منکوحہ کا خاوند اور والد ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۷) ﴿خ ص۱۴۱ ج۱۱﴾ مگر جب یہ پیشگوئی جھوٹی نکلی تو (تذکرۃ الشہادتین) ﴿خ ص۷۲ ج۲۰﴾ میں لکھ دیا کہ اس سے مراد مولوی عبداللطیف و عبدالرحمن تھے:۔

پیشگوئی نمبر ۱۱

لیکھ رام کی موت کی پیش گوئی بہت ہی واضح طور پر بیان فرمائی۔

الجواب

یہ پیشگوئی صاف جھوٹی نکلی۔ تفصیل ملاحظہ ہو:۔

پنڈت لیکھ رام آریوں میں ایک سرکردہ شخص تھا۔ جب مرزا نے براہین احمدیہ باشتہار انعامی دس ہزار روپیہ شائع کی تو پنڈت مذکور نے اس کے جواب میں کتاب "تکذیب براہین احمدیہ" لکھی جس میں مرزا صاحب کی درگت بنائی جس پر مرزا صاحب کو بڑا غصہ آیا۔ دوسرا حملہ مرزا صاحب پر لیکھ رام نے یہ کیا کہ ایک اور کتاب "نسخہ خطبہ احمدیہ" میں مرزا صاحب کی خاطر تواضع کی۔ اب تو مرزا جی اور بھی گرم ہوئے۔ اسی گرمی میں اسے الہامی نشان دکھانے کو قادیان میں آنے کی دعوت دی۔ ادھر کیا دیر تھی وہ آندھی اور بگولے کی طرح آیا اور آتے ہی مرزا صاحب پر چھا گیا للکارا کہ آؤ نکلو میدان میں۔ مگر مرزا صاحب کو اپنا علمی پول معلوم تھا۔ ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کیا بالآخر اسکے تنگ کرنے پر نشان دکھانے کا وعدہ کیا:۔

دو ماہ بعد مرزا جی نے بذریعہ اشتہار یہ چال چلی کہ اس کو ڈرانے دھمکانے کی غرض سے لکھا کہ:۔

"اگر (تم کو) پیشگوئی کے ظاہر کرنے سے رنج پہنچے تو اس کو ظاہر نہ کیا جائے"

(ص ۱۹ استفتاء) ﴿خ ص ۱۱۷ ج ۱۲﴾

مگر وہ کچھ ایسا کوہ وقار مستقل مزاج تھا کہ اس نے لکھا:-

"میں آپ کی پیشگوئیوں کو واہیات سمجھتا ہوں جو چاہو شائع کرو اجازت ہے" (ص ۱۱۰ استفتا) ﴿خ ص ۱۱۷ ج ۱۲﴾

"مگر میعاد مقرر ہونی چاہئے" (ص ۷۰ ازنزول المسیح مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۵۴۸ ج ۱۸﴾

اس جرأت اور دلیری کو دیکھ کر مرزا قادیانی کے "چھکے چھوٹ گئے"...... اور کچھ ایسا رعب چھایا کہ متواتر سال تک چپ سادھے رہے مطلب یہ تھا کہ شاید اتفاق وقت سے کوئی واقعہ عجب دنیا میں ظاہر ہو جائے یا خود لیکھ رام ہی پر گردش فلک کا وار ہو جائے تو ہم اسی کو اپنی کرامت بنا کر دنیا کو دھوکا دیں۔

مگر جب کچھ نہ ہوا تو لیکھ رام کے مؤاخذات اور مریدوں کے اصرار و تکرار سے گھبرا کر آپ نے ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء کو زبان کھولی:-

"لیکھ رام نے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو چاہے شائع کر دو۔ میری طرف سے اجازت ہے (یہ اشارہ اسی ۱۸۸۶ء والے خط کی طرف ہے) سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو الہام ہوا کہ **عجل جسد له خوار له نصب و عذاب** یعنی ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔ اس الہام کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۹۳ء ہے اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کے لئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا آج کی تاریخ سے جو ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا × × اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر ہیبت الٰہی رکھتا ہو تو میں خدا کی طرف سے نہیں"۔ (اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۹۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۵ منقول از نزول المسیح ۱۸۵) ﴿خ ص ۵۴۹ تا ۵۵۱، ج ۱۸﴾

اس سے صاف واضح ہے کہ لیکھ رام پر ایسا خارق عادت عذاب نازل ہو گا جو

اپنی نرالی وضع سے ایک نشان کہلا سکے۔ مگر ایسا ہوا؟ ہر گز نہیں بجائے اس کے کہ اسے آسمانی نشان دکھایا جاتا۔ مرزا صاحب کے ملہم نے کسی شیطان کے ذریعہ اسکا خون کرادیا۔ وہ بھی کسی نرالے ڈھنگ یا انوکھے رنگ یا خارق عادت تیر وتفنگ سے نہیں معمولی شہدوں کے طور پر کہ ایک شخص منافق بن کر لیکھ رام کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ عرصہ تک اس کی خدمت کرتا رہا۔ ایک موقع پر جبکہ لیکھ رام اکیلا تھا اور وہ ظالم بد معاش بھی پاس تھا۔ اس نے اس کے پیٹ میں چھری گھونپ دی اور بزدل بھاگ گیا۔ الغرض یہ پیشگوئی موت نہ تھی۔ خارق عادت عذاب کی تھی۔ بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ لیکھ رام کی موت کی پیشگوئی تھی تو بھی یہ موت ایسے طریق سے واقع ہونی چاہیے تھی جسے خارق عادت کہا جائے۔ خارق عادت کی تعریف خود مرزا نے یہ کی ہے۔

(۱) جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت کہتے ہیں۔ (سرمہ چشم آریہ ص ۱۷ مطبوعہ ۱۹۲۳) ﴿خ ص ۶۹ ج ۲﴾

(۲) خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں جس کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے۔

(ص ۱۹۶ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۲۰۴ ج ۲۲﴾

چونکہ اس طرح کے قتل دنیا میں ہزاروں ہوتے رہتے ہیں اسلئے :-

"ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا"

(ص ۹۹ / ۱۱۱ طبع ۲ تحفہ گولڑہ) ﴿خ ص﴾

پس یہ پیشگوئی مرزا کی ہر طرح سے جھوٹی۔ غلط۔ باطل۔ دروغ۔ کذب ثابت ہوئی۔ فلہ الحمد۔

پیشگوئی نمبر ۱۲

مرزا صاحب نے کہا تھا کہ "مجھے الہام ہوا کہ دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے"۔ ﴿تذکرہ ص﴾

الجواب

کہتے ہیں کہ کسی فریبی شخص نے مشہور کر دیا تھا کہ مجھے خدا نے الہام کیا کہ عنقریب

تجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے گا۔ اور ساتھ ہی اس نے اپنے مریدوں میں یہ مسئلہ بیان کر دیا کہ شراب حلال ہے اور ماں سے نکاح جائز ہے۔ جب علماء کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس پر فتویٰ کفر لگا دیا۔ اب تو وہ صاحب اور اس کے چیلے چانٹے لگے بغلیں بجانے کہ دیکھو جی! ہماری پیش گوئی کیسی سچی نکلی۔ ع

بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا

ٹھیک ایسا ہی مرزا صاحب کا حال ہے کہ ایسے ایسے الہاموں کے ساتھ عجیب وغریب دعاوی کی بھرمار کر دی۔ اب کوئی شخص مرید ہو کر نہ سہی صرف یہ دیکھنے کو جائے کہ یہ کون ضال ومضل ہستی، گمراہ انسان، "مراقی" شخص ہے تو بھی مرزا صاحب کی پیش گوئی درست ہے۔ اور اگر کوئی سمجھانے بجھانے کو جائے تو بھی::

ماسوا اسکے اس پیشگوئی کے وقت مرزا صاحب بوجہ اشتہار بازی کے کافی مشہور بھی ہو چکے تھے۔ اس لیے یہ پیشگوئی ایسی نہیں جسے کوئی اہمیت دی جائے::

پیشگوئی نمبر ۱۳

سر الخلافت صفحہ ۶۲ پر مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لیے دعا کی سو طاعون پھیل گئی:

الجواب

سر الخلافت صفحہ ۶۲ پر طاعون کا ذکر نہیں صرف رجز کا لفظ ہے اور رجز کے خود مرزا صاحب نے کئی ایک معنی کیے ہیں من جملہ ان کے ایک معنی از روئے لغت عرب یہ کیے ہیں کہ:

"رجز لغت عرب میں ان کاموں کو کہتے ہیں جن کا نتیجہ عذاب ہو"

(ایام الصلح اردو، ص: ۹۳) ﴿ایام الصلح، ۳۳۰، ج ۱۴ نزول المسیح ۵۳۴ ج ۱۸﴾

گویا مرزا صاحب کے مخالف نیک اور پاک تھے اور باوجود مرزا کو کاذب دجال کہنے کے بھی مستحق عذاب نہیں تھے۔ تب مرزا نے بقول شما سر الخلافت میں بددعا کی خدایا ان پر رجز نازل کر یعنی انہیں بداعمالیوں میں گرفتار کر جن کی وجہ سے وہ لائق عذاب ہو جائیں::

ناظرین کرام! غور فرمائیں کہ جب لوگ مرزا کو کافر وغیرہ کہنے میں اور طرح طرح کی شوخی و تکذیب کے ہوتے ہوئے مستحق عذاب نہیں تھے تو پھر انہیں قابل عذاب ٹھہرانے کو مرزا کی دعا کیا اثر رکھ سکتی ہے کیا کافروں کی دعائیں ان کی نبوت کی دلیل ہوتی ہیں؟ وَمَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ۔

دنیا جب سے شروع ہوئی ہے تب سے ہی حسب موسم و وقت و حسب اعمال لوگوں کے ان پر دبائیں (طاعون، حیضہ، ملیریا، وغیرہ) وارد نازل ہوتی رہی ہیں اب رجز کے معنی محض طاعون بیان کرنا بھی کیا دلیل ہے کہ اس بددعا مرزا کے آٹھ سال بعد جو ملک پنجاب میں طاعون پھوٹی تھی وہ مرزا کی کرامت ہے۔ کیا دنیا میں طاعون اس سے پہلے نہیں آئی تھی یا مرزا کے بعد آج تک کبھی نہیں آئی یا آئندہ نہیں آئے گی؟ ہاں اگر یہ طاعون مرزا کی بددعا کا اثر تھا اور یہ محض مخالفین کیلئے عذاب تھا جیسا کہ مرزا بھی کہتا ہے۔

"طاعون کا عذاب ظالموں اور فاسقوں کے لیے ہے"

(تفسیر خزینۃ العرفان جلد ۱، ص ۱۳۱)

تو پھر مرزا کے ماننے والے کیوں اس میں گرفتار ہو لئے؟ مزے کی بات ہے، بقول مرزائیوں کے مرزا نے مخالفین کے لیے طاعون کی دعا کی، مگر جب وہ آئی اور اس نے بھوکے شیر کی طرح مرزائیوں کو کھانا شروع کیا تو مرزا صاحب لگے چیخنے چلانے کہ:۔

"میں دعا مانگتا ہوں کہ خدا ہماری جماعت سے اس طاعون کو اٹھا لے"۔

(بدر ۲۴ رمئی ۵ء)

مختصر یہ کہ کروڑہا مخالفین پر بددعا کرنا وہ بھی کسی مخصوص مرض سے نہیں ذو معنی لفظ رجز سے اور ساتھ ہی یا کسی دوسری موت سے ہلاک کر یا کوئی اور مؤاخذہ کر" (ص:۱۵۶ انزول المسیح) کے سے وسیع الفاظ میں پیش کرنا کوئی دلیل نہیں بقول حکیم نور الدین خلیفہ اوّل:۔

"کال اور زلزلے اور وبا کا واقع ہونا نیچر کی ایسی عادات میں سے ہے کہ اس کی نسبت کسی ایک بلا کا بلا تعیین وقت اور گول مول پیشگوئی کرنا کبھی غلط نہیں جانا جا سکتا"

(فصل الخطاب حکیم نور الدین صاحب خلیفہ قادیان)

اسی طرح مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"پس اس نادان اسرائیلی (حضرت مسیح علیہ السلام معاذ اللہ، ناقل) کی پیشگوئیاں ہی کیا تھیں، یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑیں گے۔ لڑائیاں ہونگی۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے؟ کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے؟ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا؟ (ص ۷ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ، ص ۲۸۸، ج ۱۱﴾

مرزائیو! کیا ہم انہی الفاظ کو الٹ کر کہہ سکتے ہیں کہ اس مرزا قادیانی کی بد دعائیں کیا تھیں؟ یہی کہ گول مول اور ذو معنی الفاظ میں وباؤں کی ڈینگ مارنا اور بلا تعیین وقت زلازل کی پیشگوئیاں جڑنا وہ بھی اس رنگ میں کہ "مجھے معلوم نہیں کہ زلزلہ کے کیا معنی ہیں"؟ (ص ۹۴ ضمیمہ نصرۃ الحق) ﴿خ ص ۲۵۵ ج ۲۱﴾

ہاں ہمارا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب نے جب اس بلا تعیین وقت اجمال کو چھوڑ کر طاعون کے لئے مدت لگائی تو وہ سراسر جھوٹی اور شیطانی ثابت ہوئی چنانچہ ۶ر فروری ۱۸۹۸ء کو جب مرزا صاحب نے پیشگوئی کی کہ:-

"میں نے خواب میں طاعون کے درخت دیکھے ہیں مجھ پر یہ مشتبہ رہا کہ یہ آئندہ جاڑے میں بہت پھیلے گی یا اس کے بعد کے جاڑے میں"

(اشتہار ۶ر فروری ۱۸۹۸ء، مندرجہ صفحہ ۱۲۱، ایام الصلح) ﴿خ ص ۳۶۱ ج ۱۴﴾

"ابھی ہم خطرات کی حدود سے باہر نہیں آئے جب تک دو جاڑے کے موسم نہ گزر جائیں" (ص ۱۲۶ ایام الصلح اردو) ﴿خ، ص:﴾

تو یہ پیشگوئی صریح غلط نکلی کیونکہ طاعون کا زور ان ہر دو جاڑوں میں نہیں ہوا۔ بلکہ ۱۹۰۲ء میں ہوا۔ ملاحظہ ہو تحریر ذیل مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:۔

"چار سال ہوئے کہ میں نے پیشگوئی شائع کی تھی کہ پنجاب میں سخت طاعون آنے والی ہے ×× جس کا نتیجہ طاعون کی یہ حالت ہے جو اب دیکھ رہے ہو"

(ریویو جلد ۱ ص ۲۵۴، ۱۹۰۲ء)

پیشگوئی نمبر ۱۴

مباہلہ کے طور پر لعنت اللہ کہنے سے کئی مولوی مرزا صاحب کے مخالف مر گئے۔

الجواب

مرزا صاحب از روئے شریعت اسلام بوجہ مدعی نبوت کاذبہ ہونے کے مستحق لعنت تھے۔اس لئے اگر کروڑہا مخالفوں نے مرزا صاحب کو ایسا لکھا تو خوب کیا۔چونکہ وہ خدا سے ہمیشہ زندہ رہنے کا وعدہ لے کر نہیں آئے تھے اس لئے کئی ایک فوت ہو گئے۔اور اللہ کے فضل سے کروڑہا کی تعداد میں زندہ بھی موجود ہیں حالانکہ مرزا صاحب اور ان کے ہزارہا مرید قبروں میں جا پڑے اور لعنت کا بااصول شمانشانہ بن گئے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

اگر محض لعنت کہنے سے مباہلہ منعقد ہو جاتا ہے اور لعنت کرنے والے کا مرنا اس کے ملعون ہونے کی علامت ہے تو پھر مرزا صاحب اول درجے پر ہیں کیونکہ ان کی زبان پر تو لعنت وظیفہ کی طرح جاری تھی۔ہر وقت مخالفوں کو لعنت لعنت کہتے رہتے۔ ملاحظہ ہو رسالہ (نور الحق اول صفحات آخری) ﴿خ،ص ۱۵۸ تا ۱۶۲ ج ۸﴾ جہاں پوری ہزار لعنت گنائی گئی ہے۔اسی طرح رسالہ (سر الخلافت) ﴿خ،ص:﴾ و (شحنہ حق) ﴿خ،ص ۳۷۶، ج ۲﴾ و (اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۴۹، ج ۱۹﴾ وغیرہ::

علاوہ ازیں مرزا صاحب نے اپنے اشد ترین مخالف حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے لئے اپنی تحریرات میں بار بار لعنت کا لفظ استعمال کیا ہے مثلاً صفحہ ۱۳۸/اعجاز احمدی پر سطر وار دس لعنتیں ہیں مگر خود ہی مولانا کی زندگی میں مر گئے ہیں۔کیا تم اپنے اصول کی رو سے مرزا کو ملعون مان لو گے؟

پیشگوئی نمبر ۱۵

مولوی غلام دستگیر مباہلہ کے بعد ہلاک ہوگیا::

الجواب

مولوی غلام دستگیر نے مرزا صاحب کے ساتھ کبھی مباہلہ نہیں کیا یہ تمہارا سفید جھوٹ ہے۔ ہاں انہوں نے خدا سے دعا ضرور کی تھی کہ یا مرزا صاحب کو ہدایت نصیب ہو یا ہلاکت چونکہ خدا کا

قانون ہے کہ ولولا اجل مسمی لجاء هم العذاب (عنکبوت) بلا وقت مقررہ عذاب نہیں بھیجا کرتا (الا ماشاء) اس لئے مرزا کو ڈھیل دی گئی یہاں تک کہ اس کی اجل آ گئی:

مرزا صاحب مباہلہ کی تعریف لکھتے ہیں:۔

"مباہلہ کے معنی لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں"

(اربعین ۲،۳۰) ﴿خ ص ۳۷۷ ج ۱۷﴾

اگر محض یک طرفہ دعا کا نام مباہلہ ہے تو پھر خود تمہارے قول کے مطابق مرزا صاحب نے اپنے جملہ مخالفین کے حق میں موت کی بد دعائیں کیں۔ اور ظاہر ہے کہ کثیر حصہ مخالفین کا ابھی تک زندہ ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب عرصہ ہوا مر گئے ہیں۔ تو بتلایئے اور انصاف سے کام لیکر بتلایئے کہ مرزا جھوٹا ہو لیا نہ؟

پیشگوئی نمبر ۱۶

مواہب الرحمٰن میں محمد حسین بھین والا کے متعلق پیشگوئی تھی سو وہ بھی مطابق وعید ہلاک ہوا۔

الجواب

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ جھوٹ بولنا گوہ کھانا برابر ہے اگر تم مواہب الرحمٰن سے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم فیضی کی موت کی پیشگوئی دکھا دو تو ہم سے منہ مانگا انعام لو۔

ماسوا اس کے یہ بھی کوئی پیشگوئی ہے کہ فلاں آدمی مر جائے گا۔ کیا انسان ہمیشہ زندہ رہا کرتے ہیں۔ غور تو کرو کہ عقلمند لوگ تمہاری اس قسم کی بیہودہ باتوں کو سن کر اور لغو مہمل پیشگوئیاں دیکھ کر سوائے اس کے کیا کہیں گے کہ اس گروہ کے پاس کوئی وزنی دلیل نہیں۔

پیشگوئی نمبر ۱۷

مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا تھا کہ "میں تجھ کو لوگوں سے بچاؤں گا"

جواب

اگر سلطنت انگریزی نہ ہوتی جس کی مدح سرائی اور دن رات کی خوشامدانہ کا روائیوں میں مرزا صاحب کی عمر گذری ہے۔ اور سلطنت اسلامی ہوتی تو مرزا صاحب کا بچ رہنا ہم بھی اس آیت کے ماتحت جانتے کہ من کان فی الضللة فلیمددله الرحمن مدا (سورہ مریم) بعض اوقات خدا تعالیٰ گمراہوں کو بمعنی ڈھیل دیتا ہے۔ مگر اب تو جو کچھ ہے وہ مرزائیوں کے "یاجوج ماجوج" یورپین آقاؤں کی برکت ورحمت ہے۔

پیشگوئی نمبر ۱۸

(مرزا صاحب کا الہام تھا) إنه آوی القریة اس کے یہ معنی ہیں کہ "خدا تعالیٰ کسی قدر عذاب کے بعد اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیگا" (پاکٹ بک مرزائیہ ص ۳۸۶ بحوالہ حقیقۃ الوحی ص ۲۳۲) ﴿خ ص ۲۴۳ ج ۲۲﴾

جواب

اٰوی کے معنی ہیں "پناہ میں لینا" (ص ۲۳۲ ح) پس جس تکلیف سے خدا پناہ دیوے اس میں اسی شخص کا گرفتار ہونا قطعاً محال ہے۔ دیکھئے حضرت رسول کریم (ﷺ) کے حق میں آیا ہے الم یجدك یتیماً فاٰوی یتیموں کو تنگی اور تکلیف کے وقت ماں باپ یاد آتے ہیں یہی حالت آنحضرت ﷺ کی تھی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا مربی ہوگیا تو یتیمی کی بے کسی پھر کبھی آپ ﷺ پر وارد نہیں ہوئی۔ اسی طرح مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ بعد واقعہ صلیب کے اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام اور اس کی والدۃ کو "اٰوینھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین" دونوں کو ایک پہاڑ پر پہنچادیا جو سب پہاڑوں سے اونچا تھا یعنی کشمیر کا پہاڑ (ص ۲۳۲ ح) بتایئے یہود کی جس ایذاد ہی سے بقول مرزا خدا نے مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ (علیہا السلام) کو پناہ دی، اس میں پھر وہ ذرہ بھر بھی مبتلا ہوئے؟

ایسا ہی مرزا نے تیسری مثال جودی ہے وہ بھی ہماری مؤید ہے کہ: سورۂ کہف میں آیت ہے فأوٗا الی الکھف ینشرلکم ربکم من رحمته (سورۂ کہف) یعنی

غار کی پناہ میں آ جاؤ خدا اپنی رحمت تم پر پھیلائے گا"۔(ص ۲۳۲ ح)

احمدی دوستو! کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ پناہ میں آنے کے بعد ان پر پھر کوئی ظلم ہو سکتا ہے؟ ماسوا اس کے ابتداً خود مرزا صاحب نے جب قادیان کے لئے الہام گھڑا تو یہی معنی کئے تھے:-

"جس گاؤں میں تو ہے خدا اسے طاعون سے یا اس کی آفات لاحقہ سے بچائیگا"

(ص ۱۵۶، ایام الصلح) ﴿خ ص ۲۴۳ ج ۲۲﴾

حالانکہ قادیان میں خوب خوب طاعون نے صفائی پھیری "ایک دفعہ کی شدت" تو خود مرزا نے مانی ہے (ملاحظہ ہو ص ۲۳۲ حقیقۃ الوحی) ﴿خ ص ۲۴۳ ج ۲۲﴾ پس الہام سراسر جھوٹا۔ بناوٹی من گھڑت۔ افترا نکلا::

پیشگوئی نمبر ۱۹

دلیپ سنگھ والی پیشگوئی بحوالہ ص ۲۳۶ ح۔ ﴿خ ص ۲۴۸ ج ۲۲﴾

جواب

حقیقۃ الوحی پر جو پیشگوئی متعلقہ دلیپ سنگھ لکھی ہے وہ قطعاً جھوٹی اور بعد از وقت بناوٹ ہے۔ ہرگز ہرگز مرزا نے اس واقع سے پہلے کوئی پیش گوئی شائع نہیں کی تھی۔ اگر سچے ہو تو دکھاؤ۔

"پیشگوئی میں وہ امور پیش ہونے۔ چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے"

(المفہوم ص ۱۲۱/۱۲۳ ط ۱ و ص ۲۰۰/۲۰۱ ط ۲ تحفہ گولڑہ) ﴿خ ص ۳۰۷ ج ۱۷﴾

پیشگوئی نمبر ۲۰

"عبدالحق غزنوی کے اصرار پر (مرزا نے) مباہلہ کیا۔ اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں۔ اگر صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے"۔(ص ۳۸۶)

جواب

مباہلہ کرنے کے بعد جھوٹے کی نشانی یہ ہوتی ہے:-

"مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں۔ ہلاک ہو جاتا ہے"

(اخبار الحکم ۱۰ ر اکتوبر ۱۹۰۷ء)

سو مرزا صاحب مباہلہ کے بعد کاذبوں کی طرح صادق کے سامنے مر گئے۔ مولوی عبدالحق عرصہ بعد تک زندہ رہے۔

پیشگوئی نمبر ۲۱

حضرت مسیح موعود کی دعا کے مطابق پانچ لاکھ مرید ہیں۔ یہ سچائی کی دلیل ہے:۔

جواب

مرزا صاحب کے مرید سارے کے سارے لاکھ کے اندر اندر رہیں جیسا کہ ہم بہ تحریر محمود احمد اس کا ثبوت دے آئے ہیں (ملاحظہ ہو جواب دلیل نمبر ۸) حالانکہ مرزا صاحب دنیا بھر کی جملہ اقوام کو اپنے دام میں لے آنے کے مدعی تھے۔ اور اس کو اپنی آمد کا مقصد اور علت غائی ٹھیرا کر اپنی زندگی میں اس کا ظہور بتاتے تھے ملاحظہ ہو پاکٹ بک ہذا باب علامات مسیح موعود پس ایک آدھ لاکھ لوگوں کا مرزائی ہو جانا دلیل صداقت نہیں ہو سکتا سنو لکھا ہے:۔

"ہماری جماعت اگر بیس پچیس لاکھ ہو کر اس کی ترقی ٹھیر جائے تب بھی کچھ نہیں۔ پھر بھی یہ سلسلہ کی حقانیت کی دلیل نہیں ٹھیرتی۔ اس لئے (صداقت کی دلیل بننے کے لئے) ضروری ہے کہ ساری دنیا پر پھیل جائے اور مقدار اور حجت کی رو سے غالب ہو جائے" (اخبار الحکم ۷ ر اگست ۱۹۰۵ء منقول از الفضل ۱۰ ر اگست ۳۲ء)

پیشگوئی نمبر ۲۲

مولوی محمد علی کو بخار ہو گیا ظن ہوا کہ طاعون ہے مرزا نے کہا کہ اگر تم کو طاعون ہو جائے تو میں جھوٹا۔

جواب

معلوم ہوا کہ مرزا کے مریدوں کا طاعون میں مبتلا ہونا مرزا کے جھوٹا ہونے کی

دلیل ہے۔ سو ہم کئی تحریرات مرزا کی نقل کر آئے ہیں جن میں خود مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کا طاعون میں مبتلا ہونا تسلیم کیا ہے پس مرزا جھوٹا::

پیشگوئی نمبر ۲۳

وہی دوبارہ پیش کی گئی ہے جو نمبر ۹ میں پیش کی تھی یعنی مولوی عبد اللطیف کا کابل میں سنگسار ہونا جس کا جواب ہم دے آئے ہیں۔

پیشگوئی نمبر ۲۴

جلسہ دھرم مہوتسو میں مرزا کی ایک تقریر کا عمدہ ہونا اور سب پر فائق ہونا لکھا ہے::

جواب

اس جلسہ میں ہر مذہب کے لوگ پہلے سے مدعو تھے کہ آ کر تقریریں کریں۔ کسی کیلئے گھنٹہ وقت تھا کسی کے لئے اس سے کم و زیادہ، چونکہ تمام لیکچرار اسے ایک معمولی جلسہ سمجھ کر آئے تھے جنہوں نے وقت کی پابندی میں اپنا اپنا مضمون ختم کیا۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب نے یہ چالاکی کی کہ گھر میں بیٹھ کر ایک طویل مضمون لکھا جس کے سنانے کیلئے بانیان جلسہ کو وقت مقررہ سے چار گنا وقت دینا پڑا اس لئے لازمی تھا کہ بمقابلہ دیگر مضامین کے بعض جلد باز لوگ اسے فضیلت دیتے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ادھر مرزا صاحب پہلے سے ایک شگوفہ چھوڑ چکے تھے کہ مجھے الہام ہوا "یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا" (اشتہار ۲۱ر دسمبر ۱۸۹۶ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۲۹ ج ۲ تذکرہ، ص ۲۹۰﴾

بس پھر کیا تھا آپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا کہ دیکھو جی! ہم ایسے ہم ویسے::

ہم حیران ہیں کہ اس ڈھٹائی کا جواب کیا دیں۔ مزا تب تھا کہ باقی لکچراروں کی طرح یہ بھی قواعد جلسہ کی پابندی کرتے۔ اور وقت مقررہ میں اپنے مضمون کو ادا کرتے پھر اگر یہ مضمون فائق رہتا تو ہم علی الاعلان اعتراف کرتے کہ:-

گو مرزا صاحب کا اپنی کسی قیاسی پیشگوئی میں سچا نکلنا اس کے نبی اللہ و رسول اللہ ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ علاوہ اس ایک ڈھکوسلے کے اس کی سب متحدیانہ پیشگوئیاں

صاف جھوٹی۔ صریح۔ باطل۔ واضح۔ دروغ ثابت ہوئی ہیں۔ تاہم یہ پیشگوئی ضرور بر ضرور شیطانی الہام ہے جو بقول مرزا صاحب ہوا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(صفحہ ۱۸/ ضرورۃ الامام) ﴿خ ص ۴۸۳ ج ۱۳﴾

مگر اس جگہ تو اتنا بھی نہیں۔ کیونکہ وقت مقررہ کی پابندی نہ کرتے ہوئے ہر شخص جو ایڑی سے چوٹی کا زور لگا کر گھر سے مضمون اس نیت سے لکھ کر لائے کہ یہ باقی تقریروں پر غالب رہے۔ یقیناً اس کا مضمون غالب رہے گا یقین نہ ہو تو مرزائی ایک اسی طرح کا جلسہ کر کے مرزا صاحب کی تردید میں مضامین سننے کو آمادہ ہوں۔ میں ابھی سے علی الاعلان پیش گوئی کرتا ہوں کہ میرا مضمون دنیا بھر کے جملہ لکچراروں پر غالب رہے گا۔ بفضل اللہ الکریم::

ایک اور طرح سے

مثل مشہور ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آؤ اسی اصول سے ہم اس پیشگوئی کے دیگر لازمی پہلوؤں پر نظر ڈالیں۔ یہ صحیح اصول مسلمہ مرزا ہے۔ کہ ”کوئی پیشگوئی اس صورت میں سچی ہو سکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ تمام پیشگوئیاں سچی ثابت ہوں“ (ص ۲۱ کتاب البریت) ﴿خ ص ۱۷۱ ج ۱۳﴾

مرزا صاحب نے مذکورہ بالا پیشگوئی کے ساتھ اسی اشتہار کے ساتھ یہ لکھا ہے۔

”میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو ارد گرد پھیل گیا تب ایک شخص بولا اللہ اکبر خربت خیبر“ اس کی تعبیر یہ ہے کہ محل سے مراد میرا دل ہے اور وہ نور قرآنی معارف میں خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب میں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا۔ اور قرآنی سچائی زمین پر دن بدن پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کر لے“ (اشتہار مذکور) ﴿مجموعہ اشتہار ص ۲۹۴، ج ۲ تذکرہ، ص ۲۹۰﴾

بھائیو! کیا یہ سب کچھ ظاہر ہو گیا؟ کیا جھوٹے مذاہب خراب ہو گئے اور قرآنی سچائی اپنے انتہائی دائرہ پر پہنچ گئی؟ میں کہتا ہوں ایسا ہونا تو درکنار مذاہب عالم کے لوگ مرزا صاحب کے اس مضمون سے آشنا بھی ہیں؟ یقین نہ ہو تو جس جس کے پاس یہ پاکٹ بک پہنچے وہ پہلے اپنے وجود سے اس کے بعد دیگر لوگوں سے مل کر اور انہیں صرف اس مضمون کا خلاصہ ہی پوچھ دیکھے۔ یقیناً ہزار میں سے ایک شخص واقف ہو تو ہو۔ حالانکہ مرزا نے اپنی کئی ایک تحریروں میں لکھا ہے کہ یہ کام میری زندگی میں ہو جائیگا کمامر بیانہ::

اور تو اور خود مرزائیوں کا یہ حال ہے کہ ایک فرقہ سے دو ہو گئے دن رات آپس میں سر پھٹول کر رہے ہیں۔ وہ انہیں ضال و مضل کہیں وہ انہیں۔ الغرض مرزا کی یہ پیش گوئی جھوٹی ہے باطل ہے::

پیشگوئی نمبر ۲۵

"فروری ۱۹۰۶ء کو بنگالہ کی تقسیم کے متعلق پیشگوئی کی۔ پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا، اب ان کی دلجوئی ہوگی" تذکرہ میں ۵۹۶ / ۱۹۱۱ء میں ملک معظم جارج پنجم اس کے پورا ہونے کا باعث بنے::

جواب

تقسیم بنگالہ پر جب اہل بنگال نے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا اور گورنمنٹ کے حضور میں درخواست پر درخواست دینے کے علاوہ بدیشی مال کا بائیکاٹ بھی کیا تو گورنمنٹ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ایسے وقت میں اکثر اہل عقل کا خیال تھا کہ ضرور گورنمنٹ اپنی روش کو چھوڑنے پر مجبور ہو گی۔ کیونکہ راعی رعایا کو دکھ دے کر کبھی فلاح نہیں پاتا۔ ایسے وقت میں ہمارے قادیانی مسیح نے جھٹ سے ایک وسیع المعانی فقرہ بول دیا کہ "بنگالیوں کی دلجوئی ہو گی" خدا کی قدرت ہے کہ گورنمنٹ اپنے حکم کو واپس لینے پر آمادہ نہ ہوئی۔ شاید اس لئے کہ خدا تعالیٰ قادیانی صاحب کا کذب واضح کرنا چاہتا تھا::

ادھر گورنمنٹ اپنی بات منوانے پر اڑ گئی ادھر بنگالی بھی تن گئے۔ اس کا نتیجہ یہ

ہوا کہ گورنر سر فلر صاحب نے استعفیٰ دے دیا۔ بنگالی اسے اپنا جانی دشمن جانتے تھے۔ اسلئے انہوں نے اسکے استعفیٰ دینے پر خوب خوب مسرت کا اظہار کیا۔ اندریں حالات مرزا صاحب کو بھی ہوش آئی کہ اب بنگالی کچھ کچھ نرم ہو چلے ہیں اس لئے اب تقسیم بنگال جیسا کہ گورنمنٹ کے عزم سے مترشح ہے، منسوخ نہ ہو گی ایسا نہ ہو ہمارا الہام برباد ہو جائے اب تو موقع ہے خدا معلوم آئندہ حالات اس سے بدترین ہو جائیں۔ آپ نے فوراً اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ لکھ دو کہ ہماری پیشگوئی کا اتنا ہی مطلب تھا چنانچہ ریویو ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء مولوی محمد علی صاحب و خواجہ کمال الدین کی طرف سے مضمون شائع ہوا کہ :-

"تقسیم بنگالہ بھی منسوخ نہ ہو گی اور بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہو جائیگی"

(صفحہ ۳۴۷)

مطلب یہ کہ سر فلر کے استعفیٰ دینے سے بنگالیوں کی دلجوئی بھی ہو گئی ہے یہی ہماری پیشگوئی تھی ع

بس ہو چکی ہے نماز مصلیٰ اٹھایئے۔

قدرت کے بھی عجیب کام ہیں ادھر مرزا صاحب تو یہ تاویل کر کے چلتے بنے۔ ۱۹۱۱ء میں اللہ تعالیٰ نے ملک معظم کے دل میں یہ خیال ڈالا کہ جاؤ ہندوستان میں مرزا قادیانی کے کذب کو آشکارا کرو۔ چنانچہ وہ تشریف لائے اور تقسیم بنگال کو منسوخ کر دیا::

مرزائیوں کی بارھویں دلیل

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب ایمان دنیا سے اٹھ جائیگا تو فارسی الاصل ایک یا کئی اشخاص اس کو واپس لائیں گے::

الجواب

قطع نظر اس کے کہ حدیث کا جو مطلب لیا گیا ہے وہ نہیں میں کہتا ہوں کہ مرزا صاحب تو مغل زادے تھے جیسا کہ وہ خود راقم ہیں :-

"خاتم الخلفاء صینی الاصل ہو گا یعنی مغلوں میں سے"

(تذکرۃ الشہادتین ص: ۳۳) ﴿خ ص ۳۵ ج ۲۰﴾

پس وہ فارسی الاصل کیسے بن گئے؟

ناظرین کرام! حدیث میں آیا ہے کہ نسب بدلنے والے کی نماز چالیس دن قبول نہیں ہوتی اور قرآن پاک میں بھی سخت وعید ہے مگر ہمارے مرزا صاحب کچھ ایسے نڈر تھے کہ جہاں شیخ ابن عربی کی پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو بنانا تھا وہاں مغل بن گئے۔ اور جہاں حدیث رجالٌ فارس پر قبضہ جمانا تھا وہاں فارسی الاصل بن گئے اور جہاں احادیث مہدی کا مصداق بننا تھا وہاں کہہ دیا کہ:۔

"میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی" (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۶۹) ﴿خ ص ۲۱۲ ج ۱۸﴾

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے اور زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے::

مرزائیوں کی تیرھویں دلیل

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا الایات بعد المائتین (مشکوۃ) کہ مسیح موعود مہدی کے ظہور کی نشانیاں تیرھویں صدی کے گزرنے پر ظاہر ہونگی۔ ملا علی قاری اور نواب صدیق حسن خان نے بھی ایسا ہی لکھا"::

الجواب

اول تو یہ حدیث ہی ضعیف اور موضوع ہے۔ جیسا کہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے::

دوم اس میں مسیح و مہدی کا کوئی ذکر نہیں صرف یہ الفاظ ہیں کہ نشانیاں دو سو سال بعد ہونگی۔ پس دو سو سال سے مراد تیرہ سو سال بعد لینا غلط در غلط ہے۔ جن بزرگوں نے دو سال سے مطلب ہزار سال سے دو سو سال بعد لیا ہے ان کی ذاتی رائے ہے جو حدیث کے الفاظ کے صریح خلاف ہے۔ پھر انہوں نے بھی محض ظن اور احتمال کے لفظ استعمال کئے ہیں۔ جو تحریرات ان کی پیش کی گئی ہیں ان میں ویحتمل کا لفظ موجود ہے::

علاوہ ازیں انہوں نے تو بارہ سو برس بعد لکھا ہے مگر مرزائی محرف تیرہ سو سال بعد لکھتا ہے؟ پھر مزا یہ کہ مرزائی صاحب تیرہ سو سال کے بعد ظہور مسیح و مہدی نہیں لکھتا بلکہ یہ لکھتا ہے کہ "مسیح موعود و مہدی کے ظہور کی نشانیاں تیرھویں صدی کے گزرنے پر ظاہر ہونگی اور کون نہیں جانتا کہ نشانیاں صدہا برس پہلے شروع ہو جاتی ہیں۔ دیکھیئے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کی نشانیوں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا۔ جہالت پھیل جائیگی زنا اور شراب کی کثرت ہو گی (بخاری) جھوٹے اشخاص پیدا ہونگے (مسلم) امانت میں خیانت کی جائیگی۔ نااہل لوگ حاکم ہوں گے (بخاری) مفصل دیکھو مشکوٰۃ "ب" اشراط الساعۃ۔ کیا ان علامتوں سے اکثر اس زمانہ میں پائی جاتی ہیں؟ پھر کیا تمہارے قاعدے کی رو سے ابھی قیامت کو آجانا چاہیئے تھا حالانکہ خود تمہارے نبی کے اقوال کی رو سے ابھی ہزار سال کے قریب باقی ہے۔

(ملاحظہ ہو لیکچر سیالکوٹ ص ٦) ﴿خ ص ۲۰۹ ج ۲۰﴾

اور سنو! حدیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں ایک خلیفہ ہو گا جو بکثرت مال بانٹے گا اور پھر اس بے پرواہی سے کہ شمار بھی نہ کریگا (مسلم در مشکوٰۃ باب مذکورہ بالا) اور تم مانتے ہو کہ یہ آخری خلیفہ مرزا ہے۔ اب باوجودیکہ مرزا صاحب بقول شما قیامت کی نشانی ہیں پھر بھی بموجب تحریرات مرزا کئی سو سال قیامت میں باقی ہیں۔ مزید برآں مرزائی دوست مانتے ہیں "نبی ﷺ یا قرآن قیامت کی نشانی ہے" (ص ۳۳۸ مرزائی پاکٹ بک) حالانکہ حضور کے زمانہ پر ساڑھے تیرہ سو سال گذر چکا مگر قیامت نہیں آئی::

الغرض اول تو یہ حدیث جھوٹی ہے جس سے سند نہیں لی جاسکتی اس کے جھوٹی ہونے پر واقعات نے بھی شہادت دیدی وہ یوں کہ بقول مرزا صاحب اس میں ظہور مسیح کی خبر ہے (ازالہ ص ۲۸۱ طا-۷۸ ۲ ط ۲) ﴿خ، ص:۱۵۸، ج:۳، در حاشیہ﴾ اور ظہور مسیح دو سو سال بعد نبی کہتے ہیں ہوا پس یہ جھوٹی نکلی۔ بفرض محال صحیح بھی ہو تو اس میں مسیح و مہدی کا کوئی ذکر نہیں صرف نشانیوں کا ذکر ہے چنانچہ مطابق اس کے صدہا نشانیاں ظاہر ہو چکی ہیں::

(۱) دو سو سال کے بعد مسئلہ خلق قرآن کا رائج ہونا جسکی وجہ سے صدہا علمائے حقانی بے دریغ قتل کیے گئے۔

(۲) زلزلے آئے::

(۳) طاعون پھوٹا::

(۴) اکثر ظالم فرمانرواؤں کے ظلم سے کئی لاکھ فرزندان اسلام کے خون بہائے گئے::

(۵) حج کعبۃ اللہ تک باطنیوں نے بند کر دیا::

(۶) حجر اسود اکھاڑا گیا::

(۷) فرقہ قرامطہ و باطنیہ کے نجس ہاتھوں سے جو اہل مکہ پر مصائب آئے وہ ارباب بصیرت سے مخفی نہیں::

(۸) معتزلہ نے جو جو گل کھلائے وہ اصحاب تاریخ پر نمایاں ہیں::

(۹) خسف ہوئے مسخ ہوئے۔

(۱۰) قحط اس طرح کے پڑے کہ قحط یوسفی کو مات کر گئے::

(۱۱) کئی دفعہ آسمانوں سے پتھر برسے::

(۱۲) خلیفہ مستعصم باللہ کے عہد خلافت میں مرزا کے آباؤ اجداد تاتاری مغلوں نے جو جو مظالم ڈھائے وہ اہل علم کے سامنے ہیں::

غرض صدہا نشانیاں دو سو سال کے بعد ہوئیں اور صدہا آئندہ ہونگی پس یہ دلیل بشرط صحیح ہونے حدیث کے بھی مرزائیوں کو مفید اور ہمارے خلاف نہیں::

مرزائیوں کی چودھویں دلیل کسوف و خسوف

"حدیث میں ہے ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ رمضان میں چاند کو پہلی رات کو اور سورج کو درمیانے دن گرہن لگے گا۔ یہ گرہن مرزا کے وقت چاند کو ۱۳/ تاریخ اور سورج ۲۸ تاریخ لگا"

(ملخص ص ۸۸ ۳ پاکٹ بک مرزائی)

الجواب

یہ روایت[1] کیا از روئے روایت کیا بروئے درایت ہر دو طرح جھوٹی، بناوٹی، جعلی ہے۔ روایت کی رو سے یوں کہ اس کے پہلے راوی عمرو بن شمر کو محدثین نے کذاب۔ منکر الحدیث متروک الحدیث۔ جھوٹی روایت کو معتبر آدمیوں کے نام پر بنانے والا وغیرہ لکھا ہے۔ دوسرے راوی جابر (نہ معلوم یہ صاحب کون ہیں) اگر مراد جابر جعفی ہے تو اس کو بھی حضرت امام اعظمؒ نے کذاب کا لقب دیا ہے اسی طرح دیگر محدثین کے نزدیک جابر جعفی کا نام کذاب مشہور ہے حتیٰ کہ یہ فقرہ زبان زد خاص و عام ہو گیا ہے کہ فلاں شخص جابر جعفی کی طرح کذاب ہے ان ہر دو راویوں کا کذب معلوم کرنے کو دیکھو (میزان الاعتدال و تہذیب التہذیب)

اس روایت کے جھوٹی ہونے پر خود مرزا صاحب و مصنف مرزائی پاکٹ بک کی شہادت ملاحظہ ہو۔ یہ روایت مہدی کے بارے میں ہے اور مرزا صاحب و مصنف مرزائی پاکٹ بک لکھتے ہیں۔

(۱) مہدی کی حدیثیں سب نا قابل اعتبار اور قرآن شریف کے خلاف ہیں۔ ان میں اگر صحیح حدیث ہے تو یہی ہے کہ **لامھدی الاعیسیٰ** (ہاں صاحب یہ صحیح کیوں نہ ہو گی۔ مطلب جو ہوا) (اخبار الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۰ء ص ۵ کالم ۳) ﴿خ ص ۴۰۶ ج ۳﴾

(۲) محدثین نے باب مہدی کی سب احادیث کو مجروح قرار دیا ہے لیکن ایک حدیث صحیح ہے **لامھدی الاعیسیٰ** (مرزائی پاکٹ بک ص ۳۵۴)

درایت کی رو سے اس حدیث کا جھوٹا ہونا مرزا صاحب فرماتے ہیں::

”قانون قدرت جب سے دنیا بنی ہے اسی طرح ہے کہ چاند گرہن کیلئے ۱۳-۱۴-۱۵ اور سورج گرہن کیلئے ۲۷-۲۸-۲۹ تاریخیں مقرر ہیں یہ نظام کبھی نہیں[2] ٹوٹ سکتا۔ (مفہوم ص ۴۷ ضمیمہ انجام آتھم) ﴿خ ص ۳۳۱ ج ۱۱﴾

---

[1] روایت دار قطنی میں ۱۸۸ صفحہ پر ہے (ع-ح)

[2] الا ماشاء الله وهو على كل شئی قدير ۱۲ منہ

"بخلاف اس کے اس جھوٹی روایت میں یہ لکھا ہے ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه" (پاکٹ بک مرزائی ص: ۳۸۸، بحوالہ دار قطنی)

یعنی رمضان شریف کے مہینے چاند کی پہلی تاریخ کو اور سورج کو رمضان کے نصف میں گرہن ہوگا پس یہ روایت بوجہ خلاف نیچر ہونے کے حسب قول مرزا مردود ہے۔ مرزا صاحب نے اس روایت کے ضعف کو اٹھانا چاہا ہے کہ :-

"حدیث نے آپ اپنی سچائی کو ظاہر کر دیا ہے کیونکہ اسکی پیشگوئی پوری ہوگئی"

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۹) ﴿خ ص ۳۳۳ ج ۱۱﴾

اگر یہ صحیح ہو کہ حدیث کے مطابق یہ گرہن واقع ہوا ہے تو ہمیں اس پر پھر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ غضب تو یہی ہے کہ مرزا صاحب کے وقت جو گرہن ہوا ہے وہ اس روایت۔ کے مطابق نہیں ہوا::

"چاند گرہن ۱۳ ر رمضان کو اور سورج گرہن ۲۸ ر رمضان کو ہوا ہے"

(پاکٹ بک مرزائی ص ۳۸۸ و ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۶) ﴿خ، ص: ۳۳۰، ج: ۱۹﴾

پس یہ کہنا کہ روایت نے آپ اپنی سچائی ظاہر کر دی ایک دجالانہ دھوکا ہے مرزائی کہتے ہیں کہ حدیث میں قمر کا لفظ ہے اور قمر چاند کی پہلی تاریخ کو نہیں کہا جاتا بلکہ ہلال کہا جاتا ہے۔ قمر دوسری رات یا تیسری رات کے چاند کو کہا جاتا ہے::

جواباً عرض ہے کہ بہ فرض محال صحیح ہو تو یہی وجہ اس روایت کے جھوٹی ہونے کی دلیل ہے کہ اس میں پہلی رات کے چاند کو قمر کہا گیا ہے۔ جیسا کہ الفاظ روایت ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان اس پر شاہد ہیں۔

دوم۔ اگر روایت کی غلطی کو نظر انداز کر کے یہی مراد لی جائے کہ رمضان کی پہلی رات سے مراد قمر کی پہلی رات ہے تو بھی دوسری یا تیسری رمضان کو چاند گرہن ہونا چاہئے اور سورج گرہن کے لئے تو اتنا عذر بھی تمہارے پاس نہیں۔ صاف لفظ ہیں کہ نصف رمضان میں سورج گرہن ہوگا حالانکہ مرزا کے وقت انہی تاریخوں میں ہوا جن میں ہمیشہ ہوتا آیا ہے پس یہ گرہن روایت کے مطابق نہیں ہوا لہٰذا اس سے تمسک

کرنے والا کذاب ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ رمضان کی پہلی رات سے مراد گرہن لگنے کی پہلی رات ہے۔ یعنی تیرہ رمضان اور نصف رمضان کا مطلب سورج گرہن کا درمیانی دن ہے یعنی ۲۸ رمضان::

"بے حیا آدمی جو چاہے بکے، کون اس کو روکتا ہے"

(اعجاز احمدی ص ۳) ﴿خ، ص:۱۰۹، ج:۱۹﴾

ناظرین کرام! مرزائیوں کی دجالانہ چالوں پر غور فرمایئے کہ پہلے تو ایک سراسر جھوٹی و مردود روایت سے تمسک کرتے ہیں جب اتنے سے کام نہیں نکلتا تو حسب ضرورت خود تاویلات رکیکہ کے سانچہ میں ڈھال کر من مانی مرادیں لیتے ہیں۔ پھر اسے مرزائی نبوت کی دلیل ٹھہراتے ہیں۔

نوٹ

یہ حدیث نبوی ہرگز نہیں بلکہ محمد علی کا (موضوع) قول ہے یہ روایت رسول اللہ ﷺ تک مرفوع نہیں۔ اس کو حدیث رسول ﷺ قرار دینا ظلم عظیم ہے۔ مرزا صاحب خود (ایام الصلح اردو صفحہ ۸۰ر) ﴿خ ص ۳۱۵ ج ۱۴﴾ مانتے ہیں کہ:-

"خسوف × × امام باقر (محمد بن علی) سے مہدی کا نشان قرار دیا گیا ہے"

روایت کی سند کے الفاظ یہ ہیں:- حدثنا ابوسعید الاصطخری ثنا محمد بن عبداللہ بن نوفل ثنا عبید بن یعیش ثنا بن بکیر عن عمرو بن شمر عن جابرؓ عن محمد بن علی قال ان لمهدينا الخ (سنن الدارقطنی باب صفة صلوة الخسوف والكسوف وهيئتهما)

مرزائیوں کی پندرھویں دلیل!

ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها (مشکوٰة: کتاب العلم) یعنی ہر صدی کے سر پر مجدد آئیگا۔ اس صدی کا مجدد مرزا صاحب کے سوا کون ہے؟

(۱) الجواب:- یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور مرزا صاحب کا

ایمان تھا کہ:

"ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ غبی تھا، درایت اچھی نہیں رکھتا تھا" (ص ۱۸ اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۲۷ ج ۱۹﴾

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فہم قرآن میں ناقص ہے۔اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔" (ضمیمہ نصرۃ الحق) ﴿خ ص ۴۱۰ ج ۲۱﴾

"درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا" (ضمیمہ نزول المسیح) ﴿خ ص ۱۲۷ ج ۱۹﴾

لہٰذا وہ شخص جو "غبی" ہو اور "فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا ہو" وہ اس قابل نہیں کہ تم اس کی روایت پیش کرو کیونکہ وہ شخص جو "غبی" ہو وہ روایت کرنے میں بھی ضرور غلطی کریگا::

(۲) یہ روایت موقوف ہے لہٰذا حجت نہیں۔(دیکھو ابوداؤد کتاب الملاحم جلد دوم ص ۳۲)

(۳) اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی ابن وہب ہے جو مدلس ہے لہٰذا قابل اعتبار نہیں۔(تہذیب التہذیب)

(۴) آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۷۴ پر مرزا صاحب اس دمشقی منارہ والی حدیث کے غلط ہونے کی وجہ لکھتے ہیں:۔

"ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دمشق میں کوئی منارہ تھا۔اس سے پایا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی منارہ بنا تو وہ سند نہیں ہے"

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں سن ہجری نہ تھا۔یہ سن خلافت دوم میں بنا ہے تو اس حدیث سے صدی سے سن ہجری کی صدی کیونکر مراد لی جا سکتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سن "فیل" مروج تھا اور اس سن کا سن ہجری سے ۵۳ سال کا فرق ہے لہٰذا یہ حدیث "سند نہیں ہے"::

(۵) مرزا صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منارہ دمشق پر آنے کی حدیث کو اس لئے ضعیف قرار دیتے ہیں کہ گو حدیث صحیح مسلم میں تو ہے مگر بخاری میں نہیں:۔

"یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف

سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری[1] نے چھوڑ دیا"

(ازالہ اوہام ص ۳۲۰، ۹۱ ط ار ۳) ﴿خ ص ۲۱۰ ج ۳﴾

لہٰذا یہ حدیث (مجدد) صحیح بخاری میں نہیں لہٰذا قابل حجت نہیں::

نوٹ:۔اس حدیث کا وجود صحاح ستہ کی پانچ کتابوں (بخاری مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی) میں بھی نہیں ہے::

(۶) مرزا صاحب خود گمراہ ہیں بموجب حدیث بخاری مسلم کے بوجہ مدعی نبوت ہونے کے کذاب ودجال ہیں خود مرزا صاحب کا اقرار ہے کہ:۔

"مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے" (انجام آتھم صفحہ ۲۸ حاشیہ) ﴿خ ص ۲۸ ج ۱۱﴾

لہٰذا مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے اگرچہ حدیث پر سے سارے اعتراضات بھی اٹھ جائیں::

(۷) بفرض محال یہ حدیث صحیح بھی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صدی کا مجدد شخص واحد ہی نہیں بلکہ جماعت ہے۔ آج اسلامی دنیا کا اندازہ کیا جائے تو یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ممالک اسلامیہ اتنی وسعت میں اتنی دور دور ہیں کہ باوجو ریل اور تار وغیرہ کے ایک ہی مجدد تمام ممالک میں کام نہیں کرسکتا۔ کیا کوئی ہندوستان کا مجدد چین میں اصلاح کرسکتا ہے؟ یا چین کا مجدد افغانستان میں کام کرسکتا ہے؟ امکان کو جانے دیجئے واقعات اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہرگز نہیں::

اب سوال یہ رہ جاتا ہے من یجدد میں صیغہ مفرد مضارع کا ہے پھر جمع کیسے ہوگا؟

جواب

اس کا یہ ہے کہ من بصیغہ مفرد قرآن مجید میں بکثرت آتے ہیں جہاں جمع مراد ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الاخروما ھم بمومنین

(پ۱ ع ۲) اس آیت میں من کا صلہ یَقُولُ صیغہ مفرد فعل مضارع ہے مگر اس کو مَاھُم میں جمع دکھایا ہے اسطرح من یجدد کا صیغہ بظاہر مفرد ہے مگر معنی میں جمع ہے۔

(۱) اصل نام محمد بن اسمٰعیل ہے ۱۲ منہ

نتیجہ

یہ حدیث ضعیف ہے بفرضِ محال صحیح بھی ہو تو مجد دہر وہ شخص ہے جو خدمت دین کرے اور توحید و سنت کا درس دے اور خود بھی عامل ہو۔ نہ کہ مرزا صاحب جو خود ۵۲ برس مشرک رہے پھر مراق وغیرہ میں مبتلا رہے اور دعویٰ نبوت کی وجہ سے مسیلمہ کذاب کے بھائی ٹھیرے::

ضمیمہ کذبات مرزا "ٹیچی" مسلمان۔

"مرزا صاحب کے پاس آنے والے فرشتے کا نام ٹیچی تھا یعنی بوقت ضرورت عین موقع پر روپے لانے والا" (حقیقۃ الوحی ص ۳۳۲) ﴿خ ص ۳۴۶ ج ۲۲﴾

اس ٹیچی فرشتے کی بابت مرزا صاحب کا ایک بیان بھی ہے کہ مرزا صاحب نے اس سے دریافت کیا۔ تمہارا کیا نام ہے تو اس فرشتے نے کہا میرا نام کچھ بھی نہیں۔ پھر پوچھا تو کہنے لگا کہ میرا نام ٹیچی ہے یعنی بوقت ضرورت عین موقع پر پہنچنے اور کام آنے والا۔ اس میں اس فرشتے نے بھی جھوٹ بولا کہ پہلے میرا نام کچھ نہیں پھر کہا میرا نام ٹیچی ہے اندریں حالات ہم کہہ سکتے ہیں کہ جس نبی کے پاس آنے والا فرشتہ بھی جھوٹ بولتا ہو وہ صادق نبی نہیں ہو سکتا۔

مرزائی

ٹیچی فرشتے پر جو پھبتی اڑائی جاتی ہے اس کے لئے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ملک الموت کو چپیڑ ماری تو وہ کانا ہو گیا پس جس طرح فرشتہ کانا ہو سکتا ہے اس طرح اس کا نام بھی ٹیچی ہو سکتا ہے۔

الجواب

کہاں فرشتے کے نام سے سوال کہ یہ کیسا نام اور اس کے اخلاقی عیب جھوٹ سے سوال کہ جھوٹ بولنے والا فرشتہ کس طرح ہو سکتا ہے اور کہاں ملک الموت کا جسمانی عارضہ کہ آنکھ پھوٹ گئی۔ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں::

نوٹ

امام بیہقیؒ نے خطابیؒ سے نقل کیا ہے کہ ملحد اور بدعتی لوگ اس حدیث پر طعن کرتے

ہیں پھر اس کا بہت مبسوط و مدلل جواب نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ صدمہ صورت بشری کی آنکھ پر وارد ہوا تھا نہ کہ صورت ملکی کی آنکھ پر۔ کیونکہ حضرت ملک الموت اس وقت حضرت موسیٰ کے پاس صورت بشری میں آئے تھے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس صورت بشری میں آئے تھے تو انہوں نے ان کو نہ پہچانا۔ (ص ۳۴۷ کتاب الاسماء والصفات)

مرزا صاحب کا شاعر ہونا

وما علمناه الشعر وما ینبغی له (یٰسین پ ۲۳)

یعنی ہم نے آنحضرت کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ (یعنی شعر) آپ کی شان کے لائق ہے۔ یعنی شعر گوئی کمالات نبوت میں سے نہیں ہے بلکہ شان نبوت کے لائق بھی نہیں اور مرزا صاحب اپنے آپ کو بروز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں لہٰذا آپ نبی نہیں ہیں کیونکہ آپ نے اپنا کمال شعروں میں دکھایا ہے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت میں شعر نہیں پایا گیا۔ بلکہ اگر کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے کا شعر بطور تمثیل نقل بھی کیا تو اس میں ایسی تبدیلی ہوگئی جس سے اس کا وزن درست نہ رہ سکا اور اس کی مثالیں حدیث جاننے والوں سے مخفی نہیں ہیں پس جب شعر آپ کی عادت میں نہیں بلکہ دوسرے کا شعر بھی جو موزوں ہو تا پوری طرح نقل نہ کر سکتے۔ تو معلوم ہوا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے کبھی کوئی موزوں کلام (انا النبی لاکذب) نکل گیا تو وہ اتفاقی بات ہے۔ اور اصطلاح کے لحاظ سے ایسا موزوں کلام جو اتفاقاً موزوں ہو جائے اور متکلم کا قصد نہ پایا جائے اسے شعر اور اس کے قائل کو شاعر نہیں کہتے۔ چنانچہ علامہ سید دمنہوری مصری شرح کافی میں شعر کی تعریف میں کہتے ہیں:-

کلام وزنٌ قصداً بوزن عربی۔ اور اس کے بعد ان قیود کے فوائد میں قصد پر لکھتے ہیں:- وقولنا قصداً یخرج ماکان وزنه اتفاقیاً ای لم یقصد وزنه فلایکون شعرکآیات شریفة اتفق وزنها ای لم یقصد وزنها بل قصده قرآنا وذکراً لقوله تعالی لن تنالوا البرحتی تنفقوا مما تحبون فانها وزنٌ مجزم الرسل المسبع فلاتکون شعراً لاستحالة...

الشعرية على القرآن قال الله تعالى ان هو الا ذكر وقرآن مبين، ولمركبات نبويّة اتفق وزنها اى لم يقصد وزنها بل قصد كونها ذكرا مثلاً لقوله صلعم هل انت الا اصبع دميت وفي سبيل الله مالقيت فانهٔ على زون الرجز المقطوع فلا يكون شعراً قال الله تعالى وما علمنه الشعر وماينبغي لهٗ (الشرح المبسوط ص ۱۲)

نیز سید ومنہوری نے اسی صفحہ میں شیخ جملؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص یہ کہے کہ آدم علیہ السلام نے شعر کہا تھا اس نے جھوٹ بولا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام (علیہم السلام) سب کے سب شعرگوئی سے پاک ہونے میں برابر ہیں۔

اسی طرح اسی صفحہ پر شیخ سجائی سے شعر کی تعریف یوں نقل کی گئی ہے: والنظم هو الكلام المقفى الموزن قصداً۔ اى مقصود الشعرية لقائله یعنی جو کلام وزن اور قافیہ کی رعایت سے شعریت کا قصد کر کے کہا جائے، اسے نظم (شعر) کہتے ہیں۔

اعتراض

امام راغب نے فرمایا ہے کہ وما علمنٰهُ الشعر میں شعر سے مراد کذب ہے کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قرآن کو جھوٹا قرار دیتے تھے۔ اس پر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے نبی کو شعر یعنی جھوٹ نہیں سکھایا۔

الجواب

اس کا حل اس طرح ہے کہ یہاں ہر دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قرآن شعر ہے یا نہیں۔ دیگر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں یا نہیں۔ سو امام راغب فرماتے ہیں کہ چونکہ قرآن شریف عیاناً نثر کلام میں ہے۔ اس لئے کفار کا قرآن کو شعر کہنا بمعنی کذب ہے اور اس وقت ہماری نزاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے۔ سو اس کی بابت امام راغب نے ہرگز نہیں کہا اور نہ وہ کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شعر کہا کرتے تھے کیونکہ یہ خلاف واقع بھی ہے اور قرآن مجید کی صریح نص کے خلاف بھی ہے۔ غرض تمام

علمائے امت کیا محدثین اور کیا ادیب سب کے سب بالاتفاق فرماتے ہیں کہ آنحضرت بالخصوص اور تمام انبیاء بالعموم شعر گوئی سے پاک تھے۔ امام رازی اور امام زمخشری سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

اگر شعر کے معنی کذب لئے جائیں تو پھر قرآن مجید کی آیت کا مطلب یہ ہو گا کہ نہ ہم نے اپنے نبی کو کذب سکھایا اور نہ وہ اسی شان کے لائق ہے تو مطلب یہ ہوا کہ کذب نبی کے واسطے جائز نہیں مگر دوسرے لوگوں کے واسطے جائز ہے۔ ان کو حق حاصل ہے کہ کذب سے اجتناب نہ کریں۔ استغفر اللہ نیز اس طرح اس کا اگلی آیت سے کوئی تعلق نہیں ہو گا۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جب ایک جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے سو جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں::

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اسکی قرآن دانی

ناظرین ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب کو قرآن بھی اچھی طرح نہیں آتا تھا یہی وجہ ہے کہ آپ کی کتب میں کثرت سے آیات قرآنی غلط لکھی ہوئی ہیں۔ آپ جس کتاب کو اٹھائیں اس میں بیشتر آیات قرآنی غلط پائیں گے۔ اب مرزائیوں کی طرف سے یہ لغو عذر پیش کیا جاتا ہے کہ کتابت کی غلطیاں ہیں میں کہتا ہوں کہ جو ترجمہ ساتھ لکھا گیا ہے وہ بھی غلط ہے (ترجمہ غلط آیت کے مطابق ہے) کیا اس جگہ بھی کاتب کا قصور ہے اگر پہلے ایڈیشن میں اغلاط تھیں تو دوسرے میں ان کی تصحیح ہو جاتی مگر آج تک وہ اغلاط موجود ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ مرزائیون کو قرآن آتا ہے (یہ بالکل صحیح ہے اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں) اور نہ ہی مرزا صاحب کو۔ حالانکہ آپ کا دعوی ہے۔

"میں اپنے ذاتی تجربہ سے کہہ رہا ہوں کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے" (ص ۹۳ حاشیہ آئینہ کمالات) خزائن ص ۹۳ ج ۵ مگر آپ کو اتنی خبر نہیں کہ میں قرآن کی آیات غلط لکھ رہا ہوں۔

آیات قرآنی	الفاظ[۱] مرزا صاحب قادیانی
ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (پارہ ۱۴ رکوع ۱۶)	وقل جادلهم (ای جادل النصاری) بالحکمة والموعظة الحسنة اور اس نے یہ تو کہا کہ عیسائیوں سے حکمت اور نیک نصیحت کے طور بحث کرو (نور الحق) حصہ اول ص ۴۶ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۱۹۴ ﴿خ، ص: ۶۳، ج ۸﴾
هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام (پارہ ۲ رکوع ۹)	یوم یاتی ربک فی ظلل من الغمام یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئیگا" (حقیقۃ الوحی ص ۱۵۴)
الم یعلموا انه من یحادد الله ورسوله فان لهٗ نار جهنم خالداً فیها ذلک الخزی العظیم (پارہ ۱۰ ع ۱۴)	"الم یعلموا انه من یحادد الله ورسولهٗ یدخله ناراً خالداً فیها ذلک الخزی العظیم" (حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰)
قد انزل الله الیکم ذکراً۔ رسولاً یتلوا علیکم آیت الله (پارہ ۲۸ ع ۱۸)	قرآن شریف میں آیت انزل ذکراو رسولاً میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وانزل لکھا گیا ہے (امام الصلح اردو ص ۸۰ و ص ۸۱۔ ازالہ اوہام ص ۶۴۹)
ولقد اٰتینک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم ۱۴/۱۵	انا اٰتینک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم (براہین ص ۴۸۸)
کل من علیها فانٍ۔	کل من شئی فان (ازالہ اوہام ص ۱۳۶)
فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا لنار التی وقودها الناس والحجارة	فان لم تفعلوولن فاتقوا لنار التی وقودها الناس والحجارة (نور الحق جلد ۱ ص ۱۰۹) (سرمہ چشم آریہ کا حاشیہ ص ۱۰) حقیقۃ الوحی ص ۲۳۸، براہین احمدیہ ص ۲۲۰، ۲۹۵

[۱] مصنف نے اس ذیل میں جن کتب کے حوالے پیش کئے ہیں ان سے مراد قدیم نسخے ہیں جو مرزا کی زندگی میں متعدد بار اور اسکے مرنیکے بعد نصف صدی سے زائد مدت تک شائع ہوتے رہے ہیں۔ مرزائیوں کو اپنے پیغمبر اعظم کی فحش غلطیوں پر ندامت ہوئی تو بجائے اس کے کہ مرزا کی جھوٹی نبوت سے تائب ہوتے تقریباً ایک صدی کے بعد "روحانی خزائن" میں اپنے نبی سے صادر شدہ غلطیوں کی تصحیح ... معتبر نہ ہوں کہ مرزا سے منقول نہیں۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ "قرآن میں لفظی تحریفات۔" "ش"

اسی طرح مرزا صاحب نے حدیث نبوی ﷺ میں بھی زیادتیاں کی ہیں اور غلط حوالے دیئے ہیں۔ مثلاً ازالہ اوہام (۱۹/ ۴۴) ﴿خ، ص ن ۱۱، ج ۳﴾ میں صحیح بخاری کا حوالہ دے کر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کی نسبت فرمایا بل ہو امامکم منکم اسی طرح اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں صحیح بخاری کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ امام مہدی کے ظہور کے وقت یہ آسمان سے آواز آئیگی۔ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی فاستمعوہ واطیعوہ (ص ۴۰) ﴿خ ص ۳۳۷ ج ۶﴾ پہلی حدیث میں مرزا صاحب نے بل ہو اپنے پاس سے اپنے مطلب کے لئے بڑھالیا ہے۔ اور دوسری تو سراسر غلط ہے صحیح بخاری میں اس کا وجود ہرگز نہیں ہے۔

اعتراض

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ہر نبی نے دجال کی خبر دی ہے اور یہ بات ہر نبی کی کتاب میں کہاں ہے اور نیز، قرآن شریف نے کہا ہے کہ مسیح نے بشارت سنائی کہ میرے بعد احمد رسول آئے گا تو انجیل میں احمد کہاں لکھا ہے۔

الجواب

اس اعتراض سے لازم آتا ہے کہ اس طرح کے غلط حوالے سب جائز ہیں اور نیز یہ کہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ بھی غلط حوالے دیا کرتے تھے اور نیز یہ کہ قرآن میں بھی غلط حوالے مندرج ہیں قرآن میں حضور ﷺ کے عہد مبارک سے لے کر آج تک اس میں زیر زبر کی تحریف نہیں ہوسکی اور نہ ہوسکے گی کیونکہ قرآن مجید میں خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔ (پ ۱۴ حجر) یعنی بیشک ہم نے یہ نصیحت نامہ (قرآن) اتارا ہے اور ہم ہی اس کے حافظ ہیں۔

اگر بالفرض اس کے حوالے اگلی کتابوں میں نہیں ملتے تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید نے غلط حوالے دیئے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کتابیں محرف ومبدل ہوگئیں۔ جیسا کہ مرزا صاحب بھی "چشمہ معرفت" میں صاف طور پر لکھتے ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ کے مطالبات کو خدائے تعالی نے

اگلی کتابوں میں محفوظ رکھا۔ انجیل برناباس میں جس کی تصدیق مرزا صاحب اپنی کتاب "سرمہ چشم آریہ" وغیرہ میں کرتے ہیں۔ اس میں صاف طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا ہے اور پولوس کا خط بنام تھسلنیکیوں باب ۲ میں دجال اکبر کا ذکر ہے۔ اور متی باب ۲۴ر آیت ۲۴ر میں جھوٹے مسیحوں اور نبیوں کا ذکر ہے۔

مرزا صاحب قادیانی اور مولوی محمد علی کا اختلاف

مرزا صاحب قادیانی	مولوی محمد علی (احمدی) لاہوری
(۱) خدا کی پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ یونسؑ خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔ (مسیح ہندوستان میں ص ۱۱۴) (رسالہ ریویو آف ایلجنز بابت ماہ جنوری ۱۹۰۳ء)	قرآن شریف میں کسی جگہ مذکور نہیں کہ یونسؑ کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ (بیان القرآن ص ۱۸۰)
(۲) حضرت مسیحؑ کا مہد میں باتیں کرنا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے اور مرزا صاحب اس کی تصدیق کرتے اور فرماتے ہیں۔ اور یہ عجیب وغرب بات کہ حضرت مسیحؑ نے تو صرف مہد میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ۔	یہ زمانہ نبوت کا کلام ہے نہ پیدائش کے فوراً بعد کا (بیان القرآن ص ۱۲۲۳)

(۳) ۷؍اپریل ۱۹۰۶ء انا اتیک به قبل ان یرتدالیك طرفك (میں اس تخت کو تمہارے پاس لے آونگا پیشتر اس کے تمہاری طرف تمہاری نظر پھر آوے۔ ناقل) کے معنی ایک شخص نے پوچھے تو فرمایا۔ ایک پل میں عرش بلقیس کے آجانے میں استبعاد کیا ہے اصل میں ایسے اعتراض ایسے لوگوں کے دل میں اٹھتے ہیں اور وہی ایسی باتوں کی تاویل کرنے پر دوڑتے ہیں جن کا خدا تعالی کی قدرتوں پر پورا یقین نہیں ہوتا ہے۔

(اخبار بدر قادیان ۱۹؍اپریل ۱۹۰۶ء)

بعرشها میں مراد اس تخت کی ہے جو حضرت سلیمانؑ ملکہ بلقیس کو بٹھلانے کے واسطے اپنے اہل کاروں سے علیحدہ تیار کرانا چاہتے تھے۔ پس یاتونی بعرشها کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے اس کے واسطے تخت لے آو۔ یعنی تیار کر کے یا کروا کر۔ اس سے بلقیس والا تخت مراد نہیں (انگریزی ترجمہ قرآن نوٹ نمبر ۱۸۵۱)

(۴) وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچے کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ وہ صرف ملہم تھا نبی نہیں تھا (ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۵۳)

﴿خ، ص ۱۷۸، ج ۳﴾

حضرت خضر کو اپنی وحی کو حجت قطعی ٹھیرانے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول اور نبی تھے۔ (مرزا صاحب خضر کی نبوت کا انکار کرتے ہیں۔ مولوی صاحب ان کو نبی بتاتے ہیں)(بیان القرآن جلد ۲ ص ۱۱۵۸)

(۵) آنحضرت ﷺ کی جسمانی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ مگر روحانی طور پر آپ کی اولاد بہت ہوگی اور آپ ﷺ نبیوں کے لئے مہر ٹھرائے گئے یعنی آئندہ کوئی نبوت کا کمال بجز آپ ﷺ کی پیروی کی مہر کے کسی کو حاصل نہیں ہوگا۔ (چشمہ مسیحی ص ۴۴، ص ۴۵) ﴿خ، ص: ۳۸۸، ج ۲۰﴾	نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کیمہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں (بیان القرآن ص ۱۵۱۵)
(۶) حضرت مسیح سے سوال وجواب کا زمانہ روز قیامت ہے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰؑ کو کہے گا کہ کیا تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اپنا معبود ٹھیرانا تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں اپنی قوم میں تھا تو میں اُن کے حالات سے مطلع تھا پھر جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی ان کے حالات سے واقف تھا (نصرۃ الحق ص ۴۰) ﴿خ، ص: ۵۱، ج ۲۱﴾	یہ کلام عالم برزخ کا ہے جو نزول قرآن سے پہلے ہو چکا ہے (ص ۴۵۹ و ص ۶۶۱ بیان القرآن جلد اول)
(۷) مرزا صاحب مدعی نبوت ورسالت تھے اور آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) ہمارے	مرزا صاحب کا دعویٰ مجدد ہونے کا تھا۔ آپ نبی ہونے کا دعویٰ کیونکر کر سکتے تھے جبکہ خود تمام عمر یہ لکھتے رہے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو تورات میں مذکور ہیں کوئی نیا نبی نہیں ہوں پہلے بھی کئی نبی گزرتے ہیں جنہیں تم لوگ سچا مانتے ہو (قول مرزا در اخبار بدر ۹/اپریل ۱۹۰۸)	کے بعد دعویٰ نبوت کرے وہ ختم نبوت کا منکر وکذاب ودجال ہے (مقولہ مولوی محمد علی صاحب در پیغام صلح جلد ۱۴ نمبر ۲۵ ص ۶ کالم نمبر ۲)
(۸) آیت وآخرین منهم لما یلحقوا بهم.. کی تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ آنے والی قوم میں ایک نبی ہوگا (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۷) ﴿خ، ص:۵۰۲، ج،۲۲﴾	یہاں کسی دوسرے رسول کے آنے کی خبر نہیں (النبوۃ فی الاسلام ص ۱۲۶)
(۹) ابراہیمؑ چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ایک ابتلا کے وقت خدا نے اس کی مدد کی۔ جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا۔ خدا نے آگ کو سرد کر دیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۰) ﴿خ، ص:۵۲، ج،۲۲﴾	کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیمؑ آگ میں ڈالا گیا (بیان القرآن)
(۱۰) ہمارے ایمان اور اعتقاد میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ اور نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ (اخبار الحکم ۲۴ رجون ۱۹۰۱ء)	قرآن اور حدیث[1] سے یہ ثابت نہیں ہے کہ مسیح بن باپ بن پیدا ہوئے۔ (بیان القرآن جلد ۲ ملخصاً)

[1] ابن ابی شیبہ نے نبی کریم علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ کا کوئی باپ نہ تھا (کتاب بستان المحدثین ص ۱۱۰) ۱۲ منہ

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن حکیم میں جس طرح نماز، روزہ، حج اور زکوۃ ایسے فرائض اسی کی ادائیگی کیلئے مسلمانوں کو جابجا اور صریح احکام دیئے گئے ہیں۔ اس طرح حضرت باری تعالیٰ عزاسمہ، نے مسلمانوں کو دین مبین کی حفاظت اور اپنے ناموس، جانوں اور اموال کی مدافعت کیلئے جابجا قتال فی سبیل اللہ کی تاکید کی ہے۔ اور حکمائے امت نے اس حد تک استدلال فرمایا ہے کہ تمام فرائض انفرادی اور اجتماعی یعنی نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کا ماحصل اور نقطہ اسے قرار دیا ہے اور اس حقیقت کو ساری دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قتال کے دفاعی حق کو استعمال کئے بغیر نہ تو دنیا میں ظلم و تعدی کا استیصال ممکن ہے اور نہ کوئی قوم عزت و آزادی کی زندگی بسر کرسکتی ہے ارشاد ہے۔ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاکانهم بنیانٌ مرصوصٌ۔ البتہ اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف بصف ہو کر اس طرح لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ کی پگھلائی ہوئی دیوار ہیں: کتب علیکم القتال۔ تم پر قتال فرض کردیا گیا ہے۔ واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم۔ اور تم کافروں کے مقابلے میں جہاں تک تم سے ہوسکے اپنا زور تیار رکھو اور گھوڑے باندھے رکھو۔ اس سامان سے اللہ تعالیٰ کے دشمن اور تمہارے دشمن ڈرتے رہیں گے۔ (انفال ع ۸)

مرزا صاحب کا انحراف:۔

”جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کردیا“ (اربعین نمبر ۴ ص ۱۵ حاشیہ) ﴿خ، ص: ۴۴۳۔ ج، ۱۷﴾

”وہ گھنٹہ جو اس منارہ کے کسی حصہ دیوار میں نصب کرایا جائیگا اس کے نیچے یہ حقیقت مخفی ہے تاکہ لوگ اپنے وقت کو پہچان لیں یعنی سمجھ لیں کہ آسمان کے

دروازے کھولنے کا وقت آ گیا اب سے زمینی جہاد بند ہو گیا ہے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا...... سو آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا" (تبلیغ رسالت صفحہ ۳۵-۳۶)

"میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے" (تبلیغ رسالت جلد ہفتم ص ۱۷)

"میں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حرمین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں۔ کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھایا گیا ہے اور میں نے بائیس برس سے اپنے ذمہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی مخالفت ہو۔ اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں" (تبلیغ رسالت جلد دہم ص ۲۶)

"ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے" (ضمیمہ رسالہ جہاد ص ۷) ﴿خ، ص: ۲۸، ج، ۱۷﴾

چھوڑ دو اے دوستو جہاد کا خیال — دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

(درثمین)

نبی جہاں فوت ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے

حدیث شریف میں ہے کہ ہر ایک نبی جہاں فوت ہوتا ہے اسی جگہ اس کی قبر ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن ہوئے۔ مادفن نبی قط الافی المکان الذی توفی فیه.

نبی کریم ﷺ کا انتقال دو شنبہ کو ہوا اور غسل دیئے گئے منگل کو صحابہ میں اختلاف ہوا کہ آپ ﷺ کو کہاں دفن کیا جاوے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور کہا۔ سنا میں نے رسول ﷺ سے فرماتے تھے "نہیں دفن کیا گیا کوئی نبی مگر اس مقام میں جہاں اس کی وفات ہوئی" (باب ماجاء فی دفن المیت موطا امام مالکؒ)

اعتراض

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کا ایک راوی الحسین بن عبداللہ مجروح ہے۔

الجواب

اس حدیث میں حسین بن عبداللہ نام کا کوئی راوی نہیں ہے۔

اعتراض

ایک حدیث میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اپنی عمر کا زمانہ گزار کر حج کرنے جائیں گے اور پھر واپس آئیں گے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوں گے اور پھر وہاں سے مدینہ کی طرف ان کو اٹھا کر لے جایا جائے گا۔ اور پھر آنحضرت ﷺ کے حجرہ شریف میں دفن کیا جائیگا۔

الجواب

کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو یہ مرزا صاحب کے سراسر مخالف ہے کیونکہ نہ آپ نے حج کیا اور نہ مکہ اور مدینہ کے درمیان فوت ہوئے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریف میں دفن ہوئے بلکہ آپ لاہور میں فوت ہوئے اور قادیان میں دفن ہوئے۔

اعتراض

کتب یہود و نصاری کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ کئی ایک انبیاء جہاں فوت ہوتے تھے وہاں دفن نہیں ہوئے۔

الجواب

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پیش کی ہے کہ ہر ایک نبی جہاں انتقال فرماتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اور آپ غلط سلط اور نہایت ردی و ناقابل استناد کتب

سے تمسک کرتے ہیں حضور علیہ السلام کی حدیث کے آگے چون وچرا کرنا گناہ ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب جھوٹے تھے ورنہ وہ لاہور میں ہرگز نہ مرتے۔ یہ خدا نے اس لئے کیا کہ مرزائیوں پر اتمام حجت ہو۔

مرزائیت اور عیسائیت

ناظرین! مرزا صاحب قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مسیح جس کی نسبت احادیث میں خبر دی گئی ہے وہ میں ہوں۔ ہم نے دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی میں مسیح موعود کے نشانات پائے جاتے ہیں یا نہیں::

(۱) ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ مسیح موعود کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہیں رہیگا۔ اس حدیث کو مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں"::

(الف) "تمام دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو کر وحدت قومی قائم ہو جائے گی"

(چشمہ معرفت ص۸۰) (خ، ص ۹۰ ج ۲۳)

(ب) "غیر معبود اور مسیح وغیرہ کی پوجا نہ رہیگی اور خدائے واحد کی عبادت ہوگی"

(الحکم ۱۷/ جولائی ۱۹۰۵ء)

(۲) مشکوۃ شریف کی حدیث میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسیح موعود آکر عیسائیت کے زور کو توڑیگا" مرزا صاحب اس حدیث کو بھی اپنے حق میں لیتے ہیں اور فرماتے ہیں:۔

"میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑدوں" (اخبار بدر ۱۹/ جولائی ۱۹۰۶)

مرزائیوں کا اپنا اخبار پیغام صلح مرزا صاحب غلام احمد آنجہانی کے کذب پر مہر تصدیق ثبوت کرتا ہے۔ اور نہایت حسرت کے ساتھ لکھتا ہے:۔

"عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے" (پیغام صلح ۶/ مارچ ۱۹۲۸ء)

دور کیوں جائیں مردم شماری کی رپورٹ ہی دیکھ لیں۔ قادیان کے اپنے ضلع

گورداسپور کی عیسائی آبادی کا نقشہ یہ ہے:-

سال	عیسائیوں کی آبادی
۱۸۹۱ء	۲۴۰۰
۱۹۰۱ء	۴۴۷۱
۱۹۱۱ء	۲۳۳۶۵
۱۹۲۱ء	۳۲۸۳۲
۱۹۳۱ء	۴۳۲۴۳

جب سے مرزائیت نے جنم لیا ہے۔ عیسائیت روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ اس قلیل عرصہ میں صرف قادیان کے اپنے ضلع گورداسپور کے عیسائی اٹھارہ گنا بڑھ گئے ہیں۔ اب ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ غور سے سن لیں اور خود فیصلہ کر لیں:- مرزاجی فرماتے ہیں۔

"اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں" (بدر ۱۹؍جولائی ۱۹۰۶ء)

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

مبارک ہیں وہ لوگ جو مرزا صاحب کی ناکامی پر گواہی دیتے ہیں اور انہیں جھوٹا سمجھتے ہیں کہ عاقبت انہی کی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کا توبہ نامہ

مرزا صاحب نے محدثیت، مجددیت، نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ خدا نے میرا نام محمد اور رسول رکھا ہے (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)﴿خ ص ۲۰۷، ج ۱۸﴾ چنانچہ لاہوری اور قادیانی دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بروز، ظل، انعکاس اور سایہ ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا صرف ایک واقعہ آپ حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ کفار مکہ نے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب سے شکایت کی کہ آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے بتوں کی مخالفت سے روک دیں۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر "میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاندی بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں اپنے تبلیغی فرائض کو نہیں چھوڑ سکتا"

مگر دوسری جانب اس ظل اور بروز کو ملاحظہ فرمائیں کہ کس عاجزی اور بے کسی کی حالت میں ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں اپنا مندرجہ ذیل توبہ نامہ پیش کرتے ہیں۔ اگر مرزا صاحب کی جگہ احرار اسلام کا ایک معمول والنٹیر اور رضا کار ہوتا تو وہ بھی ایسی عاجزی کا ثبوت نہ دیتا:۔

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالی باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:۔

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی خیال کئے جا سکیں۔ کہ کسی شخص کو یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو، ہو یا عیسائی وغیرہ، ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا::

(۲) میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

(۳) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا۔ جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشار کھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائیگا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

(۴) میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں۔

یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں۔ جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی ذات کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال ،کافر، کاذب بطالوی نہیں لکھونگا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی کئے، جانے چاہئیں۔ جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے۔ تو اس کا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کروں گا جس سے ان کو تکلیف پہونچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

(۵) میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں۔ تاکہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو، یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیشگوئی کرنے کیلیئے بلاؤں گا۔

(۶) جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے۔ میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں۔ جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ نمبر۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، میں اقرار کیا ہے۔

العبد	گواہ شد	دستخط
مرزا غلام احمد بقلم خود	خواجہ کمال الدین بی۔ اے ایل ایل بی	جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور

۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء

قادیانی عقائد

مسلمانوں سے قطع تعلق:۔

"تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا"

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷)﴿خ ص ۶۴ ر ج ۱۷﴾

"غیر احمدیوں سے دینی امور میں الگ رہو" (نہج المصلی ص ۳۸۲)

سوال

مؤرخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء کو خان محمد عجب خاں صاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں۔ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں؟ (فتاویٰ احمدیہ ص ۱۹)

جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا

"اول تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں۔اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا۔اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہر گز نہیں اکیلے پڑھ لو۔ خدا تعالیٰ اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے۔پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے" (فتاویٰ احمدیہ ص ۱۹)

تمام اہل اسلام کافر اور دائرہ اسلام سے خارج

"سوم یہ کہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ میرے عقائد ہیں"۔ (آئینہ صداقت ص ۳۵ از مرزا محمود)

ابراہیم بن عثمان عَبَسی بھی متروک ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ یہ شخص متروک الحدیث ہے اور تہذیب التہذیب (ص ۱۴۴ ج ۱) میں محدثین کے بہت سے اقوال اس کی تضعیف میں نقل کیے ہیں، غالباً اسی بناء پر علامہ نووی نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے (تہذیب الاسماء واللغات ۱۰۳ ج ۱ اور مدارج النبوت ص ۲۶۷ ج ۲ (شیخ عبدالحق) میں ہے "اعتبارے ندارد" جن لوگوں نے اس کی تائید کی ہے، اول تو وہ نقاد حدیث نہیں ان پلہ اور درجہ اس فن میں ہلکا و کمتر ہے۔ لہذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں[1]

پھر اس کا جھوٹی اور مردود ہونا یوں بھی ظاہر ہے کہ یہ قرآن پاک کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے اور صدہا احادیث صحیحہ نبویہ مندرجہ صحاح ستہ مسلمہ فریقین و مقبولہ مرزا کے خلاف ہے۔

"آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث لانبی بعدی۔ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف میں جس کا لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"

(کتاب البریۃ مصنفہ مرزا ص ۸۴) (خ ص ۲۱۷، ج ۱۳)

اعتراض

یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے، لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

الجواب

سبحان اللہ! کیا علمیت ہے کہ حدیث کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ یہ ابن ماجہ میں ہے، صاحب علم حضرت سے مخفی نہیں کہ صحاح ستہ میں بھی بہت سی ضعیف روایات موجود ہیں۔

---

[1] نوٹ:- صحیح الفاظ جو آنحضرت ﷺ کے فرزند کی وفات کے متعلق منقول ہیں یہ ہیں لوقضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ولکن لانبی بعدہٗ۔ یعنی اگر قضائے الٰہی میں یہ بات ہوتی، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کا بیٹا (ابراہیم) زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے اور ابن ماجہ میں بھی۔

ابن ماجہ کا تو چھٹا درجہ ہے، بلکہ بعض لوگ مثلاً علامہ ابن اثیر صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار ہی نہیں کرتے، بلکہ موطا، مالک کو شمار کرتے ہیں۔ مرزا صاحب بخاری اور مسلم میں بھی ضعیف حدیثیں بتاتے ہیں، مثلاً صحیح مسلم میں دمشقی منارے والی حدیث (جس کو نواس بن سمعان نے بیان کیا ہے) کو ضعیف شمار کرتے ہیں۔

"یہ حدیث وہ ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے، جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے"

(ازالہ اوہام ص ۲۲۰ ط اول ص ۱۵۸ ط ۲) ﴿خ ص ۲۱۰ ج ۳﴾ "صحیح بخاری میں ہے کہ مجھ کو یونس بن متیٰ پر فضیلت مت دو مرزا صاحب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں" (ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۳ ط اول ص ۱۵۶ ط ۲ لاہور) ﴿خ ص ۱۶۳ ج ۵﴾

بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا، مرزا صاحب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الحکم و بدر)

لہذا ثابت ہوا کہ کسی حدیث کا ابن ماجہ میں ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں۔

اعتراض

اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نیز ملا علی قاری نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (موضوعات کبیر ص ۶۸، ۶۹)

الجواب

اول تو وہ نقاد حدیث سے نہیں ہیں، ان کا مرتبہ اس فن میں کمتر ہے، ائمہ حدیث مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن عبد البر اور امام نووی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، بلکہ امام نووی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان عظیم ہے، دیکھئے موضوعات کبیر ص ۶۸، ۶۹۔ ابراہیم بن عثمان عبسی راوی کو ائمہ حدیث نے مجروح قرار دیا ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۴۲ جلد ۱)

مسلمانوں کی اقتداء میں نماز حرام ہے

"خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھستا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔ میں تم کو تاکید منع کرتا ہوں کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو"۔ (الحکم ۷ر فروری ۱۹۰۳ء)

"یاد رکھو کہ جیسے خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر و مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو"

(حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۷) (خ ص ۶۴ ر ج ۱۷)

کسی مسلمان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

"ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی (مرزا غلام احمد) کے منکر ہیں یہ دین کا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کا اختیار نہیں کہ کچھ کر سکے"۔

(انوار خلافت ۹۰ خ)[1]

جائز نہیں! جائز نہیں!! جائز نہیں!!!

"باہر سے لوگ بار بار پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ تم جتنی دفعہ بھی پوچھو گے اتنی دفعہ میں یہی کہوں گا کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں جائز نہیں!! جائز نہیں!!! (انوار خلافت ۸۹ خ)

مسلمانوں سے رشتہ وناطہ حرام

خلیفہ قادیان لکھتا ہے کہ میرے باپ سے:-

"ایک شخص نے بار بار پوچھا۔ اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے

---

[1] سے مراد مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیان ہے

بعد اس نے غیر احمدیوں میں لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹادیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ حالانکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا" (انوار خلافت ۹۴ خ)

مسلمانوں سے رشتہ وناطہ جائز نہیں۔

"غیراحمدیوں کو لڑکی دینے سے بڑا نقصان پہنچتا ہے اور علاوہ اسکے وہ نکاح جائز ہی نہیں۔ لڑکیاں چونکہ طبعاً کمزور ہوتی ہیں اس لئے وہ جس گھر میں بیاہی جاتی ہیں اس کے خیالات واعتقادات کو اختیار کر لیتی ہیں اور اس اپنے دین کو تباہ کر لیتی ہیں۔

(برکات خلافت ۷۳ خ)

"حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے" (برکات خلافت خ، ص ۷۵) "جو شخص غیراحمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے کیا کوئی غیراحمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو"۔

(ملائکۃ اللہ خ ۴۶)

مسلمانوں کی نماز جنازہ ناجائز

مرزا قادیان کا اپنے فوت شدہ بیٹے سے سلوک

خلیفہ قادیان اپنے باپ کے متعلق روایت کرتا ہے:۔

"آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا جو آپ کی زبانی طور پر تصدیق کرتا تھا جب وہ مرا تو مجھے یاد ہے آپ ٹہلتے جاتے اور فرماتے کہ اس نے کبھی شرارت نہیں کی تھی بلکہ میرا فرمانبردار ہی رہا ایک دفعہ میں بیمار ہوا اور شدت مرض میں مجھے غش آگیا، جب مجھے ہوش آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے پاس کھڑا نہایت درد سے رو رہا ہے۔ اور یہ بھی فرماتے کہ یہ میری بڑی عزت کرتا تھا۔ لیکن آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔

حالانکہ وہ اتنا فرمانبردار تھا کہ بعض احمدی بھی نہ ہوں گے۔ محمدی بیگم کے متعلق جب جھگڑا ہوا تو اس کی بیوی اور اس کے رشتہ دار بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ حضرت صاحب نے ان کو فرمایا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دے دو۔ اس نے طلاق لکھ کر حضرت صاحب کو بھیج دی۔ باوجود اس کے جب وہ مرا تو آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا"۔

(انوار خلافت ص ۹۱)

فرمانبردار بیٹے سے جس گروہ کے بانی کا یہ سلوک ہوا ایسے گروہ کی مسلمانوں سے جیسی ہمدردی ہو سکتی ہے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہی خلیفہ قادیان ازخود ایک سوال پیدا کر کے اس کا جواب دیتا ہے۔

"غیر احمدی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منکر ہوئے اس لئے ان کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیئے لیکن اگر کسی غیر احمدی کا چھوٹا بچہ مر جائے تو اس کا جنازہ کیوں نہ پڑھا جائے وہ تو مسیح علیہ السلام کا مکفر نہیں۔ میں یہ سوال کرنے والے سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو پھر ہندوؤں اور عیسائیوں کے بچوں کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا جاتا؟" (حوالہ مذکور)

کسی مسلمان کا جنازہ مت پڑھو۔

"قرآن شریف سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر اسلام لے آیا ھے۔ لیکن یقینی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہو گیا ہے۔ تو اس کا بھی جنازہ جائز نہیں۔ (نہ معلوم یہ حکم کہاں ہے) پھر غیر احمدی کا جنازہ کس طرح پڑھنا جائز ہو سکتا ہے"

(انوار خلافت ص ۹۲)

شعائر اللہ کی ہتک۔

تیرہ سو سال گذر چکے مگر اس عرصہ میں شعائر اسلامی کی ہتک اور انتہائی توہین کی کوئی شخص جرأت نہیں کر سکا۔ مکہ و مدینہ کی فضیلت مسلمہ چیز ہے۔ قرآن پاک نے صاف الفاظ میں ان مقامات کی عزت و حرمت بیان فرمائی۔ مسلمانوں کی ان مقامات

سے انتہائی محبت کا آج بھی یہ حال ہے کہ اطراف واکناف عالم سے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں، فرزندان توحید شعائر اسلامی کی زیارت اور فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ خداوند کریم نے حج کو ایک صاحب توفیق پر فرض قرار دیا ہے اور صاف ارشاد فرمایا ہے۔ کہ حج میں بے شمار برکتیں ہیں۔ مگر خلیفہ قادیان اپنے خیالات کا ان الفاظ میں اظہار کرتا ہے:۔

"قادیان تمام بستیوں کی ام (ماں) ہے پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جاوے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی نہ کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہیگا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟" (حقیقۃ الرؤیا۔ خ ۴۶)

سالانہ جلسہ دراصل قادنیوں کا حج ہے:۔

خلیفہ قادیان لکھتا ہے:۔

"ہمارا سالانہ جلسہ ایک قسم کا ظلی حج ہے" (الفضل یکم دسمبر ۱۹۳۲ء)

اب حج کا مقام صرف قادیان ہے:۔

"ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔ خدا تعالی نے قادیان کو اس کام (حج) کے لئے مقرر کیا ہے" (ملخص از برکات خلافت خ ۵)

مسلمانوں سے انتہائی دشمنی کے ثبوت میں حسب ذیل حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:۔

مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارنا:۔

انتقام لینے کا زمانہ:۔

"اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح آیا تھا اسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لئے آیا کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتارے......

حضرت مسیح موعود نے مجھے یوسف قرار دیا ہے میں کہتا ہوں مجھے یہ نام دینے کی کیا ضرورت تھی۔ یہی کہ پہلے یوسف کی جو ہتک کی گئی ہے۔ اس کا میرے ذریعہ ازالہ

کر دیا جائے پس وہ تو ایسا یوسف تھا جسے بھائیوں نے گھر سے نکالا تھا۔ مگر اس یوسف نے اپنے دشمن بھائیوں کو گھر سے نکال دیا۔ پس میرا مقابلہ آسان نہیں"

(عرفان الٰہی خ ۹۴،۹۵)

مخالفین کی سولی پر لٹکانا۔

"خدا تعالیٰ نے آپ (مرزا غلام احمد) کا نام عیسیٰ رکھا ہے تا کہ آپ سے پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے سولی پر لٹکایا تھا مگر آپ زمانہ کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں" (تقدیر الٰہی خ ۲۹)

"بشارت اسمہٗ احمد"

واذقال عیسیٰ ابن مریم یبنی اسرآئیل إنی رسول الله إلیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراة ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمهٗ احمد۔ فلما جائهم بالبینت قالوا هذا سحرمبین (سورہ الصف پارہ ۲۸، رکوع ۱) اور جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل تحقیق میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں ماننے والا اس چیز کو کہ آگے میرے ہے توریت سے اور خوشخبری دینے والا ساتھ ایک رسول کے کہ میرے بعد آویگا نام اس کا احمد ہے۔ پس جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی کھلی دلیلوں کے ساتھ آیا۔ تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا کھلا، جادو ہے۔

ناظرین کرام! اس آیت مقدسہ میں ایک رسول کی آمد کا ذکر ہے جس کا نام احمد ہے اور اس کی تعیین ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ مگر قادیانی آپ کو اسمہٗ احمد والی پیشگوئی کا مصداق نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک اس آیت کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ مگر دراصل بات اور ہے۔ یہ لوگ نہ قرآن کو مانتے ہیں نہ حدیث نبوی کو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ میں اس کا مصداق ہوں۔

(۱) عن جبیربن مطعم قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحواللہ بی الکفروانا الحاشرالذی یحشرالناس علی قدمی وانا العاقب لیس بعدی نبی (ترمذی، فتح الباری) حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ میرے لئے نام ہیں۔ میں محمد ﷺ ہوں۔ میں احمد ﷺ ہوں۔ اور میں ماحی ہوں مٹادیگا اللہ میرے ساتھ کفر کو اور میں حاشر ہوں کہ اٹھائے جائیں گے لوگ میرے قدم پر۔ اور میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

مندرجہ بالا حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے پانچ نام بتائے ہیں۔ مگر پہلے دو ناموں کی تشریح نہیں کی کیونکہ وہ ذاتی نام ہیں محمد ﷺ اور احمد ﷺ۔

مگر دوسرے نام صفاتی ہیں لہذا آپ ﷺ نے ان کی تشریح کر دی۔

(۲) مشکوۃ المصابیح مترجم جلد ۴ باب فضائل سید المرسلین میں ایک مرفوع روایت کے الفاظ یوں ہیں:-

وساخبرکم باول امری دعوۃ ابراھیم وبشارۃ عیسی اور اب خبر دوں تم کو ساتھ اول امر اپنے کے کہ وہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہے اور خوشخبری دینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے جس طرح آنحضرت ﷺ نے ودعوۃ ابراھیم فرما کر اس دعائے خلیل کی طرف اشارہ کیا ہے جو پارہ اول سورہ البقرۃ کے رکوع ۱۵ میں یوں مذکور ہے (ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم) اے ہمارے رب بھیج ان عربوں میں ایک رسول ان میں سے اسی طرح آپ ﷺ نے بشارت عیسیٰ کے متعلق (وبشارۃ عیسیٰ) فرما کر اس نوید مسیحا کی طرف اشارہ کیا جو سورۃ الصف میں ہے۔

(۳) اسمی فی القرآن محمد وفی الانجیل احمد میرا نام قرآن میں محمد ﷺ ہے اور انجیل میں احمد ہے (خصائص الکبریٰ جلد اول ص ۷۸۔ شرح الشفا جلد اول ص ۴۸۹۔ مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۹۴)

خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بات کو لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام احمد ﷺ تھا۔

(۱) "مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمهٗ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمد ہوگا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گزر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائیگا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے"۔

(آئینہ کمالات اسلام مطبوعہ ۱۹۲۲ء ص ۴۲) ﴿خ ص ۴۲ ر ج ۵﴾

(۲) "حضرت رسول کریم ﷺ کا نام احمد وہ ہے جس کا ذکر حضرت مسیح نے کیا۔ یاتی من بعدی اسمهٗ احمد کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نبی میرے بعد بلا فصل آئیگا۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان اور کوئی نبی نہ ہوگا"

(کتاب ملفوظات احمد یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء ص ۴، ۵ اخبار الحکم مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۱ء)

﴿ملفوظات ص ۲۰۸ر ۱۷۷ر ۱۷۸ر ج ۲﴾

(۳) "اور اس فرقہ کا نام فرقہ احمدیہ اسلئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم، دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم" (اشتہار واجب الاظہار مورخہ ۴۔ نومبر ۱۹۰۰ء ص ۴) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۳۶۵ر ج ۳﴾

(۴) رسالہ اربعین مطبوعہ ۱۹۰۲ء نمبر ۴ ص ۱۵ ﴿خ ص ۴۴۳ر ج ۱۷﴾ پر لکھا ہے:۔

"تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی ﷺ کے دو نام ہیں (۱) ایک محمد ﷺ اور یہ نام توراۃ میں لکھا ہے ×××× دوسرا نام احمد ﷺ ہے اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک اجمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:۔

ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمهٗ احمد"

نکتہ (۱) "ویاتی من بعدی" کہ وہ میرے بعد آئیگا۔ حضرت عیسیٰؑ نے ایک اپنے

مثیل نبی کے آنے کی خبر دی ہے مگر یہ نہیں کہا کہ وہ میرے بعد آئیگا۔ اگر یہ ہوتا کہ قیامت تک کبھی آجائے۔ تو ان الفاظ یاتی من بعدی کی کوئی تعیین نہیں ہوتی بلکہ یہ بے معنی بات نعوذ باللہ قرآن نے کہہ دی اتنا کافی تھا مبشرا برسول اسمه احمد۔

نکتہ (۲) فلما جاء میں جاء ماضی کا صیغہ ہے اگر کوئی کہے کہ ماضی کے معنی مستقبل کے بھی ہوتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے جب تک کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو۔ تب تک ماضی کے معنی مستقبل ہرگز نہیں ہو سکتے۔ پھر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس کا مصداق ٹھیراتے ہیں۔ پھر ہم کون ہیں۔ نیز جاء کا اطلاق عام طور فعل ماضی پر ہوتا ہے۔ بخلاف لفظ اتی کے کہ یہ مضارع کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

نکتہ (۳) قالوا هذا سحر مبین میں قالوا ماضی کا صیغہ ہے لوگ رسول اللہ ﷺ کو جادوگر کہتے تھے واذا تتلی علیهم ایتنا بینت ...... وقال الذین کفروا للحق لما جاءهم ان هذا الا سحرٌ مبین (سورۃ سبا پارہ ۲۲) مگر مرزا صاحب کو تو کوئی ہندو یا عیسائی جادوگر نہیں کہتا۔ بلکہ دوسرے القاب سے یاد کرتے ہیں مثلاً دجال کذاب۔ مفتری علی اللہ وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ۔ مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا نہ کہ احمد۔ ملاحظہ ہو (کتاب البریہ ص ۱۳۴ حاشیہ) (میرا نام غلام احمد) ﴿خ ص ۱۶۲ ج ۱۳﴾ میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ، اس چیز کی تصدیق مندرجہ ذیل کتاب سے ہوتی ہے تحفہ شہزادہ ویلز ص ۲۹، الفضل مورخہ ۱۵/۱۹ مئی ۱۹۱۷ء، الحکم مورخہ ۳۰/اپریل ۱۹۰۲ء رسالہ (کشف الغطاء ص ۲) ﴿خ ص ۱۷۰ ج ۱۴﴾ (دافع البلاء ص ۱۳) ﴿خ ص ۲۳۳ ج ۱۸ تذکرہ ص ۱۷۹﴾ ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون ۱۹۰۶ء ص ۲۱۸ کا حاشیہ۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خاں

"ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خاں ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴/ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا...... مگر خدا نے اس کی پیشگوئی

کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا اور خدا اس کو ہلاک کریگا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کریگا"۔ (چشمہ معرفت ص ۳۲۱ و ص ۳۲۲ مصنفہ مرزا صاحب۔ تاریخ اشاعت ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء) ﴿خ ص ۳۳۶ ج ۲۳ تذکرہ ص ۷۳۸،۷۳۹﴾

"اور دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا"

(تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۹۱ ج ۳﴾

مندرجہ بالا تحریرات میں مرزا صاحب نے بالہام خود ڈاکٹر عبدالحکیم خاں مرحوم کی ہلاکت اپنی زندگی میں بتائی ہے حالانکہ ڈاکٹر صاحب مرحوم مرزا صاحب سے کئی سال بعد فوت ہوئے۔

اعتراض

ڈاکٹر عبدالحکیم اپنی پیش گوئی کو منسوخ کر چکا تھا۔

الجواب

ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی کا ذکر نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئی کی ہے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ:-

"میں امام الزماں ہوں" (ص ۴ ضرورۃ الامام) ﴿خ ص ۴۹۵ ج ۱۳﴾ اور "امام الزماں کی الہامی پیش گوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں یعنی غیب کو ہر ایک پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو"

(ص ۱۳ ضرورۃ الامام) ﴿خ ص ۴۸۳ ج ۱۳﴾

کہ "خدا اسکو میری زندگی میں ہلاک کریگا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا"۔ اور یہ پیشگوئی از سر تا پا جھوٹی نکلی۔

باب دوم

ختم نبوت

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر گیارھویں دلیل

"دنیا میں جو غرض انبیاء و رسل کی بعثت کی اللہ تعالی نے بیان فرمائی تھی وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں اپنے کمال کو پہنچ کر پوری ہو گئی اور جب غرض پوری ہو گئی تو اس کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی حاجت باقی نہ رہی ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط کے ساتھ اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں روشن کر دیا۔ جتنی روشنی امکانی طور پر انسان سرچشمہ الوہیت سے حاصل کر سکتا ہے، وہ سب حاصل کر لی جو کوئی ہدایت دنیا کی کسی قوم کیلئے آئندہ آنے والے کسی زمانہ کے لئے ایک قوم، ایک ملک یا ایک فرد کے ادنی سے ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ سے اعلی حالت تک تزکیہ اور تکمیل نفس کا کام دے سکتی ہے اس کو محمد ﷺ نے دنیا میں پہنچا دیا، نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی نبی کی ضرورت دنیا میں تکمیل انسانی کے کسی نئے پہلو کو واضح کرنے کے لئے ہوتی تھی لیکن قرآن نے چونکہ تکمیل انسانی کے سارے پہلوؤں کو کمال تک پہنچا دیا اس کیلئے کسی نئے نبی کی ضرورت بھی نہ رہی۔ نبوت کے ختم ہونے سے مراد یہ نہیں کہ ایک نعمت جو پہلے انسانوں کو ملتی تھی، اب اس کا ملنا بند ہو گیا ہے، بلکہ مراد ہے کہ وہ نعمت اپنے پورے کمال کے ساتھ انسانوں کو پہنچا دی گئی ہم نعمت نبوت سے محروم نہیں بلکہ وہ نعمت اپنی اعلیٰ ترین صورت میں ہمارے پاس موجود ہے، جس طرح آفتاب کے بعد چراغ کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ اس کی روشنی انسانوں کو چراغ کا محتاج نہیں چھوڑتی۔ اسی طرح محمد ﷺ کی رسالت کے آفتاب کے طلوع ہونیکے بعد کسی چراغ نبوت کی انسانوں کو ضرورت نہیں"

(النبوۃ فی الاسلام مصنفہ مولوی محمد علی احمدی ص ۴۷)

ختم نبوت کا ثبوت از قرآن

(۱) "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین۔ محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا" (ص ۶۱۴ ط ا / ۵۲ ۴ ازالہ اوہام ط / ۲ مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ ص ۴۳۱ / ج ۳﴾

"ولکن رسول الله وخاتم النبیین الاتعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبیناصلی الله علیه وسلم وخاتم الانبیاء بغیراستثناء وفسره نبینا صلی الله علیه وسلم فی قوله لانبی بعدی ببیان واضح للطالبین" (حمامۃ البشریٰ ص ۳۴ مصنفہ مرزا صاحب طبع مطبوعہ لاہور) ﴿خ ص ۲۰۰ / ج ۷﴾

کیا تم نہیں جانتے (اے بے سمجھ مرزائیو) کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر لانبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے۔

"حدیث لانبی بعدی میں بھی (لا) نفی عام ہے"

(ایام الصلح ص ۱۴۶ مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۳۹۳ / ج ۱۴﴾

هست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

(سراج منیر ص ج) ﴿خ ص ۹۵ / ج ۱۲﴾

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جسکا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیۂ کریمہ ولکن رسول الله وخاتم النبیین۔ سے بھی اس کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم ﷺ پر نبوت ختم چکی ہے"

(کتاب البریت مصنفہ مرزا ص ۱۸۴) ﴿خ ص ۲۱۷ / ج ۱۳﴾

مرزا صاحب نے اس آیت کی تفسیر میں جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ ہے انا خاتم النبیین لانبی بعدی (مشکوٰۃ کتاب الفتن) میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دوسری آیت

الیوم اکملت لکم دینکم واتممتُ علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا یعنی آج میں نے قرآن کے اتارنے اور تکمیل نفوس سے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور اپنی (نبوت کی) نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کر لیا۔ حاصل مطلب کہ قرآن کریم جس قدر نازل ہونا تھا ہو چکا اور مستعد دلوں میں نہایت حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کر چکا اور تربیت کو کمال تک پہنچا دیا اور اپنی نعمت کو ان پر پورا کر دیا" (نورالقرآن نمبر ا۔ ص ۱۱ تا ص ۱۵) ﴿خ ص ۳۴۴ ۳ تا ۳۴۹ ر ج ۹﴾

(۲) قرآن شریف جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے، اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں"۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۸۳) ﴿خ ص ۱۷۴ ر ج ۱۷﴾

(۳) خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں صحابہؓ کو مخاطب کیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کی اور اس آیت کو اس طور سے نہ فرمایا کہ آج میں نے اے نبی ﷺ! آپ کے دین کو کامل کر دیا۔ اس میں حکمت یہ ہے تا کہ ظاہر ہو کہ صرف قرآن کی تکمیل نہیں ہوئی بلکہ ان کی بھی تکمیل ہو گئی جن کو قرآن پہنچایا گیا اور رسالت کی علت غائی کمال تک پہنچ گئی (حاشیہ نورالقرآن نمبر ا۔ ص ۱۹) ﴿خ ص ۳۵۲ ر ج ۹﴾

(۴) "ہم لوگ ختم ہونا وحی کا مانتے ہیں۔ گو کلام الہٰی اپنی ذات میں غیر محدود ہے لیکن چونکہ وہ مفاسد جن کی اصلاح کے لئے کلام الہٰی نازل ہوئی ہے (یا رسول

آتے ہیں۔ناقل)وہ قدر محدود سے زیادہ نہیں اس لئے کلام الٰہی بھی اسی قدر نازل ہوئی جس قدر بنی آدم کو ضرورت تھی اور قرآن ایسے زمانے میں آیا کہ جس میں ہر طرح کی ضرورتیں جن کا پیش آنا ممکن تھا پیش آ گئی تھیں۔اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی پس انہی معنوں میں شریعت فرقانی مختم و مکمل ٹھیری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں۔اب قرآن اور دوسری کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں خلل سے بھی محفوظ رہتیں تاہم بوجہ ناقص ہونے کے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنی قرآن ظہور ہوتا مگر قرآن کے لئے اب یہ ضرورت در پیش نہیں کہ بعد کوئی کتاب آوے کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ہاں اگر فرض کیا جائے کہ اصول قرآن وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ بنائے جائینگے یا مسلمان شرک اختیار کرلیں گے تو بیشک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہے مگر یہ دونوں قسم کے فرض محال ہیں۔قرآن شریف کا محرف ہونا اسلئے محال ہے کہ خدا نے خود فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔یعنی اس کتاب کو ہم نے ہی نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اور مسلمانوں کا شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس بارے میں بھی پیشگوئی کر کے فرما دیا وما یبدئ الباطل وما یعید۔یعنی شرک مخلوق پرستی نہ اپنی کوئی شاخ نکالیگی نہ پہلی حالت پر عود کریگی۔پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں خاتم الرسل ہیں"(حاشیہ براہین احمدیہ ص ۱۰۹ تا ۱۱۱)خ ص ۱۰۱ ر تا ۱۰۲ ر ج ار ملخصاً بلفظہٖ

تیسری آیت

وما ارسلنك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً(سورہ سبا رکوع ۳ پارہ ۲۲)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء اور سب رسولوں سے بہتر اور بزرگ تر تھے۔ اور خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ جیسے آنحضرت ذاتی جوہر سے انبیاء کے سردار ہیں ایسا ظاہری خدمات کی رو سے ان کا سب سے فائق اور برتر ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے

اس لئے خدا تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو کافۂ بنی آدم کے لئے عام رکھا"

(براہین احمدیہ ص ۵۴۵) ﴿خ ص ۶۵۳ ج ۱﴾

(۲) "جب دنیا نے اتحاد اور اجتماع کے لئے پلٹا کھایا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے سامان پیدا ہوگئے تب وہ وقت آگیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اٹھادیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کیا جائے تب خدا نے سب دنیا کیلئے ایک ہی نبی بھیجا تا کہ وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور تا جیسا کہ ابتداء میں ایک قوم تھی آخر میں بھی ایک ہی قوم بنادے"

(چشمہ معرفت ص ۱۳۶) ﴿خ ص ۱۴۴ ج ۲۳﴾

معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کا تمام بنی نوع آدم کیلئے رسول ہونا آپ ﷺ کی فضیلت اور خدا کی اس حکمت کیلئے ہے کہ ابتداء کی طرح انتہا میں بھی ایک ہی قوم اور ایک ہی رسول ہو۔ پس جو شخص اس وحدت میں خلل انداز ہوتا ہے وہ نہ صرف خدا کی حکمت کو باطل کرنا چاہتا ہے بلکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سیرت کا دشمن ہے۔

چوتھی و پانچویں آیت

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں فرماتے ہیں کہ مجھے دوسری قوموں سے سروکار نہیں۔ قرآن شریف میں یہ نہیں لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف قریش کے لئے بھیجے گئے بلکہ لکھا ہے کہ قل یایھا الناس انی رسول اللہ إلیکم جمیعا میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین یعنی ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہاں پر رحمت کی جائے پس جیسا کہ خدا تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں"۔

(ضمیمہ چشمہ معرفت ص ۱۶) ﴿خ ص ۳۸۸ ج ۲۳﴾

پس جس طرح دوسرا خدا ماننے والا مشرک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو ماننے والا مشرک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت

عامہ میں حائل ہوکر لعنت میں گرفتار ہو رہا ہے۔

چھٹی آیت

"لتکون للعالمین نذیراً یعنی ہم نے تجھ کو بھیجا تاکہ تو دنیا کی تمام قوموں کو ڈراوے"۔ (نور القرآن ص ۵، نمبر ا۔) ﴿خ ص ۳۳۶ ر ج ۹﴾

جبکہ حسب قرآن پاک تمام دنیا کے لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نذیر ہیں تو اب کسی دوسرے کا یہ کہنا کہ "دنیا میں ایک نذیر آیا" صریح منافی قرآن ہے۔

ساتویں آیت

"واذا خذالله میثاق النبیین لمآ اتیتکم من کتاب وحکمة ثم جاء رسولٌ مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنهٗ الایة (پارہ ۳ ع ۱۷) اور یاد کر کہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں گا۔ پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئیگا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی"۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰) ﴿خ ص ۱۳۳ ر ج ۲۲﴾

مطلب ظاہر ہے کہ:-

"خدا نے ××× اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب کے آخر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل ہے"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱) ﴿خ ص ۱۴۵ ر ج ۲۲﴾

آٹھویں آیت

قد انزل الله علیکم ذکراً رسولاً یتلوا علیکم آیات الله مبینات لیخرج الذین آمنوا وعملوا الصلحت من الظلمت الی النور...... (سورہ طلاق ع پ ۲۸) خدا نے اپنی کتاب (قرآن) اپنا رسول (محمد ﷺ) بھیجا وہ تم پر کلام الہی

پڑھتا ہے تاکہ وہ ایمانداروں اور نیک کرداروں کو ظلمات سے نور کی طرف نکالے"

(براہین احمدیہ ص ۵۴۰) ﴿خ ص ۶۴۸، ج ۱، ۶۵۹ ج ۱﴾

آیت ہذا بتارہی ہے کہ ایمانداروں، نیک کرداروں کو کفر و شرک فسق و فجور کے اندھیریوں سے نور و ہدایت، ایمان و سلامتی پر پہنچانے کو قرآن اور محمد علیہ السلام بھیجے گئے۔ اب جو کوئی بے ایمان اور بدکردار ہے وہ دوسرے کا دامن پکڑے گا مومن تو اسی رسول و کتاب کے شیدائی رہیں گے۔

نویں آیت

"ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً الی قولہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم (سورہ جمعہ پ ۲۸) خدا وہ ہے جس نے امیوں میں رسول بھیجا جو خدا کی آیات ان پر پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور حکمت سکھلاتا ہے۔ اگرچہ وہ لوگ اس نبی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے صریح گمراہی میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور ان (مسلمانوں) کے گروہ میں اور ملکوں کے لوگ (جو آخری زمانہ میں ہوں گے) بھی ہیں جن کا اسلام میں داخل ہونا ابتداء سے قرار پا چکا ہے اور ابھی وہ مسلمانوں سے نہیں ملے اور خدا غالب ہے اور حکیم ہے جس کا فعل حکمت سے خالی نہیں یعنی جب وہ وقت پہنچے گا جو دوسرے ملکوں کے مسلمان ہونے کے لئے مقرر کر رکھا ہے تب وہ لوگ اسلام میں داخل ہوں گے" (براہین احمدیہ ص ۲۳۸) ﴿خ ص ۲۶۲، ج ۱، ملخصاً بلفظہ﴾

یہ آیت بآواز بلند گویا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرور کائنات جس طرح ابتداء اسلام کے وقت کے لوگوں کی طرف رسول تھے اس طرح آخرین کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دسویں آیت

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا (سورہ نساء پ ۵)

اور جو کوئی برخلاف کرے رسول علیہ ﷺ کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہی ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سوا راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم اس کو جدھر متوجہ ہوا ہو اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور برا ٹھکانا ہے (دوزخ)

ناظرین غور فرمائیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بمقتضائے آیت مذکورہ طریق مومنین کا اتباع کرے گا اور یا بمقتضائے نبوت لوگوں کو اپنے اتباع کی دعوت دیگا۔

پہلی صورت میں تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ خدا کے نبی دنیا میں اس لئے آتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف بلائیں نہ یہ کہ لوگوں کا اتباع کرنے لگیں۔ دیکھو قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

"وما ارسلنك من رسول الا ليطاع باذن الله (سورہ نساء پ ۵) اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر صرف اسی لئے کہ اس کی پیروی کی جائے یعنی رسول دنیا میں مطیع بن کر نہیں بلکہ مطاع بن کر آتا ہے"۔ (ازالہ اوہام) (خ ص ۴۰۷ ج ۳ خلاصہ مضمون)

دوسری صورت میں نبی کا وجود محض بے فائدہ اور اسکی بعثت محض بیکارہ جاتی ہے کیونکہ بعثت نبی علیہ ﷺ کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب خدا کے بندے صراط مستقیم کو چھوڑ دیں، نبی آکر ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت کرے۔

اور جب سبیل مومنین ایک ایسی مستقیم سبیل ہے کہ خداوند عالم تمام اہل عالم کو قیامت تک اس پر چلنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور اس سے ہٹنے پر سخت وعید کرتے ہیں تو پھر فرمایئے کہ اب کسی جدید نبی کے پیدا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

نوٹ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراط مستقیم دکھادیا ہے۔ لہذا اب ضرورت نہیں کہ جدید نبی کا انتظار کیا جائے۔

گیارھویں آیت

یا یها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (سورہ پ ۵) اے ایمان والو، اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد علیہ ﷺ) کی اور ان لوگوں کی

اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

یہ آیت کریمہ حکم کرتی ہے کہ مسلمان اللہ تعالی کی اطاعت کریں اور اس کے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور پھر خلفائے اسلام اور ارباب حکومت اسلامیہ کی اطاعت کریں۔

جن لوگوں کو خدا نے عقل وفہم کا کوئی حصہ دیا ہے وہ ذرا غور کریں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی ظلی یا بروزی نبی پیدا ہونے والا تھا تو کیا یہ ضروری نہ تھا کہ آپ کے بعد بجائے اولی الامر کی اطاعت کے اس نبی کی اطاعت کا سبق دیا جاتا ہے۔ اور یہ عجیب تماشہ ہے کہ قرآن عزیز لوگوں کو اولی الامر کی اطاعت کی طرف بلاتا ہے اور بعد میں آنے والے نبی کی اطاعت کا ذکر تک نہیں کرتا۔

لہذا ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ظلی یا بروزی یا کسی اور قسم کا کوئی نبی ہرگز ہرگز اس امت میں پیدا نہیں ہوگا۔

بارھویں آیت

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ ومن تولی فما ارسلنک علیھم حفیظاً (سورہ نساء پ ۵) جس نے رسول یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اور جس نے پشت پھیری (تو بلا سے) ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر محافظ بنا کر نہیں بھیجا۔

اس آیت میں بھی امت محمدیہ کے لئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو مطلقاً اللہ تعالی کی اطاعت قرار دیا گیا ہے اور اگر کوئی نبی آپ کے بعد آنے والا ہوتا تو اس کے آنے کے بعد کوئی شخص اس وقت تک خدا کا مطیع کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا جب تک کہ وہ اس نبی کی اطاعت نہ کرے۔

تیرھویں آیت

یا یھا الذین آمنو ھل ادلکم علی تجارۃٍ تنجیکم من عذاب الیم

تؤمنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله باموالکم وانفسکم ذالکم خیرلکم ان کنتم تعلمون۔ (سورہ صف پارہ ۲۸ رکوع ۱)

اے ایمان والو! میں بتاؤں تم کو ایک سوداگری کہ بچائے تم کو دردناک عذاب سے۔ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔

اس آیۂ کریمہ جو منفعت بخش تجارت مسلمانوں کو سکھائی ہے وہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں اور اسی ایمان کو عذاب آخرت سے بچانے کا کفیل بتلایا ہے اور اس میں کہیں شرط نہیں کہ ایک بروزی، ظلی یا لغوی نبی آئے گا اور اس پر ایمان لانا بھی شرط نجات ہے۔

چودھویں آیت

والذین یؤمنون بمآانزل الیک ومآانزل من قبلک وبالاخرۃ هم یوقنون۔ اولئك علی هدیً من ربهم واولئك هم المفلحون۔ (سورہ بقر پارہ ۱)

اور جو ایمان لاتے ہیں اس (وحی) پر جو اتاری گئی تجھ پر (حضرت محمد ﷺ پر) اور جو وحی کہ اتاری گئی تجھ سے پہلے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی اور وہی کامیاب ہیں۔

یہ آیت بھی دو طریق سے مطلقاً ختم نبوت کی روشن دلیل ہے۔ اول یہ آیت صاف طور سے اعلان کررہی ہے کہ صرف اس وحی پر ایمان لانا کافی اور ہدایت ونجات کے لئے ضامن ہے جو آنحضرت ﷺ پر اور آپ ﷺ سے پہلے انبیاء پر نازل ہوئی چنانچہ اس وحی پر ایمان رکھنے والوں کے لئے اولئك علی هدیً من ربهم واولئك هم المفلحون کی بشارت ہے۔

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ گر آپ ﷺ کے بعد بھی سلسلہ وحی جاری ہے اور خداوند عالم کے ارشادات اہل دنیا پر نازل ہوتے رہتے ہیں۔ تو اس جدید وحی پر ایمان لانا بھی ایسا ہی فرض نہ ہونا چاہئیے جیسا پہلے انبیاء علیہم السلام کی وحی پر اور کیا

کوئی شخص جو اس پر ایمان نہ لائے تو ایمان بالبعض اور کفر بالبعض کا ٹھیک مصداق نہ ہو گا۔ پھر وہ کیسے ہدایت اور فلاح حاصل کر سکتا ہے۔

لہذا صرف انبیائے سابقین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی پر ایمان لانے کو قیامت تک مدار نجات اور ہدایت و فلاح کا کفیل قرار دینا اس بات کا نہایت واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ کے بعد سلسلہ وحی ختم ہو چکا ہے۔

دوم۔ اگر آپ ﷺ کے بعد بھی وحی نبوت باقی تھی تو من قبلك ایک تخصیص بے معنی ہو جائیگی۔

اعتراض۔ آخرت سے مراد آخری وحی ہے۔

الجواب۔ اس کا جواب تیرھویں تحریف میں درج ہے۔

پندرھویں آیت

(۱) الحمد لله رب العالمين یعنی پرورش کرنے والا ہے بلا استثناء تمام مخلوقات کا رب سے کوئی فرد بھی باہر نہیں۔

(۲) ان هو الا ذكرٌ للعالمين یہ قرآن مجید تمام جہانوں کے لئے ہے قرآن مجید تمام دنیا کے لئے ہدایت ہے کسی ملک یا قوم کے ساتھ مخصوص نہیں۔

(۳) ان اول بيت وضع للناس للذی ببكة مباركاً وهدىً للعلمين مکہ شریف تمام دنیا کا کوئی حصہ اس کی مرکزیت کو چھوڑ نہیں سکتا۔

(۴) وما ارسلنك الا رحمةً للعلمين ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کیلئے نہیں بھیجا ہے کہ تمام جہاں پر رحمت کی جائے۔

نتیجہ

جس طرح سب جہان کا خدا ایک ہے

قرآن سب دنیا کیلئے ایک ہے تا قیامت

قبلہ ایک ہے تمام دنیا کے لئے تا قیامت

نبی ایک ہے تمام دنیا کے لئے تا قیامت
تشریح خود محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی

یا یھاالناس ان ربکم واحد واباکم واحدودینکم واحدونبیکم واحد لانبی بعدی (کنزالعمال) کہ اے میری امت کے لوگو! یادرکھو تمہارا خدا ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے تمہارا دین ایک ہے تمہارا نبی بھی ایک ہی ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ جب دوسرا نبی آجائے تو امت بھی اور ہو جاتی ہے پہلے نبی کی امت نہیں رہتی۔ دوسرا نبی ماننا باعث اختلاف ہے۔

نوٹ۔ نبی کے لئے ضروری ہے کہ اس کی امت اور کتاب ہو مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

”جو شخص نبوت کا دعویٰ کریگا اس دعویٰ میں ضروری ہے کہ وہ خدا کی ہستی کا اقرار کرے نیز یہ بھی کہے کہ خداتعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور خلق اللہ کو وہ کلام سنادے جو اس پر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہو اور ایک امت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے“

(آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۴) ﴿خ ص ۳۴۴ ر ج ۵﴾

نتیجہ

جو شخص مرزا صاحب کو مانیگا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہ رکھے گا۔ اگرچہ قرآن پاک میں بیسیوں آیات اور بھی موجود ہیں جو ختم نبوت پر روشنی ڈال رہی ہیں۔ مگر ہم انہی پر اکتفا کر کے چند احادیث نبویہ درج کرتے ہیں۔

پہلی حدیث

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصراحسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظاریتعجبون من حسن بنیانہ الاموضع تلک اللبنۃ فکنت انا

سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایة فانا البنة وانا خاتم النبیین .....

(بخاری ومسلم ومشکوۃ)﴿بخاری ص ۵۰۱ مطبوعہ دہلی، مسلم ص ۲۴۸ ر مشکوۃ ص ۵۱۱﴾

باب فضائل سید المرسلین، ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے میری اور انبیاء کی مثال مانند ایک ایسے محل کے ہے کہ اچھی بنائی گئی ہو عمارت اس کی۔ مگر اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہو لوگ گھومتے ہیں اس کے گرد اور تعجب کرتے ہیں۔ اس کی حسن عمارت پر۔ مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ سو میں ہوں وہ مبارک اینٹ جس نے اس جگہ کو پر کیا۔ ختم ہو گیا ہے میری ذات کے باعث ہے نبوت کا محل، بدیں صورت ختم ہو گیا ہے میری ذات پر رسولوں کا سلسلہ۔ ایک روایت میں ہے کہ نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔

دوسری حدیث

وعن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجداً وطهوراً وارسلت الی الخلق کافةً وختم بی النبیون (مسلم ومشکوۃ باب مذکور)﴿مسلم ص ۱۹۹ ر مشکوۃ ص ۵۱۲﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چھ باتوں میں جملہ انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں۔ (۱) کلمات جامع مجھے ہی ملے (۲) فتح دیا گیا میں ساتھ رعب کے (۳) حلال کی گئیں میرے لئے غنیمتیں (۴) تمام زمین میرے لئے سجدہ گاہ پاک بنائی گئی (۶) رسول بنایا گیا ہوں میں تمام کافہ ناس کیلئے (۶) ختم کیئے گئے میرے ساتھ تمام انبیاء۔

تیسری حدیث

عن ثوبانؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ......وانهٗ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انهٗ نبی الله انا خاتم

النبیین لانبی بعدی۔(ابوداؤد ۔ترمذی ۔مشکوٰۃ کتاب الفتن) ﴿ابوداؤد ص ۵۸۴، ترمذی ص ۱۴۵، مشکوٰۃ ص ۴۶۵﴾ ضرور میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک ان میں کا اپنے تئیں نبی ٹھیرائے گا۔ حالانکہ میں نبیوں کو ختم کر چکا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ امت محمدیہ میں جو نبی پیدا ہوگا کذاب ہوگا۔

اسی باب میں دوسری روایت بخاری و مسلم کی میں ان دجالوں کذابوں کا قیامت تک ہونا فرمایا ہے۔

چوتھی حدیث

عن العرباض بن ساریۃؓ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال انی عنداللہ مکتوب خاتم النبیین وان اٰدم لمجدل فی طینتہ۔(شرح السنۃ واحمد در مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین) ﴿شرح ص ۱۳، ج ۷ حدیث نمبر ۳۵۲۰ مطبوعہ بیروت مسند احمد ص ۱۲۸، ج ۴، مطبوعہ قرطبہ موسسۃ مشکوٰۃ ۵۱۳﴾ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام جس زمانے میں گوندھی ہوئی مٹی کی ہیئت میں تھے میں اس وقت بھی خدا کے نزدیک نبیوں کو بند کرنے والا تھا۔

پانچویں حدیث

وعن جابران النبی صلی اللہ قال انا قائد المرسلین و لافخروانا خاتم النبیین ولافخر۔(رواہ الدارمی۔ مشکوٰۃ باب مذکورہ) ﴿دارمی ص ۳۱ ج ۱، حدیث نمبر ۴۹، مطبوعہ دمشق مشکوٰۃ ص ۵۱۴﴾

فرمایا میں قائد انبیاء ہوں۔ میں خاتم الانبیاء ہوں یہ فخر سے نہیں کہتا ہوں::

چھٹی حدیث

ان لی اسماءً انا محمد وانا احمدالی قولہ وانا العاقب ،والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔(بخاری ومسلم۔ مشکوٰۃ باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم) ﴿بخاری ص ۵۰۱، ج ۱

مسلم ۲۶۱ ج ۲ مشکوۃ ص ۵۱۵ فرمایا میرے کئی نام ہیں میں محمد ﷺ ہوں۔ احمد ﷺ ہوں۔ عاقب ہوں اور عاقب سے مراد یہ کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ساتویں حدیث

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکان بعدی نبی لکان عمربن الخطاب (ترمذی مشکوۃ باب مناقب عمرؓ) ﴿ترمذی ص ۲۰۹ ج ۲ مشکوۃ ۵۵۸﴾ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا"۔ (ازالہ اوہام ص ۲۳۶، ۹۸ طبع ۱، ۲ وص ۱۱۹ مطبوعہ ربوہ) ﴿خ ص ۲۱۹، ج ۳﴾

آٹھویں حدیث

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسٰی الا انہ لانبی بعدی (بخاری ومسلم مشکوۃ باب مناقب علیؓ) ﴿بخاری ص ۶۳۳، ج ۱ مسلم ص ۲۷۸ ج ۲، مشکوۃ ۵۶۳﴾ اے علیؓ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا ہارون موسیٰ سے۔ فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

نویں حدیث

کانت بنواسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون (بخاری ص ۴۹۱ جلد ۱ و مسلم ... ... مسند احمد جلد ۱ ص ۲۹۷، ابن ماجہ وغیرہ) ﴿بخاری ص ۴۹۱، ج ۱ مسلم ص ۱۲۶ ج ۲، مسند احمد ۲۹۷ ج ۱﴾ بنی اسرائیل کی عنان سیاست انبیاء کے ہاتھوں میں رہی جب ایک نبی فوت ہوتا۔ اس کا جانشین نبی ہی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ عنقریب خلفاء کا سلسلہ شروع ہوگا پس بکثرت ہوں گے۔

اس حدیث کی تشریح قول مرزا سے یوں ہوتی ہے:۔

"وحی رسالت ختم ہوگئی مگر ولایت وامامت وخلافت کبھی ختم نہ ہوگی الخ"

(مکتوب مرزا در تشحیذ الاذہان جلد ۱)

دسویں حدیث

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی

(ترمذی تحفہ بغداد مصنفہ مرزا﴿ ﴾و مسند احمد)﴿ترمذی ۵۱/ج ۱۲ احمد ص ۲۶۷ ج ۳ حدیث نمبر ۱۳۸۵۱﴾

رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ سو اس کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

"ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابقیامت منقطع ہے" (ازالہ اوہام ص ۶۱۴ طا/ ۴ ۳۳/ ط ۲ نیز سلسلہ تصنیفات لاہوری ج ۳ ص ۵۲)﴿خ ص ۴۳۲/ ج ۳﴾

نیز (آئینہ کمالات میں ص ۳۷۷)﴿خ ص ۳۷۷/ ج ۵﴾ پر لکھتے ہیں:۔

وماکان الله ان یرسل نبیاً بعد نبینا خاتم النبیین وما کان ان یُحْدِثَ سلسلة النبوة ثانیاً بعدانقطاعها یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد کسی کو بھی نبی کر کے بھیجے اور نہ یہ ہوگا کہ سلسلہ نبوت کو اس کے منقطع ہو جانے کے بعد پھر جاری کرے"

(حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۴)﴿خ ص ۲۰۰/ ج ۷﴾ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"قد انقطع الوحی بعد وفاته وختم الله به النبیین بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا ہے"

وان رسولنا خاتم النبیین وعلیه انقطعت سلسلة المرسلین

(حقیقۃ الوحی ص ۶۴ ضمیمہ عربی)﴿خ ص ۶۸۹/ ج ۲۲﴾

تحقیق ہمارے رسول خاتم النبیین ہیں اور ان پر رسولوں کا سلسلہ قطع ہو گیا۔

گیارھویں حدیث

عن ابی موسی الاشعری کان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یُسمی لنا نفسه اسماء فقال انا محمدٌ واحمدٌ والمقفی (الحدیث رواہ مسلم ص ۲۶۱ جلد ۲)

حضرت موسیٰ الاشعریؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسمائے شریفہ ہم سے بیان فرمایا کرتے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں محمد ﷺ ہوں اور احمد ﷺ اور مقفی بھی ہوں۔

امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لفظ مقفی کے معنی نقل کئے ہیں کہ مقفی بمعنی عاقب ہے اور عاقب کے معنی خود نص حدیث میں آخر الانبیاء بیان فرمائے ہیں۔

اور ابن الاعرابی نے مقفی کا ترجمہ ھو المتبع للانبیاء کیا ہے جس کے معنی بھی آخر الانبیاء ہوتے ہیں۔

اس لئے امام نوویؒ نے دونوں قول نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ فظھر ان المقفی ھو الاخر یعنی ثابت ہوا کہ مقفی کے معنی آخر کے ہیں۔ ﴿نووی حاشیہ مسلم ۲۶۱/ج ۲﴾

بارھویں حدیث

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذر اول الانبیاء آدم واخرھم محمد۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب انبیاء میں پہلے آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر محمد (ﷺ) ہیں روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں نیز اپنی تاریخ میں ۱۰ھ کے احوال کے تحت میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر و حکیم ترمذی وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے (دیکھو کنز العمال ص ۱۲۰ جلد ۶ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فتح الباری میں اس کی تصحیح کی ہے) ﴿کنز ص ۴۸۰ ج ۱۱ حدیث نمبر ۳۲۲۶۹﴾

مرزا صاحب نے بھی قریب قریب یہی الفاظ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھے ہیں چنانچہ کتاب (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۱) ﴿خ ص ۱۴۵ ج ۲۲﴾ پر مرقوم ہے:۔

"اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو رب العالمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا اور آدمؑ کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور سب کے آخر حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل تھے"۔

تیرھویں حدیث

عن ابی امامة الباهلیؓ عن النبی صلی الله علیه وسلم فی حدیث طویل انا اٰخر الانبیاء وانتم اٰخر الامم (ابن ماجه ص۲۰۷ باب فتنة الدجال وابن خزیمة والحاکم وایضاً من منتخب الکنز)

﴿ابن ماجہ ۲۹۷ حاکم ۵۳۶ ج ۴ حدیث نمبر ۸۶۲۰ ابن خزیمہ ص﴾

حضرت ابو امامہ باہلیؓ نے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں آخر الانبیاء ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔

نوٹ:- لفظ آخر پر بحث لفظ "ختم" کے ضمن میں آئے گی۔

چودھویں حدیث

عن ابی هریرة مرفوعاً انهٗ لیس یبقی بعدی من النبوة الا الرؤیا الصالحة (النسائی وابی داؤد من الفتح صفحہ نمبر ۳۳۱ جلد ۱۲) ﴿نسائی ص ابوداؤد ص ۶۸۴ ج ۲ فتح ۳۶۴ ج ۱۲ نمبر ۶۹۹۰ بیروت﴾

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد سوائے رویائے صالحہ کے نبوت میں سے کوئی جزو باقی نہیں رہیگا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبوت کی کوئی قسم تشریعی یا غیر تشریعی یا بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی وغیرہ آنحضرت ﷺ کے بعد باقی نہیں رہ سکتی۔

پندرھویں حدیث

عن الضحاك ابن نوفل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لانبی بعدی ولا امة بعد امتی (البیہقی فی کتاب الرؤیاء)

حضرت ضحاکؓ بن نوفل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی (طبرانی اور بیہقی

نے روایت فرمایا ہے) ﴿طبرانی۔ فی الکبیر ص ۳۱۶ ج ۲۲ حدیث نمبر ۷۹۷﴾

سولھویں حدیث

آپ ﷺ نے فرمایا انی اخر الانبیاء ومسجدی اخر المساجد (مسلم جلد ۱ ص ۴۴۶) کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔ اور دوسری روایت میں تفصیل ہے:-

انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء (رواہ الدیلمی وابن النجار والبزار من الکنز) ﴿دیلمی ص ۴۵ ج ۱ رنمبر ۱۱۲ بیروت﴾

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔

حاصل یہ ہے کہ نہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوگا اور نہ کسی نبی کی مسجد بنے گی۔ جس کو مسجد نبوی کہا جائے۔

سترھویں حدیث

آپ نے حجۃ الوداع میں قریباً ایک لاکھ ۴۴ ہزار نفوس قدسیہ کے سامنے فرمایا یایھا الناس انہ لانبی بعدی ولاامۃ بعدکم...... بعد میں فرمایا وانتم تسألون عنی (مسند احمد جلد ۲ ص ۳۹۱)

کہ اے لوگو خبردار رہنا اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا کیونکہ میں آخری نبی ہوں اور تمہارے بعد کوئی امت نہ ہوگی کیونکہ تم آخری امت ہو اور تم کو قیامت کے دن میری نسبت ہی سوال ہوگا کسی اور کی نسبت نہیں پوچھا جائیگا۔

گویا آپ ﷺ نے آخری وصیت بھی فرمادی کہ میرے بعد کسی کو نبی نہ بنانا جو بنائے وہ آپ ﷺ کی آخری وصیت کا بھی منکر ہے۔

اٹھارھویں حدیث

ایک روایت میں اس طرح ہے:- ولوکان موسی حیاماوسعہٗ

الا اتباعی (احمد و بیہقی مشکوٰۃ ص ۵۴)

اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری پیروی اور اتباع کرتے پھر آپ ﷺ نے فرمایالو اتاکم یوسف فاتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم۔

(کنزالعمال جلد اول)

اگر یوسف علیہ السلام بھی آجائیں اور تم ان کی اتباع کرو اور میری پیروی چھوڑ دو تو البتہ ضرور گمراہ ہو جاؤ۔

مطلب صاف ہے کہ اگر آپ ﷺ کے بعد یوسفؑ اور موسیٰ علیہ السلام جیسا کوئی نبی آئے تو بھی اس کی تابعداری گمراہی کا باعث ہے لہذا آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں اور نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے۔

انیسویں حدیث

انما انا لکم مثل الوالد (جمع الجوامع للسیوطی)

کہ میں تمہارے لئے باپ کی مانند ہوں میرے سوا تمہارا کوئی روحانی باپ نہیں یا یہ مطلب کہ جس طرح تم اپنا باپ ایک ہی سمجھتے ہو کوئی دوسرا باپ بنانے کیلئے تیار نہیں۔ اسی طرح مجھ کو بھی سمجھو اور میری روحانی ابوت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔

بیسویں حدیث

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کھاتین (رواہ البخاری) ﴿ص ۹۶۳/ج ۲﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملا کر فرمایا کہ میں اور قیامت دونوں اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔

باتفاق علمائے حدیث اس سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اور قیامت کے

درمیان کوئی جدید نبی پیدا نہ ہوگا اور قیامت آپ ﷺ کے ساتھ ملی ہوئی آنے سے یہی مراد ہو سکتی ہے ورنہ حدیث کا خلاف واقعہ ہونا لازم آتا ہے۔

برادران! مذکورہ پندرہ آیات قرآنیہ و بیس احادیث نبویہ سے بلا کسی قسم کی کھینچ تان کے بعبارت النص ثابت دعیاں ہے کہ صرف آنحضرت تمام انسانوں کے لئے قیامت تک ہادی ہیں اور جملہ انسان آپ ہی کی امت میں داخل ہیں اب آپ ﷺ کے سوا اس امت کے لئے اور کوئی رسول نہ بنایا جائے گا بلکہ اس امت میں جو بھی نبوت کا دعویٰ کریگا وہ حسب حدیث کذاب و دجال ہی ہوگا۔ نہ کہ صادق۔

اب ہم آپ کے سامنے مرزائیوں کی تحریریں جو ان آیات و احادیث کے جواب میں نیز اجراء نبوت کے مسئلہ میں ہیں بیان کرتے ہیں ہاں یہ کہنا ضروری ہے اور دنیا کا ہر فرد بشر متفق ہے کہ ایک منصوص اور مبرہن ظاہر دعیاں بات کے خلاف کھینچ تان کرنا صاحب دیانت و ایماندار طبقہ کا کام نہیں اور نہ ہی ایسی کھرچ کھرچ کر پیدا شدہ باتوں کو شائستہ اعتنا سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ جو استنباط خلاف نص ہو وہ باطل اور ہوائے نفس ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ اور اصول کل عقلاء کے نزدیک مسلم ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مصنف کو جھوٹا، مغالطہ دہ وغیرہ کہے اور وہ اس پر دعویٰ کردے۔ اور وکیل مدعی عدالت میں اس مصنف کی اعلیٰ حیثیت امیرانہ حالت حاکمانہ عہدہ وغیرہ پیش کر کے کہے کہ مدعا علیہ کے الفاظ ہتک میں داخل ہیں تو یقیناً عدالت اس عذر کو مردود قرار دے گی۔ کیونکہ از روئے قرآن کسی مصنف کے حق میں ان الفاظ کا لکھنا روا ہے (دیکھو مستثنیات دفعہ ۵۰۰)

بعینہ ہمارا اور مرزائیوں کا معاملہ ہے ہم نصوص قرآن و احادیث کی رو سے ختم نبوت کو ثابت کرتے ہیں بخلاف اس کے مرزائی محض کھینچ تان سے ان کو بگاڑنا اور اجراء نبوت کا ثبوت دینا چاہتے ہیں اس ضروری تمہید کے بعد ہم مرزائی تحریفات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں:-

آیت خاتم النبیین کے متعلق ہم نبی کریم ﷺ کی صحیح و مسلمہ فریقین حدیث اور خود مرزا صاحب کی عبارت نقل کر آئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم

الانبیاء یعنی نبیوں کے بند کرنے والے ہیں۔

اعتراض

خاتم نبوت کی زبر سے مہر کے معنی ہیں "پس خاتم کا ترجمہ ختم کرنے والا نہیں ہو سکتا"

(ص ۵۲۴ پاکٹ بک مرزائیہ)

الجواب

یہ بات خلاف قرآن و حدیث بلکہ خود خلاف اقوال مرزا ہے۔

خاتم النبیین لفظ خاتم اور النبیین سے مرکب ہے اس لفظ کی قرأت پڑھنے میں اختلاف ہے سات قاریوں میں سے پانچ قاری (قرآن مجید کو عربی طرز پر پڑھنے والے) اس کو خاتِم النبیین پڑھتے ہیں یعنی ت کی زیر کے ساتھ اور صرف دو قاری (حسن اور عاصم) خاتِم نہیں پڑھتے بلکہ خاتَم پڑھتے ہیں یعنی ت کی زیر کے بجائے ت کی زبر۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اکثریت کے نزدیک درست خاتِم ہے۔ چونکہ خاتِم اور خاتَم پڑھنے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس لئے اس پر زور نہیں دیا گیا کہ ضرور خاتِم پڑھنا چاہیے (ابن جریر جلد ۲۲ ص ۱۱ ملخصاً)

مرزا صاحب نے (ازالہ اوہام ص ۶۱۴ طبع اول) (خ ص ۴۳۱، ج ۳) میں خاتم النبیین کے معنی "ختم کرنے والا نبیوں کا" کئے ہیں۔

(ایک نکتہ) یہ معنی (نبیوں کی مہر) محاورات عرب کے بالکل خلاف ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ خاتم القوم کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ اس کی مہر سے قوم بنتی ہے اور خاتم المہاجرین کے یہ معنی ہوں کہ اس کی مہر سے مہاجرین بنتے ہیں اسی طرح خاتم الاولاد کا بھی یہی مفہوم ہو گا کہ اس کی مہر سے اولا بنتی ہے۔

مرزائی عذر

خاتم کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا مگر صرف صاحب شریعت نبیوں کو تمام کو نہیں۔

"ہم خاتم النبیّین کے معنی صاحب شریعت نبیوں کو ختم کرنے والا مانتے ہیں"

(پاکٹ بک مرزائیہ مطبوعہ ۱۹۳۲ء ص ۵۲۵)

الجواب

اس آیت (خاتم النبیین) اور حدیث (لانبی بعدی) میں ہر قسم کی نبوت جدیدہ کی بندش ہے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں خود مرزا صاحب کی زبان سے مزید سننا چاہو تو سن لو۔

(۱) "لانبی بعدی میں (لا) نفی عام ہے" (ایام الصلح ص ۱۴۶) ﴿خ ص ۳۹۳ ، ج ۱۴﴾

(۲) "الاتعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء بغیراستثناء وفسرهٔ نبینا صلی الله علیه وسلم فی قوله لانبی بعدی (حمامۃ البشریٰ ص ۳۴) ﴿خ ص ۲۰۰ ، ج ۷﴾

"کیا تم نہیں جانتے کہ خدا رحیم وکریم نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی تفسیر لانبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا"

(۳) "خدا نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا"

(قول مرزا الحکم ۱۷/اگست ۱۸۹۹ء)

(۴) "وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت وامامت وخلافت کبھی ختم نہ ہو گی"

(مکتوب مرزا در تشحیذ الاذہان جلد ۱ ص ۱)

تحقیقی جواب

اگر آیت خاتم النبیین میں تمام انبیاء علیہم السلام مراد نہیں بلکہ آپ ﷺ انبیاء تشریعی کے خاتم ہیں تو کیا مرزائی دوست آیہ کریمہ:۔

(۱) ولکن البرمن آمن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبیین (سورہ بقرہ) لیکن نیک وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور قیامت کے دن اور ملائکہ اور تمام آسمانی کتابوں پر اور تمام انبیاء پر۔

میں بھی یہی فرمائیں گے کہ تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری نہیں؟

(۲) فبعث الله النبیین مبشرین ومنذرین (پس اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا) کیا یہ معنی صحیح ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بشیر و نذیر بنایا اور بعض کو نہیں؟

ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکة والنبیین اربابا (آل عمران)

(اللہ تعالیٰ تم کو اسکا حکم نہیں کرتا کہ ملائکہ اور انبیاء کو اپنا رب بنالو) کیا یہی مطلب ہو گا کہ اللہ تعالیٰ بعض انبیاء کے رب بنانے کا حکم نہیں کرتا اور بعض کا کرتا ہے؟

(۴) واذا خذالله میثاق النبیین (الایة) اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہو گا کہ بعض سے عہد لیا اور بعض سے نہیں؟

(۵) انا قائدالمرسلین (حدیث) میں مرسلین کا قائد ہوں کیا اس سے یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ بعض کے قائد ہیں اور بعض کے نہیں؟

الحاصل یہاں تمام انبیاء مراد ہیں۔

یعنی آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے ختم کرنے والے ہیں۔

صرف بعض کے خاتم ماننے کی صورت میں خاتم النبیین ہونا آنحضرت ﷺ کی کوئی خاص فضیلت نہیں رہتی پھر تو آدم علیہ السلام کے بعد ہر نبی اپنے سے پہلے انبیاء کا بقول مرزائیاں خاتم ہے۔ نیز آپ ﷺ نے ختم نبوت کو باعث فضیلت علی الانبیاء گردانا ہے اب اگر بعض نبیوں کے آپ ﷺ خاتم ہوں تو یہ فضیلت نہ رہی کیونکہ اس طرح ہر نبی علیہ السلام کو اپنے سے سابق کا خاتم و ناسخ کہا جا سکتا ہے۔

اعتراض

آیت یقتلون النبیین میں بعض انبیاء کیوں مراد لئے جاتے ہیں۔

جواب

اگر یہاں تمام انبیاء مراد لیں تو اس میں قرآن کریم کی تکذیب ہو گی اور آیت

کے یہ معنی ہوں گے کہ بنی اسرائیل تمام انبیاء کو قتل کرتے تھے حالانکہ یہ کسی طرح درست نہیں ہوسکتی بلکہ کذب محض ہوگی۔ کیونکہ اول تو بنی اسرائیل کے زمانہ میں تمام انبیاء موجود نہ تھے۔ بہت سے ان سے پہلے گذر چکے تھے اور بعض ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کا تمام انبیاء کو قتل کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ دوم یہ بھی ثابت نہیں کہ بنی اسرائیل نے اپنے زمانہ کے تمام انبیاء موجودین کو بلا استثناء قتل ہی کر ڈالا ہو بلکہ قرآن عزیز ناطق ہے فریقاً کذبتم وفریقا تقتلون جس نے صاف طور سے اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل نے تمام انبیاء موجودین کو بھی قتل نہیں کیا۔

لہذا ہم مجبور ہیں کہ یہاں بعض انبیاء مراد لیں مگر خاتم النبیین میں کون سی مجبوری حائل ہے؟

دوسرا عذر

خاتم کا لفظ ہمیشہ افضل کے معنوں میں آتا ہے جیسے خاتم الشعراء وغیرہ وغیرہ۔

الجواب

کیا خوب! کہاں تو خاتم کے معنی مہر کے کئے تھے پھر کہاں خاتم کے معنی بعض نبیوں کو بند کرنے والا اور کہاں یہ کہ "ہمیشہ افضل کے معنوں میں آتا ہے" آہ! اذا لم تستحی فاصنع ماشئت۔

اس پر دلیل یہ دی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباسؓ کو خاتم المھاجرین فرمایا اور علیؓ کو خاتم الاولیاء۔ حالانکہ عباسؓ کے بعد آج تک ہجرت جاری ہے اسی طرح ولایت بھی۔

آیات قرآن واحادیث صحیحہ واضح کے خلاف ایسی ویسی رطب ویابس سے بھری ہوئی کتابوں کی روایات پیش کرنا مرزائی "دیانت" کا بین ثبوت ہے۔ پہلی روایت کنز العمال کی ہے جس کو سلسلہ سند حذف کر کے نقل کیا ہے۔ یہ روایت متصل سند ہی نہیں ہے، مرسل ہے:-

عن شهاب مرسلاً قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (إطمئن يا عم فانك خاتم االمهاجرين الخ)

دوسری روایت تفسیر صافی کی ہے جو سرے سے بے سند ہے لہذا حجت نہیں۔

پہلی روایت کو صحیح بھی مان لیا جائے تو ہمارے خلاف نہیں، بلکہ موید ہے۔

اب حضرت عباسؓ کی ہجرت والی حدیث کا جواب سنئے کہ فتح مکہ سے پیشتر ہجرت الی المدینۃ فرض تھی تاکہ تمام مسلمان مرکز اسلام یعنی مدینہ شریف میں جمع ہوکر قوت بھی پکڑ جائیں اور کفار کے مظالم سے بھی بچے رہیں۔ لیکن جب رمضان ۸ ؍ہجری میں مکہ شریف فتح ہو گیا۔ تو اسلام غالب و قوی ہو گیا اور کفر کا زور ٹوٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا حکم یعنی فرضیت ہجرت منسوخ کر دیا اور فرمادیا لاهجرة بعد فتح مكة[1] یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ اور حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے قدرے ہی پیشتر ہجرت کی تھی۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اصابہ میں حضرت عباسؓ کے متعلق لکھتے ہیں۔

هاجر قبل الفتح بقليل وشهد الفتح (جلد سوم ص ۶۶۸ مطبوعہ کلکتہ) یعنی حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے قدرے پیشتر ہجرت کی اور آپ فتح مکہ میں حاضر تھے۔ آپؓ کے ہجرت کرنے کے بعد کسی دیگر شخص کی ہجرت ثابت نہیں ہے پس حضرت عباسؓ آخری مہاجر ہوئے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ خاتم کے معنی آخری ہیں اور خاتم بمعنی افضل غلط ٹھہرے۔

تنبیہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو جو خاتم المہاجرین فرمایا تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود حضرت عباسؓ کی ولداری اور تسلی خاطر تھی کیونکہ حضرت عباسؓ نے خیال کیا کہ مجھ سے سابقیت ہجرت فوت ہو گئی کیونکہ وہ ہجرت کے بہت

---

[1] اس کا قصہ یوں ہے کہ فتح مکہ پر حضرت مجاشع بن مسعود سلمی اپنے بھائی مجالد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کہ میرا یہ بھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ہجرت کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں لیکن میں اسلام پر اس کی بیعت لے لیتا ہوں۔ (بخاری جز ۱۲ ص ۴۳۳)

پیچھے ایمان لائے تھے۔ پس آنحضرت ﷺ نے ان کی تسلی فرمائی کہ چچا جان! سابقیت کے فوت ہو جانے کا غم نہ کریں کیونکہ جس طرح سابقیت وجہ فضیلت ہو سکتی ہے اسی طرح خاتمیت بھی ہو سکتی ہے چنانچہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور آپ خاتم المہاجرین ہیں۔ چنانچہ یہ بات آپ ﷺ کے الفاظ اطمئن یاعم سے ظاہر ہے یعنی چچا جان آپ تسلی رکھیں۔

(ب) ابو تمام طائی مؤلف دیوان حماسہ کی وفات پر حسن بن وہب عربی شاعر کے مرثیہ کے شعر میں جو اسے خاتم الشعراء کہا گیا ہے تو وہ شاعر کے ظن کی بنا پر ہے کہ اس کے نقطۂ خیال میں ابو تمام اس کمال کا آخری شخص تھا۔ پس اگر کوئی دیگر شخص ابو تمام کے برابر بلکہ اس سے بڑھ کر بھی ثابت ہو جائے تو ہو سکتا ہے کیونکہ حسن بن وہب شاعر عالم الغیب نہیں تھا۔ کہ اس کا قول غلط نہ نکلے لیکن جناب والا یہاں تو خدا تعالیٰ جو عالم الغیب ہے آنحضرت ﷺ کی نسبت فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ اس کی تفسیر آخر الانبیاء سے کرتے ہیں تو آپ ﷺ ان دونوں (خدا تعالیٰ اور اس کے رسول پاک ﷺ) میں کسی کو حسن بن وہب جیسا گمان کر سکتے ہیں کہ ان کا علم ناقص و قاصر ہے۔ اور انہیں حسن بن وہب کی طرح عیب پر اطلاع نہیں ہے؟

الزامی جواب

(۱) ماکان محمدٌ...... وخاتم النبیین ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہ آئیگا۔

کیا یہاں افضل کے معنوں میں ہے یا بند کرنے کے معنوں میں؟

(۲) "اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا۔ اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا"

(تریاق القلوب ص ۳۷۹ (خ ص ۴۷۹ ر ج ۱۵، و ۱۱۳ ر ج ۲۱))

اب مرزائی بتائیں کہ مرزا صاحب نے اپنی اس عبارت میں بند کرنے کے معنوں میں استعمال کیا ہے یا "افضل" کے معنوں میں؟

(۳) "بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسیٰ ہے" (خاتمہ نصرۃ الحق ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ب) ﴿خ ص ۴۱۲ ر ج ۲۱﴾

بتاؤ کہ مرزا صاحب نے یہاں کن معنوں میں خاتم استعمال کیا ہے اگر مرزائی کہیں کہ یہاں خاتم کے معنی افضل کے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ:-

"موسیٰ کے بعد سب کے سب نبی شریعت موسوی کے حامی اور خادم وغیرہ تھے" (ملخصاً شہادۃ القرآن ص ۲۶) ﴿خ ص ۳۲۲ ر ج ۶﴾

(۴) "خدا کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں ایک نام اسکا خاتم الخلفاء ہے یعنی ایسا خلیفہ جو سب کے آخر آنے والا ہے"۔

(چشمہ معرفت ص ۳۱۸) ﴿۳۳۳ ر ج ۲۳ "حاشیہ"﴾

یہاں بھی مرزا جی نے خاتم بمعنی آخر لکھے ہے بمعنی افضل نہیں۔

(۵) "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت خاتم الشرائع ہے"۔ (چشمہ معرفت ص ۳۲۴) ﴿خ ص ۳۴۰ ر ج ۲۳﴾ یہاں بھی افضل مراد نہیں بلکہ بند کرنے والی شریعت مراد ہے۔

(۶) "چونکہ ہمارے سید و رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی نہیں آسکتا اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں"۔ (شہادۃ القرآن ص ۲۸) ﴿خ ص ۳۲۳ ر تا ۳۲۴ ر ج ۶﴾

یہاں بھی مرزا جی کو اعتراف ہے کہ خاتم بمعنی ختم کرنے والا ہے اور مرزائیوں کے من گھڑت معنی افضل کے غلط اور بے دلیل ہیں۔

(۷) "قرآن کریم؟ بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں خواہ وہ نیا ہو یا پرانا ہو" (ازالہ اوہام ص ۷۶۱) ﴿خ ص ۵۱۱ ر ج ۳﴾

اس جگہ بھی مرزا صاحب خاتم کے معنی بند کرنے والا مراد لیتے ہیں۔

(۸) "وان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین"

(حقیقۃ الوحی ص ۶۴ ضمیمہ عربی) ﴿خ ص ۶۸۹، ج ۲۲﴾

ناظرین! مندرجہ بالا حوالہ جات میں الفاظ خاتم النبیین خاتم الاولاد خاتم الخلفاء، خاتم الشرائع، خاتم الانبیاء وغیرہ ختم کرنے کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں نہ کہ افضل کے معنوں میں۔

نوٹ:- جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تفسیر کر دی کہ خاتم النبیین کے معنی لانبی بعدی ہے۔ اور مرزا صاحب اس پر صاد کرتے ہیں تو پھر دور دراز کی تاویلیں کرنا اور کبھی لوگوں کے اقوال پر از راہ شرارت تکیہ لگانا بے ایمانی نہیں تو اور کیا ہے۔ مرزا صاحب خود فرماتے ہیں:-

"ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح اور تفسیر ہرگز معتبر نہیں"

(اشتہار مرزا ۱۷/اگست ۱۸۸۷ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ص ۱۲۱) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۱۴۲، ج ۱﴾

"اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے"۔ (ازالہ اوہام ص ۵۳۸ طبع اول) ﴿خ ص ۳۸۹، ج ۳﴾

لہذا کسی کو سزاوار نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ معنوں کے آگے چوں چرا کرے اور خود ساختہ تاویلیں کرے۔

نکتہ

یاد رہے کہ خاتم کا استعمال سب سے پہلے قرآن مجید نے کیا ہے۔ اس سے پہلے کلام عرب میں یہ استعمال موجود نہیں۔ اور قرآن مجید کا یہ استعمال اپنے حقیقی معنوں میں ہے کیونکہ حقیقت پہلے ہے اور مجاز بعد میں۔

مرزائی عذر

خاتم القوم کا کوئی محاورہ نہیں۔

الجواب

یہ محاورہ ہو یا نہ ہو۔ خدا نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا ہے

اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تفسیر لا نبی بعدی کی ہے اور مرزا نے اس کے معنی نبیوں کو ختم کرنے والا لکھے ہیں لہذا یہ عذر بھی بے دینی کی دلیل ہے۔

مرزائی عذر

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ خاتم النبیین تو کہو، مگر لا نبی بعدی نہ کہو۔

الجواب

یہ روایت بھی بے سند محض ہے پھر بھی ہمارے خلاف نہیں جن معنوں میں یہ کہا گیا ہے ان معنوں میں ہم بھی لا نبی بعدی نہیں کہتے بلکہ ان معنوں سے ہم خاتم النبیین بھی نہیں کہتے ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ مسیح گذشتہ نبی ہیں۔ جن کی آمد قرآن وحدیث میں مذکور ہے جس پر جمیع اہل اسلام متفق ہیں۔ خاتم النبیین نئے پیدا ہونے والے نبیوں کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی پیدا نہ ہوگا چنانچہ علامہ زمخشری آیت خاتم النبیین کے ذیل میں خود ہی سوال کرتے ہیں اور خود اس کا جواب دیتے ہیں (فان قلت) کیف کان اخر الانبیاء و ......عیسیٰ ینزلہ فی اخر الزمان (قلت) معنی کونہ اخر الانبیاء انہ لاینبأ احد بعدہٗ وعیسیٰ ممن نبی قبلہ (کشاف جلد ۲ ص ۲۱۵) ﴿ج ۳ ص ۵۴۴ ر ج ۳۱ سورہ احزاب آیت ۴۰﴾ اگر تو کہے کہ آپ کس طرح آخری نبی ہو سکتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ تو اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی بنایا نہیں جائے گا اور حضرت عیسیٰؑ ان میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بن چکے ہیں۔

مزید برآں کسی صحابی کا قول حدیث نبوی کے سامنے حجت نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت فرماتی ہیں:۔

(۱) عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہٗ قال لایبقیٰ بعدہٗ

من النبوة الاّ المبشرات قالوا یارسول الله وما المبشرات قال الرویاء الصالحة یراها المسلمٗ اویری لهٗ (مسند احمد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد نبوت میں سے کوئی جز باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے۔ صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ مبشرات کیا چیز ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھی خواب جو کوئی مسلمان دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔

(۲) انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجدالانبیاء (کنزالعمال ﴿ص ۲۷۰ ج ۱۲ حدیث نمبر ۳۴۹۹۹﴾ یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد انبیاء کی مساجد میں سے آخری مسجد ہے۔

کیا اس کے بعد بھی کسی مسلمان بلکہ منصف انسان کے لئے جائز ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ افترا باندھے کہ آپ رضی اللہ عنہا ختم نبوت کا انکار کرتی تھیں۔ ان احادیث صحیحہ کے بعد بھی ایک غیر مستند قول پیش کرنا ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟

مرزائی عذر

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم کا یہ جواب ہے کہ:-

"تورات بھی تمام تھی مگر اس کے بعد پھر کتاب آگئی (۲) قرآن شاہد ہے کہ حضرت یوسفؑ پر بھی نعمت پوری کی گئی تھی۔

(۳) انعام صرف نبوت ہی نہیں آیت قرآن کی رو سے نبوت صدیقیت۔ شہادت۔ صالحیت سب انعام ہیں کیا یہ بھی بند ہیں" (ملخص ص ۵۳)

الجواب

(۱) "تورات بیشک تمام تھی مگر اپنے وقت اور قوم کے لئے۔ گذشتہ نبی مخصوص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے تھے"۔ (مرزائی پاکٹ بک ص ۴۲۳) وکان

النبی یبعث الی قومہٖ خاصۃ وبعثت الی الناس عامۃً (بخاری ومسلم ومشکوٰۃ باب سید المرسلین) پہلے نبی اپنی اپنی قوم کی طرف آئے اور میں تمام دنیا کی طرف۔

(۲) ہاں توریت اپنی ذات میں تمام تھی مگر کامل دین الٰہی اور اتمام نبوت اور تعلیم عالمگیر کے رو سے ناقص تھی" اب قرآن شریف اور دوسری کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم آوے۔ مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ نہیں ×× تو نئی شریعت اور نئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت میں خاتم الرسل ہیں" (براہین احمدیہ ص ۱۱۰، ۱۱۱ ملخصاً بلفظہٖ) (خ ص ۱۰۱ ، تا ۱۰۳ ، ج ۱)

اور حضرت یوسفؑ پر جو نعمت تمام ہوئی وہ اسی طرح کا تمام تھا کما اتمہا علی ابویک (یوسف ع ۱) جیسا کہ اس کے باپ دادوں پر ہوا تھا۔ یعنی وقتی اور حسب ضرورت زمانہ۔ جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔

نبوت۔ صدیقیت۔ شہادۃ۔ صالحیت بلاشبہ انعام ہے اسی طرح صاحب شریعت نبی ہونا بھی انعام ہے جس کی قسمت میں ابتدائے آفرینش سے قسام ازل نے ختم نبوت کا تمغہ مقسوم کر رکھا تھا۔ جبکہ آدمؑ منجدل فی طینتہٖ گوندھی ہوئی مٹی میں پڑے تھے۔ اس کے بعد بھی اس انعام کی توقع بلکہ تقدیر الٰہی کو الٹ دینے کی ناپاک کوشش کرنا کچھ اوندھی کھوپڑی والے انسانوں کو ہی سوجھتا ہے الاان حزب الشیطان ھم الخاسرون۔

مرزائی عذر

آیات وماارسلنٰک الارحمۃ للعلمین۔ کافۃ للناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً کہ "حضرت موسیٰ تمام بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے کیا ان کے بعد بنی اسرائیل ہی کے لئے حضرت داؤدؑ۔ سلیمانؑ اور حضرت عیسیٰؑ نبی ہو کر نہیں آئے"!

الجواب

ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ وہ شریعت ناتمام وناقص تھی۔ اس لئے وقتی ضروریات کے لئے انبیاء کا آنا ضرور تھا۔ اور تورات کے متعلق قرآن شریف میں ہرگز حضرت موسیٰؑ کا یہ دعویٰ موجود نہیں کہ تمام بنی اسرائیل کے لئے صرف میں ہی اکیلا رسول ہوں بخلاف اسکے قرآن مجید کامل مکمل غیر متبدل اٹل قانون اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے اکیلے رسول ہونے کے مدعی ہیں ارسلت الی الخلق کافۃ وختم بی النبیون۔ (صحیح مسلم) میں تمام دنیا جہاں کی طرف بھیجا گیا ہوں میرے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ انا رسول من ادرکت حیاً ومن یولد بعدی (کنزالعمال جلد ۶ ص ۲۹۲ طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۱۰۱)
﴿کنز حدیث نمبر ۳۱۸۸۵﴾

"خدانے سب دنیا کیلئے ایک ہی نبی بھیجا" (چشمہ معرفت صفحہ ۱۳۶) ﴿خ ص ۴۴ ۱ ج ۲۳﴾

احادیث نبویہ اور مرزائی اعتراضات

حضرت علیؓ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (بخاری) اس کا جواب یہ دیا ہے کہ دوسری حدیث میں لست نبیاً آیا ہے یعنی اے علی تو میرے جیسا نبی نہیں یعنی نفی عام نہیں بلکہ نفی کمال ہے۔

الجواب

دونوں حدیثیں باہم متخالف نہیں "بیشک حضرت علیؓ نبی نہ تھے اور بیشک دوسری حدیث کے مطابق آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بھی نہ ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے صاف فرمادیا ہے کہ قیامت تک تیس کذاب پیدا ہوں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے مگر میں خاتم النبیین ہوں۔ اسی طرح امت میں مدعیان نبوت کے کذاب ہونے کی حدیث بیان کی اور اپنا کافۃ الناس کی طرف رسول ہونا فرمایا۔

پس حضرت علیؓ کو جو فرمایا گیا کہ تو نبی نہیں اس کا باعث یہ ہے کہ لا نبی

بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

دوسرا اعتراض

حدیث میں لانفی جنس نہیں بلکہ نفی کمال ہے یعنی میرے جیسا کامل نبی نہ ہو گا۔

الجواب

اس اعتراض کی رو سے مطلب یہ نکلا کہ اے علی تو میرے جیسا کامل نبی نہیں ہو گا مگر گھٹیا نبی ہو گا۔ ماشاء اللہ کیا علمیّت ہے پھر اس جواب میں یہ بھی قباحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر قسم کے نبی آئے تھے صاحب کتاب بھی اور بغیر کتاب کے بھی۔ جیسا کہ مرزا و مرزائیوں کو مسلم ہے (اخبار بدر ۵ رمارچ ۸ء) اور آنحضرت ﷺ نے اپنے آپ کو جملہ انبیاء کا ختم کرنے والا فرمایا ہے "اب اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی بغیر کتاب کے نبی آجائے تو آپ ﷺ خاتم الانبیاء کیسے ہوئے اور فضیلت کیا ہوئی؟ کیا حضرت موسیٰؑ جیسا کوئی نبی بنی اسرائیل میں ان کے بعد آیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ یقین نہ ہو تو اپنے نبی کی کتاب (شہادۃ القرآن ص ۲۶) ﴿خ ص ۳۲۲ رج ۶﴾ نکال کر پڑھ لو کہ موسیٰؑ کے بعد سب کے سب نبی شریعت موسوی کے حامی خادم وغیرہ تھے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ یہ جواب بھی سراسر لغو۔ لچر۔ بے ہودہ اور جاہلانہ ہے۔

مزید برآں مرزا صاحب کو مسلم ہے کہ لا نبی بعدی میں نفی عام ہے "لا نبی بعدی میں (لا) نفی عام ہے پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے" (ایام الصلح ص ۱۴۶) ﴿خ ص ۳۹۲ رج ۱۴﴾

لہٰذا ثابت ہوا کہ لا نفی کمال نہیں بلکہ عام ہے۔ جو کہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے۔

اعتراض

جب کسریٰ ہلاک ہو جائیگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا۔ اور جب قیصر

ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو کوئی تاجدار ایران میں کسریٰ جیسا نہیں ہو گا ایسے ہی قیصر روم کے بعد قیصر روم ہرقل جیسا نہ ہو گا۔

الجواب

قیصر و کسریٰ سے مراد دونوں کی سلطنتیں ہیں۔ واقعات شاہد ہیں کہ جب سے کسریٰ کی سلطنت تباہ ہوئی اس وقت تک ایران کے کسی بادشاہ کا نام کسریٰ نہیں ہوا۔ جب سے قیصر کی اقلیم زیر و زبر ہوئی ہے روم کا کوئی بادشاہ ملقب بہ قیصر نہیں ہوا اور یہ پیشگوئی بالکل پوری ہوئی۔ مزید برآں جب آپ کے حَکَم (مرزا صاحب) نے فیصلہ کر دیا ہے کی نفی کمال نہیں بلکہ عام ہے تو پھر اس قسم کی مثالیں دنیا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

اعتراض

حدیث لانبی بعدی میں لفظ بعدی بھی مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ فبایّ حدیث بعد اللہ واٰیته یومنون (جاثیہ رکوع ۱) اللہ اور اس کی آیات کے بعد کون سی بات پر وہ ایمان لائیں گے۔ اللہ کے بعد سے کیا مقصد ہے؟ کیا اللہ کے فوت ہو جانے کے بعد؟ (معاذاللہ۔ ناقل) یا اللہ کی غیر حاضری میں؟ ظاہر ہے کہ دونوں معنی باطل ہیں۔ پس بعد اللہ کا مطلب ہو گا کہ اللہ کے خلاف اللہ کو چھوڑ کر۔ پس یہی معنی ہیں لانبی بعدی کے۔ یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاولتھما کذابین لیخرجان بعدی احدھما العنسی والاخر مسیلمة (بخاری کتاب لمغازی و فدبنی تمیم جلد ۳)
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں میں نے سونے کے کنگن جو دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اڑا دیا تو اس کی تعبیر میں نے یہ کی اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ۔ یہاں

بعد سے مراد غیر حاضری یا وفات نہیں بلکہ مخالفت ہے۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی دونوں آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں مدعی نبوت ہو کر آنحضرت ﷺ کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے۔

الجواب

بعد کا ترجمہ "مخالفت" خلاف عربیت ہے۔ لغت عربی کی کسی کتاب میں بعد کے معنی مغائرت و مخالفت کے نہیں لکھے ہیں۔ نہ اہل زبان سے اس کی کوئی نظیر موجود ہے حدیث لانبی بعدی کے معنی دوسری حدیثیں خود واضح کرتی ہیں۔ صحیح بخاری (ص ۱۰۳۵ ج ۲) میں لم یبق من النبوۃ (مشکوۃ ص ۳۸۶) یہاں بعد کا لفظ موجود نہیں اور ہر قسم کی نبوت کی نفی ہے۔ کوئی نیا نبی نہ موافق آئے گا نہ مخالف۔ صحیح مسلم میں ہے انی اخرالانبیاء (ص ۴۴۶ جلد ۱) پس اگر کوئی نیا ہی نبی گو موافق سہی آجائے تو آپ ﷺ کی آخریت باقی نہیں رہتی۔ ابو داؤد اور ترمذی میں ہے انا خاتم النبیین الانبی بعدی (مشکوٰۃ ص ۴۵۷) یہاں لانبی بعدی کے ساتھ وصف خاتم النبیین بھی مذکور ہے جو بعد کے معنی "مخالفت" کے لینے کی تردید کرتا ہے کیونکہ نئے موافق "نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے مسند احمد اور ترمذی میں ہے ان الرسالته والنبوۃقدانقطعت فلارسول بعدی ولانبی (ابن کثیر ص ۸۹ جلد ۸) یہاں کے بعد معنی مخالفت کے لینے کی تردید انقطعت سے ہو رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (موافق و مخالف) ہر قسم کی رسالت و نبوت بند ہو گئی ہے۔ پس میری رسالت و نبوت کے بعد نہ تو کوئی رسول ہی ہو گا اور نہ نبی۔

اب سورۂ جاثیہ کی آیت مذکورہ کی تحقیق سنئے قرآن مجید عربی زبان میں ہے۔ عربی زبان جاننے کیلئے بہت سے فنون جو قرآن کے خادم ہیں حاصل کرنے کی ضرورت ہے منجملہ ان کے ایک فن علم معانی کا ہے۔ اس علم میں ایک باب ایجاز کا ہے جس میں لفظ اصل مراد سے کم لیکن کافی ہوتا ہے۔ اس کی دوسری قسم ایجاز حذف ہے۔ جس میں کچھ محذوف ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ اس قبیل سے ہے۔ اور بعد اللہ

میں بعد کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ چنانچہ تفسیر معالم وخازن میں ہے ای بعد کتاب اللہ اور تفسیر جلالین وبیضاوی وکشاف وسراج المنیر وابوالسعود وفتح البیان وابن جریر میں ہے۔ای بعد حدیث اللہ وھو القرآن اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے سورہ اعراف ومرسلات میں ہے فبای حدیث بعدہ یومنون (پارہ۹وپ۲۹) بعدہ کی ضمیر مجرور راجع ہے حدیث کی طرف۔یعنی کس بات پر اس بات کے بعد ایمان لائیں گے؟اسی طرح نبی ﷺ کی بعض دعائیں جو حدیثوں میں آئی ہیں ان میں بھی ایجاز حذف ہے۔دعاء نوم میں وارد ہے انت الاخر فلیس بعدك شیئی (مسلم ص۳۴۸جلد۲) ای بعد اٰخریتك (مرقاۃ ص۱۰۸جلد۳) فلاشیئی بعدہ (مسلم ص۳۵۰ جلد۲) ای امرہ بالفناء اسی طرح حدیث لانبوۃ بعدی (مسلم ص۲۷۵جلد۲) کے معنی ہیں لانبوۃ بعد نبوتی یعنی میری پیغمبری کے بعد کوئی پیغمبری نہیں ہے۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل (اسود اور مسیلمہ) کا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی ایجاز محذوف ہے اور بعد کا مضاف الیہ محذوف ہے یعنی یخرجان بعد نبوتی (فتح الباری انصاری پ۲۸ص۵۰۷) مطلب یہ ہے کہ اب جبکہ نبوت مجھے مل چکی ہے اس کے مل جانے کے بعد ان دونوں کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ مسیلمہ اور اسود عنسی کا ظہور آپ ﷺ کے نبی ہو چکنے کے بعد ہی ہوا ہے نہ قبل۔اس محذوف پر قرینہ صحیح بخاری کی دوسری حدیث ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں الکذابین الذین انا بینھما (پ۱۷وپ۲۸) یعنی وہ دونوں جھوٹے مدعی نبوت کہ ان دونوں کے درمیان میں موجود ہوں۔اسی معنی کو واضح کرنے کیلئے امام بخاری نے حدیث یخرجان بعدی کے متصل ہی انا بینھما کی روایت ذکر کی ہے۔دیکھو کتاب المغازی۔

اصل بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بات بنانے پر تل جائے تو پھر کوئی پروا نہیں کرتا کہ بات بنتی بھی ہے یا نہیں، قرآن کی مخالفت ہو یا حدیث کی مخالفت اور عربی زبان کی مخالفت، سے اسے کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب اور ان کی ''امت'' کا یہی حال ہے۔

حاصل کلام یہ کہ کتاب وسنت ولغت وعرب میں لفظ بعد ''بمعنی، مخالفت''

نہیں آیا۔ وھو المراد

نوٹ:۔مرزا صاحب نے بھی اس کی تائید کی ہے اور انہوں نے بھی لا نبی بعدی کے معنے خود یہی کیے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حدیث لا نبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے" (کتاب البریت مصنفہ مرزا ص ۱۸۴) ﴿خ ص ۲۱۷ ر ج ۱۳﴾

دوسری طرز سے

اس جواب میں بھی وہی بے دینی ٹیک رہی ہے کیا حضرت علی آنحضرت ﷺ کے مخالف تھے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر ان کو یہ جواب دنیا کہ گو تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کو تھی مگر میرے مخالف بن کر تم نبی نہیں ہو سکتے کیا مطلب ہے؟ کیا حضرت علیؓ نے نبوت کا عہدہ مانگا تھا جو یہ جواب دیا گیا ہے؟

ناظرین کرام! غور فرمائیے حضرت ﷺ جنگ کو تشریف لے جارہے ہیں حضرت علیؓ کو اپنے پیچھے چھوڑتے ہیں۔ جناب علیؓ کو اس بات کا ملال ہے کہ مجھے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اے علیؓ میں تجھے کسی مغائرت کی خاطر چھوڑ کر نہیں جارہا بلکہ اپنے بعد اپنا جانشین کر کے جارہا ہوں۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہارونؑ نبی تھے تم نبی نہیں اور تیرا نبی نہ ہونا بھی ہارونؑ سے کم استعدادی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ امر مقدر یوں ہی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

نیز صحیح مسلم غزوہ تبوک میں حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ کی وہ حدیث جس میں لا نبی بعدی کے بجائے لا نبوۃ بعدی کے الفاظ موجود ہیں (باب فضائل علیؓ)

جس کے معنی یہ ہیں کہ میرے بعد نبوت نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لانبی بعدی اور لانبوۃ بعدی کے ایک ہی معنی ہیں یعنی آپ ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہ دی جائے گی۔

آگے چل کر بعض علمائے متقدمین کی تحریرات سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لانبی بعدی سے مراد صرف صاحب شریعت نبی کی نفی ہے بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے۔

الجواب

جبکہ لانبی بعدی کے معنی بقول شما مسیلمہ کذاب وغیرہ مخالفین سے نبوت کی نفی ہے مسلمانوں سے نہیں۔ تو پھر تشریعی اور غیر تشریعی شرط کے کیا معنی؟ کیا مخالفین یعنی مسیلمہ کذاب وغیرہ کے گروہ میں غیر تشریعی نبی کا امکان ہے؟ پھر تو مرزا صاحب ایسا ہی دعویٰ کرتے تھے (ملاحظہ ہو ص ۲۵ تجلیات الٰہیہ) (خ ص ۴۱۶، ج ۲۰) احمدی دوستو! غور کرو تمہاری بددیانتی تمہیں کہاں دھکے دلوا رہی ہے۔ ہاں جناب جب صرف شریعت والے انبیاء کی نفی ہے اور مرزا صاحب نے جو کہا ہے کہ وہ "لا نفی عام" یہ جھوٹ اور افترا ہے "تو پھر آں حضرت ﷺ کی فضیلت کیا ہوئی۔ اور آپ ﷺ (بقول شما آئندہ کے نہ سہی) سابقہ انبیاء جن میں "صدہا بغیر کتاب" کے تھے، ان کے خاتم کیسے ہوئے! صاحبان! انصاف فرمائیے! کہ جب آپ ﷺ بغیر شریعت والے نبیوں کے خاتم ہی نہیں تو پھر مرزائیوں کا یہ کہنا کہ "آنحضرت پہلے سب نبیوں کے خاتم تھے" (مفہوم ص ۵۴۱) کیا معنی رکھتا ہے؟ الغرض یہ عذر باطل ہے۔

"خدا نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا" (اخبار الحکم ۷ / اگست ۱۸۹۹ء)

جن علماء نے شریعت کی قید لگائی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کو ملحوظ رکھ کر لگائی ہے یعنی وہ چونکہ حسب احادیث آنے والے ہیں اور ادھر آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لئے انہوں نے تخصیص کر دی کہ شریعت والی نبوت ختم ہے

اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر شریعت کے ایک خادم کی طرح کام کریں گے۔

حالانکہ ختم نبوت کے یہ معنی ہی نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص عہدۂ نبوت نہ پائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام تو پہلے نبی ہیں لا نبی بعدی۔ لا ینبّا احد بعدہ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی بنایا ہی نہ جائیگا۔

باقی رہا ابن عربی وغیرہ کی تحریروں میں نبوت کے جاری رہنے کا ذکر سو اول تو مرزائیوں کو خاص طور پر شرم کرنی چاہیئے کہ جس شخص کو مرزا صاحب نے وحدت الوجود کا بڑا حامی قرار دیا اور "رسالہ تقریر اور خط" میں وحدت وجودیوں کو ملحد۔ زندیق وغیرہ قرار دیا ہے۔ آج اسی کی تحریروں کو دلیل بنایا جاتا ہے وہ بھی نصوص قرآن اور احادیث رسول علیہ السلام کے مقابلہ پر اس پر مزید لطف یہ کہ ان کی تحریرات میں بھی خیانت معنوی کی جاتی ہے۔ ابن عربی وغیرہ صوفیاء کرام کی اصطلاح میں مرزائیوں کی طرح نبی دو قسم کے نہیں۔ ایک شریعت والے اور دوسرے بغیر شریعت کے بلکہ ان کے نزدیک جملہ نبی سب کے سب صاحب شریعت ہیں ہاں اتنا فرق ہے کہ وہ جملہ انبیاء کرام کو رسول کہتے ہیں اور غیر نبی اولیاء کو تشریعی نبی۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ رسول وہ ہے جس کو تبلیغ احکام شرعیہ کا حکم ہو جو اس پر نازل ہوتے ہیں اور نبی جس کو الہام تو ہو مگر وہ اس کی تبلیغ کے لئے مامور نہ ہو۔

الفرق بینھما ھو ان النبی اذاالقی الیہ الروح شیئاً ن اقتصربہ ذالك النبی علی نفسہ خاصة ویحرم علیہ ان یبلغ غیرہ ثم ان قیل لہ بلغ ما انزل الیك اما لطائفة مخصوصة کسائر الانبیاء اوعامة لم یکن ذالك الالمحمد سمی بھذ الوجہ رسولاً وان لم یخص فی نفسہ بحکم لایکون لمن الیھم فھو رسول لانبی واعنی بھاالنبوة التشریع التی لایکون للاولیاء (الیواقیت والجواھر ص ۲۵)

نبی وہ ہے جس پر وحی خاص اسکی ذات کے لئے نازل ہو، وہ اسکی تبلیغ پر مامور نہ ہو پھر اگر اس کو ایسا حکم دیا گیا ہے کہ وہ اس کی تبلیغ پر مامور ہوا ہے خواہ کسی خاص قوم کی طرف جیسا جملہ انبیاء کرام یا تمام دنیا کی طرف تو وہ رسول ہے مگر تمام دنیا کی طرف

رسول سوائے محمد ﷺ کے اور کوئی نہیں ہوا۔ اور ہم نے جو نبوت تشریعی کا ذکر کیا ہے وہ یہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی یہ نبوت اولیاء کیلئے نہیں ہے۔

قد ختم الله تعالى بشرع محمدصلى الله عليه وسلم جميع الشرائع ولارسول بعده يشرع ولانبى بعده يرسل اليه يشرع يتعبدبه فى نفسه انمايتعبدالناس بشريعته الى يوم القيمٰة (اليواقيت جلد۲ ص۳۷)

خدا تعالیٰ نے جملہ شرائع کو شریعت محمدیہ پر ختم کر دیا۔ آپ ﷺ کے بعد نہ کوئی نبی ہی آئے گا جس پر خاص اس کی ذات کیلئے وحی ہو اور نہ رسول ہی آئیگا جو تبلیغ کے لئے مامور ہوتا ہے۔

الذى اختص به النبى من هذا دون الولى الوحى بالتشريعى ولايشرع الاالنبى ولايشرع الاالرسول (فتوحات مكية)

یہ وہ خصوصیت ہے جو ولی میں نہیں پائی جاتی صرف نبی میں پائی جاتی ہے یعنی وحی تشریعی شرع نہیں مگر نبی کیلئے اور رسول کے لئے۔

ان تحریرات سے صوفیاء کا مطلب ظاہر ہے۔ یعنی وہ جملہ انبیاء کو تو تشریعی نبی کہتے ہیں اور اولیاء امت کا نام انہوں نے غیر تشریعی نبوت والا رکھا ہے لكل ان يصطلح۔

مرزائی عذر

حدیث اگر میرے بعد نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث غریب ہے لہذا حجت نہیں۔

الجواب

کیا غریب حدیث ضعیف یا غلط ہوتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ صحیح ہوتی ہے چنانچہ خود مرزا صاحب نے بھی اس کو مانا ہے جیسا کہ ہم بحوالہ (ازالہ اوہام ص۹۸ طدوم) ﴿خ ص ۲۱۹ ج ۳﴾ عبارت درج کر آئے ہیں اگر یہ حدیث غیر معتبر ہوتی تو مرزا صاحب اس کو

ازالہ اوہام میں ہر گز درج نہ کرتے کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ:-

"لوگ آنحضرت ﷺ کی حدیثیں زیدو عمر سے ڈھونڈتے ہیں اور میں بلا انتظار آپ کے منہ سے سنتا ہوں" (دافع الوساوس ص ۲۵) ﴿خ ص ۲۵ ، ج ۵﴾

اعتراض

لولم ابعث لبعثت یاعمر (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۵ ص ۵۱۹ وبرحاشیہ مشکوۃ مجتبائی باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ) یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر تو مبعوث ہوتا۔

یا

لولم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (کنوز الحقائق ص ۵۳)

اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تم میں مبعوث ہو جاتا۔ خلاصہ یہ ہے "کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر" کا مطلب یہ ہے اگر میں مبعوث نہ ہوتا تم میں عمر مبعوث ہو جاتا۔ کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوگئے لہذا حضرت عمر نبی نہ ہو سکے"

الجواب

ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحت حدیث لوکان بعدی نبی لکان عمرؓ لکھا ہے وفی بعض طرق ھذاالحدیث لولم ابعث لبعثت یا عمر (ص ۵۳۹ جلد ۵) لیکن ملا صاحب نے نہ راوی حدیث کا نام لیا ہے نہ مخرج کا پتہ دیا ہے نہ الفاظ مذکورہ حدیث کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں ملتے ہیں البتہ حافظ مناوی نے کنوز الحقائق میں اس کے ہم معنی روایت دو طریق سے نقل کی ہے ایک تو ابن عدی کے حوالہ سے جسکے الفاظ یوں ہیں لولم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (ص ۱۵۱ جلد ۲) دوسری فردوس دیلمی کے حوالے سے جس کے الفاظ یوں ہیں لولم ابعث لبعثت بعدی عمرؓ (حوالہ مذکورہ) ملا علی قاری نے غالباً اسی روایت کو

مرقاۃ میں بالمعنی نقل کر دیا ہے۔ محدثین کے نزدیک ہر دو روایت باطل، جھوٹی اور موضوع ہیں ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں) ﴿موضوعات ص ۳۲۰ ج ۱ بیروت﴾ ابن عدی والی روایت کو دو سندوں سے نقل کیا ہے اور چونکہ دونوں میں راوی وضاع ہیں اس لئے دونوں کو موضوع کہا ہے چنانچہ سلسلہ اسناد ملاحظہ ہو ابن عدی کہتے ہیں۔ حدثنا علی بن الحسن بن قدیر حدثنا زکریا بن یحیی الوقار حدثنا بشر بن بکر عن ابی بکر بن عبدالله بن ابی مریم الغسانی عن ضمرة عن عفیف بن الحارث عن بلال بن رباح قال قال النبی صلی الله علیه وسلم لولم ابعث فیکم لبعث عمر رضی الله عنه (۲) حدثنا عمر بن الحسن بن نصر الحلبی حدثنا مصعب بن سعید ابوخیثمة حدثنا عبدالله بن واقد الحرانی حدثنا حیوة بن شریح عن بکر بن عمرو عن مشرح بن هاعان عن عقبة بن عامر قال قال صلی الله علیه وسلم لولم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم ابن جوزی نے اس کے بعد فرمایا ہے زکریا کذاب یضع وابن واقد الحرانی متروک ذهبی نے (میزان) ﴿میزان ص ۷۷ ج ۲ ترجمہ ۲۸۹۲﴾ میں خود ابن عدی سے جس نے روایت مذکورہ اپنی کتاب کامل میں درج کی ہے، نقل کیا ہے قال ابن عدی یضع الحدیث وقال صالح کان من الکذابین الکبار یعنی پہلی سند کا راوی زکریا وقار حدیثیں بناتا تھا۔ زکریا بہت بڑے جھوٹوں میں سے ہے دوسری سند کا راوی ابن واقد حرانی متروک ہے جیسا کہ ابن جوزی اور جوزجانی نے کہا ہے بلکہ میزان میں یعقوب بن اسماعیل کا قول ابن واقد حرانی کے بارے میں یکذب بھی موجود ہے یعنی یہ بھی جھوٹا ہے۔ چنانچہ اس نے ترمذی وغیرہ کی سند رجال اپنی جھوٹی روایت پر لگالی ہے۔

کنوز الحقائق کی دوسری حدیث جو بحوالہ (فردوس دیلمی) ﴿ص ۷۲ ج ۳ حدیث نمبر ۵۱۲۷﴾ منقول ہے اس کی سند یوں ہے۔ قال الدیلمی أنبأنا ابی أنبأنا عبدالملک بن عبدالغفار أنبأنا عبدالله بن عیسی بن هارون أنبأنا عیسی بن مروان حدثنا الحسین بن عبدالرحمن بن حمران حدثنا

اسحق بن نجیح الملطی عن عطاء بن میسرہ الخراسانی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لو لم ابعث فیکم الخ۔
یہ حدیث بھی موضوع اور باطل ہے۔ اس کی سند میں اسحٰق ملطی وضاع و کذاب ہے۔ ذہبی میزان میں لکھتے ہیں قال احمد ھو من اکذب الناس و قال یحیی معروف للکذب و وضع الحدیث یعنی اسحٰق بڑا جھوٹا ہے۔ جھوٹی حدیثوں کے بنانے میں مشہور ہے۔ دوسرا راوی عطاء خراسانی بھی ایسا ہی ہے۔ تہذیب میں سعید بن مسیب کا قول منقول ہے کذب عطا امام بخاری نے بھی تاریخ صغیر میں سعید کا قول کذب نقل کیا ہے (ص ۱۵۷) یعنی عطاء جھوٹا ہے خود امام بخاری فرماتے ہیں عامۃ احادیثہ مقلوبۃ (ترمذی) یعنی عطاء خراسانی کی حدیثیں الٹی پلٹی غلط ہوتی ہیں۔ امام بیہقی اسے کثیر الغلط کہتے ہیں (زیلعی) حاصل کلام یہ کہ کنوز الحقائق کی دونوں روایتیں باطل اور جھوٹی ہیں اور یہ کچھ ان دونوں روایتوں پر ہی موقوف نہیں ہے۔ بلکہ کامل ابن عدی اور فردوس دیلمی کی تمام روایت کا یہی حال ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عجالہ نافعہ میں طبقہ رابعہ کا بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں "احادیث کہ نام و نشان آنہا کہ در قرون سابقہ معلوم نبود (تا) ایں احادیث قابل اعتماد نیستند" پھر ان کے نقل کرنے والوں میں کتاب الکامل لابن عدی اور فردوس دیلمی کا بھی نام گنایا ہے (ص ۷۷۸) اور بستان المحدثین میں دیلمی کی کتاب الفردوس کے تذکرہ میں لکھتے ہیں "در سقیم و صحیح احادیث تمیز نمی کند و لہذا دریں کتاب او موضوعات و واہیات تودہ مندرج" (ص ۶۲) یہی حال فردوس دیلمی کی اس روایت کا بھی ہے جسے مرزائیوں نے اپنی ڈائری کے ص ۵۱۸ میں کنوز الحقائق کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر افضل ھذہ الامۃ الا ان یکون نبی اور اس سے امکان نبوت کی دلیل پکڑی ہے۔ حالانکہ یہ روایت، باطل، موضوع اور جھوٹی ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے اس کے حوالہ میں فردوس دیلمی کا نام کافی ہے۔ حافظ مناوی نے کنز الحقائق میں فردوس دیلمی کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے۔ و لعل فیہ کفایۃ۔

مرزائی عذر

بنی اسرائیل میں نبی سیاست کرتے رہے مگر میرے بعد خلفاء ہوں گے کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں سیکون کا لفظ وارد ہے جس کے معنی میں ہیں عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے"

الجواب

معلوم نہیں کہ اس سے معترض کا مطلب کیا ہے ہاں صاحب خلافت کے معًابعد شروع ہونے کا ذکر ہے پھر لکھا ہے:۔

"اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ امت میں خلافت او نبوت جمع نہ ہو گی"

مطلب یہ کہ جو بادشاہ خلیفہ ہو گا وہ نبی نہ ہو گا اور جو نبی ہو گا وہ بادشاہ نہ ہو گا۔
کیا کہنے ہیں اس یہودیانہ تحریف کے۔

حدیث شریف کے الفاظ صاف ہیں کہ نبی اسرائیل کے بادشاہ نبی ہوتے تھے۔ جب ایک فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا قائم مقام بادشاہ ہوتا۔ اب اس تقریر سے خیال پیدا ہوتا تھا کہ پھر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی بادشاہ نبی ہیں۔ لہذا آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کا جانشین بھی نبی ہونا چاہیئے۔
حضور ﷺ نے اس خیال کو یوں حل کیا کہ چونکہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہونا اس لئے میرے بعد میرے جانشین صرف خلفاء ہوں گے۔ جو عنقریب عنان خلافت سنبھالیں گے پھر بکثرت ہوں گے۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت بند اور انتظام ملکی کیلئے خلافت جاری رہیگی::

اس خلافت کے مسئلہ کو دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا کہ:۔

تکون النبوة فیکم ماشاء الله XXX ثم تکون۔

خلافة علی منهاج النبوة ماشاء الله XXX ثم تکون۔

ملکاً عاضافیکون ماشاء الله XXX ثم تکون۔

خلافۃعلی منھاج النبوۃ(رواہ احمد والبیھقی مشکوۃکتاب الفتن)
﴿مسند احمد ص ۲۷۳/ج ٤ حدیث نمبر ۱۸٤۳۰﴾

-میری نبوت تمہارے اندر ہوگی جبتک خدا چاہے پھر ہوگی خلافت منہاج نبوت پر اس کے بعد بادشاہی ہو جائیگی پھر خلافت منہاج نبوت پر ہوگی یعنی امام مہدی کے زمانہ میں یعنی جس طریق پر امور سیاسیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلایا اسی طرح مطابق آپ کی سنت کے آخری زمانہ میں امام مہدی چلائے گا۔

اور ایک روایت بیہقی میں ہے کہ اس کے بعد پھر فساد پھیل جائے گا۔حتی یلقوا اللہ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

حاصل یہ کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت کے لئے سوائے درجہ ولایت وخلافت وغیرہ کے نبوت کا اجرا نہیں ہوگا۔

بطرز دیگر "سین" تحقیق وقوع کے لئے ہے جیسے سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ (آل عمران ع ۱۸) یعنی جس چیز کا وہ بخل کرتے تھے وہ قیامت کے دن ضرور بالضرور ان کے گلوں میں طوق بنا کر ڈالی جائیگی۔ ثابت یہ ہوا کہ نبوت منقطع ہو چکی ہے اور اس انقطاع نبوت کے بعد ایک چیز یقیناً باقی ہے اور وہ ہے خلافت::

اعتراض

حدیث تیس دجال والی کا یہ جواب ہے کہ تیس دجال کی تعیین بتاتی ہے کہ بعد میں کچھ سچے بھی آئیں گے::

جواب

تیس کی تعیین اس لئے ہے کہ کذاب ودجال صرف تیس ہی ہوں گے۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ لاتقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون دجالون کلھم یزعم انہٗ رسول اللہ (ابوداؤد) ﴿ص ۵۹۵/ج ۲﴾ (قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال وکذاب پیدا نہ ہولیں) صاف دال ہیں کہ قیامت تک تیس ہی ایسے

ہونے والے ہیں ان سے زیادہ نہیں۔ خود مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ یہ قیامت تک کی شرط ہے۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دنیا کے اخیر تک تیس کے قریب دجال پیدا ہوں گے“ (ازالہ اوہام ص ۱۹۹ ط۔ ا، ص ۱۸۱ ط ۲) ﴿خ ص ۱۹۷ ج ۳﴾

باقی رہا یہ کہ کچھ سچے بھی ہوں گے سو اس کے جواب میں وہی الفاظ کافی ہیں جو آنحضرت ﷺ نے ان دجالوں کی تردید میں ساتھ ہی اس حدیث میں فرمائے ہیں لانبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

دوسرا اعتراض

”یہ دجال آج سے پہلے پورے ہو چکے ہیں۔ جیسا اکمال الاکمال میں لکھا ہے“

جواب

حدیث میں قیامت تک شرط ہے۔ اکمال الاکمال والے کا ذاتی خیال ہے جو سند نہیں۔ بعض دفعہ انسان ایک چھوٹے دجال کو بڑا سمجھ لیتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے خیال کے مطابق تعداد پوری سمجھ لی۔ حالانکہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت نے وضاحت کر دی کہ ابھی اس تعداد میں کسر باقی ہے۔

مزید برآں حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری شرح ”صحیح بخاری میں اس سوال کو حل کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

ولیس المراد بالحدیث من ادعی النبوۃ مطلقاً فانھم لایحصون کثرۃ لکون غالبھم ینشألھم ذلک عن جنون وسوداء وانما المراد من قامت له الشوکة (فتح صفحہ ۴۵۵ جلد نمبر ۶) ﴿حدیث نمبر ۳۶۰۹، ص ۷۶۶ / ج ۷﴾

اور ہر مدعی نبوت مطلقاً اس حدیث سے مراد نہیں اس لئے کہ آپ ﷺ کے بعد مدعی نبوت تو بیشمار ہوئے ہیں کیونکہ یہ بے بنیاد دعویٰ عموماً جنون یا سوداء سے پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس حدیث میں جن تیس دجالوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جن کی

شوکت قائم ہو جائے اور جن کا مذہب مانا جائے اور جن کے متبع زیادہ ہو جائیں۔

مزید ارہات

اور ملاحظہ ہو ایک طرف تو بحوالہ اکمال الاکمال آج سے "چار سو برس پہلے" تیس دجال کی تعداد ختم لکھی ہے مگر آگے چل کر بحوالہ حجج الکرامۃ مصنفہ مولانا نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے کہ "آنحضرت نے جو اس امت میں تیس دجالوں کی آمد کی خبر دی تھی وہ پوری ہو کر ستائیس کی تعداد مکمل ہو چکی ہے" (ص ۵۴۰) گویا اکمال الاکمال والے کا خیال غلط تھا۔ اس کے ساڑھے تین سو برس بعد تک بھی صرف ستائیس دجال و کذاب ہوئے ہیں۔ بہت خوب۔ حدیث میں تیس کی خبر ہے جس میں بقول نواب صاحب "مسلمہ شما ۲۷ رہو چکے۔ اب ان میں ایک متنبّی مرزا صاحب کو ملائیں تو بھی ابھی دو کی کسر ہے۔

یہاں تک تو مرزائی صاحب نے اس حدیث کو رسول اللہ کی مانتے ہوئے جواب دیئے۔ مگر چونکہ اس کا ضمیر گواہی دیتا ہے کہ جواب دفع الوقتی اور بددیانتی کی کھینچ تان ہے جسے کوئی دانا قبول نہیں کرسکتا۔ اس لئے آگے چل کر عجیب دجالانہ صفائی کی ہے کہ یہ حدیث ہی ضعیف ہے۔ آہ صحاح ستہ خاص کر صحاح سے بھی سب کی سردار کتاب بخاری و مسلم کی حدیث اور ضعیف۔ اور پھر جرأت یہ کہ حجج الکرامۃ کے حوالہ سے لکھا ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس حدیث تیس دجال والی کو ضعیف لکھا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے حجج الکرامۃ کی جو عبارت درج کی ہے اگرچہ ساری نہیں درج کی گئی تاہم اس سے ہی اصل حقیقت کھل رہی ہے؛ ملاحظہ ہو، لکھا ہے:۔

"در حدیث ابن عمرؓ کذاب و در روایتے عبد اللہ بن عمر نزد طبرانی است برپا نمیشود ساعت تا آنکہ بیرون آیند ہفتاد کذاب ونحوہ عند ابی یعلی من حدیث انس حافظ ابن حجر گفتہ کہ سند ایں ہر دو حدیث ضعیف است"

ناظرین کرام! حجج الکرامۃ کی عبارت میں تین روایتوں کا ذکر ہے پہلی ابن عمر کی تیس دجال والی (یہ تو صحیح مسلم و بخاری و ترمذی وغیرہ کی ہے۔ بادنیٰ تغیر) دوسری روایت

عبداللہ بن عمر کی جو طبرانی میں ہے ۷۰ دجال والی اور تیسری روایت انس والی جو ابو یعلیٰ میں ہے ۷۰ / دجال والی حافظ صاحب نے پچھلی دونوں روایتوں کو ضعیف کہا ہے۔
مگر مرزائی صحیح حدیث کو بھی اسی صف میں لا کر نہ صرف اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کر رہا ہے بلکہ حافظ ابن حجر اور نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہما پر افترا کر کے اپنی مرزائیت کا ثبوت دے رہا ہے۔

اب آیئے! میں آپ کے سامنے حافظ ابن حجرؒ کی اصل کتاب جس کا حوالہ دیا گیا ہے پیش کروں:۔

وفی روایة عبدالله بن عمر عندالطبرانی لاتقوم الساعة حتی یخرج سبعون کذاباً وسندها ضعیف وعندابی یعلی من حدیث انس نحوهٗ وسنده ضعیف ایضا (فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعه دهلی جز۲۹ ص٥٦٤) ﴿حدیث نمبر ۷۱۲۱ / ص۱۰۸ / ج۱۳﴾

کہ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں امام طبرانی کے نزدیک یہ وارد ہے کہ ستر کذاب نکلیں گے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے اور ابو یعلی کے نزدیک حضرت انسؓ کی حدیث سے بھی اسی طرح ہے اور اس کی سند بھی ضعیف ہے۔

حاصل یہ کہ حافظ ابن حجرؒ نے صرف ۷۰ / دجال والی روایت کو جو دو طریق سے مروی ہے ضعیف لکھا ہے، نہ کہ تیس دجال والی کو۔

نوٹ: اسی عبارت کو علامہ عینی حنفی نے اپنی شرح صحیح بخاری میں اسی طرح نقل کیا ہے اور مسئلے کو صاف کر دیا ہے کہ ستر کی تعداد والی ہر دو روایات جو طبرانی اور ابو یعلےؒ نے روایت کی ہیں، وہ دونوں ضعیف ہیں۔ (عینی جلد ۱۱ ص ۳۹۸) ص، ۲۱۵ ج ۲۴ / مطبوعہ بیروت﴾

حدیث قصر نبوت اور مرزائی اعتراض نمبر ۱

اول تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محل کی ایک اینٹ قرار دینا آپ ﷺ کی توہین ہے کیونکہ آپ ﷺ کا درجہ بہت بلند ہے۔ پھر اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی شرائع کو کامل کر دیا ہے اور شریعت کے محل کو مکمل کر دیا۔ حدیث پہلے انبیاء کو ذکر ہے بعد میں آنے والے کا نہیں۔

الجواب

محل کی تو ایک مثال ہے۔ شریعت وغیرہ کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین فرمایا اور ساتھ یہ جان کر کہ آئندہ کذاب ودجال پیدا ہونے والے ہیں جن میں سے کوئی تو یہ عذر کرے گا کہ میرا نام "لا" ہے حدیث میں لانبی بعدی آیا ہے۔ اور کوئی یہ عذر کرے گا کہ مردوں میں نبوت ختم ہے۔ میں عورت ہوں اسلئے میرا دعویٰ خاتم النبیین کے منافی نہیں اور کوئی یہ عذر کریگا کہ دور محمدیہ میں نبوت ختم ہے نئی کتاب اور شریعت خاتم النبیین کے خلاف نہیں (جیسا کہ بہائی مذہب والے کہتے ہیں) اور کوئی یہ عذر کرے گا کہ شریعت والی نبوت ختم ہے۔ بغیر شریعت کے نبی آسکتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا۔ اور کوئی یہ عذر کرے گا کہ حدیث میں پہلے نبیوں کا ذکر ہے بعد کا نہیں۔ ان تمام باتوں کو ملحوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان سے آیت کی وہ تفسیر کرائی جس سے تمام دجالوں کی تاویلات ھباءً منثوراً ہو جاویں۔

چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا خاتم النبیین ہونا ان معنوں سے ہے کہ جس طرح ایک محل بنایا جائے۔ جس کی تکمیل میں صرف ایک اینٹ کی کسر ہو۔ سو اسی طرح یہ سلسلہ انبیاء کا ہے جس میں کتاب والے بھی آئے اور بلا کتاب والے بھی یہ روحانی انبیاء کا سلسلہ چلتا چلتا اس مقام پر پہنچا کہ صرف ایک ہی نبی باقی رہ گیا۔ وہ نبی میں ہوں جس کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس مثال سے جملہ دجال وکذاب اشخاص کی تاویلات واہیہ تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتی ہیں نہ تشریعی وغیر تشریعی کا عذر نہ عورت ومرد کا امتیاز۔ نہ پہلے اور پچھلوں کا فرق محل نبوت تمام ہو گیا۔ نبوت ختم ہو گئی اب بعد میں پیدا ہونے والے بموجب حدیث سوائے دجال کے اور کسی خطاب کے حقدار نہیں۔

اعتراض

بعض روایات میں لفظ من قبلی موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب انبیاء کی مثال نہیں بلکہ گزشتہ انبیاء کی مثال ہے نیز اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس قسم کے نبی پہلے آیا کرتے تھے اس قسم کے نبی اب ہرگز نہیں آئیں گے جیسا کہ من قبلی ظاہر کرتا ہے۔

الجواب

چونکہ سب انبیاء آپ ﷺ سے پہلے گذر چکے ہیں اس لئے من قبلی بولا گیا ہے نیز جملہ ختم بی البنیان وختم بی الرسل جریان نبوت کی فقط نفی کرتا ہے۔
دوسرے یہ کہ حدیث میں من قبلی کے الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں جن سے انبیاء کا عموم بتلایا گیا ہے یعنی شرعی اور غیر شرعی اور جملے ختم بی الرسل (ختم کئے گئے ساتھ میرے رسول) اور انا اللبنة وانا خاتم النبیین (کہ نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں اور میں ختم کرنے والا ہوں نبیوں کا) اور فجئت انا واتممت تلك اللبنة۔ (کہ میرے آئے سے وہ کمی پوری ہو گئی جو ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی) اس کی پوری پوری تشریح کر رہے ہیں۔ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ پہلے صرف بلاواسطہ نبی ہوتے تھے۔ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہوا کریں گے تو خدا کی سنت کی تبدیلی اور استثناء کس حرف سے معلوم ہوتا ہے کیا سچ فرمایا ہے مرزا صاحب نے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی بھی ہیں اور جامع الکمالات بھی ؎

ہست او خیرا لرسل خیرا لانام
ہر نبوت رابرو شد اختتام

اعتراض

جب نبوت کے محل میں کسی نبی کی گنجائش نہیں رہی تو پھر آخر زمانہ میں عیسیٰؑ کا تشریف لانا کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔

الجواب

مثلاً کہا جاتا ہے خاتم اولاد (سب سے آخر میں پیدا ہونے والا) اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلی اولاد کا صفایا ہو چکا ہے اور سب مر گئے ہیں۔ اسی طرح خاتم النبیین سے کیسے سمجھ لیا گیا کہ تمام انبیاء سابقین پر موت طاری ہو چکی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو یہ عہدہ نبوت نہیں دیا جائیگا اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو

آپ ﷺ کے بعد عہدہ نبوت نہیں ملا۔ بلکہ آپ ﷺ سے پہلے مل چکا ہے اور وہ اس وقت سے آخر عمر تک برابر اس وصف کے ساتھ متصف ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور نزول مسیح علیہ السلام کے عقیدہ میں کیا تعارض ہے۔

اعتراض ۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو محل کی ایک اینٹ قرار دینا آپ ﷺ کی توہین ہے۔

الجواب

اگر کوئی شخص یہ کہے فلاں شخص شیر ہے۔ تو کیا یہ مطلب ہے کہ وہ درندہ جانور ہے۔ جنگلوں میں رہتا ہے۔ اس کی دم بھی ہے اور بڑے بڑے ناخنوں اور بالوں والا ہے۔ کیا خوب یہ مبلغ علم و فہم۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال سمجھانے کیلئے دی ہے اور اس میں توہین کہاں سے آگئی۔ اگر یہ توہین ہے تو پھر مرزا صاحب بھی اس توہین کے مرتکب ہوئے ہیں۔ بعینہٖ یہی مثال آنحضرت نے دی ہے کہ۔

"دیوار نبوت کی آخری اینٹ ہوں" (سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا ص ۱۹۸، ۱۹۹، ط ۲) ﴿خ ص ۱۹۸ ج ۲﴾

مرزا صاحب نے اس کی تصدیق کی ہے ان پر کیا فتویٰ لگاتے ہیں۔

مرزائی عذر

حدیث انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبیٌ کا جواب یہ دیا ہے کہ عاقب کے معنی بعد میں آنے والا نبوت کی نفی راوی کا اپنا خیال ہے۔

الجواب

یہ غلط ہے جس کسی نے کہا ہے خود اس کا یہ خیال ہے ورنہ حدیث میں کوئی تفریق نہیں۔ عاقب کے یہ معنی خود رسول ﷺ نے کئے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وفی روایة سفیان بن عینیة عند الترمذی وغیرہ بلفظ الذی

لیس بعدی نبی (فتح الباری جز ۱٤ ص ۳۱۳ مطبوعہ دھلی)

سفیان بن عینہ کی مرفوع حدیث میں امام ترمذی وغیرہ کے نزدیک یہ لفظ ہیں میں عاقب ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ عاقب کی تفسیر میں جو الفاظ وارد ہیں وہ کلمات مرفوع ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی فرمائے ہیں۔

(حدیث عاقب کی تشریح از ملا علی قاری ملاحظہ ہو کتاب جمع الوسائل فی شرح الشمائل حصہ دوم ص ۱۸۳ باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌ ۔قیل ھذاقول الزھری وقال العسقلانی ظاھرہ انہٗ مدرج لکنہٗ وقع فی روایۃ سفیان بن عیینۃ عند الترمذی ای فی الجامع بلفظ الذی لیس بعدی نبیٌ۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ عاقب کی تفسیر میں جو الفاظ الذی لیس بعدی نبیٌ وارد ہیں وہ کلمات مرفوع ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی ارشاد فرمائے ہیں۔

مزید برآں شمائل کی شرح (جو جمع الوسائل شرح الشمائل مصری ملا علی قاری کے حاشیہ پر چڑھی ہوئی ہے) کرتے ہوئے علامہ عبدالرؤف المناوی المصری نے متن میں لفظ "بعدی" کو نقل فرمایا۔

اسی طرح چوتھی صدی کے مشہور محدث حافظ ابن عبدالبر نے روایت مذکور یوں نقل فرمائی ہے قال ......وانا الخاتم ختم اللہ بی النبوۃ وانا العاقب فلیس بعدی نبی (کتاب الاستیعاب برحاشیہ اصابہ مطبوعہ مصر ص۳۷ جلد۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں خاتم ہوں۔ اللہ نے نبوت میرے ساتھ ختم کردی ہے۔ اور میں عاقب ہوں پس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اسی طرح چھٹی صدی کے مشہور محدث قاضی عیاض بھی لکھتے ہیں وفی الصحیح انا العاقب الذی لیس بعد ی نبی (کتاب الشفا مطبوعہ استنبول ص۱۹۱ ج۱)

(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے)

ایسا ہی تفسیر خازن (سورہ صف) میں ہے انا العاقب الذی لیس بعدی نبی (ص۱۷ جلد۷ طبع مصر ۱۳۴۹ھ) ان کتابوں (شفا کتاب ا ب۔ خازن فتح الباری اور شرح الشمائل) میں لفظ بعدی موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ تفسیر نبوی ہے۔

اعتراض

صحاح ستہ جو حدیث کی معتبر کتابیں ہیں ان میں تو یوں نہیں آیا ہے لہذا حجت نہیں ہے۔

الجواب

صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی میں یوں ہی موجود ہے۔ چنانچہ ترمذی ابواب الاستیذان والادب، باب ماجاء فی اسماء النبی میں حدیث صحیح مرقوم ہے۔ وانا العاقب الذی لیس بعدی نبی (دیکھو ترمذی مطبوعہ مصر ص ۱۳۷ جلد ۲ طبع ۱۲۹۲ھ و مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۷ جلد ۲ طبع ۱۳۲۸ھ و مطبوعہ مجیدی پریس کانپور ص ۱۱۲ جلد ۲)

اعلام

ترمذی مطبوعہ ہند کے بعض نسخوں (مطبوعہ احمدی وغیرہ) میں اس مقام پر بعدہٗ غلط طبع ہوگیا ہے ناظرین سے التماس ہے کہ ترمذی کے اس مقام کو درست کرلیں اور بجائے بعدہ کے بعدی بنالیں۔ محدثین شارحین حدیث نے بھی ترمذی کے حوالہ سے بعدی نقل کیا ہے دیکھو فتح الباری پ ۱۴ ص ۳۱۳، اسی طرح زرقانی نے شرح مؤطا میں حوالہ ترمذی بعدی نقل کیا ہے ص ۲۷۲ جلد ۴ مطبوعہ مصر)

تشریح لفظ عاقب از علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

والعاقب الذی جاء عقب الانبیاء فلیس بعدہ نبی فان العاقب هو الاخرفهو بمنزلة الخاتم ولهذا سمی العاقب علی الاطلاق ای عقب الانبیاء جاء بعقبهم (زادالمعاد جلد اول صفحہ ۲۳)

ناظرین کرام! یہ ہیں وہ عذرات واہیہ جو مصنف احمدیہ پاکٹ بک نے ختم نبوت کی آیات واحادیث پر پیش کئے ہیں جن کو ہم نے بفضلہ تعالیٰ قرآن وحدیث کے علاوہ خود اقوال مرزا سے توڑ دیا۔ اب اجراء نبوت پر جو دلائل مرزائی پیش کرتے ہیں، آپ

کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں تاکہ آپ مرزائی صاحبان کی غلط گوئیوں پر بخوبی مطلع ہو جائیں۔

اجرا نبوت پر مرزائی دلائل کے جوابات

(از قرآن)

پہلی تحریف

الله یصطفی من الملئکة رسلاً و من الناس۔ اللہ تعالیٰ چُنتا ہے یا چُنے گا فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے۔ اس آیت میں یصطفی مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے پس یَصْطَفِی کے معنی ہیں کہ چُنتا ہے یا چُنے گا (مگر) اس آیت میں یصطفی سے مراد حال نہیں لیا جا سکتا کیونکہ لفظ رسل جمع ہے اس سے مراد آنحضرت ﷺ (واحد) نہیں ہو سکتے پس ماننا پڑیگا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد رسالت کا سلسلہ جاری ہے اور یصطفی مستقبل کے لئے ہے۔

الجواب

اس آیت میں کوئی لفظ نہیں کہ آئندہ رسول آئیں گے نصوص صریحہ جن میں بعبارت النص مرقوم ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں بنایا جائیگا۔ اس امت میں مدعیان نبوت دجال اور کذاب ہیں کے خلاف کھینچ تان خود ایک جرم ہے اور دلیل ضلالت ہے۔ اس آیت کے پہلے یہ ذکر ہے کہ منکرین اسلام کے رو برو جب قرآن پاک پڑھا جاتا تو وہ منہ پھیرنے کے علاوہ مارنے کو دوڑتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خفگی کیوں اور کس دلیل پر مبنی ہے تم خود آمد رسل کے قائل ہو اور خدا کی اس قدیم سنت سے ماہر ہو کر وہ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے جو خدا کا پیغام انبیاء پر لاتے ہیں اور انسانوں میں سے رسول چنتا ہے جو اس کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اسی سنت قدیمہ کی رو سے اب بھی یہ رسول بھیجا گیا ہے۔

بخلاف اس صحیح مراد خداوندی کے احمدی صاحب نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ یصطفی

مضارع کا صیغہ حال کے لئے نہیں بلکہ آئندہ کے لئے ہے حالانکہ اس ترجمہ کی رو سے اصل مقصد رسالت محمدیہ کی تصدیق ندارد ہو گئی یعنی بجائے اس کے ارسال رسل کی سنت الٰہیہ سے موجودہ نبوت پر استدلال کیا جاتا۔ آئندہ نبوت کا خواہ مخواہ ذکر چھیڑ دیا۔ کیا بیہودہ ترجمہ ہے پھر اس پر دلیل قائم کی ہے وہ اس سے بھی لغو تر ہے کہ رسل جمع کا صیغہ ہے اور آنحضرت ﷺ واحد ہیں پس آپ مراد نہیں ہو سکتے۔

کیا خدا ہمیشہ سے دس دس بیس بیس اکٹھے رسول بھیجتا رہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کبھی دو دو، کبھی تین تین، اور اکثر دفعہ صرف ایک ایک رسول بھیجتا آیا ہے۔ پس اس سنت قدیمہ کی رو سے یہ کہنا بالکل سچ ہے۔ کہ خدا رسولوں کو چنتا ہے۔ ہاں صاحب جب رسل جمع کا صیغہ ہے اور واحد پر استعمال نہیں ہو سکتا۔ تو پھر مرزا صاحب بھی تو واحد ہی ہیں وہ کیسے اس کے مصداق ٹھہریں گے۔ اور سنئے اس آیت میں انبیاء پر اترنے والے فرشتہ کو بھی تو جمع کے صیغہ "رسل" سے بیان کیا ہے۔ کیا انبیاء پر دو چار اکٹھے فرشتے پیغام لاتے رہے ہیں؟ غور کرو تم کدھر دھکے کھا رہے ہو۔ اکیلے اکیلے انبیاء تو پھر بھی ہزارہا ہوئے لیکن ان پر وحی لانے والا تو ہمیشہ سے ایک ہی مقرر ہے۔ خود اپنی پاکٹ بک سے سنو! آنحضرت ﷺ کے بعد نزول وحی کے اثبات میں اپنی تائید کے لئے بزرگان دین کے اقوال نقل کئے ہیں کہ:۔

"جبریل انبیاء کی طرف وحی لانے کیلئے مقرر ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا فرشتہ اس کام پر مقرر نہیں" (ص ۵۳۴)

قرآن پاک بھی شاہد ہے کہ نزله على قلبك باذن الله جبریلؑ نے اس قرآن پاک کو تیرے دل پر اتارا ہے۔

(۱) "رسولوں کی تعلیم اور اعلام کے لئے یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے جو بواسطہ جبرائیل علیہ السلام کے اور بذریعہ آیات ربانی کلام رحمانی کے سکھلائے جاتے ہیں"

(ازالہ اوہام ص ۵۸۴ ط ۱، و ص ۲۴۱ ط ۲) ﴿خ ص ۴۱۵ ر ج ۳﴾

(۲) "حسب تصریح قرآن رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں" (ازالہ ص ۵۳۴ ط ۱، و ص ۲۲۱ ط ۲) ﴿خ ص ۳۸۷ ر ج ۳﴾

پس جس حالت میں پیغام رساں فرشتے کو باوجود واحد ہونے کے جمع کے صیغہ رسل سے ذکر کیا ہے تو پھر آنحضرت ﷺ پر کیوں اس کا استعمال ناجائز ہو گیا؟

قدرت کا کرشمہ

"خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ بے حیا، سخت دل مجرموں کو خود انہی کے ہاتھوں سے ذلیل ورسوا کیا کرتا ہے" (مفہوم ص ۸ حاشیہ استفتا مصنفہ مرزا صاحب) ﴿خ ص ۱۱۶ ر ج ۱۲﴾

یہی معاملہ اس جگہ ہوا ہے۔ مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے اگرچہ پوری کوشش کی کہ یہ آنحضرت ﷺ (واحد) رسول پر صادق نہ آسکے مگر قدرت کا زبردست تصرف اس کے قلم پر ہوا کہ اس نے خود ہی آگے چل کر لکھا ہے:۔

"پس خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ میں ایک شخص کو انسانوں میں سے چنوں گا پھر ملائکہ میں سے ایک فرشتہ چن کر اس کے ذریعہ اس کی طرف وحی بھیجوں گا"

(ص ۴۹۹ پاکٹ بک مرزائی)

ناظرین کرام! غور فرمایئے یصطفی کے صیغہ کو مضارع کہہ کر حال یا استقبال دوزمانوں سے حال کی نفی اس لئے کی تھی کہ رسل جمع ہے اور آنحضرت ﷺ واحد اس لئے آئندہ زمانہ کا ذکر ہے مگر آگے چلکر خود ہی رسل کے معنی ایک شخص کر دیئے یہ ہے قدرت کا کرشمہ۔

دوسرا استدلال

مرزائی صاحب نے اس آیت سے بایں الفاظ کیا ہے کہ:۔

"مضارع ایک ہی وقت میں ماضی اور مستقبل اور حال تینوں زمانوں کے لئے بھی آسکتا ہے اس کو استمرار تجددی کہتے ہیں فعل مضارع بعض قرائن سے استمرار تجددی کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ اللہ یصطفی میں استمرار تجددی ہوسکتا ہے اس کے لئے قرینہ الرسل بصیغہ جمع اور فعل مضارع کا خدا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اللہ یصطفی کا مطلب یہ ہے کہ عند الضرورت، خدا تعالیٰ رسول بھیجتا رہیگا"

الجواب

آپ نے اس جگہ آئندہ نبوت کے اجراء پر قرینۃ الرسل بتایا ہے اور ہم ثابت کر آئے ہیں کہ رسل سے مراد بہت سے رسول ایک دم بھیجنے کا نہیں۔ بلکہ سنت گزشتہ کے حوالہ سے نبوت محمدیہ ﷺ کی تائید ہے یہ تو تمہیں بھی مسلم ہے کہ استمرار میں ماضی، حال، مستقبل تینوں زمانے داخل ہوتے ہیں۔ پس پچھلے انبیاء کو ساتھ ملا کر الرسل کا صیغہ بالکل صاف ہوگیا۔ لہذا آئندہ نبوت کے اجراء پر الرسل کا قرینہ تمہاری دلیل، نہیں ہوسکتا، باقی رہا یہ امر کہ آئندہ زمانہ بھی تو اس استمرار میں آسکتا ہے جواب یہ ہے کہ آتو سکتا ہے مگر آیت خاتم النبیین اور دوسری آیات اور صدہا احادیث نبویہ ﷺ قرینہ ہیں کہ بعد آنحضرت ﷺ کے نبوت بند ہے اور مدعی نبوت کذاب و دجال ہے۔

۲۔ دیکھیئے جس طرح خدا کی سنت بغیر کتاب کے نبی بھیجنے کی ہے۔ اسی طرح صاحب کتاب نبی بھیجنے کی بھی تو ہے۔ اب اگر بقرینہ تکمیل دین واتمام شریعت صاحب کتاب نبی کا نہ آنا اس سنت کو آئندہ کے لئے بند کرتا ہے تو اسی طرح آیت خاتم النبیین واحادیث رسول کریم متعلقہ ختم نبوت۔ بغیر کتاب اور ہر طرح کے رسول کے آنے کو بند کرتی ہیں۔

۳۔ صیغہ مضارع میں ہمیشہ استقبال نہیں ہوتا بلکہ کبھی زمانہ حال کیلئے اور کبھی زمانہ استقبال کے لئے ہوتا ہے۔ جہاں حال کے معنی لئے جائیں وہاں استقبال کے لئے نہیں رہتا اور جہاں استقبال کے لئے جائیں وہاں حال کے لئے نہیں رہتا۔ کیونکہ صیغہ مضارع حال اور استقبال میں مشترک ہے اور مشترک لفظ ایک محل پر ایک ہی معنی دیتا ہے دوسرے معنی نہیں دے سکتا۔ اور اس جگہ مضارع کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جن پر یہ آیت نازل ہوئی وہ خدا کے فضل سے اس کے نزول کے وقت موجود تھے۔ پس مضارع صرف حال کے لئے ہوا اور اس سے استقبال کے معنی منتزع ہوگئے۔

۴۔اس آیت میں صیغہ مضارع فعل کے اثبات کے لئے ہے۔نہ تجدد و استمرار کیلئے یعنی اصطفا و اجتبا فعل الہی ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا:۔

ھوالذی ینزل علیٰ عبدہ اٰیات بیناتٍ (وہ ذات پاک جس نے نازل کیں اپنے بندے پر دلائل روشن) اب یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا نزول مستمر ہو۔

۵۔رسل میں شرعی اور غیر شرعی دونوں قسم کے نبی ہیں تو پھر صاحب شریعت نبی کا انکار کیوں؟جو دلیل اس کے انکار کی ہے وہی غیر تشریعی کے انکار کی بھی۔

۶۔اس آیت میں یصطفی زمانہ مستقبل کے لئے نہیں ہے۔بلکہ حال ماضی ہے اس امر کی دلیل کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں اپنی سنت ماضیہ بیان کی ہے۔قرآن مجید کی دوسری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان مصطفٰے اور برگزیدہ پیغمبروں کا نام لے کر بیان فرمادیا ہے۔ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کر کے فرمایا ولقد اصطفیناہ فی الدنیا (البقرۃ) موسیٰ کو خطاب فرمایا۔یا موسیٰ انی اصطفیتك علی الناس (پارہ ۹ سورہ اعراف) حضرت ابراہیمؑ واسحٰقؑ ویعقوبؑ کا ذکر کر کے فرمایا وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار(پ۲۳ص) آل عمران میں فرمایا ان اللہ اصطفی آدم ونوحاًوآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین (پ۳ آل عمران) انہی برگزیدہ پیغمبروں کا اجمالی تذکرہ آیت اللہ یصطفی میں ہے۔پس فعل یصطفی میں حکایت ہے حال ماضیہ کی ہے جیسے آیت فریقاً تقتلون(پ البقرہ) میں نہ یہ کہ اے یہودیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد پیغمبر جو آئندہ آئیں گے ان کو تم قتل کرو گے؟اسی طرح آیت سورہ انعام اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ(پ۸) جو ہم معنی ہے آیت اللہ یصطفی کی اس میں بھی یجعل استقبال کیلئے نہیں ہے بلکہ حکایت حال ماضی ہے جس پر قرینہ اوتی رسل اللہ فعل ماضی ہے جو اس سے قبل متصل ہی مذکور ہے۔کافروں نے پہلے رسولوں جیسی باتیں چاہئیں تھیں انہیں گزشتہ رسولوں کی بابت حیث یجعل رسالتہ فرمایا گیا۔

اس آیت سے بتلانا مقصود یہ ہے کہ معبودان باطل جن کی تم پرستش کرتے ہو، کیا کبھی انہوں نے کوئی رسول بنا کر بھیجا؟ وہ تو مکھی پیدا کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ خدا تو وہ خدا ہے جو صاحب اختیار واقتدار ہے۔ جو انبیاء اور رسل بھیجتا رہا ہے۔ بھلا تم ایسے صاحب طاقت وقوت خدا کو چھوڑ کر بے طاقت وناچیز معبود بنا بیٹھے ہو۔ اجرائے نبوت کا ہرگز ہرگز کوئی ذکر نہیں۔

دوسری تحریف

ماکان اللہ لیذر المؤمنین علٰی ما انتم علیہ حتیٰ یمیز الخبیث من الطیب۔ (آل عمران رکوع ۱۷)

"خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ اے مومنو! تم اس وقت ہو یہاں تک پاک اور ناپاک میں تمیز کر دے اور خدا تعالیٰ ہر ایک مومن کو غیب پر اطلاع نہیں دیگا۔ (کہ فلاں پاک ہے اور فلان ناپاک) بلکہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے گا بھیجے گا (اور ان کے ذریعہ سے پاک اور ناپاک کی تمیز ہو گی) پس اے مسلمانو! اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لانا۔ سورہ آل عمران مدنی ہے آنحضرت ﷺ کی نبوت کے کم از کم تیرہ سال بعد نازل ہوئی جبکہ پاک اور ناپاک میں کافی تمیز ہو چکی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومنوں میں پھر ایک دفعہ تمیز کرے گا مگر اس طور سے نہیں کہ ہر مومن کو الہاماً بتادے فلاں مومن اور فلاں منافق ہے بلکہ فرمایا کہ رسول بھیج کر ہم پھر ایک دفعہ یہ تمیز کر دیں گے پس سلسلہ نبوت ثابت ہے"

الجواب

اس آیت میں بھی وہی صیغہ مضارع کا ہے یجتبی من رسلہ من یشآء یعنی اللہ تعالیٰ پاک اور ناپاک میں تمیز کرنے کو رسول چنتا ہے۔ چنانچہ محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت موجود تھے مگر مرزا صاحب نے یجتبی کا ترجمہ کیا ہے کہ "بھیجے گا" اس پر دلیل یہ

کہ پاک ناپاک میں اس وقت سے پہلے تمیز ہو چکی تھی۔

پاک ناپاک میں تمیز تو اسی دن سے شروع ہو گئی تھی جب آنحضرت ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا اور آخری دم تک ہوتی رہی۔ مگر جس خاص تمیز کا اس جگہ ذکر ہے وہ مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہے کہ:-

"فلاں مومن اور فلاں منافق ہے" (ص ۹۹ پاکٹ بک مرزائی)

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا اس آیت کے نزول کے وقت مومن منافق میں امتیاز ہو چکا تھا۔ جواب اسی آیت میں موجود ہے کہ کلی طور پر ابھی نہیں ہوا تھا بہت سے منافق مسلمانوں میں ملے جلے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"خدا تعالیٰ مومنوں کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا جس پر کہ اے مومنو! تم اس وقت ہو" (ص ۹۹ پاکٹ بک مرزائی)

اس کے علاوہ اسی صورت میں پہلی آیات میں صاف ملتا ہے واذالقوکم قالو اٰمنا واذاخلوعضوا علیکم الانامل من الغیظ الایہ (آل عمران رکوع ۱۲) جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے جب علیحدہ ہوتے ہیں تو مارے غیظ کے تم پر انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

اور سنو! مرزائی محرف کو اقرار ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور مدنی حالت کا نقشہ دوسری جگہ خدا نے یوں بیان فرمایا ہے کہ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق۔ لاتعلمھم نحن نعلمھم اور مدینہ میں کئی منافق تمہارے ارد گرد موجود ہیں جنہیں تم نہیں جانتے ہو ہم جانتے ہیں۔ اسی طرح سورہ منافقون میں بھی جو مدنی ہے منافقوں کی موجودگی کا ذکر ہے پس مرزائی محرف کا یہ کہنا کہ اس وقت مومنوں اور منافقوں میں تمیز ہو چکی تھی۔ لہذا یہ آیت کسی آئندہ رسول کے متعلق ہے۔ سراسر جہالت بلکہ یہودیانہ تحریف ہے کہ ختم نبوت کی صریح اور واضح آیات کے ہوتے ہوئے اس طرح گمراہی کے سمندر میں مرزائیوں کو غوطے دے رہا ہے۔

۲۔ اس آیت میں بھی یجتبی زمانہ مستقبل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں بھی حکایت ہے حال ماضی کی۔ دلیل اس پر دوسری آیات ہیں جن میں ان مجتبیٰ رسولوں کا نام لے

لے کر بیان کر دیا گیا ہے۔فرداً فرداً بھی اور یک جائی طور سے بھی۔ فرداً فرداً ملاحظہ ہو:۔
حضرت آدمؑ کے لئے اجتباہ سورۂ طٰہٰ میں آیا ہے حضرت ابراہیم کے لیئے اجتباہ سورۂ نحل میں آیا ہے حضرت یونسؑ کے لئے اجتباہ سورۂ قلم میں آیا ہے یکجائی طور سے دیکھیئے سورۂ مریم میں دس پیغمبروں (زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ، ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، اسمٰعیلؑ، اور یسؑ کے ذکر کے بعد آیا ہے ممن ھدینا واجتبینا (پ۱۶) اور سورۂ انعام میں اٹھارہ پیغمبروں کا تذکرہ کرکے فرمایا اجتبینا ھم وھدینا ھم الی صراط مستقیم (پ۷) انہی رسولوں کا تذکرہ اجمالاً لکن اللہ یجتبی من رسلہٖ میں آیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا خالی کر گئے تلک امۃ قد خلت (بقرۃ) کوئی آسمان پر اٹھالیا گیا اور کوئی زیر زمین دفن کر دیئے گئے۔ محمد ﷺ کے بعد اب کوئی جدید نبی نہیں آنے کا اور مرزا صاحب ہماری تصدیق کرتے ہیں:۔

"کوئی شخص بہ حیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا"

(ازالہ اوہام، مصنفہ مرزا ص ۲،۲۳۹) (خ ص ۴۱۲ ج ۳)

تیسری تحریف

ومن یطع اللہ والرسول الایۃ (سورۃ نسآء) جو لوگ اطاعت کریں گے اللہ کی اور اسکے رسول کی پس وہ ان لوگوں میں شامل ہو جائیں گے جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبی، صدیق، شہید اور صالح، اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کرکے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے" (ص:۵۰۰)

الجواب

اس آیت میں دنیا کے اندر نبوت وغیرہ کے مقام ملنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ یہ ہے کہ جو شخص مومن ہے وہ آخرت میں انبیاء، صدیق و شہداء و الصالحین کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ اگلے الفاظ وحسنُ اُولٰئکَ رفِیقاً، رفاقت پر دال ہیں۔ اور آیت میں مع کا لفظ بھی موجود ہے جس کے معنی ہیں۔ ساتھ، خود مرزائی مانتا ہے کہ:

"مَعَ کے معنی ساتھ بھی ہوتے ہیں جیسا کہ ان اللّٰہ مع المتقین کہ خدا نیک لوگوں کے ساتھ ہے" (ص:۵۰۲)

پس مطلب ظاہر ہے قادیانی محرف اس جگہ مع کے معنی ساتھ نہ ہونے پر یہ عذر کرتا ہے کہ پھر جب ساتھ ہوئے تو درجہ کوئی بھی نہ ملا نہ نبوت کا، نہ صدیقیت کا نہ شہادت کا وغیرہ۔

جواباً گذارش ہے اس آیات میں درجات ملنے کا ذکر نہیں اور نہ ان درجات کی نفی ہے۔ یہاں تو صرف قیامت میں نیک رفاقت کی خوشخبری، ہے مگر جہاں درجات دنیوی کا ذکر ہے وہاں نبوت کا کوئی ذکر نہیں باقی سب درجات مذکور ہیں سنو! ہم تمہاری طرح یہودیانہ تاویل و تحریف سے کام نہیں لیں گے بلکہ صاف الفاظ بتاتے ہیں۔

"وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ (سورہ عنکبوت) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہ صالحین میں داخل کیے جائیں گے" اسی طرح سورۂ حدید میں ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہ صدیق ہیں شہید ہیں اور مرزائی خود مانتا ہے کہ واقعی آیت سورۂ حدید میں صرف صدیقیت (اور شہادت) کے مقام تک پہنچنے کا ہی ذکر ہے۔ اس سے آگے نہیں۔ مگر وہاں دوسری تحریف کی ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعداروں کے متعلق نہیں بلکہ پچھلے نبیوں کے متبعین کے بارے میں ہے۔

اس کے جواب میں ہم وہ آیات پیش کر دیتے ہیں اور جملہ مرزائیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اس آیت پر انگلی رکھیں جس میں یہ تخصیص مذکور ہے خدا فرماتا ہے:

اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ. وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ. اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ اِلٰى قَوْلِهٖ سَابِقُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ

أُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُوْالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ. (سورۃ الحدید رکوع ۲)

لاریب جو مرد و عورتیں خیرات کرنے والے ہیں یہ خیرات ان کی گویا قرض ہے جو اللہ تعالیٰ کو دے رہے ہیں اور خدا انہیں دوگنا دے گا اس کے عوض بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر کریم انکو ملے گا۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہ خدا کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے انکا اجر اور نور مقرر ہے اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیات کو انہوں نے جھٹلایا۔ وہی ہیں جہنم میں جانے والے اے لوگو! جان لو کہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ یہ دنیا کا جینا صرف کھیل تماشہ ہے (اسے چھوڑو) اور خدا کی رحمت و مغفرت کی طرف دوڑو اور اس کی جنت کی طرف بھاگو جس کی وسعت زمین و آسمان کی مانند ہیں جس کی حد تم نہیں جان سکتے یہ جنت انہی لوگوں کے حصے میں ہے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ اللہ کا فضل ہے اللہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے۔

برادران ملاحظہ فرمایئے ان آیات میں سابقہ لوگوں کی کوئی تخصیص نہیں، صاف صاف طور پر مومنین، صحابہ کرامؓ، اور مخیرات اہل ایمان کا ذکر موجود ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذلک.

اسی طرح سورہ حجرات کے آخر میں محاربین فی سبیل اللہ کو اولئك هُمُ الصّديقون کا خطاب و لقب عطا ہو چکا ہے اور دیگر بہت سی آیات میں شہداء کے فضائل موجود ہیں۔ حاصل یہ کہ آیت زیر نظر میں جو انبیاء و شہداء وغیرہ سے رفاقت کا ذکر ہے اس میں درجات ملنے کا تذکرہ نہیں جیسا کہ مرزائی محرف دجالوں کی نبوت ثابت کرنے کو کہتے ہیں۔

۲- اس آیت میں عطاء نبوت کا ذکر نہ ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ یہ وعدہ جملہ مومنین سے ہے اور صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر اور کون مومن ہو سکتا ہے جن کی تعریف قرآن میں موجود ہے کیا انکے ساتھ یہ وعدہ پورا ہوا؟

پھر انکے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے کرام اور محدثین

رحمۃ اللہ علیہم غرض کروڑہا صلحاء، اتقیاء امت محمدیہ میں ہوئے ہیں کیا ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول کا کامل تابعدار نہ تھا؟ اگر تھا اور ضرور تھا تو پھر ان کے ساتھ یہ وعدہ الٰہی کیوں پورا نہ ہوا؟ سوا اس کے اور کیا مطلب ہے کہ اس میں ہرگز ہرگز مقامِ نبوت وغیرہ ملنے نہ ملنے کا کوئی ذکر ہی نہیں۔

۳-اس آیت میں پہلا لفظ من عورت اور مرد دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ عورتیں بھی نماز میں اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين انعمت عليهم پڑھتی ہیں تو ان میں سے کوئی نبیہ کیوں نہ ہوئی۔ ان کو کس وجہ سے محروم کر دیا گیا اگر مرزائی کہیں گے کہ پہلے بھی کوئی عورت نبی نہیں ہوئی اس لئے اب بھی نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے کبھی کسی نبی کی تابعداری سے کوئی شخص نبی نہیں بنا بلکہ براہ راست بغیر تابعداری کسی نبی کے ہوتے رہے لہٰذا اب بھی کوئی آدمی کسی نبی کی تابعداری سے نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔

۴۔ ترمذی میں حدیث ہے کہ التاجر الصدوق الامين مع النبيين والصديقين والشهداء (سچا امانت دار تاجر نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا) مرزائی طرز استدلال سے تاجر بھی نبی ہو سکتا ہے۔ آج تک کتنے لوگ تجارت کی وجہ سے نبوت حاصل کر چکے ہیں؟

اعتراض

یہ رفاقت کیا ہو گی؟

الجواب

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر ایک فرمانبردار کو نبیوں، صدیقوں اور شہداء کی معیت و رفاقت بخشے گا جیسا آیت مذکورہ کے آخر میں خود صراحت فرما دی ہے وحسن اولئك رفيقا یہ معیت محض رفاقت ہے لاغیر اور یہ قیامت کے روز ہو گی جیسا کہ دیگر احادیث میں بتصریح مذکور ہے مسند احمد میں ہے عن معاذ ابن انسؓ قال قال النبی صلی الله علیه وسلم

من قرء الف آية فی سبيل الله كتب يوم القيمة مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔ یعنی جو شخص فی سبیل اللہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے قیامت کے دن اسے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین کی معیت ورفاقت نصیب ہوگی وعن عمرو بن مرة الجهنی قال جاء رجل الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یارسول الله شهدت ان لا اله الله وانك رسول الله وصليت الخمس واديت زكوٰة مالي وصمت رمضان فقال صلی الله علیه وسلم من مات علی هذا کان مع النبيين والصديقين والشهداء يوم القيمة هكذا ونصب اصبعيه۔

(مسند احمد)(ص ۴۳۷، ج ۳)

یعنی ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ میں کلمہ پڑھ چکا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں، زکوٰۃ دیتا ہوں۔ روزے رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان اعمال پر جس کو موت آجائے وہ قیامت کے دن نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کی معیت اور صحبت میں اس طرح ہوگا اپنی دونوں انگلیوں کو کھڑی کر کے دکھلایا اس لئے مفسروں نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ يجعلهٔ مرافقاً لهم (ابن کثیر) مرافقة اكرم الخلائق (بیضاوی) مرافقة اقرب عباد الله (کشاف) الحضور معهم (جلالین) ان سب لوگوں نے مع کے معنی رفاقت اور حضور کے لئے ہیں۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں اذا اراد واالزيارة والتلاقی قد روا عليه فهذا هو المراد من هذه المعية (تفسير كبير كذا فی ابی السعود) یعنی مطیعین جب نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں سے ملنا چاہیں گے تو مل سکیں گے مع سے مراد یہی ہے۔

اعتراض

جنت میں انبیاء کے درجے بہت بلند ہوں گے۔ خاص کر آنحضرت ﷺ کا درجہ تو سب سے اعلیٰ وبالا ہوگا۔ صدیق اپنے درجوں میں ہوں گے، شہداء اپنے درجوں میں اور غریب مومن جنت کے کسی نچلے درجے میں ہونگے تو معیت ورفاقت کہاں ہوئی؟

الجواب

اس کا جواب یہ ہیکہ یہی سوال سب سے پہلے حضرت ثوبان صحابیؓ نے کیا تھا۔ انہی کے جواب میں آیت مذکورہ اتری تھی۔ حدیث میں ہے انه قال النبی صلی الله علیه وسلم لانراك یوم القیامة لانك فی الجنة فی الدرجات العلی فقال صلی اللہ علیہ وسلم انت معی فی الجنة (در منثور) انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن نہیں دیکھ سکیں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے بلند درجوں میں ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہیں جنت میں میری معیت ملے گی قال جشی للنبی صلعم اراء یت ان امنت وعملت انی لکائن معك فی الجنة قال نعم (الطبرانی کبیر) ﴿ذکرہ الهیثمی فی مجمع الزوائد ص ۳۵۷ ج ۱۰/ وعزاہ الی الطبرانی فی الاوسط، والحدیث فی الاوسط ۳۸۴ ر ج ۲/ حدیث نمبر ۱۶۰۴﴾ (یعنی ایک حبشی نے پوچھا یا رسول اللہ اگر میرا ایمان صحیح ہو اور عمل صالح ہو، کیا جنت میں مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت نصیب ہوگی؟ ہاں ہوگی قال رجل انی احب الله ورسوله فقال صلی الله علیه وسلم انت مع من احببت (بخاری ومسلم) وفی الترمذی عن انس قال من احبنی کان معی فی الجنة (مشکوٰۃ ص ۲۲، ص ۴۱۸) یعنی ایک صحابی نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی معیت میں تو ہوگا۔ اور انسؓ کی روایت میں ہے کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میری معیت میں ہوگا عن سهل قال قال النبیؐ انا وكافل الیتیم فی الجنة هكذا واشار بالسبابة والوسطی (رواہ البخاری: مشکوۃ ص ۴۱۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور یتیم کا کفیل جنت میں اس طرح ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں (اشارہ سے دونوں کو اکٹھی کر کے بتلایا) وعن ربیعة بن كعب. قلت یارسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اسئلك مرافقتك فی الجنة قال فاعنی علی نفسك بكثرة السجود (رواہ مسلم) ربیعہ نے کہا کہ میں جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا خواہاں ہوں فرمایا، نفل

بہت پڑھا کرو تم کو میری رفاقت ملے گی۔ ان حدیثوں اور ان جیسی بہت سی حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ غریب مومن جنت میں خواہ کیسے ہی نچلے درجہ میں ہوگا اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت ور فاقت نصیب ہوگی۔

اعتراض

مع بمعنی من بھی ہو سکتے ہیں۔

الجواب

کلام عرب میں مع بمعنی من مستعمل نہیں ہوتا۔ اور نہ ان آیتوں میں مع بمعنی من ہے جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ اگر مع بمعنی من آتا ہوتا تو مع پر من داخل نہ ہوتا حالانکہ کلام عرب میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لغت کی مشہور کتاب مصباح منیر میں مع کے بیان میں ہے ودخول من علیہ نحوجئت من معہ (میں اس کے ساتھ آیا) یعنی عرب جئت من القوم بولتے ہیں پس مع پر من کا داخل ہونا مشعر ہے کہ خود مع کبھی من کے معنی میں نہیں ہوتا۔ اب مرزائیوں کی دلیل والی آیات ملاحظہ ہوں:۔

شیطان کے متعلق سورہ حجر میں وارد ہے ابی ان یکون مع السٰجدین (پ۱۴) اور سورہ اعراف میں لم یکن من السٰجدین (پ۸) دیکھو دونوں جگہ لفظ ساجد آیا ہے لیکن دوسری آیت میں بجائے مع کے من ہے پس ثابت ہوا کہ مع بمعنی من ہوتا ہے۔

الجواب

اگر یہ استدلال درست ہے تو خطرہ ہے کہ کوئی مجنون یہ بھی نہ کہہ دے کہ سورہ صٓ میں آیا ہے کنت من العالین (پ۲۳) کیونکہ اس آیت میں بجائے "ساجدین" کے "عالین" ہے پس ثابت ہوا کہ ساجدین بمعنی عالین بھی ہوتا ہے۔ استغفر اللہ

قرآن مجید عربی زبان میں ہے اس کے متکلم کا اسلوب بیان عجیب و دل نشین

ہے ایک ہی واقعہ متعدد مقامات میں بیان ہوتا ہے لیکن طریق بیان مختلف ہوتا ہے جس میں متکلم کی ایک خاص غرض اور حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ ابلیس مردود نے ایک جرم میں تین گناہ کئے تھے (۱) اس نے تکبر کیا تھا اس کا ذکر سورہ ص کی آیت کنت من العالین میں کیا گیا ہے (۲) اس نے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی اس کا بیان سورہ اعراف کی آیت لم یکن من الساجدین میں ہوا ہے (۳) اس نے جماعت سے مفارقت کی تھی۔ اس کا بیان آیت سورہ حجر ان یکون مع الساجدین میں مذکور ہے (تفسیر فتح البیان) پس مع ہرگز من کے معنی میں نہیں ہے بلکہ دونوں کے فائدے الگ الگ اور دونوں جداگانہ امر کے بیان کیلئے آئے ہیں۔

مرزائی عذر

منافقین کے توبہ کی بابت سورۂ نساء میں مذکور ہے الاالذین تابوا ...... فاولئك مع المؤمنین۔ کیا یہ توبہ کرنے والے خود مومن نہیں ہیں بلکہ مومنوں کے "ساتھ" ہیں، نہیں بلکہ وہ مومنوں سے ہیں پس ثابت ہوا کہ مع بمعنی من آتا ہے۔

الجواب

بات یہ ہے کہ المومنین پر الف لام عہد کا ہے۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شروع ہی سے خالص مومن ہیں۔ کبھی ان سے نفاق سرزد نہیں ہوا ان کی معیت میں وہ لوگ جنت میں ہونگے جو پہلے منافق تھے پھر توبہ کر کے مخلص مومن بنے تفسیر ابوالسعود وجمل میں ہے مع المومنین المعهودین الذین لم یصدرعنهم نفاق اصلا منذآمنوامعهم فی الدرجات العالیه من الجنة۔ (ترجمہ اس کا بیان ہو چکا ہے) تفسیر ابن جریر میں ہے یدخل مع المومنین محل الکرامة یسکنهم معهم مساکنهم فی الجنة۔ یعنی اللہ داخل کرے گا ان تائبین کو خالص مومنوں کے ساتھ جنت میں ان کے مسکنوں میں، فتح البیان میں ہے اولئك مصاحبون للمومنین اور مدارک اور کشاف میں ہے۔ فهم اصحاب المؤمنین

ورفاقھم یعنی یہ تائبین لوگ مومنوں کی صحبت اور رفاقت میں ہونگے۔ معلوم ہوا کہ مع اپنے اصل مصاحبت کیلئے آیا ہے نہ بمعنی من۔

مرزائی عذر

وتوفنا مع الابرار (پ۴ اٰل عمران) میں مع کو اگر من کے معنے میں نہ لوگے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب نیکوں کی جان نکلے تو ان کے ساتھ یا اللہ ہماری جان بھی نکال لیناؤ ہو کما تری حالانکہ اصل مطلب یہ ہے کہ ہم کو نیک بنا کے مار ہم کو نیکوں سے کر پس ثابت ہوا کہ مع بمعنی من ہے۔

الجواب

اس کا جواب امام رازیؒ نے خوب دیا ہے سنئے!

وفاتھم معھم ھی ان یموتوا علٰی مثلھم اعمالھم حتی یکونوا فی درجاتھم یوم القیمة قد یقول الرجل انا مع الشافعی فی ھذہ المسئلة ویرید به کونه مساویاً له فی ذلك الاعتقاد (کبیر)

یعنی ابرار کے ساتھ وفات کے یہ معنی ہیں کہ ان کے عملوں جیسے عمل پر موت آئے تاکہ روز قیامت ان کے سے درجوں میں ہوں مرد عالم آج بھی بولتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے ساتھ ہوں اور اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا اور ان کا عقیدہ ایک ہے (نہ یہ کہ میں ان کے ساتھ پیدا ہوا یا بڑھتا رہا) اس لئے جملہ محققین مفسرین نے مع کو یہاں مصاحبت کے لئے ہی تحریر کیا ہے۔ بیضاوی، مدارک، کشاف سراج المنیر اور ابو السعود میں ہے مخصوصین بصحبتھم ابن جریر لکھتے ہیں ای احشرنا محشرھم ومعھم ابن کثیر فرماتے ہیں ای الحقنا بالصالحین جمل میں ہے محشورین مع الابرار خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ ہمارا حشر ان نیک لوگوں کی صحبت اور معیت میں کیجیو۔

پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی مع بمعنے من نہیں ہے۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ بنایا جائے گا قرآن پاک پکار پکار کر کہتا ہے کہ:۔

"ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین یعنی محمد ﷺ ہے ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ ××× اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے"۔

(ازالہ اوہام ص ۶۱۴ طا ص ۲۵۲ ط ۲) ﴿خ ص ۴۳۱ ر ج ۳﴾

چوتھی تحریف

"یابنی آدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ (اعراف: رکوع ۴) اے بنی آدمؑ البتہ ضرور آئینگے تمہارے پاس رسول ××× یہ آیت آنحضرتؐ پر نازل ہوئی اس میں تمام انسانوں کو مخاطب کیا گیا ہے یہاں یہ نہیں لکھا کہ ہم نے گذشتہ زمانہ میں یہ کہا تھا سب جگہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں" (ص ۵۰۷)

جواب سے پہلے آیت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ ہو "اے بنی آدمؑ اگر تمہارے پاس تم میں سے میری طرف سے رسول آئیں میری آیات تم پر پڑھیں پس جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صلاحیت کو عمل میں لائے تو ایسے لوگوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ کسی طرح کا حزن و غم پائیں گے"۔

الزامی جواب اقوال مرزا سے

رسول سے ہر جگہ مراد خدا کا رسول نہیں کیونکہ اس لفظ میں محدث اور مجدد بھی شامل ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) ولا یظھر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضی من رسول رسول کا لفظ عام ہے جس میں رسول اور نبی اور محدث داخل ہیں" (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۲۲) ﴿خ ص ۳۲۲ ر ج ۵﴾

(۲) کامل طور پر غیب کا بیان کرنا صرف رسولوں کا کام ہے دوسرے کو یہ مرتبہ عطا نہیں ہوتا۔ رسولوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو خداتعالی کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں خواہ نبی ہوں یا رسول یا محدث یا مجدد ہوں (حاشیہ ایام الصلح صفحہ ۱۷۱)﴿خ ص ۴۱۹ رج ۱۴﴾

(۳) مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں اور جیسا کہ خداتعالی نے نبیوں کا نام مرسل رکھا اور ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا اسی اشارہ کی غرض قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے۔ اور یہ نہیں آیا ہے۔ وقفینا من بعدہ بالانبیاء بس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث ہوں چونکہ ہمارے سیدورسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آسکتا اسلئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں۔ (شہادت القرآن ص ۶۷)﴿خ ص ۳۲۳ رج ۶﴾

(۴) جبرائیلؑ امین کو بھی "رسول رب" کہا گیا۔ انا رسول ربك اور اسی طرح دیگر فرشتوں کو رسول کہا گیا ہے۔ انا رسل ربك لن یصلوا الیك۔

لغوی رسول

(۵) حضرت معاذ بن جبلؓ کو نبی کریم ﷺ نے حاکم یمن بنا کر بھیجا پوچھا کہ آپ مقدمات وغیرہ کا فیصلہ کس طرح کرینگے معاذ نے کہا قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کرونگا اگر قرآن مجید کی کوئی ایسی آیت آپ کو نہ ملی تو عرض کیا کہ ارشادات کی روشنی میں، اس پر سوال کیا۔ اگر حدیث میں بھی کوئی بات تیرے علم میں نہ آئی تو جوابدیا کہ اپنے اجتہاد سے کام لوں گا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے رسول کے رسول کو موافق رسول بنایا۔ مرزا صاحب کہتے ہیں: "کلام اللہ میں رسل کا لفظ ××× غیر رسول پر بھی اطلاق پاتا ہے" (شہادت القرآن ص ۲۴)﴿خ ص ۳۱۹ رج ۶﴾

خلاصہ تحریرات بالا

یعنی الرسل سے مراد حضور علیہ السلام کے برگزیدہ صحابہؓ ہیں وغیرہ۔

گویا اقوال مرزاہی کی روشنی میں مطلب یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا میں لفظ رسل مذکور ہے نہ کہ نبی۔ کلام تو ختم نبوت اور رسالت من اللہ میں ہے نہ مطلق رسالت میں جس کے معنی تبلیغ کے بھی ہیں۔ اس طرح تو جمیع علماء امت اور مبلغین بھی رسل ہیں۔

ایک اور طرز سے!

پھر بفرض محال اگر یہ آیت جریان نبوت پر بھی دلالت کرتی ہے تو اس آیت سے تشریعی نبوت کا امکان ثابت ہوتا ہے نہ صرف غیر تشریعی نبوت کا۔ اگر یہاں سے نبوت کا اجرا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ بہائی مذہب کی دلیل ہے کیونکہ وہ اپنے اعتقاد میں قرآن کو منسوخ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب بہاء اللہ کا دور شروع ہو گیا ہے اور اسی آیت سے دلیل پکڑتے ہیں (کتاب الفرائد ص ۳۱۴)

تحقیقی جواب

اما یاتینکم رسل منکم میں دوامی طور پر رسولوں کے آنے کا وعدہ ہے تو آیت اما یاتینکم منی ھدیً میں دوامی طور پر ہدایتوں کے آنے کا وعدہ ہے اگر آپ ﷺ کے بعد نبی آسکتا ہے تو قرآن مجید کے بعد کتاب بھی آسکتی ہے پھر اما حرف شرط ہے جس کا تحقق ضروری نہیں اور یاتین مضارع اور مضارع کیلئے استمرار ضروری نہیں جیسے اما ترین من البشر احداً (اگر کسی بشر کو دیکھے) کیا حضرت مریمؑ قیامت تک زندہ رہیں گی۔

قرآن کریم جب مسلمانوں کو مخاطب کرتا ہے تو یایھا الذین آمنوا کہہ کر خطاب کرتا ہے مگر یہاں یابنی آدمؑ کہا ہے اور مخاطب کیا ہے آدم کی اولین اولاد کو۔ اس جگہ وہی یہودیانہ تحریف کی گئی ہے ناظرین کرام سورہ اعراف کا رکوع دوم شروع نکال کر اپنے سامنے رکھیں صاف حضرت آدمؑ کا قصہ مسطور ملے گا کہ خدا نے آدم کو پیدا

کیا۔ شیطان نے ان کو بہکا کر جنت سے نکلوادیا۔ خدا فرماتا ہے ہم نے آدمؑ اور اس کی اولاد کو کہا کہ تمہارے لئے اب دنیا کی زندگی میں جنت کا ٹھکانا موقوف۔ دنیا میں جاؤ اس کے بعد اولاد آدم کو بطور تنبیہ فرمایا کہ دیکھو تمہارے باپ کو شیطان نے دھوکا دیا۔ تم خبر دار رہنا اس کے پنجہ میں نہ پھنسنا۔

اسی ذکر کے اثنا میں آنحضرتؐ کو جگہ بہ جگہ اس قصہ کے نصائح و مطالب بتائے اور کفار مشرکین کو ان کی کرتوتوں اور شیطانی کاموں پر شرمندہ کیا، پھر اسی قصہ کو دوہراتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے اولاد آدمؑ کو بھی یہ نصیحت کی تھی کہ اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں تو ان کا کہا ماننا جو اصلاح اختیار کرے گا اس پر کوئی خوف نہیں اور جو تکذیب کریگا اصحاب النار میں سے ہے۔

اسی قصہ کو پارہ اول شروع رکوع ۴ میں از اول تا آخر بیان فرمایا کہ جب آدم کو زمین پر اتارا تو ہم نے انہیں نصیحت کی ۔فا ما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون پھر اگر آوے تمہارے پاس میری ہدایت تو جو اس کی اتباع کریگا۔ اس پر کوئی غم و حزن نہ ہوگا۔ الحاصل اس آیت میں بھی آئندہ نبوت جاری رہنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حضرت آدمؑ کا قصہ ہے۔

(خدا) ”وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول بنا کر نہیں بھیجا جائیگا“ (ازالہ ۵۸۶ ط۱، ۲۴۲ ط۲) ﴿خ ص ۴۱۶ ر ج ۳﴾

اعتراض

اس میں سب جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے بعد کے زمانہ کے لوگ مخاطب ہیں جیسا کہ:۔یا بنی أدم خذو ازینتکم عندکل مسجد (اعراف ع ۲) اے اولاد آدمؑ ہر مسجد (یا نماز) میں اپنی زینت قائم رکھو (مرزائیہ پاکٹ بک ص ۵۰۳ طبع چہارم) اس آیت میں مسجد کا لفظ آگیا ہے۔ اور یہ لفظ صرف امت محمدیہ کے عبادت گاہ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

الجواب

دیکھو! محض ایک خیال پر کس قدر عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی گئی ہے حالانکہ لفظ مسجد کا استعمال امم سابقہ میں بھی بروئے قرآن شریف ثابت ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:-

قال الذین غلبوا علی امرھم لنتخذن علیھم مسجداً (کھف آیت ۲۱)

اصحاب کہف کے بعد جھگڑا ہوا کہ ان کی یادگار میں کیا بنایا جائے تو فریق غالب نے یہ مشورہ دیا کہ ان کی یادگار میں ایک مسجد بنائی جائے پس ثابت ہوا کہ مسجد کا لفظ پہلے بھی مروّج تھا۔

پانچویں تحریف

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے جاری رہنے کی دلیل پکڑی ہے وہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر باطل ہے:-

(۱) اوّل یہ استنباط خلاف نص یعنی خاتم النبیین ختم کرنے والا نبیوں کا (ازالہ اوہام ص ۳۰۷) (خ ص ۴۳۱ ج ۳) اور خلاف احادیث صحیحہ ہے اور جو استنباط خلاف نص ہو وہ باطل ہوتا ہے۔

(۲) دوم اس لئے کہ آیت زیر بحث یعنی صراط الذین انعمت علیھم میں منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا ہے نہ کہ نبی بننے کی، جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی ہدایتوں پر عمل کریں، اور ان کے طریق عمل کو نمونہ بنائیں، جیسا کہ فرمایا، لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ یعنی تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قابل اقتدا نمونہ عمل ہیں۔ اگر انبیاء کے راستے کی پیروی کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہم نبی بن جائیں تو کیا خدا کے راستے کی پیروی سے خدا بھی بن سکیں گے۔؟

دیکھئے خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ یعنی یہ میرا سیدھا راستہ ہے اس کی پیروی کرنا۔

۳۔ تیسری وجہ استدلال کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نبوت کا حاصل ہونا دعاؤں اور التجاؤں پر نہیں رکھا، بلکہ وہ خود اپنے انتخاب سے جسے چاہتا رہا ہے، نبی بناتا رہا ہے۔

وما کنت ترجوٓا ان یلقی الیك الکتاب الا رحمة من ربك۔ یعنی اے نبی تجھے کوئی امید نہ تھی کہ تجھ پر کتاب نازل کی جائے گی۔ ہاں صرف خدا کی رحمت سے۔

اسی طرح سورہ قصص میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی رسالت محض خدا کے فضل سے بغیر دعا یا سابقہ کوشش کے ملنے کا ذکر ہے۔

منکرین کہتے ہیں کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ ہمیں بھی وہ کچھ نہ ملے۔ جو خدا کے رسولوں کو ملتا رہا ہے، اس کے جواب میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہٗ یعنی خدا تعالیٰ اپنی رسالت کے موقع کو خوب پہچانتا ہے کسی کی آرزو اور خواہش کا اس میں دخل نہیں۔

غور طلب نتائج

(۱) اھدنا الصراط المستقیم یہ دعا نبی کریم نے بھی مانگی بلکہ یہ دعا مانگنا آپ نے ہی امت کو سکھایا، لیکن یہ دعاء آپ نے اس وقت مانگی، جب آپ نبی منتخب ہو چکے تھے، اور آپ پر قرآن مجید اترنا شروع ہو گیا تھا، ظاہر ہوا کہ آپ اس دعاء سے نبی نہیں بنے پھر اس دعا کا فائدہ کیا؟

(۲) اسلام نے عورتوں پر یہ دعا ممنوع نہیں کی لیکن ایک عورت بھی نبیۃ نہیں ہوئی۔

(۳) نعمت بادشاہت ہے اور نبوت، مرزا صاحب بادشاہ نہیں ہوئے، ان کی دعا صرف آٹھ آنے قبول ہوئی (چیرز)

(۴) نبوت با شریعت بھی نعمت ہے، بلکہ ڈبل نعمت، مگر امت اس نعمت سے کیوں محروم ہے، اگر کہو کہ اب جدید شریعت یا کتاب اس لئے نازل نہیں ہو سکتی، کہ شریعت قرآن شریف پر آ کر کامل ہو چکی ہے، تو اس طرح اب کوئی نبی یا رسول نہیں آ سکتا، اس

لئے کہ نبوت و رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر کامل ہو چکی ہے۔

مرزا صاحب کا فرمان

”پس جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دعاء پڑھو، کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں“

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۳)﴿خ ص ۲۱۸، ج ۱۷﴾

معلوم ہوا کہ اس آیت میں نبوت طلب کرنے کی تعلیم نہیں بلکہ محض ”صحابی“ کا درجہ چاہنے کی تلقین ہے۔

چھٹی تحریف

یایھا الرسل کلوا من الطیبت واعملوا صالحا (مومنون ع ۳) اے رسولو! پاک کھانے کھاؤ، اور نیک کام کرو، یہ جملہ اسمیہ ہے جو حال اور مستقبل پر دلالت کرتا ہے، اور لفظ رسل صیغہ جمع کم از کم ایک سے زیادہ رسولوں کو چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اکیلے رسول تھے، آپ کے زمانہ میں کوئی اور رسول نہ تھا، لہذا ماننا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رسول آئیں گے، ورنہ کیا خدا وفات یافتہ رسولوں کو حکم دے رہا ہے کہ اٹھو کھانے کھاؤ۔

الجواب

اس جگہ تو پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنی عادت خصوصی ”یہودیانہ تحریف“ کا ثبوت دیا ہے، سورہ مومنون میں دوسرے رکوع سے اس آیت تک انبیاء سابقہ کا ذکر تفصیل وار کیا ہے، سب کے آخر حضرت مسیح کا ان لفظوں میں کہ وجعلنا ابن مریم وامۃ ایۃ واوینھما الی ربوۃ ذات قرار ومعین یایھا الرسل کلوا من الطیبت واعلموا صالحاً انی بما تعملون علیم۔ وان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاتقون فتقطعوا امرھم بینھم زبراً کل حزب بما

لدیھم فرحون۔الآیہ، ہم نے مریم وابن مریم کو اپنی قدرت کا ایک نشان بنایا، اور ان دونوں کو ایک اونچے ٹیلہ سرسبز و شاداب پر جگہ دی۔ (اس جگہ تک رسولوں کا ذکر ہے، آگے ایک لفظ محذوف ہے، یعنی ہم نے ان سب رسولوں کو یہ حکم دیا تھا) کہ اے رسولو! ستھرے کھانے کھاؤ، اور اچھے عمل کرو، میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو، یہ سب لوگ ہیں امت تمہاری دین واحد پر، اور میں تمہارا رب ہوں، مجھ سے ڈرو (مگر باوجود اس تاکید کے انبیاء کے متبعین نے) پھوٹ ڈال دی، دین الٰہی میں، اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ہر فرقہ اپنی اپنی جگہ شاداں و فرحاں ہے، (اے نبی ﷺ) فذرھم فی غمرتھم حتی حین "چھوڑ دے ان کو اس مدہوشی میں وقت مقرر تک"۔

یہ آیات اپنے مطلب کو صاف ظاہر کر رہی ہیں، کہ یہ امر ہر ایک رسول کو اپنے وقت پر ہوتا رہا ہے۔ خاص کر پچھلی آیات نے بالکل کھول دیا کہ یہ ذکر پہلی امتوں کا جنہوں نے دین الٰہی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا، باوجود اس صراحت کے میں جھوٹے کو گھر تک پہنچانے کیلئے خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح اس بارے میں پیش کئے دیتا ہوں تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ طیب لایقبل الا طیباً وان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال یاایھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحاً وقال اللہ تعالی یاایھاالذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت مارزقنکم۔

(رواہ مسلم کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تحقیق اللہ پاک ہے، اور سوائے پاکیزگی کے کچھ قبول نہیں کرتا، لاریب اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے انبیاء کرام کو دیا تھا کہ اے رسولو! کھاؤ پاک چیزیں، اور عمل صالح کرو، (ایسا ہی مسلمانوں کو) کہا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو کھاؤ اس پاک رزق سے جو میں نے تمہیں عطا فرمایا۔

حضرات اب تو آپ خوب اچھی طرح جان گئے ہوں گے کہ یہ مرزائی قطعاً

خدا اور رسول کے دشمن اپنی اغراض نفسانیہ کے ماتحت قرآن پاک کو بگاڑنے والے دجال کی امت ہیں، رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال وکذاب پیدا ہوں گے، کلھم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النبیین لانبی بعدی وہ سب کے سب دعوے نبوت کریں گے حالانکہ میں نبیوں کو بند کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ساتویں تحریف

قرآن میں ہے وماکان لکم ان تؤذوارسول الله ولاتنکحوا ازواجه من م بعده ابدا تمہارے لیے یہ مناسب نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ تم رسول کی وفات کے بعد اس کی بیویوں سے نکاح کرو۔

آنحضرت ﷺ بھی ایک رسول تھے، جب فوت ہوئے آپ کی بیویوں کے ساتھ کسی نے شادی نہ کی، اب اگر سلسلہ نبوت بند ہو گیا تو نہ کوئی نبی آئے گا نہ اس کی وفات کے بعد اس کی بیویاں زندہ رہیں گی، نہ ان کے نکاح کا سوال زیر بحث آئیگا۔ اب اگر اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے کونسا نقص لازم آتا ہے لیکن قرآن قیامت تک کیلئے واجب العمل ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک انبیاء کی ازواج مطہرات ان کی وفات کے بعد بیوگی ہی کی حالت میں رہیں گی۔

نوٹ:۔ یہ آیت آنحضرت کیلئے خاص نہیں بلکہ عام ہے کیونکہ اس میں "الرسول" "النبی" کا لفظ نہیں کہ آنحضرت مراد ہوں، بلکہ رسول اللہ کا لفظ ہے جو نکرہ ہے، اور اس میں ہر رسول داخل ہے۔

الجواب

آنحضرت ﷺ اللہ کے رسول تھے، محمد رسول الله (پارہ ۲۶ سورۃ الفتح) آپ پر آیت نازل ہوتی ہے، صحابہؓ کرام کی جماعت مخاطب ہے جو آنحضرت ﷺ کو

رسول اللہ مانتے تھے، اللہ تعالیٰ صحابہؓ کو آداب الرسول سے مطلع فرماتا ہے کہ تمہیں نہ تو یہ مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دکھ پہنچاؤ اور نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرو، جملہ مخاطبین اس حکم کی مراد سمجھتے ہیں، اور سمجھتے بھی کیوں نہ، جبکہ رسول اللہ ﷺ ان میں موجود تھے، چنانچہ حضور ﷺ کی وفات کے بعد ایسا ہی عمل میں لایا جاتا ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات سے باوجودیکہ بعض ابھی نوجوان تھیں، شادی نہیں کی گئی، پس اس آیت کو کسی آئندہ رسول کے متعلق بھی قرار دینا سراسر تحریف فی القرآن ہے، کیونکہ خدا

"وعدہ کر چکا ہے آنخضرت کے بعد کوئی رسول (جدید) نہیں بھیجا جائے گا"۔

(ازالہ اوہام ص ۷۷۲ ط ۲) (خ ص ر ۵۱۱ ج ۳)

اور جو یہ کہا گیا ہے کہ "رسول اللّٰہ" نکرہ ہے یہ قائل کی جہالت نادانی اور علوم عربیہ سے نابلد محض ہونے کی دلیل ہے، اس جاہل اجہل کو معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ "الرسول" "النبی" سے ہی خصوصیت نہیں ہوتی، بلکہ اسم اضافت سے بھی معرفہ ہو جاتا ہے، دیکھو "غلام" کا لفظ نکرہ ہے مگر جب غلام زید کہا جائے گا، تو (معرفہ) ہو جائے گا، بعینہ یہاں رسول کا لفظ مضاف ہے، اور اللہ کا لفظ مضاف الیہ۔ یعنی اللہ کا رسول، اور اللہ کا لفظ معرفہ ہے، پس یہاں لفظ رسول اللہ نکرہ نہیں معرفہ ہے و المضاف الی المعرفة معرفه فتدبر۔

مجھے خطرہ ہے کہ یہ مرزائی جاہل کہیں احادیث نبویہ سے بھی یہ کہہ کر کھلا انکار نہ کر دے، کہ کتب احادیث میں عموماً "قال رسول اللّٰہ" وارد ہوا ہے، پس یہ خاص آنخضرت ﷺ کی حدیثیں نہیں بلکہ "رسول اللہ نکرہ ہے اس میں ہر رسول داخل ہے"۔

باقی رہا یہ کافرانہ اعتراض کہ اب اس آیت کو قرآن سے نکال دیا جائے تو کیا حرج ہے۔؟

سو جواب یہ ہے کہ یہ آیت آنخضرت ﷺ کی فضیلت کی مظہر و مثبت ہے، پس آپ ہی کہہ دیں کہ حضور کی فضیلت کی دلیل کو مٹانے والا کس لقب کا حقدار ہے، نیز حرج صرف اتنا ہی ہے کہ قرآن پاک میں ایسی ناپاک حرکت کرنے والا بموجب فتویٰ قرآن یحرفون الکلم عن مواضعه۔ دین و ایمان سے بے نصیب ہو کر یہود پلید کا

ساتھی ہو جائے گا اور کچھ نہیں، تمہیں یہ منظور ہے تو کر دیکھو، مگر یاد رکھو کہ قرآن کی حفاظت کا جس نے ذمہ لیا ہوا ہے وہ عزیز ذو انتقام ہے۔

آٹھویں تحریف

مرزائی پیش کرتے ہیں ولقدجاء کم یوسف من قبل بالبینات فمازلتم فی شك مماجاء کم به حتّٰی اذا هلك قلتم لن یبعث الله من بعده رسولاً (سورہ مومن پارہ ۲۴) یعنی (اے باشندگان مصر) تمہارے پاس حضرت یوسفؑ اس سے پہلے روشن دلائل لے کر آئے پس تم اس سے وہ لے کر آئے شک ہی میں رہے، حتیٰ کہ جس وقت وہ فوت ہو گئے تو تم کہنے لگے کہ خدا تعالیٰ اس کے بعد ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کفار مصر حضرت یوسف پر نبوت کو ختم سمجھتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ ختم نبوت کا عقیدہ کفار کا ہے اور جو نبوت کو بند سمجھے وہ کافر ہے۔

الجواب

یہ ان لوگوں کا مقولہ ذکر کیا گیا ہے، جو حضرت یوسفؑ کی نبوت پر ایمان نہ لائے تھے جیسا کہ فمازلتم فی شك سے ظاہر ہے، انہوں نے از روئے کفر کہا تھا، کہ حضرت یوسفؑ فوت ہو گئے ہیں، تو چھٹکارا ہوا، اب خدا کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔

یہ خدائی فیصلے کا ذکر نہیں ہے، اور انکا یہ قول اس لئے بھی غلط تھا کہ اس وقت خدا کے علم میں سلسلہ نبوت میں سینکڑوں، نبی باقی تھے تو ان کفار کا اس وقت کا قول غلط ہونے سے یہ لازم نہیں آتا اس وقت جب خدا تعالیٰ نے اپنے فیصلہ سے آنحضرت ﷺ کی نسبت خاتم النبیین فرمادیا۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی فرمادیا کہ نبوت اور رسالت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے۔ (معاذ اللہ) یہ سب غلط ہے۔

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ فرعون اور آل فرعون سلسلہ رسالت کے منکر تھے، بلکہ فرعون کی قوم اس کو الٰہ سمجھتی تھی، اور خدا کی منکر تھی، پس جو رب العلمین کا انکار کرے، وہ رسالت و نبوت کا قائل کیونکر ہو سکتا ہے، کہتے ہیں کہ ایک عیسائی مشنری ایک ایرانی دہریہ کے

ہاں گیا، اور اس سے کہنے لگا کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ اس پر ایمان لاؤ تا کہ تم کو نجات ملے، ایرانی دہریہ خاموشی سے اس کے وعظ کو سنتا رہا، جب مشنری نے اپنا وعظ ختم کیا تو اس دہریہ نے جواب دیا کہ من پدرش قبول ندارم و تو پسرش پیش میکنی میں تو اس کے باپ کو نہیں مانتا اور تو بیٹا پیش کر رہا ہے، یہی حال مرزائیوں کا ہے، قوم فرعون تو سرے سے خدا کا انکار کرتی تھی، وہ اس رب العزت کے رسولوں کو کیسے مان سکتی تھی، پس اہل اسلام کو آل فرعون پر قیاس کرنا بالکل غلط دلیل ہے۔

نیز حضرت یوسفؑ کو خدا تعالیٰ نے کبھی یہ وحی نہیں کی تھی کہ تو خاتم النبیین ہے اور نہ حضرت یوسفؑ نے لا نبی بعدی کا کبھی دعویٰ ہی کیا، اس کے عکس قرآن میں خدا کا قطعی فیصلہ اور آنحضرت ﷺ کے صاف الفاظ احادیث میں موجود ہیں۔ کہ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت ختم ہو چکی۔

سنو! مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

"آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل ہوں اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آں جناب کے بعد اس امت کیلئے کوئی (جدید) نبی نہیں آئیگا"۔ (نشان آسمانی مصنفہ مرزا ص ۲۸) ﴿خ ص ۳۰ ج ۴﴾

نویں تحریف

وانهم ظنوا كما ظننتم ان لن يبعث الله احداً (الجن ع ۱) قوم جنات کا بھی ظن تھا کہ اب کوئی نبی نہ ہوگا، حالانکہ آنحضرتؐ آگئے۔

اس کا جواب بھی اوپر گزر چکا ہے، یعنی ظن اور نصوص قرآنیہ میں فرق نہ کرنے والا خود جاہل ہے، یہ محض جنات کا غلط عقیدہ تھا، یہ خدائی فیصلہ نہیں تھا۔

دسویں تحریف

میں نے متعدد آیات پیش کی ہیں، کہ جب دنیا میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، تب رسول آتا ہے۔

الجواب

پہلی شریعتیں وقتی اور خاص خاص موقعوں کیلئے تھیں چنانچہ حالات کے موافق احکام نازل ہوتے رہے مگر اسلام کامل واکمل ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دین کمال کو پہنچ گیا، قرآن نے ہدایت ورشد کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ دنیا میں روشن کردیا ہے اب کسی نئے حکم یا نبی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، باقی رہا اصلاح و تبلیغ کا کام، سو یہ کام صالحین امت اور علمائے دین کے سپرد ہے۔

ولتکن منکم امۃٌ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعرف وینھون عن المنکر۔ یعنی تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کی طرف بلائے، اچھے کام کرنے کو کہے، اور بُرے کاموں سے روکے۔

مزید تفصیل (براہین احمدیہ ص ۱۰۹ سے ص ۱۱۱) ﴿خ ص ۱۰۱ ارتا ۱۰۲ ارج ا﴾ تک ملاحظہ ہو، جس کا اقتباس ہم نقل بھی کر آئے ہیں۔

گیارہویں تحریف

مرزائی پیش کرتے ہیں، وما کنامعذبین حتی نبعث رسولاً۔ جب تک کوئی رسول نہ بھیج لیں ہم عذاب نازل نہیں کرتے یعنی بموجب قرآن نزول آفات سماوی وارضی سے پہلے حجت پوری کرنے کو رسول آنا ضروری ہے موجودہ عذاب اس ضرورت پر گواہ ہے۔

الجواب

آیت کا مفہوم تو صرف اس قدر ہے کہ اللہ کے رسول آکر حجت پوری کرتے ہیں، مگر منکرین مخالفت کرتے ہیں جس کی وجہ سے عذاب نازل ہوتا ہے چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان اور سب وقتوں اور امتوں کے لئے "ایک ہی نبی" (چشمہ معرفت مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۲۲﴾ ہیں، اس لئے یہ تمام عذاب اسی رسالت کاملہ کی مخالفت کا باعث ہے۔

نیز جو عذاب مرزا صاحب کے دعویٰ کرنے سے پہلے دنیا پر آئے وہ کس کے انکار کی وجہ سے آئے، اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے تو اس زمانہ کے عذابوں

کو کیوں نہ آپ ہی کی مخالفت کا نتیجہ قرار دیں۔کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی حد مقرر کی ہے کہ تیرہ سو سال تک جو عذاب آئے گا، وہ رسول اللہ ﷺ کے انکار کی وجہ سے آئے گا، اور اس کے بعد کسی اور رسول کے انکار کی وجہ سے؟ اور اگر موجودہ عذاب مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے آ رہے ہیں تو اس کی کوئی حد مقرر ہونی چاہیئے، کہ ان کی وجہ سے کتنے عرصہ تک عذاب آئے گا۔

ثابت ہوا کہ موجودہ عذاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے ہے، مذکرہ بالا آیت کسی نئے نبی کو نہیں چاہتی، کیونکہ آنحضرت کافۃ الناس کے لیے ہیں، اور آپ کے آنے سے حجت پوری ہو گئی۔

بارھویں تحریف

ذلك بانّ اللّٰه لم يك مغيرا نعمة انعمها علىٰ قوم حتّٰى يغيّروا ما بانفسهم۔

یعنی اللہ تعالیٰ جس قوم پر کوئی نعمت کرتا ہے، اور اس سے وہ نعمت دور نہیں کرتا، جب تک وہ قوم اپنے حالات کو نہ بدلے، اگر اس امت پر خدا تعالیٰ نے یہ نعمت نبوت بند کر دی ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے، کہ یہ امت بدکار ہو گئی ہے۔

الجواب

اس آیت میں اس نعمت نبوت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ دیگر دنیوی نعمتوں کا ذکر ہے، جو آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہو سکتا ہے، اس آیت کے پہلے بھی اور بعد بھی فرعونیوں وغیرہ کا ذکر ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو کئی قسم کی نعمتیں بخشی تھیں، لیکن انہوں نے نافرمانی کی تو خدا تعالیٰ نے اس پر تباہی ڈالی، کہاں نبوت اور کہاں دنیا کی نعمتیں خوشحالی، حکومت وغیرہ۔

سوال۔ نبوت ایک نعمت ہے، امت محمدیہ اس سے محروم کیوں ہو گئی۔؟

الجواب۔ نزول کتاب اور نبوت شریعی بھی لا محالہ ایک اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اگر آپ کے بعد کوئی نئی شریعت یا جدید کتاب نہیں نازل ہو سکتی تو وہی اعتراض آیا کہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے بعد دنیا فیض شریعت سے محروم کر دی گئی۔ کیونکہ جس طرح انبیاء

آتے رہے، اسی طرح شریعت بھی وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی، اور یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ انعام شریعت بہ نسبت انعام نبوت کے بہت بڑا ہے، اگر آپ ہم کو الزام دیتے ہو تو تم پر بھی وہی الزام عائد ہوتا ہے، الغرض نزول کتاب و نبوت تشریعی بھی ایک نعمت ہے، جب یہ نعمت باوجود بند ہونے کے امت میں نقص پیدا نہیں کرتی تو اس طرح اگر مطلق نبوت نعمت ہو تو ختم ہونے کی صورت میں کوئی نقص لازم نہیں آئے گا، کیونکہ نعمت اپنے وقت میں نعمت ہے مگر غیر وقت میں نعمت نہیں، جیسے بارش اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے، مگر یہی بارش دوسرے وقت عذاب ہو جاتی ہے، ہم تو اس چیز کے قائل ہیں کہ وہ نعمت پورے کمال کے ساتھ انسانوں میں پہنچادی گئی، ہم نعمت سے محروم نہیں ہیں، بلکہ وہ اچھی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ جس طرح سورج کے نکلنے سے کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح آنحضرت کی تشریف آوری کے بعد نبی کی ضرورت نہیں۔

تیرھویں تحریف

اجراء نبوت کی دلیل میں مرزائی پیش کرتے ہیں۔ وبِالآخرۃ ھم یوقنون۔ کہ وہ پچھلی وحی پر ایمان لاتے ہیں یعنی نبوت جاری ہے۔

الجواب

اس جگہ آخرت قیامت ہے، جیسا دوسری جگہ بالصراحت یہ فرمایا گیا ہے۔ وانّ الدّار الاٰخرۃ لھی الحیوان اخروی زندگی ہی اصل زندگی ہے، خسر الدنّیا والاٰخرۃ (سورہ حج) دنیا و آخرت میں خائب و خاسر، قرآن مجید میں لفظ آخرۃ پچاس سے زیادہ مرتبہ استعمال ہوا ہے، اور سب جگہ مراد جزا سزا کا دن ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر بلابن جریر کی جلد اول ص ۸۱ اور تفسیر در منثور کی جلد اول ص ۲۷ پر ہے۔

عن ابن عباس (وبالآخرۃ) ای بالبعث والقیامۃ والجنّۃ والنّار والحساب والمیزان۔

تفسیر از مرزا صاحب قادیانی

"طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے

پر ایمان لاوے،...... وبالاخرۃ ھم یوقنون۔ اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پر یقین رکھے، اور جزا سزا مانتا ہو،"

(الحکم جلد ۸ ر نمبر ۳۴-۳۵-۱۰ ر اکتوبر ۱۹۰۴ء) (دیکھو خزینۃ العرفان جلد اول ص ۷۸ مصنفہ مرزا)۔

تفسیر از مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول قادیان:-

"اور آخرت کی گھڑی پر بھی یقین کرتے ہیں" (ضمیمہ بدر مورخہ ۴۔ فروری ۱۹۰۹ء)

چودھویں تحریف

مرزائی کہتے ہیں کہ وجعلنا من ذریتہ النبوۃ والکتاب۔ یعنی اور ہم نے اس کی (ابراہیمؑ) کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے۔

الجواب

اگر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے تو کتاب کا نزول بھی جاری معلوم ہوتا ہے وہو باطل، جو دلیل کتاب سے مانع ہے وہی نبوت سے مانع ہے۔

پندرھویں تحریف

واذابتلٰی ابراھیم ربّہ بکلمٰت فاتمّھن قال انّی جاعلك للنّاس اماماً قال ومن ذریتی ،قال لاینال عھدی الظّٰلمین۔ اور جس وقت آزمایا ابراہیم علیہ السلام کو اس کے رب نے ساتھ کئی باتوں کے پس پورا کیا ان کو کہا تحقیق میں کرنے والا ہوں تجھ کو واسطے لوگوں کے امام، کہا اور میری اولاد سے، کہا نہ پہنچے گا عہد میرا ظالموں کو۔

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ عہد نبوت ابراہیمی نسل کے ساتھ ضرور پورا ہو گا، دوسری یہ کہ جب نسل ابراہیمی ظالم ہو جائے گی تو ان سے نبوت چھن جائے گی، کیونکہ امت محمدیہ میں نبوت جاری نہیں، لہذا یہ امت ظالم ہو گئی ہے۔ اگر ظالم نہیں تو امت محمدیہ میں نبوت جاری ہے۔

الجواب

"آیت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ جو ظالم ہو اس کو نہ ملے، مگر ہر غیر ظالم کے لیے نبوت ضروری نہیں، ہاں! اگر نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد جاری ہوتی تو پھر غیر ظالم کو مل سکتی تھی، مگر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان موجود ہے۔ کہ ماکان محمدٌ۔۔وخاتم النبیین یعنی (محمد ﷺ) تم سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا، یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا"

(ازالہ مصنفہ مرزا صاحب صفحہ ۲۵۲ طبع دوم) ﴿خ ص ۴۳۱ ج ۳﴾

حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی مگر دکھاؤ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسی دعا مانگی ہے، بلکہ آپ نے صریح اور واضح الفاظ میں فرمادیا کہ نبوت اور رسالت منقطع ہو چکی ہے،، اب میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں آئے گا۔ انّ الرّسالۃ والنّبوۃ انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیّ (ترمذی) ثابت ہوا کہ نبوت جاری نہیں۔

سولھویں تحریف

واذاخذاللّٰہ میثاق النّبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدّقٌ لّما معکم لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ ط۔ اس اور اگلی آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے، رسول نکرہ ہے اور دونوں عہد ایک ہی ہیں، اور رسول اللہ سے بھی عہد لیا گیا کہ وہ اپنے بعد آنے والے نبی کی مدد کے لیے امت کو تلقین کریں گے۔

الجواب

اس آیت کا مرزا صاحب یہ ترجمہ کرتے ہیں۔

"اور یاد کرو کہ جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں

کتاب حکمت دوں گا اور تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری تصدیق کرے گا، تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا، اور تمہیں اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو چکے تھے یہ حکم ہر نبی کی امت کے لیے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ جو لوگ آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لائے، خدا تعالیٰ ان کو ضرور مواخذہ کریگا"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰) (خ ص ۱۳۳ ر ج ۲۲)

یہاں ثم جاء کم کے الفاظ قابل غور ہیں، ان میں نبی کریم ﷺ کے تمام انبیاء کے ساتھ تشریف لانے کو لفظ ثم کے ساتھ ادا کیا گیا ہے۔ جو لغت عربی میں تراخی یعنی مہلت کے لیے آتا ہے، جب کہا جاتا ہے جاء نی القوم ثمّ عمر۔ تو لغت عرب میں اس کے معنی ہوتے ہیں کہ پہلے تمام قوم آگئی پھر کچھ مہلت کے بعد سب سے آخر میں عمر آیا، لہذا ثم جاء کم رسول کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے سب سے آخر میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر تمہاری موجودگی میں نبی ﷺ مبعوث ہوں تو تمہارے لیے ضروری ہے کہ نبی ﷺ کی پیروی اور نصرت کرو جیسا کہ حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"مابعث اللّٰہ نبیاً من الآنبیاء الااخذعلیہ المیثاق لئن بعث اللّٰہ محمداًوھوحیّ لیؤمننّ بہ ولینصرنّہ وامرہ ان یاخذالمیثاق علی امّتہ لئن بعث محمدٌ وھم احیاءٌ لیؤمننّ بہ ولینصرنّہ۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث کیا، اس سے یہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی زندگی میں اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔

تو اس کو آپ پر ضرور ایمان لانا چاہیے اور نصرت کرنی چاہیے، اسی طرح اس نے نبی کو حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے پختہ عہد لے کہ اگر ان کی زندگی میں نبی ﷺ مبعوث ہوئے تو ان کو آپ پر ضرور ایمان لانا چاہیے اور نصرت کرنی چاہیے"

(تفسیر ابن کثیر ص ۷۷ اور تفسیر جامع البیان ص ۵۵)

اس آیت میں رسول کا لفظ گو نکرہ ہے لیکن اس کی تخصیص ابن عباسؓ اور علیؓ نے مندرجہ بالا عبارت میں کر دی ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں، ورنہ ربنا وابعث فیهم رسولاً۔هو الذی بعث فی الامّین رسولاً۔لقد جاء کم رسولٌ مِنْ انفسکم۔قدانزل الله الیکم ذکراً رّسولاً یتلوا علیکم اٰیٰتٍ بینٰتٍ لّیخرج الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت من الظلمٰت الی النور (سورہ طلاق) ان آیات میں بھی رسول نکرہ واقعہ ہوا ہے، ان کی تخصیص کیسے ہوگی؟

عہد دوم کی تشریح!

واذاخذنامن النّبیین میثاقهم ومنك ومن نوح وابراهیم وموسٰی وعیسی ابن مریم واخذنامنهم میثاقاً غلیظاً۔اور جبکہ لیا ہم نے نبیوں سے ان کا میثاق (پختہ عہد) اور آپ سے اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام سے، اور لیا ان سے پکا وعدہ۔اس آیت میں میثاق کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اولوالعزم نبیوں سے اس بات کا پکا وعدہ لیا کہ دین کی تبلیغ اچھی طرح کرنا اور کسی قسم کی تفرقہ اندازی نہ کرنا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعد میں آنے والے نبی کی تصدیق کریں گے۔منك کے لفظ سے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا مقصود ہے، دیکھو ابن کثیر میں صفحہ ۵۰۶ پر لکھتے ہیں، انّه اخذ علیهم العهد والمیثاق فی اقامة دین الله تعالٰی وابلاغ رسالته۔ترجمہ:۔تحقیق اللہ تعالیٰ نے ان پر میثاق (پختہ وعدہ) لیا ہے کہ دین کو قائم کریں گے اور پیغام رسالت کو لوگوں تک پہنچائیں گے، اس میثاق کی تفسیر دوسری آیت میں ملتی ہے وہاں بھی ان اولوالعزم نبیوں کو خطاب ہے، شرع لکم من الدّین ماوصّی بهٖ نوحاً والّذی اوحینآ الیك وما وصّینابهٖ ابراهیم وموسٰی وعیسٰی ان اقیموا الدّین ولا تتفرّقوا فیه۔اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ سورہ احزاب کی آیت میں صرف اس بات پر میثاق لیا گیا (ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه) کہ دین کو قائم کرو اور تفرقہ اندازی نہ کرو۔

سترھویں تحریف

وعدالله الّذین اٰمنوامنکم وعملوالصّٰلحٰت لیستخلفنّهم فی

الارض کما استخلف الَّذین من قبلھم (نور) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم۱۳ور حضرت داؤد علیھما السلام کی طرح خلیفے یعنی غیر تشریعی نبی ہوں گے۔

الجواب

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو سلطنت عطا کریگا، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ نبی خلیفہ ہوں گے، ورنہ دوسری آیت میں کیا مطلب ہوگا عسیٰ ربکم ان یھلك عدوکم و یستخلفکم فی الارض۔ ترجمہ:- قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمنون کو ہلاک کردے، اور تمہیں زمین کا بادشاہ بنادے، وھو الّذی جعلکم خلائف فی الارض ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم فیما اٰتاکم۔ وہ ذات پاک جس نے تم کو دنیا میں جانشین بنایا اور بعض کے بعض پر مراتب بلند کیے تاکہ اس نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں آزمائش کرے، تفسیر معالم التنزیل میں لیستخلفنکم کا معنی لکھتے ہیں ای لیورثنھم ارض الکفار من العرب و العجم فیجعلھم ملوکا وساستھا وسکانھا یعنی مسلمانوں کو کافروں (عربی ہوں یا عجمی) کی زمین کا وارث بنادے گا، اور ان کو بادشاہ اور فرماں روا اور وہاں کا باشندہ بنادے گا۔

احادیث نبویہ کے متعلق مرزائی اعتراضات کے جوابات۔

پہلی دلیل مرزائیہ!

انا اٰخر الانبیاء ومسجدیؔ اٰخر المساجد (مسلم) آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے، چونکہ مسجد نبوی کے بعد بہت سی مساجد بنائی گئیں، لہذا ثابت ہوا کہ آخری کے معنی مغائرت اور مخالفت کے ہیں، یعنی کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے مخالف رہ کر نبی نہیں ہو سکتا، ہاں موافقت کی صورت میں آسکتا ہے جس طرح بحکم شرع مساجد بن رہی ہیں،

الجواب

جو نبی بھی دنیا میں آیا، خدا کی عبادت کروانے آیا، اسی طرح ہر نبی نے حسب اقتضاء زمانہ واستعداد عوام عبادت کے طریق اور جائے عبادت کی تعیین وتکریم بیان کی، آنحضرت ﷺ کا یہ مطلب ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد انبیاء کی آخری مسجد ہے اب میرے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ نیا طریق عبادت پیش کرے گا۔

چنانچہ مزید تشریح فرمادی کہ انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم المساجد الانبیاء (کنز العمال جلد ۶ ص ۲۵۶ فضل الحرمین) میں ختم کرنے والا ہون نبیوں کا اور میری مسجد ختم کرنے والی ہے مساجد انبیاء کی،

لفظ آخری نبی کی مثال از کتب مرزا

مرزا صاحب (اشتہار واجب الاظہار ۴۔ نومبر ۱۹۰۰ء) (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۹۱) میں حضرت مسیح کا ذکر کرتے ہوئے کہ خدا نے:۔

"عیسیٰ مسیح کو اسرائیلی نبوت کے لیے آخری اینٹ کردیا۔ نبوت بنی اسرائیل سے گئی۔"

"اب آخری اینٹ کا مطلب صاف ظاہر ہو گیا کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو، بعینہ یہی مثال مرزا نے دی ہے، کہ آنحضرت "دیوار نبوت کی آخری اینٹ"

(سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا ص ۱۹۸/۱۹۶)

دوسری دلیل مرزائیہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا لو عاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً "اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا" معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا امکان ہے۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز)

جواب

اول تو یہ حدیث ہی باطل ہے، جہاں سے مرزائیوں نے یہ نقل کی یعنی ابن ماجہ سے، وہیں اس کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا راوی ابو شیبہ

ابراہیم بن عثمان عَبَسی بھی متروک ہے، اسی طرح حافظ ابن حجر نے تقریب میں لکھا ہے کہ یہ شخص متروک الحدیث ہے اور تہذیب التہذیب (ص ۱۴۴ ج ۱) میں محدثین کے بہت سے اقوال اس کی تضعیف میں نقل کیے ہیں، غالباً اسی بناء پر علامہ نووی نے اس روایت کو باطل قرار دیا ہے (تہذیب الاسماء واللغات ۱۰۳ ج ۱ اور مدارج النبوت ص ۲۶۷ ج ۲ (شیخ عبدالحق) میں ہے "اعتبارے ندارد" جن لوگوں نے اس کی تائید کی ہے، اول تو وہ نقاد حدیث نہیں ان پلہ اور درجہ اس فن میں ہلکا، کمتر ہے۔ لہذا یہ روایت قابل اعتبار نہیں[1]

پھر اس کا جھوٹی اور مردود ہونا یوں بھی ظاہر ہے کہ یہ قرآن پاک کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے اور صدہا احادیث صحیحہ نبویہ مندرجہ صحاح ستہ مسلمہ فریقین ومقبولہ مرزا کے خلاف ہے۔

> "آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمادیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث لانبی بعدی۔ ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف میں جس کا لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول الله وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا تھا کہ فی الحقیقت ہمارے نبی ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔"
>
> (کتاب البریۃ مصنفہ مرزا ص ۸۴) (خ ص ۲۱۷ ر ج ۱۳)

اعتراض

یہ حدیث ابن ماجہ میں ہے جو صحاح ستہ میں سے ہے، لہذا یہ حدیث صحیح ہے۔

الجواب

سبحان اللہ! کیا علمیت ہے کہ حدیث کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ یہ ابن ماجہ میں ہے، صاحب علم حضرت سے مخفی نہیں کہ صحاح ستہ میں بھی بہت سی ضعیف روایات موجود ہیں۔

---

[1] نوٹ:- صحیح الفاظ جو آنحضرت ﷺ کے فرزند کی وفات کے متعلق منقول ہیں یہ ہیں لوقضی ان یکون بعد محمد صلی الله علیه وسلم نبی عاش ابنه ولکن لانبی بعده۔ یعنی اگر قضائے الٰہی میں یہ بات ہوتی، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو آپ کا بیٹا (ابراہیم) زندہ رہتا، لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے اور ابن ماجہ میں بھی۔

ابن ماجہ کا تو چھٹا درجہ ہے، بلکہ بعض لوگ مثلاً علامہ ابن اثیر صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ کو شمار ہی نہیں کرتے، بلکہ موطا، مالک کو شمار کرتے ہیں۔ مرزا صاحب بخاری اور مسلم میں بھی ضعیف حدیثیں بتاتے ہیں، مثلاً صحیح مسلم میں دمشقی منارے والی حدیث (جس کو نواس بن سمعان نے بیان کیا ہے) کو ضعیف شمار کرتے ہیں۔

"یہ حدیث وہ ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے، جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد بن اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے"

(ازالہ اوہام ص ۲۲۰ ط اوص ۱۵۸ ط ۲) ﴿خ ص ۲۱۰ ج ۳﴾ "صحیح بخاری میں ہے کہ مجھ کو یونس بن متیٰ پر فضیلت مت دو مرزا صاحب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں" (ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام ص ۱۶۳ ط اوص ۱۵۶ ط ۲ لاہور) ﴿خ ص ۱۶۳ ج ۵﴾

بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کر دیا تھا، مرزا صاحب اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو الحکم و بدر)

لہذا ثابت ہوا کہ کسی حدیث کا ابن ماجہ میں ہونا اس کی صحت کی دلیل نہیں۔

اعتراض

اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، کیونکہ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نیز ملا علی قاری نے اس کی تصحیح کی ہے۔ (موضوعات کبیر ص ۶۸، ۶۹)

الجواب

اول تو وہ نقاد حدیث سے نہیں ہیں، ان کا مرتبہ اس فن میں کمتر ہے، ائمہ حدیث مثلاً حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابن عبد البر اور امام نووی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں، بلکہ امام نووی تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر بہتان عظیم ہے، دیکھئے موضوعات کبیر ص ۶۸، ۶۹۔ ابراہیم بن عثمان عبسی راوی کو ائمہ حدیث نے مجروح قرار دیا ہے ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوۃ ص ۳۴۲ جلد ا)

لایخفیٰ انّ الجرح مقدم علی التعدیل کما فی النّخبة فلایدفعه تصحیح بعض المحدثین۔ جرح تعدیل پر مقدم ہو گی جیسا کہ نخبہ میں ہے، پس بعض محدثین کی تصحیح اس کی جرح کو دفع نہیں کر سکتی۔

اس لیے ملا علی قاری وغیرہ کی تصحیح قابل حجت نہیں۔ ملا علی قاری جہاں اس کو صحیح قرار دیتے ہیں، پہلے خود مانتے ہیں کہ امام نووی۔ ابن حجر اور ابن عبدالبر نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ شہاب علی البیضاوی میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو یہ کافی نہیں کیونکہ تصحیح حدیث کے لیے پہلے جرح کا اطلاق مقدم ہے، صرف ابن ماجہ میں حدیث کا مذکور ہونا صحت حدیث کی دلیل نہیں۔

نیز بحث صورت مقدرہ میں ہے، یعنی اگر یہ حدیث صحیح ہو، تو اس کا مطلب یہ نہیں ختم نبوت کے منافی ہے جیسے لوکان موسیٰ حیاًلما وسعه الااتباعی میں۔ کیونکہ اس سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ موسیٰؑ حضور کے بعد تشریف لا سکتے ہیں بلکہ یہ محض مفروضہ ہے، مقصد یہ ہے کہ حضور کے مرتبہ نبوت کو بیان کیا جائے، اسی طرح لوعاش ابراهیم۔ سے مراد حضرت ابراہیمؑ کی فضیلت بیان کرنا ہے، نہ امکان نبوت، کیونکہ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر ص ۱۵۰ پر صاف فرماتے ہیں،

دعوی النبوة بعد نبیناصلی الله علیه وسلم کفربالاجماع

آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔ فافهم

تیسری دلیل مرزائیہ

ہم درود شریف میں آنحضرت ﷺ پر خدا کی ویسی ہی رحمت طلب کرتے ہیں جیسی ابراہیمؑ اور اس کی آل پر ہوئی، یعنی دیگر رحمتوں کے ساتھ ساتھ نبوت بھی۔

الجواب

(۱) اگر درود شریف پڑھنے سے تم لوگوں کا یہی مفہوم ہوتا ہے تو تم سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والا شاید ہی کوئی ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ افضل

اور اتم شریعت عطا ہوئی کہ جملہ انبیاء کی شریعتیں مل کر بھی اس پایہ کی نہ ہوئیں، پھر تمہاری یہ کس قدر گستاخی ہے کہ باوجودیکہ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پیشتر جو اعلیٰ و احسن کامل و مکمل شریعت آنحضرتؐ کو عطا ہوئی تم اس کے عوض ایسی شریعت ناقص چاہتے ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تھی۔ اتستبدلون الذی ھو ادنی باالذی ھو خیرٌ۔

ماسوا اس کے یہ کیا لغویت ہے، کہ خدایا محمد ﷺ کو ابراہیمؑ جیسی نبوت دے حالانکہ آپ سیّد المرسلین ہیں۔

(۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر تو یہ بھی رحمت ہوئی تھی کہ ان میں صاحب کتاب و شریعت نبی ہوئے، کیا امت محمدیہ میں بھی تم لوگ قرآن کے بعد کسی دوسری شریعت کی آمد کے طالب ہو؟ پھر تو قادیان سے ڈیرہ اٹھا کر ایرانی نبی کے ہاں اڈا جماؤ کہ وہ صاحب کتاب نبی ہونے کا بھی مدعی ہے، اور درود شریف میں شریعت والی نبوت کو تم مستثنےٰ کرتے ہو کیونکہ ایسا دعویٰ مرزا صاحب کے نزدیک کفر ہے (ملاحظہ ہو بدر ۵/ مارچ ۱۹۰۸ء) تو فرمائیے یہ استثنےٰ کس بناء پر ہے، اگر خاتم النبیین والی آیت اور لا نبی بعدی۔ والی حدیث سے ہے تو یہی جواب ہمارا ہے، کہ اس آیت و حدیث میں ہر قسم کی نبوت جدیدہ کی بندش ہے، جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں۔

(۳) درود شریف سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا محض یہودیانہ کھینچ تان ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی محرف کی نظر الفاظ کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم۔ پر ہے، وہ لفظ "کما" سے "مشابہت تامہ" سمجھ رہا حالانکہ:-

"یہ ظاہر ہے کہ (ہر ایک جگہ) تشبیہات میں پوری پوری تطبیق (یا مشابہت مفہوم) نہیں ہوتی، بسا اوقات ایک ادنیٰ مماثلت بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری پر اطلاق کر دیتے ہیں"۔

(ازالہ اوہام ص ۷۲ حاشیہ ط ۱، ۳۰ حاشیہ ط ۲) ﴿خ ص ۱۳۸ / ج ۳﴾

خلاصہ جواب یہ کہ درود شریف میں جن رحمتوں کو طلب کیا جاتا ہے وہ نبوت کے علاوہ ہیں، وجہ یہ کہ

"قرآن شریف کی آیت، الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن

رسول الله وخاتم النبیین۔ میں صریح نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم کر چکا ہے"۔(تحفہ گولڑہ ص ۵۲ ط ۱)﴿خ ص ۱۷۴ ج ۱۷﴾

چوتھی دلیل مرزائیہ!

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں خلافت منہاج نبوت پر ہوگی، اس سے ثابت ہوا کہ نبوت جاری ہے۔

الجواب

یا تو تجاہل عارفانہ ہے یا غایت درجے کی جہالت، خلافت کے طریق نبوت پر جاری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس طریق پر امور سیاسیہ کو آنحضرت ﷺ نے چلایا۔ اسی طرح آخری زمانہ میں آپ کی سنت کے مطابق امام مہدی امور سیاسہ چلائے گا، کہاں کسی امر کا مطابق سنت ہونا، اور کہاں نبوت کا جاری رہنا۔

دیگر یہ کہ اسی حدیث میں آپ کے فوراً بعد خلافت کا منہاج نبوت پر ہونا مذکور ہے، اور اس سے مراد بالخصوص حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت ہے۔

ان زمانوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق عمل ہوتا رہا اور یہ امر مسلمہ ہے کہ چاروں حضرات نہ نبی تھے، نہ ان میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا، پس یہ حدیث اجرائے نبوت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

پانچویں دلیل مرزائیہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ امت کس طرح ہلاک ہوگی جس کے شروع میں میں ہوں، اور آخر میں عیسےٰ ابن مریم ہوگا۔

الجواب

اول تو اسے اجرائے نبوت سے کیا تعلق؟ دیگر یہ کہ اس میں سے آپ امام مہدی کا ذکر کیوں چھوڑ گئے کیونکہ اس میں یہ بھی ہے کہ وسط میں مہدی ہے اور اس حدیث

سے مہدی اور عیسیٰ دو الگ الگ شخصیتیں ثابت ہوتی ہیں اور مرزا صاحب آنجہانی ایک ہی ذات شریف ہر دو عہدوں کے مدعی ہیں اس لیے امام مہدی کو چھوڑ دیا گیا۔

چھٹی دلیل

ابو بکر خیر الناس بعدی الاان یکون نبی (کنز العمال جلد ٦ ص ١٣٨)

ابو بکر سوائے نبی کے میرے بعد سب انسانوں سے افضل ہیں۔

الجواب

اس کے ساتھ ہی یہ لکھا ہوا ہے ھذا الحدیث احدما انکر۔ یہ حدیث ان میں سے ایک ہے جن پر انکار کیا گیا ہے۔ یعنی روایت موضوع ہی نہیں، بلکہ جھوٹی سے بھی ایک درجہ اتر کر جھوٹی۔

نوٹ

الاان یکون نبیٌ۔ میں نبی مرفوع ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان تامہ ہے۔ پس تقدیر عبارت یہ ہوئی کہ ابو بکر خیر الناس بعدی الاوقت کون نبی یعنی ابو بکرؓ میرے بعد سب لوگوں سے اچھے ہیں۔ مگر جس وقت کوئی نبی ہو پھر وہ خیر الناس نہ ہو گا۔

حالانکہ وقت تکلم بالحدیث نبی موجود ہے، اس وقت بھی ابو بکرؓ خیر الناس ہیں۔
شاید کوئی کہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی خیریت نبی سے مسلوب کی گئی ہے، سب سے نہیں تو جواب یہ ہے کہ ایسے موقع پر ان مصدریہ ظرف ہوتا ہے، جس کی بنانے کو وقت کون سے تعبیر کی جاتی ہے۔
پس ثابت ہوا کہ یہ حدیث اصول روایت ہی سے غلط نہیں۔ قواعد نحویہ کی رو سے بھی غلط ہے۔

ساتویں دلیل مرزائیہ

آنحضرت ﷺ نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ فیکم النبوۃ والمملکۃ، الخلافۃ فیکم والنبوۃ (حجج الکرامہ) (ص ١٩٧ وکنز العمال جلد ٦ ص ١٧٩ رقم ٣٣٤٣٣ و ٣٣٤٣٤)

الجواب

اس روایت کے بعد ساتھ ہی حجج الکرامہ میں لکھا ہے واخرجہ البزار و در سندش محمد عامری ضعیف است۔ الغرض یہ روایت از روئے سند صحیح نہیں پھر درایۃً بھی اس کا کذب عیاں ہے، کیونکہ آج تک بنو عباس میں کوئی نبی نہیں ہوا باقی رہے مرزا صاحب، تو آپ مغل ہیں (ملاحظہ ہو ص ۳۳ تذکرۃ الشہادتین) ﴿خ ص ۳۵، ۲۰ و ۱۶۲ ج ۲۰﴾

آٹھویں دلیل مرزائیہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، قولوا خاتم النبیین ولاتقولوا لانبی بعدہ یعنی خاتم النبیین کہو مگر لانبی بعدہ نہ کہو (درمنثور)

الجواب

اس کا جواب گزر چکا ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ بے سند قول ہے، اور حضرت عائشہ پر بہتان ہے، نیز مرزا صاحب بھی اس کی تائید فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

(۱) "حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا" (ص ۱۸۴ کتاب البریت) ﴿خ ص ۲۱۷ ج ۱۳﴾

(۲) ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین XXXX وفسرہ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لانبی بعدی (حمامۃ البشریٰ) ﴿خ ص ۲۰۰ ج ۷﴾

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوا لانبی بعدی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر ہے، لہذا کسی کے واسطے جائز نہیں کہ فرمان رسول کے آگے چون و چرا کرے، اور ایسا قول پیش کرے جس کی سند کا حال بھی معلوم نہیں، مگر مرزائی دنیا کے اصول نرالے ہیں کہ مجہول الاسناد قول صحابی کی بناء پر صحیحین کی قوی الاسناد مرفوع حدیث کو بھی رد کیا جاتا ہے۔

اعتراض:- تعلیقات بخاری بغیر سند منقول ہیں، ان کی سند بتاؤ۔

الجواب

حافظ ابن حجر مصنف فتح الباری نے اس بارہ میں ایک الگ کتاب تصنیف کی، جس کا نام تغلیق التعلیق ہے اس میں تعلیقات صحیح بخاری کو موصول کیا ہے۔

اس کے بعد مرزائی بعض صوفیاء کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبوت جاری ہے، یہ اصولاً غلط ہے، قرآن وحدیث کی صریح نص کے بعد ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں رہتی، چنانچہ مرزا صاحب اپنی کتاب (مواہب الرحمٰن ص۷۹) ﴿خ ص ۲۹۸ ج ۱۹﴾ پر فرماتے ہیں۔

> "ہم کسی بصری یا مصری پر ایمان نہیں لائے" ہم تو قرآن شریف اور نبی معصوم کی حدیث صحیح مرفوع متصل پر ایما لائے ہیں، پس ان دونوں کے بعد لائق نہیں کہ ہل من مزید کہا جائے" (ملخصاً ومترجماً)

پس جب قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت ہو چکا ہے تو بموجب قول مرزا صاحب کسی کو حق نہیں کہ کسی امتی کی بات پر کان دھرے وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العٰلمین::

اقوال، مرزا متعلقہ ختم نبوت

ماکان محمدابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے، مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کا۔

> "یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا" (ص ۶۱۴ ازالہ اوہام طبع اول) ﴿خ، ص: ۴۳۱. ج ۳﴾

(۲) یہی آیت لکھ کر مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ الاتعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بغیراستثناءٍ وفسرہٗ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ لانبی بعدی۔ کیا نہیں جانتے کہ خدا کریم ورحیم نے ہمارے نبی ﷺ

کو بغیر کسی استثنیٰ کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا ہے کہ "لانبی بعدی" یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔

(حمامۃ البشریٰ) ﴿خ، ص ۲۰۰ ج،۷﴾

(۳) "جاننا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا ہے" (قول مرزا اخبار الحکم ۱۷/اگست ۱۸۹۹ء صفحہ ۶)

(۴) "محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی جائز نہیں دوسری جائز ہے مگر میرا اپنا یہ مذہب ہے کہ ہر قسم کی نبوت کا دروازہ بند ہے"

(الحکم ۱۰/اپریل ۱۹۰۳ء)

(۵) "حدیث لانبی بعدی بھی (لا) نفی عام پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے" (ایام الصلح ص ۱۴۶) ﴿خ، ص: ۳۹۲ تا ۳۹۳ ج، ۱۴﴾

(۶) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمادیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور حدیث "لانبی بعدی" ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا، اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔" (کتاب البریہ ص ۱۸۴ حاشیہ) ﴿خ، ص ۲۱۷ ج، ۱۳﴾

(۷) "ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں، تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آسکتا" (ازالہ اوہام ص ۵۷۷) ﴿خ، ص ۴۱۲ ج، ۳﴾

(۸) "قرآن کریم بعد "خاتم النبیین" کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ نیا ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے۔ اور باب نزول جبرائیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو" (ص ۷۶۱ ازالہ) ﴿خ، ص: ۵۱۱ ج، ۳﴾

(۹) "میں ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے، ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی"۔ (اشتہار مورخہ ۲/۱ کتوبر ۱۸۹۱ء)

﴿مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۱ ج، ۱﴾

(۱۰) "اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔ جو اہلسنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں، اور نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔

(آسمانی فیصلہ ص ۱۰) ﴿خ، ص ۳۱۳ ج، ۴﴾

(۱۱) "نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج از امت اور نہ میں منکر معجزات و ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا قائل، اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آں حضرت کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا" (نشان آسمانی ص ۲۸) ﴿خ، ص: ۳۹۰ ج، ۴﴾

(۱۲) "اور اسلامی اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آیگا"

(کشف الغطاء ص ۲۵، ۲، در از حقیقت صفحہ ۱۶)

(۱۳) "نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا

ہے" (ازالہ اوہام ص ۴۲۱)

(۱۴) "اور اس جگہ میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے"

(اربعین نمبر ۳ ص ۳۶ اا ایڈیشن ثانی مجموعہ ص ۶۳) ﴿خ، ص ۴۱۳ ج، ۱۷﴾

(۱۵) "اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے سو دوسرا پیرایہ، یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدّث کا ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں"۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۱ ص ۹۷) ﴿خ، ص ۳۱۴ ج، ۱﴾

(۱۶) "اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو رب العالمین اور رحمٰن اور رحیم ہے جس نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں بنایا۔ اور آدمؑ کو پیدا کیا اور رسول بھیجے اور کتابیں بھیجیں اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو پیدا کیا جو خاتم الانبیاء اور خیر الرسل تھے" (ص ۱۴۱ حقیقۃ الوحی) ﴿خ، ص ۱۴۵ ج، ۲۲﴾

(۱۷) "ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں"

(اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۰) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۲۳۱ ج، ۱﴾

(۱۸) "ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں" (مجموعہ اشتہارات ص ۲۱۴) ﴿ص، ۲۹۷ ج، ۱﴾

(۱۹) "بیعت کرنے والے کیلئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے، کہ آنحضرت ﷺ کو رسول برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں، اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آئیں گے۔ ان کا شمار خاص اللہ جل شانہ کو معلوم ہے۔ وحی رسالت ختم ہو گئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہو گی"

(مکتوب مرزا صاحب مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان ۱ جلد ۱ ص ۲۳)

(۲۰) "ویقولون ان هذا الرجل لایؤمن بالملائكة......ولا یعتقد بان محمداً صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء ومنتهی المرسلین

لانبی بعدہٗ وھو خاتم النبیین فھذہٖ کلّھا مفتریات وتحریفات سبحان ربی ما تکلمت مثل ھذا ان ھو الاکذبٌ واللہ یعلم انھم من الدجالین" (حمامۃ البشریٰ ص۹) ﴿خ، ص:۱۸۵ ج،۷﴾

اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ کو نہیں مانتا اور محمد ﷺ کو خاتم الانبیاء نہیں مانتا، حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا اور وہی خاتم الانبیاء ہیں، پس یہ سب مفتریات اور تحریفات ہیں۔ پاک ذات ہے میرا رب میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ لوگ (آنحضرت کے بعد کسی کو نبی ماننے والے) دجال ہیں::

(۲۱) "اے لوگو! اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن نہ بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو اور اس خدا سے شرم کرو جس کے سامنے حاضر کئے جاؤ گے" (فیصلہ آسمانی ص ۲۵ حقیقت النبوت ص ۹۲) ﴿خ، ص:۳۲۵ ج،۴﴾

مرزا صاحب کے ان سب حوالہ جات سے یہ امور ثابت ہیں:۔

(۱) نبوت ورسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔

(۲) آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔

(۳) ایسا مدعی نبوت کاذب۔ کافر بے دین۔ دائرہ اسلام سے خارج ملعون خسر الدنیا والآخرہ۔ بدبخت۔ مفتری اور دجال ہے۔

یہ سب مرزا صاحب کے اقوال ہیں اور ہم بھی ان پر صاد کرتے ہیں۔

اعتراض

اگر مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا تو علماء نے ان پر کفر کا فتویٰ کیوں لگایا::

الجواب

علماء کے فتویٰ کا ذکر نہیں بلکہ مرزا صاحب کے اپنے فتویٰ کا ذکر ہے کہ اگر وہ ان تصریحات کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو وہ بموجب اپنے فتویٰ کے کافر لعنتی۔

خارج از اسلام۔ بے ایمان ہیں اور اگر آپ ان کو مدعی نبوت اور نبی جانتے ہیں تو آپ ان کو اسی فتویٰ کا مصداق گردانتے ہیں۔

اعتراض

یہ اقوال وحی نبوت سے قبل کے ہیں::

الجواب

یہ بھی چند وجوہ سے درست نہیں۔ اول اس لئے کہ ان ایام میں بھی مرزا صاحب۔ صاحب الہامات تھے اور کہتے تھے کہ "اس الہام میں میرا نام خدا نے رسول رکھا ہے" (ایام الصلح اردو ص ۷۵) (خ، ص ۳۰۹ ج، ۱۴) اور اس کی نظیر انبیائے سابقین میں پائی نہیں جاتی۔ کہ ایک شخص کو خدائے تعالیٰ بذریعہ الہام رسول کہے اور وہ سالہا سال تک ایسے قول ودعویٰ کو کفر و بے ایمانی مانتا رہے۔ اور پھر بھی خدا اس کو الہامات کے ذریعہ سے بار بار کہتا رہے کہ تو رسول ہے::

دوم۔ اس لئے کہ آپ کا یہ عذر آپ کی ۲۳ سال سے زائد زندہ رہنے والی دلیل کے خلاف ہے کیونکہ اس میں آپ ان الہامات کے زمانے کو داخل رسالت کرتے ہیں۔ اور اس عذر میں اس زمانے کو نبوت سے خارج بتاتے ہیں::

اعتراض

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت نہ دو اور یہ بھی فرمایا کہ میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور پہلے آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے پھر جب حکم آگیا تو بیت اللہ کی طرف پڑھنے لگے::

الجواب

(۱) بیت المقدس کی منسوخی کا عذر بھی ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے ہے۔ جن کا نسخ جائز ہے لیکن رسالت عقائد وایمانیات میں سے ہے۔ اور ایمان وعقائد کا نسخ جائز نہیں۔ (۲) حضرت یونسؑ کی

فضیلت والی حدیث بھی آپ نے یونہی پیش کر دی یہ تو دیکھ لیا ہوتا کہ مرزا صاحب اس کے متعلق کیا فرما گئے ہیں کہ :-

"یا تو یہ حدیث ضعیف ہے یا کسر نفسی اور تواضع پر محمول ہے"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۶۳) ﴿خ، ص: ۱۴۳، ج ۵﴾

پس بموجب قول مرزا صاحب یہ قول آپ کا باطل ٹھہرا ::

مسئلہ ختم نبوت میں مرزا صاحب کی دورنگی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مذمت کی۔ وجہ یہ کہ وہ مسلمانوں سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لائے واذا خلوا الی شیطینھم جب اپنے دوستوں کی طرف جاتے تو کہتے کہ ہم تو مسلمانوں سے ٹھٹھا کرتے ہیں بعض یوں ہی مسلمانوں کو بہکانے کیلئے مسلمان بنے رہتے اور وسوسے ڈالتے رہتے۔

بعینہٖ یہی مثال مرزا صاحب کی ہے کہ جب انہیں معززین اسلام سے واسطہ پڑتا۔ یا عوام کی ہمدردی حاصل کرنا مطلوب ہوتی۔ تو کہتے کہ میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں اور جب اپنے حلقۂ ارادت میں ہوتے تو دماغ عرش اعلےٰ پر چڑھ جاتا۔ پھر تو وہ دعاوی کرتے کہ مسیلمہ کذاب کو بھی نہ سوجھتے ہوں گے۔ اس دورنگی کی بناء پر مرزائیوں کی دو پارٹیاں ہو رہی ہیں لاہوری مرزائی تو ان تحریرات سے متمسک ہیں، جن میں ختم نبوت کا اقرار اور مدعی نبوت پر فتویٰ کفر ہے۔ اور قادیانی اس کے مخالف تحریرات سے ::

چونکہ یہ فعل دراصل قدرت باری کے ماتحت مرزا صاحب سے صادر ہوا ہے یعنی

"خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا سخت دل مجرموں کو سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں" (استفتا مصنفہ مرزا ص ۸ حاشیہ) ﴿خ ص ۱۱۶ ج ۱۲﴾

لہذا ہمارے ناظرین آگاہ رہیں اور قادیانی مرزائیوں کی اس چال میں نہ آئیں جو وہ کہا کرتے ہیں۔

کہ جب مرزا صاحب مدعی نبوت تھے تو پھر ختم نبوت پر ان کی تحریرات کیوں

پیش کرتے ہو۔یا جب وہ ختم نبوت کے قائل تھے تو پھران پر علماء نے فتویٰ کفر کیوں لگایا::

اسی طرح لاہوری مرزائی دھوکا دیا کرتے ہیں کہ:۔

"جب مسلمان خود مرزا صاحب کی تحریرات متعلقہ ختم نبوت سے متدل ہوتے ہیں تو پھر انہیں مدعی نبوت کیوں کہتے ہیں، مرزا صاحب کا دعویٰ ہرگز نبوت کا نہیں تھا یہ ان پر افتراء ہے"

چونکہ ہماری گیارھویں دلیل کذب مرزا پر ختم نبوت کا مسئلہ قادنیوں کے مقابلہ پر ہے اور لاہوری اس میں ہمارے ساتھ متفق ہیں اس لئے ہم اپنی گیارھویں دلیل کو مکمل کرنے کے لئے لاہوری مرزائیوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت اور انکار ختم نبوت ثابت کرتے ہیں::

پہلی دلیل

مرزا صاحب پر ایک سوال ہوا کہ جسے بمعہ جواب مرزا صاحب ہم درج ذیل کرتے ہیں (حقیقت الوحی ص ۱۴۸ سے ص ۱۵۰ تک کی عبارت) ﴿خ ص ۱۵۲ تا ۱۵۴ ج ۲۲﴾ یہ تحریر مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر قطعی فیصلہ کن دلیل ہے اس طرح کہ سائل کہتا ہے:۔

کہ آپ مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں تو لکھا ہے کہ میں مسیح ابن مریم سے جزوی طور پر افضل ہوں اور جزوی فضیلت ایک غیر نبی کو (یعنی مجھ کو جو غیر نبی ہوں) ایک نبی (مسیح) پر ہوسکتی ہے بخلاف اس کے آپ نے ریویو جلد اول ۶ ص ۲۵۷[1] میں لکھا ہے میں مسیح سے تمام شان میں بڑھکر ہوں۔ حالانکہ خود تریاق القلوب کی تحریر کی رو سے ایک غیر نبی کلی طور سے ایک نبی اللہ سے افضل نہیں ہوسکتا::

مرزا صاحب سائل کے جواب میں تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی میری ان ہر دو تحریرات میں اختلاف ہے (اس کا جواب یہ دیا ہے)

"کہ یہ اختلاف اس طرح کا ہے جس طرح میں نے براہین احمدیہ میں پہلے حیات مسیح کا عقیدہ لکھا تھا جو ایک رسمی عقیدہ تھا مگر بعد میں وحی الٰہی نے مجھے

---

[1] سائل نے حوالہ غلط دیا ہے اصل ص ۲۶۱۔

بتادیا کہ مسیح فوت ہو چکا ہے لہذا میں نے پہلے عقیدہ کو چھوڑ دیا۔ ایسا ہی زیر بحث دو عبارتوں کا معاملہ ہے تریاق القلوب ۱۸۹۹ء، تا ۱۹۰۲ء میرا عقیدہ تھا کہ میں غیر نبی ہوں مجھکو مسیح سے کیا نسبت۔ اگر کچھ میری فضیلت کی وحی ہوتی تو میں اسے جزوی فضیلت قرار دیتا مگر بعد میں بارش کی طرح مجھ پر وحی نازل ہوئی اور صریح طور پر نبی علیہ کا خطاب مجھے دیا گیا۔ لہذا اب میں مسیح سے تمام شان میں بڑھ گیا پس یہ اختلاف محض ظن اور یقین یا رسم اور وحی میں جو اختلاف ہوتا ہے اسی طرح کا ہے پہلے میں ظنی یا رسمی طور پر غیر نبی کہلاتا تھا بعد میں وحی یقینی نے مجھے نبی کا خطاب دے دیا لہذا میں نبی ہو گیا”::

لاہوری مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں ”اوائل“ زمانہ کا حوالہ دیا ہے جو تریاق القلوب سے پہلے کا زمانہ ہے۔ مطلب ان کا اس تحریف سے یہ ہے کہ مرزا صاحب کی ہر دو تحریرات میں اختلاف نہیں جو دعویٰ تریاق القلوب کے وقت تھا غیر نبی ہونے کا وہی حقیقۃ الوحی کے وقت۔ انہوں نے کوئی جدید دعویٰ نہیں کیا::

اس تحریف کا جواب خود حقیقۃ الوحی میں موجود ہے۔ مرزا صاحب تریاق القلوب کی عبارت اور ریویو کی عبارت میں تضاد تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے جواب میں پہلی تحریر کو رسمی اور دوسری کو مبنی بر وحی اللہ قرار دیتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرزا صاحب نے تریاق القلوب والے عقیدہ (غیر نبی کے خلاف ریویو جلد اول میں کلی فضیلت جو دعویٰ نبوت کو لازم ہے) کا اعادہ کیا ہے۔ اور یہی سائل کا سوال تھا۔

ناظرین کرام! اوپر کی تحریر سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب نے نبی ہونے دعویٰ کیا اور پہلے عقیدہ کو رسمی قرار دیا۔ لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم مرزا صاحب کے اس دھوکا کو رد کر دیں۔

سنئے! مرزا صاحب کا تریاق القلوب والا عقیدہ بھی خود ساختہ تھا اور حقیقت الوحی والا بھی من گھڑت۔ اصل بات وہی ہے کہ کبھی آپ مخالفین سے دب کر نبوت سے انکاری ہو جاتے تھے۔ اور کبھی مریدین کی جھوٹی خوشامدانہ باتوں کو سن کر بے تحاشا دوڑ اٹھتے اور نبوت خدائی کے دو گونہ متضاد دعاوی کرتے۔ پھر بعد میں ان کی تاویلات کرتے رہتے::

مرزا صاحب کا قول موجود ہے کہ براہین احمدیہ کے وقت بھی میں عند اللہ رسول ونبی اللہ تھا (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) ﴿خ ص ۲۰۶ ج ۱۸﴾ اوران کا یہ بھی مذہب ہے کہ انبیاء کے جملہ اقوال وافعال۔ اجتہادات واستنباطات۔ خیال وآراء سب کی سب خدا کی وحی اس کے تصرف کے تحت اسی کے حکم سے ہوتے ہیں۔ نبی نہیں بولتا جب تک خدا نہ بلائے اور کام نہیں کرتا جب تک خدا نہ کرائے نبی کٹ پتلی کی طرح خدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ بلکہ مردہ کی طرح وہ جس طرف چاہتا ہے اسے پھیرتا رہتا ہے۔ نبی کی اپنی ہستی پر موت آجاتی ہے اس سے وہ طاقت ہی سلب کی جاتی ہے۔ جس سے وہ خدا کی مرضی کے خلاف کام کرے۔ (مفہوم مختصر ص ۷۱، ۷۲ ریویو جلد دوم ۱۹۰۳ء ص ۷۱، ۷۲)

پس مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ پہلے تریاق القلوب کے وقت جزوی فضیلت یا غیر نبی ہونے کا اعتقاد میرا ذاتی تھا جو رسمی تھا، اسی طرح حیات مسیح کا عقیدہ رسمی تھا۔ قطعاً جھوٹ اور فریب اور دھوکہ ہے۔ یا یہ بات جھوٹ ہے۔ کہ آپ اس وقت نبی تھے یا یہ جھوٹ ہے کہ پہلا عقیدہ رسمی تھا۔

پھر اس سے بھی بڑھ کر ملاحظہ ہو کہ بقول مرزا صاحب ۱۹۰۳ء کے زمانہ میں بوقت ریویو جلد دوم۔ ان پر بوحی الٰہی کھل چکا تھا کہ تم مسیح سے بکلی افضل ہو، اور نبی اللہ ہو۔ جیسا کہ حقیقت الوحی میں لکھا ہے مگر مرزا صاحب کا جھوٹ اس سے ظاہر ہے کہ اسی حقیقت الوحی میں لکھ دیا کہ:۔

"سمیت نبیاً من الله على طريق المجاز لا على وجه الحقيقة۔"

(استفتاء ص ۶۵) ﴿خ ص ۶۸۹ ج ۲۲﴾

خدا نے میرا نام جو نبی رکھا ہے یہ محض مجازی رنگ میں ہے۔ حقیقی نبوت نہیں ::

اسی طرح ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ اخبار بدر سے سنو! لکھا ہے:۔

"ایک شخص سرحدی آیا بہت شوخی سے کلام کرنے لگا اس پر (مرزا جی نے) فرمایا میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا نہ نماز علیحدہ بنائی۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی پیروی کو دین وایمان سمجھتا ہوں یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے۔ صرف خدا کی طرف سے ہے۔ جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی

بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے "آں نبی وقت باشد اے مرید" محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہو گے یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری ہے" (حقیقۃ النبوت مصنفہ خلیفہ محمود صاحب ص ۲۷۳)

ناظرین کرام! یہ تحریرات صاف صاف مظہر ہیں کہ باوجود بارش کی طرح وحی ہونے اور صریح طور پر نبی کا خطاب ملنے اور مسیح پر کلی فضیلت کا دعویٰ کرنے کے بھی مرزا صاحب محض مجازی نبی تھے اور صرف اولیاء اللہ کی طرح تھے۔ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات مکیہ اور حضرت مجدد صاحب کے مکتوبات نکال کر دیکھ لیں وہاں نبوت۔ ولایت اور محدثیت کا تذکرہ موجود ہے، مجدد صاحب کی تحریرات تو خود مرزا صاحب نے بھی براہین احمدیہ ص ۵۴۶ ازالہ اوہام و تحفہ بغداد وغیرہ میں نقل کی ہیں کہ جس پر بکثرت اظہار غیب ہو اسے محدث کہا جاتا ہے۔

پس جبکہ تریاق القلوب بلکہ اس سے پہلے توضیح المرام وغیرہ کے وقت مرزا صاحب کا دعویٰ محدثیت کا اور مجازی نبوت کا تھا۔ اور یہی دعویٰ آخر زمانہ میں بھی بلا کمی وبیشی موجود ہے۔ تو پھر حقیقۃ الوحی میں سائل کو دھوکا دینا کہ تریاق القلوب کے وقت میرا اور عقیدہ تھا اب اور ہے کیا یہ کسی راستباز کا قول ہو سکتا ہے صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون کلھم یزعم انہ رسول اللہ۔ (بخاری ومسلم)

دوسری دلیل

یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ میں لکھا ہے کہ آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل انبیاء کے متعلق ہے یعنی جو شخص مدعی نبوت خدا پر جھوٹ باندھے وہ مارا جاتا ہے۔ مگر میں نہیں مارا گیا۔ لہذا میں صادق ہوں (ص ۱۱ ضمیمہ نمبر ۴ وغیرہ) ﴿خ ص ۴۳۹ ج ۱۷﴾

نتیجہ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب مدعی نبوت تھے۔ اگر وہ مدعی نبوت نہ ہوتے تو اس آیت سے جو بقول ان کے صرف وحی نبوت کے بارے میں ہے کیوں استدلال کرتے۔

تیسری دلیل

مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"سو خدا کی یہ اصطلاح جو کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے"

(ص ۳۲۵ چشمہ معرفت) ﴿خ ص ۳۴۱ ج ۲۳﴾

معلوم ہوا کہ خدا کی اصطلاح میں نبی اس کو کہتے ہیں جس پر بکثرت غیب کا اظہار ہو۔ ایسا ہی بقول مرزا صاحب قرآن کی بھی یہی اصطلاح ہے (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) آیئے اب دیکھیں کہ کیا مرزا صاحب نے قرآن اور خدا کے فرمان سے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ سو ملاحظہ ہو مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"وماکنا معذبین حتی نبعث رسولاً۔ ×××

پھر جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت رسول آئے ہیں تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت جو آخری زمانہ کا عذاب ہے خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو۔ اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود (خود بدولت) ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۶۴ تتمہ)

﴿خ ص ۴۹۹ ج ۲۲﴾

ایسا ہی ص ۵۲ و ۵۳ و ۶۵ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۶۱ حقیقۃ الوحی پر آیات قرآنیہ سے اپنی نبوت پر استدلال کیا ہے اسی طرح ص ۶۵ تتمہ حقیقۃ الوحی پر آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم سے اپنے نبی ہونے پر تمسک کیا ہے ایسا ہی بہت سی آیات قرآنیہ سے مختلف کتب میں اپنی نبوت پر دلیل پکڑی ہے پس ثابت ہوا کہ آپ کا دعویٰ ان مقاموں میں اسی قسم کی نبوت کا تھا۔ جو خدا اور قرآن کے نزدیک تعریف نبوت ہے یعنی:۔

"حسب تصریح قرآن رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔" (ازالہ ص ۵۳۴ ط ۱، ص ۲۲۱ ط ۲ ایسا ہی ص ۵۸۴ ط ۱، ص ۲۴۱ ط ۲ پر ہے) ﴿خ ص ۳۸۷، ۱۵ ج ۳﴾

لاہوری احمدی یاد رکھیں کہ مرزا صاحب نے آیات قرآن و اصطلاحات قرآن

وخدا کے مطابق دعویٰ نبوت پیش کیا ہے۔ لہذا

''اصطلاحی امور میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے۔'' (ص ۵۳۸ ط ا، ص ۲۲۳ ط ۲) ﴿خ ص ۳۸۹ ج ۳﴾

چوتھی دلیل

''اور جب کہ وہ مکالمہ ومخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کی رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اس میں کوئی کثافت اور کمی باقی نہ ہو اور کھلے کھلے طور امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظوں میں نبوت کے نام سے موسوم ہوتا۔ جس پر تمام نبیوں کا اتفاق ہے۔ پس اسی طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا'' (الوصیت ص ۱۲) ﴿خ ص ۳۱۲ ج ۲۰﴾

اس جگہ بعض افراد نے لکھا ہے مگر بخلاف اس کے حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ پر بجز اپنے اور کسی کو اس لقب نبی کا حقدار نہیں لکھا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب دیگر انبیاء کی طرح مدعی نبوت تھے۔

پانچویں دلیل

''ہمارے دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالی جس کے ساتھ ایسا مکالمہ اور مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت اور کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی۔ صرف خدا کی طرف سے پیش گوئیاں کرتے تھے وہ نبی کہلائے یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔ بھلا ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کیلئے کونسا امتیازی لفظ ہے۔ جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے'' (اخبار بدر ۵ / مارچ ۱۹۰۸ء حقیقۃ النبوت ص ۲۷۲)

اس تحریر میں کھلے طور پر نبوت کا دعویٰ انبیاء سابقہ کی طرح کیا ہے۔ لہٰذا لاہوری مرزائیوں کا مسلمانوں کو دھوکا دینا قابل افسوس ہے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ تحریر مرزا صاحب کی ایک ڈائری ہے، جسے ایک صحابی مرزا نے آپ سے سن کر قلمبند کیا ہے۔ پس یہ قابل حجت نہیں جواب یہ ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ مرزا نے اپنی زندگی میں اس سے انکار نہ کیا اور نہ ان کے "چار لاکھ مرید" ہی اس سے انکاری ہوئے۔ حتیٰ کہ خلیفہ نور الدین صاحب کا زمانہ بھی گزر گیا۔ ایسا ہی جب لاہوری مرزائیوں کو قادیان سے بوجہ خلافت نہ ملنے کے نامرادی کی حالت میں ڈیرا اٹھانا پڑا اور اپنی روزی کمانے کو نیا ڈھونگ رچانا پڑا تو اس وقت بھی نبوت مرزا پر ایمان رہا، جیسا کہ ۱۹۱۴ء تک کے اعلان پیغام صلح کے گواہ ہیں۔ مگر اب جبکہ تم تدین مرزا سے قطعاً مرتد ہو گئے تو اس تحریر سے انکار کی سوجھی۔

ہاں صاحب! اگر مرزا صاحب کے صحابہ جو بقول شما محمد ﷺ کے صحابہ میں داخل ہیں (ص ۱۷۱ خطبہ الہامیہ) (خ ص ۲۹۵ ج ۱۶) ان کی روایت معتبر نہیں۔ تو احادیث نبویہ بھی تو صحابہ کی روایت ہی سے ہم تک پہنچی ہیں۔ جن میں اور بھی کئی ایک راوی ہیں۔ پس یہ تو باصول شما کسی شمار و قطار میں بھی نہ ہونی چاہئیں۔ حالانکہ دن رات تمہاری تحریرات میں احادیث لکھی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ اثبات حجت حدیث پر تم نے رسائل بھی لکھے ہیں یہ کیوں؟

جب ڈائری قابل حجت اعتبار ہی نہیں تو مولوی محمد علی صاحب "النبوۃ فی الاسلام" میں خود کئی ایک مقامات پر ڈائری مرزا سے استدلال کیوں کرتے ہیں حتیٰ کہ ص ۳۱۸ پر مطالبہ کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کے تبدیلی دعویٰ پر کوئی ڈائری ہی پیش کر دو۔

الغرض یہ عذر ایک نہایت ہی لغو اور باطل ہے۔

ضمیمہ علمیہ بر ختم نبوت

ذیل کے نکات ذہن میں رکھیے:۔

(۱) بحث طلب مطلقاً نبوت نہیں۔ بلکہ نبوت بعد از حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے لہٰذا اجرائے نبوت کے مدعی کو اس قسم کی آیات و نصوص دکھانا چاہیے۔ جس میں نصاً یا کنایۃً

اس بات کا ذکر ہو کہ آپ کے بعد بھی نبوت جاری ہے۔ مطلقاً نبوت کے متعلق آیات پیش کرنا خلط مبحث ہے۔

(۲) سارے قرآن میں ایک بھی آیت نہیں جس میں حضور کے بعد اجرائے نبوت کا ذکر ہو۔

(۳) ایک بھی حدیث ایسی نہیں۔ جس میں حضور کے بعد نبوت جاریہ کا ذکر ہو۔

(۴) ایک بھی صحابی ایسا نہیں۔ جو حضور کے بعد اجرائے نبوت کا قائل ہو۔

(۵) ایک بھی تابعی ایسا نہیں۔ جو حضور کے بعد نبوت کے جریان کا قائل ہو۔

(۶) ایک بھی امام ایسا نہیں۔ جو حضورؐ کے بعد کسی نبوت جاریہ کا معتقد ہو۔

سوال :- جریان نبوت بعد از حضور مسئلہ اجتہادی و فروعی ہے۔ یا اصولی۔

جواب :- اجتہادی و فروعی نہیں کیونکہ یہ خلاف مفروض ہے۔

اگر اصولی ہے تو اس کا ثبوت اولۂ شرعیہ سے ہونا چاہیے۔ یعنی حدیث و قرآن سے نیز اس کا قرون اولیٰ میں مشہور ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اصولی نہ رہے گا۔ یعنی توحید، نبوت کی طرح اس کو بھی مشہور ہونا چاہیے اور ایسا نہیں لہٰذا غلط ہے۔

سوال :- جریان نبوت سے کیا مراد ہے؟ ہر آن انشاء نبوت یا تحقق نبوت۔

جواب :- ہر آن انشاء نبوت عقلاً باطل ہے۔ ورنہ ہر ایک لمحہ میں ایک نبی جدید کا ہونا ضروری ہوگا۔ لہٰذا دوسری صورت ہی درست ہے۔ یعنی ہر وقت نبوت کا تحقق ضروری۔ یہ ہمارے منافی نہیں ہم مانتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہمیشہ ہمیش متحقق و جاری ہے۔

سوال :- نفس نبوت عام ہے اس سے کہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی۔ موہبت ہے یا اکتساب۔

جواب :- اگر اکتساب ہے تو ہر شخص میں ہو سکتا ہے۔ اگر موہبت ہے تو اس میں غیر تشریعی کی تخصیص کیوں ہے؟

تشریح متعلق بہ لفظ ختم

مفردات راغب صفحہ ۱۴۲۔ "وخاتم النبیین لانہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ۔ یعنی حضور کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو کمال و اتمام تک پہنچا دیا۔ اس صورت میں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا"۔

المحکم لابن سیدہ (بحوالہ لسان العرب) "وخاتم کل شئی وخاتمتهٗ عاقبتهٗ واٰخرہٗ۔ اور خاتم۔ خاتمہ ہر شے کے انجام و آخر کو کہا جاتا ہے"۔

تہذیب للازہری۔ (بحوالہ البیان) "والخاتم والخاتم من اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفی التنزیل العزیز ماکان محمدابا احدمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین ای اٰخرھم۔ اور خاتم و خاتَم رسول ﷺ کے نام ہیں اور قرآن میں ہے کہ محمد تم میں سے کسی کا باپ نہیں۔ البتہ وہ اللہ کا رسول ہے اور خاتم النبیین یعنی آخری رسول"۔

لسان العرب:۔ "خاتمھم وخاتمھم اٰخرھم خاتِم وخاتَم کے معنی ہیں آخر" (ج ۱۵ ص ۵۵)۔

تاج العروس "ومن اسمائه علیه السلام الخاتِم والخاتَم وھو الذی ختم النبوۃ بمجیئه"۔ اور آپ کے ناموں میں سے ہے خاتم و خاتم، اور وہ وہ ہے جس نے آکر نبوت ختم کر دی" (ج ۸ ص ۲۶۷)

مجمع البحار ۹ ج ۳ ص "خاتم النبوۃ بکسر التاء ای فاعل الختم وھوالاتمام وبفتحھا بمعنی التابع ای شئی یدلُّ علےٰ انه لانبی بعدہٗ۔ خاتم النبوۃ بکسر تاء یعنی نبوت کو تمام کرنے والا۔ اور بفتح تاء بمعنی مہر یعنی ایسی چیز جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں"۔

قاموس:۔ "والخاتم اٰخرالقوم کالخاتم ومنه قولهٗ تعالی وخاتم النبیین ای اٰخرھم۔ اور خاتم و خاتم، قوم کے سب سے آخر کو کہا جاتا ہے۔ اور انہیں معنوں میں ارشاد خداوندی ہے وخاتم النبیین یعنی آخر النبیین"۔

کلیات ابی البقاء۔ "وتسمیة نبیّنا خاتم الانبیاء لان الخاتم اٰخرالقوم قال اللہ تعالی ما کان محمدٌ ابا حدٍمن رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

خاتم الانبیاء اس لئے کہا گیا ہے کہ خاتم کے معنی ہوتے ہیں قوم میں سب سے آخری اور انہی معنوں میں ارشاد الٰہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ البتہ وہ رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی آخر نبیوں کے"۔

صحاح للجوہری "خاتمة الشئی اٰخرہٗ محمد ﷺ خاتم الانبیاء کسی چیز کے خاتمہ کے معنی ہوتے ہیں آخر کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں"۔

متنبی کہتا ہے:۔

"اَرُوحُ وَقَدْ خَتَمْتَ عَلٰی فُؤَادِیْ
بِحُبِّكَ اَنْ یَحُلَّ بِهٖ سِوَاكَا"

"میں تیرے ہاں سے اس طرح جارہا ہوں کہ تو نے میرے دل پر اپنی محبت سے مہر کر دی تاکہ تیرے سوا اس میں کوئی داخل نہ ہو سکے۔"

عجاج کہتا ہے:۔

"مُبَارَكٌ لِلْاَنْبِیَاءِ خَاتَمْ
وہ مبارک ہے انبیاء کو ختم کرنے والا ہے"۔

مرزا صاحب کی تشریح:۔

(۱) "اسی طرح پر میری پیدائش یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں۔ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام جنت تھا۔ اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی۔ اور بعد اس کے میں نکلا تھا، اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا۔ اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا"۔ (تریاق القلوب ص ۳۷۹)﴿خ ص ۴۷۹ ج ۱۵﴾

(۲) "بنی اسرائیل کے خاتم الانبیاء کا نام جو عیسےٰ علیہ السلام ہے" (خاتمہ نصرة الحق ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ب)﴿خ ص ۴۱۲ ج ۲۱﴾

سوال۔ کیا خاتم الشعراء و خاتم الاسخیاء وغیرہ کے معنی افضل و اعلےٰ کے ہیں پھر خاتم الانبیاء کے یہ معنی کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب۔ یہ استعمال مجازی ہے۔ حقیقی معنی پہلے ہوتے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوسکیں تو پھر مجازی۔ چونکہ یہاں حقیقت متعذر نہیں اسلئے وہی مراد ہوگی۔ مجاز کیلئے قرائن کی ضرورت ہے اور وہ یہاں نہیں ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ وہ بے نظیر شاعر ہے، وہ بے نظیر ادیب ہے۔ لانظیر له فی الاخلاق۔ کہ اخلاق میں اس کا کوئی نظیر نہیں تو اس کے معنی عام طور پر یہی ہوتے ہیں کہ وہ دوسروں سے اچھا ہے اور اگر کوئی مخالف عیسائی کہے کہ پھر جب بے نظیر کے معنی اعلیٰ اور اچھے کے ہیں۔ تو جب خدا کو تم بے نظیر کہتے ہو اس کے یہ معنی کیوں نہیں ہوسکتے کہ وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ نہ یہ کہ وہ واحد محض ہے۔ تو ہم کہیں گے یہ استعمال مجازی اور اللہ کے متعلق حقیقی۔ اس لئے کہ اس کا واقعی کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح خاتم الشعراء وغیرہ میں استعمال مجازی ہے اور خاتم النبیین میں حقیقی۔ یعنی آپ آخری نبی ہیں۔

اعتراض

لغت کی کتابیں لکھنے والے آخر انسان ہوتے ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں ان کے اپنے عقائد کا دخل ہو جانا یقینی ہوتا ہے مثلاً "المنجد" اور "الفرائد الدریہ" دونوں عربی کی لغات ہیں۔ جن کے مؤلف عیسائی ہیں اور انہوں نے ثالوث کا ترجمہ تثلیث مقدس یا HOLYTYINITY کیا ہے اب مقدس کسی لفظ کا ترجمہ نہیں بلکہ مؤلف کا اپنا اعتقاد ہے۔ بعینہٖ اسی طرح ایک لغت لکھنے والا اگر اس عقیدہ کا حامی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت بند ہے۔ تو وہ طبعاً خاتم النبیین کا ترجمہ نبیوں کا ختم کرنے والا ہی کریگا۔

الجواب

ثالوث کا ترجمہ تثلیث، صحیح اور درست ہے۔ حقیقت کی تین قسمیں ہیں۔ حقیقت وصفی، حقیقت عرفی اور حقیقت شرعی یہاں ثالوث کا لفظ باعتبار وضع کے مستعمل نہیں بلکہ عرف، یا شرع عیسوی کے ہے۔ رہا "مقدس" کا اضافہ سو یہ ترجمہ نہیں بلکہ اظہار عقیدت ہے جیسے ہم کہہ دیں اللہ تعالیٰ قرآن مجید، وغیرہ۔

سوال یہ ہے کہ اگر ختم نبوت کے معنی اصالۃً، بند کرنے اور روکنے کے نہیں تو پھر یہ عقیدہ کیونکر اور کب پیدا ہوا۔ خود اہل لغت نے یہ عقیدہ کہاں سے اخذ کیا۔

کیا عیسائی بطور معارضہ کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ "احد" اور "لاشریك لهٗ" اور "لیس کمثله شئی"۔ کے معنی خالص توحید کے نہیں بلکہ ایسی توحید کے ہیں جو کثرت کو متضمن ہو۔ اور خالص توحید کے معنی مسلمان لغت والوں نے اپنے عقیدے کے موافق گھڑ لئے ہیں۔

جو تمہارا جواب وہ ہمارا جواب۔

سوال:۔ خاتم کے معنی زینت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ خاتم النبیین کے معنی زینت النبیین کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب:۔ خاتم انگوٹھی کے معنوں میں ضرور استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس سے حضور ﷺ کی توہین ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انبیاء تو بمنزلہ جسم عروس کے ہیں اور حضور کی حیثیت محض انگوٹھی کی ہے اور ظاہر ہے کہ انگوٹھی پہننے والے سے انگوٹھی کی قیمت کم ہوتی ہے۔ لہذا یہ معنی متروک ہیں۔

سوال۔ خاتم کے معنی مہر کے کیوں نہیں؟ یعنی وہ جس پر مہر کر دیں نبی ہو جائے۔

جواب:۔ خاتم، مہر کو بھی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صحیفہ کو کامل کرنے کے لئے آخر میں لگائی جاتی ہے۔ اس لئے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔ کہ صحیفۂ نبوت کے آخری کلمات آپ ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ جس پر مہر لگا دیں وہ نبی ہو جائے۔ یہ معنی غیر عربی اور غیر صحیح ہیں۔ جیسا کہ حوالہ جات میں گزر چکا ہے۔

سوال۔ النبیین سے مراد تشریعی نبی ہیں۔ غیر تشریعی نہیں::

جواب۔ تشریعی اور غیر تشریعی کی تقسیم ایجاد بندہ ہے۔ قرآن کے نزدیک ہر نبی صاحب کتاب و شریعت ہوتا ہے۔

اور الف لام اصل میں استغراق کے لئے ہوتا ہے۔ اگر کوئی قرینہ مانع ہو تو پھر عہد کے لئے دیکھو کتب لغت و نحو۔ علامہ ابوالبقا کلیات میں فرماتے ہیں وقال عامة اهل الاصول والعربية لام التعريف سواءٌ دخلت على الفرد اوعلىٰ

الجمع تفید الاستغراق الااذاکان معہودآلہذا یہاں تمام افراد نبوت مراد ہوں گے۔نہ بعض۔

لفظ ''آخر'' کی تشریح

''خاتم'' کے معنی متفقہ طور پر اہل لغت نے آخر کے کئے تو مرزائی پاکٹ بک کے مصنف نے رنگ بدلا۔اور آخر کے معنی بے مثل، بے نظیر کرنے کے لئے ایک شعر پیش کیا جو ابوتمام کے حماسہ اور دیوان حاتم طائی مطبوعہ جرمن میں موجود ہے۔

شریٰ ودّی وشکری من بعید

لاخـرغـالـب ابـدا ربیع،!

اور نہایت چالاکی سے عمداً ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کا ترجمہ لکھ دیا ''ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو نبی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم النظیر ہے خرید لیا ہے''

اول تو مولوی ذوالفقار علی صاحب کی شرح اور ترجمہ ہی محل نظر ہے۔کیونکہ ہزارہا ادیب اور لغوی کئی ایک اشعار کی شرح میں مولوی صاحب سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔دوم ''آخر'' کے معنی ''بے نظیر'' اور ''بے مثیل'' کے غلط ہیں۔علامہ تبریزی جن کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔جو بہت سی کتب اور دیوانوں کے شارح ہیں یوں لکھتے ہیں:۔اشتریٰ ربیع علی بعدہ منی مودتی لہٗ وثنائی علیہ وعلی اٰخر رجل یبقیٰ من بنی غالب ابداً۔

علامہ موصوف نے ''آخر'' کا ترجمہ اور شرح یہ کی ہے کہ بنی غالب کے آخری آدمی تک، یعنی جب تک بنی غالب کا ایک فرد بھی باقی ہے یہ مودت اور شکر رہے گا۔

اسی طرح علامہ خالد جو الفاظ کی شرح اور حل میں عربی زبان میں بہت بلند پایہ آدمی ہیں ''لاخرغـالـبٍ'' کے متعلق کہتے ہیں یبقیٰ من عقبہم۔

عربی شارحین کی عبارتوں سے واضح ہوگیا کہ ''آخر'' کے معنی کم از کم اس شعر میں بے مثیل اور عدیم النظیر کے غلط ہیں،اور خلاف لغت عرب۔

اعتراض:- علامہ سیوطی نے امام ابن تیمیہ کو "آخر المجتہدین[1]" کہا ہے؟

الجواب:- بے شک علامہ سیوطی امام ابن تیمیہ کو آخر المجتہدین سمجھتے تھے ان کے نزدیک یہ حقیقت تھی ان کو امام موصوف کے اجتہاد اور علم پر پورا وثوق اور یقین تھا۔ مگر یہاں آخر کے معنی مجازی اور غیر حقیقی بھی لیں تو بھی ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ یہ ایسے انسان کا قول ہے جس کو کامل علم عطا نہیں ہوا جو مستقبل کی باتوں کو نہیں جانتا، اور اپنے ذاتی علم اور حسن ظن کی بنا پر ایک ذاتی رائے قائم کرتا ہے جو دین اور شریعت نہیں اسکا یقین اور ایمان وہی ہے جو اس کے الفاظ ہیں۔ مگر اس کے بعد بھی اگر زمانہ اس کی ذاتی رائے کو غیر صحیح ثابت کردے تو عین ممکن ہے۔ پھر سے کہاں لازم آتا ہے کہ خدا جو عالم الغیب ہے۔ اور جس کے سامنے ماضی و مستقبل کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے وہ بھی محض حسن ظن کی بنا پر کچھ فرمادے؟ اور زمانہ اس کے قول و فرمان کو (معاذ اللہ) غلط ثابت کردے۔ خدا نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہا اور حضور نے جو اس کی تشریح کی ہے کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد نبوت اور رسالت ختم اور منقطع ہو چکی ہے تو حسن ظن یا علم ناقص نہ تھا بلکہ کامل علم اور شریعت کے طور پر فرمایا تھا۔ پس خدا کے کلام اور رسول ﷺ کی تشریح کو ناقص اور نامکمل علم رکھنے والے انسانوں سے تشبیہ دینا محض جہالت ہے، خدا نے رسول کو خاتم النبیین یہ جانتے ہوئے کہا کہ آپ کے بعد ہر قسم کی نبوت منقطع ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو تشریح فرمائی تو یہ ایمان (جو مبنی بر وحی خدا تھا) رکھتے ہوئے فرمائی کہ آپ کے بعد قطعی طور پر کوئی نبی یا رسول شرعی یا غیر شرعی بالکل خدا کی طرف سے نہ آئے گا۔ بلکہ ساتھ ہی نبوت کے مدعیان باطل اور دجالوں کذابوں کی اطلاع دی تا کہ امت باخبر رہے۔

اس کے علاوہ جو شخص بھی کسی دوسرے کو خاتم الاولیاء یا خاتم الشعراء وغیرہ کہتا ہے تو وہ حسن ظن یا اپنے وثوق کی بناء پر کہتا ہے۔ اور فی الحقیقت وہ اس کو ویسا ہی سمجھتا ہے۔ مگر یہ امر یاد رہے کہ اس کے الفاظ وحی یا الہام نہیں اور نہ کہنے والا پیغمبر یا خدا ہے۔ بس یہی فرق ہے۔

آخر کے معنی "الفرائد الدریۃ" میں لکھے ہے۔

---

[1] ممکن ہے سیوطی کی مراد المجتہدین میں الف لام عہدی ہو ۱۲ منہ۔

باب سوم

حیات مسیح علیہ السلام

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر بارھویں دلیل

حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ عوام جہال اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کے اس سے انکاری ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایک ایمان دار شخص کے لئے اس میں کوئی امر محال نظر نہیں آتا۔ جس ذات باری نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام جہان کو عدم محض سے خلعت وجود بخشا اور گونا گوں مخلوق بلا اسباب ظاہری کے پیدا کر دی، اس کے آگے یہ کون سی مشکل ہے کہ ایک انسان کو ہزار دو ہزار برس تک زندہ رکھے اور آسمان پر اٹھالے۔ بڑی مشکل آج کل کے فلسفی طبع اصحاب کو اس کے ماننے میں یہ آ رہی ہے کہ ایسا ہونا قانون قدرت کے خلاف ہے۔ سو مناسب ہے کہ ہم مسئلہ حیات مسیح کا قرآن پاک واحادیث سے ثبوت دینے سے پہلے قانون قدرت کی تھوڑی سی تشریح کریں۔

اس مسئلہ حیات مسیح میں اگرچہ ہمارے مخاطب بظاہر یہی کہتے ہیں۔ کہ:-

"ہم وفات مسیح کے اس لئے قائل نہیں کہ گویا ہمارے نزدیک خدا کسی کو زندہ رکھنے پر قادر نہیں"۔ (پاکٹ بک مرزائیہ ص ۴۷۳)

مگر یہ سب ظاہری دھوکا اور فریب ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ لوگ دراصل مومن باللہ نہیں ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً عوام کو یہی کہہ کہ مغالطہ دیا کرتے ہیں کہ:-

"نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک پہنچ سکے، اگر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان (حضرت مسیح) کا تسلیم کر لیں۔ تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت گزرنے پر پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے"۔ (ازالہ اوہام ص ۴۷ وص ۵۰ طبع اول ص ۲۱،۲۰ طبع ۲) (خ ص ۱۲۶ ج ۳)

لہذا انسب یہی ہے کہ ہم قانون قدرت کے اس فلسفیانہ ڈھکوسلے کو خود تحریرات مرزا سے بوداو کمزور ثابت کریں۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب راقم ہیں:-

”جاننا چاہیئے کہ نیچر کے ماننے والے اس خیال پر زور دیتے ہیں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ جہاں تک انسان اپنی عقلی قوتوں سے جان سکتا ہے وہ بجز قدرت اور قانون قدرت کے کچھ نہیں یعنی مصنوعات و موجودات موجودہ مشہودہ پر نظر کرنے سے چاروں طرف یہی نظر آتا ہے کہ قدرت نے جس طرح پر جس کا ہونا بنادیا بغیر خطا کے اسی طرح ہوتا ہے اور اسی طرح ہوتا اور اسی طرح پر ہوگا اور اصول بھی وہی سچے ہیں۔ جو اس کے مطابق ہیں میں کہتا ہوں کہ بلاشبہ یہ سچ ہے مگر کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ قدرت الٰہی کے طریقے اسی حد تک ہیں جو ہمارے مشاہدہ میں آچکے اور جو امر ہماری سمجھ اور مشاہدہ سے باہر ہے وہ قانون قدرت سے باہر ہے“؟

”قوانین قدرتیہ غیر متناہی اور غیر محدود ہیں۔ ہمارا یہ اصول ہونا چاہیے کہ ہر ایک نئی بات جو ظہور میں آئے۔ پہلے ہی اپنی عقل سے بالاتر دیکھ کر اس کو رد نہ کریں بلکہ اس کے ثبوت یا عدم ثبوت کا حال جانچ لیں۔ اگر وہ ثابت ہو تو اپنے قانون قدرت کی فہرست میں اس کو بھی داخل کرلیں۔ اگر ثابت نہ ہو تو کہہ دیں ثابت نہیں۔ مگر اس بات کے کہنے کے ہم مجاز نہیں کہ وہ امر قانون قدرت کے باہر ہے۔ قانون قدرت سے باہر کسی چیز کو سمجھنے کیلئے ہمارے لئے ہے کہ ہم ایک دائرہ کی طرح خداتعالیٰ کے تمام قوانین پر محیط ہو جائیں۔ اور بخوبی ہمارا فکر اس بات پر احاطہ تام کرلے کہ خداتعالیٰ نے روز ازل سے آج تک کیا کیا قدرتیں ظاہر کیں اور آئندہ اپنے ابدی زمانہ میں کیا کیا ظاہر کریگا۔ کیا وہ جدید قدرتوں کے ظاہر کرنے پر قادر ہوگا یا کولھو کے بیل کی طرح انہیں چند قدرتوں میں مقید اور محصور رہے گا اگر انہی میں مقید رہیگا۔ تو باوجود غیر محدود الوہیت اور قدرت کے یہ مقید اور محصور رہنا کس وجہ سے ہوگا کیا وہ آپ ہی عاجز آئے گا۔ یا کسی دوسرے قاہر نے اس پر جبر کیا ہوگا۔ بہرحال اگر ہم خدائے تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اس کی قدرتوں پر احاطہ کرنے کی امید رکھیں۔ اس صورت میں یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا ناقص

تجربہ خدائے ازلی وابدی کی تمام قدرتوں کا حد بست کرنے والا ہوگا"
(ص ۱۲، تا ۱۵ سرمہ چشم آریہ) ﴿خ ص ۶۲ رج ۲﴾ اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی
اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے ایک محدود زمانہ کے محدود تجارب
کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اور اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو
ختم کر دینا ان پست نظروں کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا
کہ چاہیے شناخت نہیں کیا (ص ۱۶) خدا تعالیٰ کی عجائب قدرتوں اور دقائق
حکمتوں کی ابھی تک انسان نے بکلی حد بست نہیں کی اور آگے کو اس کی
لیاقت وطاقت ایسی نظر آتی ہے (ص ۱۸) آج کل کے فلسفی الطبع لوگوں کو
یہ بھاری غلطی ہے کہ وہ قانون قدرت کو ایسا سمجھ بیٹھے ہیں۔ جس کی من کل
الوجوہ حد بست ہو چکی ہے۔ اگر یہی سچ ہوتا تو پھر کسی نئی بات کے ماننے کے
لئے کوئی سبیل باقی نہ رہتا امور جدیدہ کا قوی ظہور اس قاعدہ کی تار پود کو ہمیشہ
توڑتا رہا۔ جب کبھی کوئی جدید خاصہ متعلق علم طبعی یا ہیئت وغیرہ علوم کے متعلق
ظہور پکڑتا رہا ہے تو ایک مرتبہ فلسفہ کے شیش محل پر ایک سخت بھونچال کا
موجب ہوا ہے۔ جس سے متکبر فلسفیوں کا شور وشر کچھ عرصہ کے واسطے فرو ہوتا
رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے خیالات ہمیشہ پلٹے کھاتے رہے ہیں۔
اور کبھی ایک نقشہ پر ہرگز قائم نہیں رہے۔ اب بھی بہت کچھ ان کی نظروں سے
چھپا ہوا ہے۔ جس کی نسبت امید کی جاتی ہے کہ وہ آئندہ ٹھوکریں کھا کھا
کر اور طرح طرح کی رسوائیاں اٹھا اٹھا کر کسی نہ کسی وقت قبول کریں گے۔ (صفحہ
۳۸ و ۳۹) اب خلاصہ اس تمام مقدمہ کا یہ ہے کہ قانون قدرت کوئی ایسی شئے
نہیں کہ ایک حقیقت ثابت شدہ کے آگے ٹھہر سکے۔ قانون قدرت خدا کے
ان افعال سے مراد ہے جو قدرتی طور پر ظہور میں آئے۔ آئندہ آئیں گے خدا تعالیٰ
اپنی قدرتوں کے دکھانے سے تھک نہیں گیا، اور نہ بے زور ہو گیا ہے یا کسی
طرف کو کھسک گیا یا خارجی قاہر سے مجبور کیا گیا (ص ۴۱) اگرچہ انسان ایک
نوع میں ہونے کی وجہ سے باہم مناسب الطبع واقع ہیں، مگر پھر بھی ان

میں سے بعض کو نادر طور پر کبھی کسی زمانہ میں خاص طاقتیں۔ اعلیٰ قوتیں عطا ہوتی ہیں۔ مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ بعض نے اس کے زمانہ میں تین سو برس سے زیادہ عمر پائی جو بطور خارق عادت ہے (ص ۴۶) کچھ تھوڑا عرصہ گزرا کہ مظفر گڑھ میں ایک بکرا پیدا ہوا جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا جب اس کا شہر میں چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کے روبرو دوہا گیا تو قریب ڈیڑھ سیر دودھ اس نے دیا۔ وہ بکرا عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا (ص ۴۷) تین معتبر اور ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے۔ بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے پرورش پایا تھا۔ کیونکہ اس کی ماں مرگئی۔ (۴۷) بعض نے یہ بھی دیکھا کہ چوہا خشک مٹی سے پیدا ہوا۔ جس کا آدھا دھڑ تو مٹی کا تھا اور آدھا چوہا بن گیا فاضل قرشی نے لکھا ہے کہ ایک بیمار کا کان بہرا ہو گیا۔ کان کے نیچے ایک ناسور پیدا ہو گیا۔ آخر سوراخ ہو گئے۔ اس سوراخ کی راہ سے وہ برابر سن لیتا تھا۔ طبیبوں نے اڈی میں سوراخ ہو کر مدت تک پاخانہ آتے رہنا تحریر کیا ہے، (ص ۴۸) (معجزہ شق القمر پر اعتراض کا جواب یہ دیا کہ ”باقی رہا یہ سوال کہ شق قمر۔ ماسٹر صاحب کے زعم میں خلاف عقل ہے یہ ماسٹر صاحب کا خیال سراسر قلت تدبر سے ناشی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جو کام قدرت نمائی کے طور پر کرتا ہے وہ کام سراسر قدرت کاملہ کی ہی وجہ سے ہوتا ہے جس ذات قادر مطلق کو یہ قدرت حاصل ہے کہ چاند دو ٹکڑے کر سکے اس کو یہ بھی تو قدرت حاصل ہے ایسے پر حکمت طور سے یہ فعل ظہور میں لادے کہ اس کے انتظام میں بھی کوئی خلل نہ ہو اسی وجہ سے تو وہ سرب شکتی مان اور قادر مطلق کہلاتا ہے“ (۵۸)۔

(بعینہ یہی جواب مسئلہ حیات مسیح میں ہماری طرف سے ہے۔ کہ اس مسئلہ میں بجائے فلسفیانہ موشگافیوں کے۔ یہ دیکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح کا صعود الی السماء قرآن سے ثابت ہے یا نہ۔ اگر ثابت ہو جائے تو پھر جس قادر مطلق نے اسے آسمان پر اٹھایا ہے اور

لوگوں کے لئے اسے ایک نشان قدرت ٹھہرایا ہے۔ اس کو یقیناً یہ قدرت بھی حاصل ہے کہ اس کی آمد و رفت کے وقت "کرۂ زمہریر" و دیگر کرہ ہائے مہلک کے مضر اثرات کو معدوم کر دے اور انسانی قویٰ پر جس قدر تاثرات آب و ہوا عارض ہو سکتے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھے۔ (ناقل)۔

"یہ بات ہم مکرر لکھنا چاہتے ہیں کہ قدرت اللہ پر اعتراض کرنا خود ایک وجہ سے انکار خدائے تعالیٰ ہے۔ کیونکہ اگر خدا کی قدرت مطلقہ کو نہ مانا جائے اس صورت میں تمام خدائی اس کی باطل ہو جاتی ہے۔ حق یہی ہے کہ پرمیشر کو سرب شکتی مان اور قادر مطلق تسلیم کیا جائے اور اپنے ناقص ذہن اور ناتمام تجربہ کو قدرت کے بے انتہا اسرار کا محک امتحان نہ بنایا جائے۔ ورنہ ہمہ دانی کے دعوے پر اس قدر اعتراض وارد ہوں گے کہ جن کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ جو بات اپنی عقل سے بلند تر دیکھتا ہے اس کو خلاف عقل سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ بلند تر از عقل ہونا شے دیگر ہے، اور خلاف عقل ہونا شے دیگر"

(ص ۶۰، ۶۱، سرمہ چشم آریہ مصنفہ مرزا صاحب)۔ ﴿خ ص ۱۰۹ تا ۱۰۹، ج ۲﴾

"خدا کی قدرتوں کے اسرار اس قدر ہیں کہ انسانی عقل ان کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ جب سے خدا نے مجھے یہ علم دیا ہے کہ خدا کی قدرتیں عجیب در عجیب اور عمیق در عمیق اور وراء الورا اور ایک لا یدرک ہیں۔ تب سے میں ان لوگوں کو جو فلسفی کہلاتے ہیں پکے کافر سمجھتا ہوں۔ اور چھپے ہوئے دہریہ خیال کرتا ہوں الخ"

(چشمہ معرفت ص ۲۶۹) ﴿خ ص ۲۸۱، ج ۲۳﴾

اسی طرح براہین احمدیہ وغیرہ کتب میں اللہ تعالیٰ کی بے عدد بے انتہا قدرتوں کا اقرار ہے۔ اور انسانی تجربہ و مشاہدہ کے ناقص، ناتمام۔ غیر مکمل ہونے پر دلائل کثیرہ دی گئی ہیں۔ الغرض حیات مسیح علیہ السلام پر قانون قدرت کی آڑ میں اعتراض کرنا دراصل کفر باطنی اور رگ دہریت کا سبب و باعث ہے۔

ثبوت حیات مسیح علیہ السلام از قرآن مجید

حضرات! نزول قرآن کے وقت مسیح علیہ السلام کے متعلق دو قسم کے خیال تھے۔

چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کیے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ صلیب دے کر پھر ان کو قتل کیا گیا" (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۶۷ طا، ۲۰۷ ط ۲)

﴿خ ص ۳۲۵ ر ج ۲۱﴾

عیسائیوں کا جو خیال تھا وہ بالفاظ مرزا صاحب یہ تھا کہ:۔

"مسیح پھانسی کی موت مر گیا اور عیسائیوں کے گناہ کے لئے کفارہ ہو گیا" (ازالہ اوہام ص ۳۷۳ طا، ۱۵۳ ط ۲) ﴿خ ص ۲۹۲ ر ج ۳﴾

مرزا صاحب یہ بھی مانتے ہیں کہ اس خیال باطل پر تمام فرقے نصاریٰ کے متفق تھے کہ:۔

"مسیح تین (۱) دن تک مرے رہے۔ پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے" (ازالہ اوہام ص ۲۴۸ طا، ۱۶۹ ط ۲ لاہور جلد ۳ ص ۹۸ سلسلہ تصنیفات لاہوری) ﴿خ ص ۲۲۵ ر ج ۳﴾

غرض دونوں قومیں بالاتفاق مسیح کی موت طبعی کی منکر و موت الصلیب کی قائل تھیں اور ہیں۔ قرآن پاک نے قتل مسیح علی الصلیب اور صلیب پر چڑھنے نیز قتل بالسیف وغیرہ کی بشدومد تردید فرمائی ہے، اور موت طبعی کے عدم وقوع کی تائید کی ہے۔ کما سیاتی بیانہ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مرزائی لوگ خلاف قرآن موت طبعی پر اصرار۔ صلیب پر چڑھنے کا اقرار اور رفع الی السماء کا انکار کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

"رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو"۔ (ازالہ اوہام ص ۵۹۱ طا، ۲۴۶ ط ۲) ﴿خ ص ۴۲۳ ر ج ۳﴾

اور صلیب پر چڑھنے کا واقعہ مرزا صاحب نے بایں الفاظ لکھا ہے:۔

"پھر بعد اس کے مسیح ان (یہود) کے حوالہ کیا گیا۔ تازیانے لگائے گئے۔ گالیاں سننا۔ طمانچہ کھانا۔ ہنسی اور ٹھٹھے میں اڑائے جانا اس نے دیکھا۔ آخر صلیب پر

(۱) واضح رہے کہ مرزا صاحب تواتر قومی خواہ کفار کا ہی ہو کو ماننا ضروری قرار دیتے ہیں (ازالہ اوہام ص ۵۵۶) ۱۲ منہ

چڑھا دیا"۔(ازالہ اوہام ص ۳۸۰ ط۱، ۱۵۶ ط ۲)﴿خ ص ۲۹۵ ر ج ۳﴾

مگر قرآن مجید نے اس عقیدہ کو لعنتی قرار دے کر مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ظاہر کیا ہے۔

دلیل اول

اذقال الله یعیسی انی متوفیك ورافعك الی ومطهرك من الذین کفروا الایة.(سورہ اٰل عمران ع ٦) جب کہا اللہ تعالیٰ نے اے عیسیٰ میں تجھکو پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف تجھے اٹھا لینے والا ہوں۔ اور ان یہود سے تجھے پاک کرنے والا ہوں۔ اس آیت میں حضرت عیسیٰ مخاطب ہیں جو روح وجسم دونوں سے مرکب انسان تھے۔ یہ آیت وعدہ ہے مسیح مخاطب کو زندہ اٹھا لینے کا۔ یہ وعدہ اس وقت دیا گیا تھا جب یہود حضرت مسیح کو قتل کرنے اور صلیب پر چڑھانے کی تدبیر کر کے انہیں پکڑنے آئے۔ ومکروا ومکر الله. والله خیر الماکرین۔ الآیۃ(حوالہ بالا) چنانچہ مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"یہودیوں نے حضرت مسیح (کے لئے قتل و) صلیب کا حیلہ سوچا تھا۔ خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤں گا اور تیرا اپنی طرف رفع کروں گا"۔(اربعین ۳ ص ۱۰)﴿خ ص ۳۹۴ ر ج ۱۷﴾

آیت قرآن وحکایت مرزا قادیان سے عیاں ہے کہ قتل وصلیب دونوں سے بچانے کا وعدہ تھا۔ آیت مطهرك یعنی تجھے کفار سے پاک رکھوں گا اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ صحابی وعم زاد رسول ﷺ جن کے حق میں آنحضرت ﷺ نے زیادتی علم قرآن کی دعا بھی فرمائی ہے(ازالہ اوہام ص ۲۴۷۔ ۱۰۲ ط۔ ۱۔ ۲)

﴿خ ص ۲۲۵ ر ج ۳﴾

فرماتے ہیں:۔

فَاجْتَمَعَتِ الْيَهُودُ عَلٰى قَتْلِهٖ فَاَخْبَرَهُ اللّٰهُ بِاَنَّهٗ يَرْفَعُهٗ اِلَى السَّمَاۗءِ وَيُطَهِّرُهٗ مِنْ صُحْبَةِ الْيَهُوْدِ (نسائی وابن مردویہ ذکرہ فی السراج المنیر)

یعنی جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لئے اکھٹے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہود کی صحبت سے پاک رکھوں گا۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے یہود کی تدبیر سو کے مقابلہ پر اپنی تدبیر خیر کا ذکر کیا ہے۔ خدا کی یہ مقرر شدہ سنّت ہے کہ وہ صاحبِ کتاب انبیاء کے معاملہ میں کفار کے مکر کو ضرور ہی کفار پر الٹ دیا کرتا ہے اور جلد یا بدیر اسی معاملہ میں اپنے انبیاء کو ان پر غالب رکھتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّءُ اِلَّا بِاَھْلِهٖ (فاطر ع ۵)

یعنی بری تدبیر اس کے کرنے والے پر ہی الٹ پڑتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"خدا کا مکر اس حالت میں کیا جاتا ہے جب ایک شریر آدمی کے لئے اسی کے پوشیدہ منصوبوں کو اس کے سزایاب ہونے کا سبب ٹھہراتا ہے۔ قرآن کی رو سے یہی خدا کا مکر ہے جو مکر کرنے والے کے پاداش میں ظہور میں آتا ہے۔ کافروں نے ایک بد مکر (رسول ﷺ کو ہمیشہ کے لئے مکہ سے خارج البلد کر دینے کا۔ ناقل) کیا اور مکہ سے **نکال دیا** اور خدا نے نیک مکر کیا۔ وہ نکالنا اس رسول کی فتح کا موجب ٹھہرا دیا۔ خدا کے اس قسم کے کام بھی پائے جاتے ہیں کہ جس گڑھے کو ایک بدذات ایک شریف کے لئے کھودتا ہے خدا اسی کے ہاتھ سے اسی میں اس کو ڈال دیتا ہے" الخ۔ (چشمہ معرفت ص ۱۰۸۔۱۰۹)

﴿خ ص ۱۱۶ ج ۲۳﴾

اسی طرح حضرت مسیحؑ کے متعلق خدا نے یہود کے مکر کو انہی پر ڈال دینے کا اور مسیحؑ کو بچانے اور زندہ اٹھانے کا وعدہ دیا اس وقت بالفاظ مرزا صاحب:۔

یہودی اس فکر میں تھے کہ آنجناب کو بذریعہ صلیب قتل کر دیں"۔ (تریاق القلوب ص ۱۵۰۔ ۳۵۹ط۔ ۱۔ ۲ حاشیہ)

ولہٰذا صاف عیاں ہے کہ وعدہ تطہیر وغیرہ بھی اسی وقت کے لئے تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وعدہ کے الفاظ صاف:۔

"دلالت کرتے ہیں کہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں" (آئینہ کمالات ص ۴۶۔ ۴۰ط۔ ۱۔ ۲) ﴿خ ص ۴۶ ج ۵﴾

پس اگر اس جگہ توفی کے معنی موت اور رفع الی اللہ و بلندیٔ درجات کے لیے جاویں تو معاذ اللہ یہود کا مکر کامیاب اور خدا کی تدبیر ناکام اور کفار سے سراسر تطہیر غلط و باطل اور وعدۂ الٰہی کذب و دروغ ٹھہرتا ہے چونکہ ایسا نہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں لفظ توفی کے معنی یہی ہو سکتے ہیں۔ اَلتَّوَفِّيْ اَخْذُ الشَّيْئِ وَافِيًا (تفسیر بیضاوی زیر آیت فلمّا توفیتنی) یعنی توفی کے معنی ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے ایسے ہی محاورہ عرب ہے "توفيت منه دراهمی" میں نے اس سے اپنے درہم پورے لے لئے (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۴۸۱) چنانچہ مرزا صاحب نے الہام متوفیک کے اسی کے قریب قریب معنی کیے ہیں:۔

"میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا"۔ (براہین احمدیہ ص ۵۱۹ حاشیہ) ﴿خ، ص ۶۲۰ ج ۱﴾

الغرض خدا نے حسب وعدہ مسیح کو اپنی طرف اٹھالیا اور کفار کے مکر کو انہی پر الٹ دیا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ جن کے متعلق مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے کہ وہ بہ برکت دعائے نبوی ﷺ قرآن سمجھنے میں اوّل نمبر پر تھے، کی روایت سے تفسیر معالم میں مرقوم ہے:۔

"فَبَعَثَ اللّٰهُ جِبْرِيْلَ فَاَدْخَلَهٗ فِيْ خَوْخَةٍ فِيْ سَقْفِهَا رَوْزَنَةٌ فَرَفَعَهٗ اِلَى السَّمَاءِ مِنْ تِلْكَ الرَّوْزَنَةِ فَاَلْقَى اللّٰهُ شِبْهَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ"۔ جب وہ شخص جو مسیح کو پکڑنے کے لئے گیا تھا مکان کے اندر پہونچا تو خدا نے جبرائیلؑ کو بھیج کر مسیح کو آسمان پر اٹھالیا اور اسی بدبخت یہودی کو مسیح کی شکل پر بنا دیا پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا"۔

(جلد ۲ ص ۲۳۸)

اسی روایت کو درمنثور میں عبد ابن حمید اور نسائی و ابن مردویہ سے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر اور امام سیوطیؒ نے بھی اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ پھر اسی کے قریب قریب امام ابن جریر نے جو عند المرزا "نہایت معتبر ائمہ حدیث میں سے ہے" (چشمہ معرفت حاشیہ ص ۲۵۰ ﴿خ ص ۲۶۱ ج ۲۳﴾ ابو مالک سے اور عبد ابن حمید نے شہر بن حوشب سے زیر آیت "وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ" نقل کیا ہے۔

اس روایت کے متعلق بعض جہال کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ حضرت ابن عباسؓ نے

عیسائیوں کی کتب سے لیا ہے۔ وہ جلد باز بدفہم انسان اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہم یہ کہہ کر مرزا کے پاؤں میں کلہاڑی مار رہے ہیں کیونکہ مرزا صاحب خود اقراری ہیں کہ نصاریٰ کے تمام فرقے مسیح کے صلیب پر مرنے اور تین دن تک مرے رہنے کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ہم یہ قولِ مرزا درج کر آئے ہیں۔ اندریں صورت نصاریٰ کا یہ عقیدہ ہی نہیں کہ مسیح قبل از صلیب آسمان پر اٹھایا گیا تو یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت ان کے خیال پر مبنی ہے:۔

حضرت ابن عباسؓ بوجہ دعاءِ نبوی قرآن کو سب سے اچھا سمجھتے تھے۔ (ازالہ) ﴿خ ص ۲۲۵ ج ۳﴾

اور مقدمہ تفسیر ابن کثیر میں ان کا بار بار آنحضرت ﷺ کو قرآن سنانا، اور مطالب و مضامین قرآن کا سمجھنا مذکور موجود ہے اور یہ روایت قرآن کی کسی آیت یا آنحضرت ﷺ کی کسی حدیث کے خلاف بھی نہیں ہے۔ لہٰذا یقیناً یہ تعلیم نبوی ہے اور فہم عطاءِ ربّی ہے جو سراسر قرآن پاک کا موید اور خدا کی سنّت "وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّءُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ" کا مثبت ہے۔ پس اس سے منہ پھیرنا اللہ تعالیٰ کی سنّت مندرجہ قرآن (مسلمہ مرزا قادیانی) کو ملیامیٹ کرنے کے برابر ہے۔ "وَمَا يَقُوْلُ بِهٖ اَحَدٌ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ"۔

رفع کے معنیٰ

جب رَفَعَ يَرْفَعُ رَفْعاً فَهُوَ رَافِعٌ میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول "جوہر" (ہو "عرض" نہ ہو) اور صلہ الیٰ مذکور ہو اور مجرور اس کا ضمیر ہو اسم ظاہر نہ ہو اور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو۔ وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنیٰ ہوتے ہی نہیں::

دوسری دلیل

مرزا صاحب کے صلیبی اعتقاد کے مردود اور حضرت مسیحؑ کے آسمانی صعود اور مکر یہود بے سود و نابود ہونے کی یہ آیت ہے "وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ عَنْكَ الْاٰيَة"

(سورۃ المائدہ ع ۵)
من جملہ ان نعمتوں کے جو مسیح کو دی گئیں ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے عیسیٰ وہ وقت یاد کر جب میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھ تجھ سے دور روک رکھے یہ آیت بھی صاف مظہر ہے کہ یہود مسیح کو صلیب پر چڑھا کر طمانچے مارنا وغیرہ تو در کنار ہاتھ تک نہیں لگا سکتے تھے پس ''مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ وَمُطَهِّرُكَ'' میں جو وعدہ بلا توقف پورا ہونے والا تھا وہ سوائے رفع آسمانی بمعہ جسم اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ فہو المطلوب۔

مرزائی عذر

آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی وعدہ تھا ''يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ'' حالانکہ حضور ﷺ کا دانت شہید کیا گیا۔

الجواب

''يَعْصِمُكَ'' میں وعدہ جان سے بچالینے کا تھا جنگوں وغیرہ میں بعض اوقات زخمی ہونا وغیرہ اس کی مزید تشریح کر رہا ہے آیت اترنے سے پہلے آنحضرت ﷺ جان کی حفاظت کے لئے صحابہ کرامؓ کی جماعت اکثر اوقات ساتھ رکھا کرتے تھے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے:۔

''چند صحابی کو برعایت ظاہر حفاظت کے لئے ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آیت نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے سب کو رخصت کر دیا کہ اب مجھ کو تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں۔ (اخبار الحکم ۲۴ر اگست ۱۸۹۹ء ص ۲)

پس جس بچاؤ کا وعدہ ہے وہ کماحقہ پورا ہوا[1]۔

دیکھئے مرزا صاحب کو بھی تو یہ الہام ہوا تھا (تذکرۃ الشہادتین ص ۴ و اربعین ۲ ص ۳۵ بحوالہ براہین) ﴿خ ص ۶ ج ۲۰ / ۱۱ ۴ ر ج ۱۷ / تذکرہ ۳۰۷﴾

---

[1] خلیفہ قادیان نے حال ہی میں جلسہ لائلپور کی تقریر میں کہا۔ ''رسول کریم نے دعویٰ کیا ''وَاللّٰهُ يعصمك من الناس'' مکر والوں نے سارا زور لگایا کہ آپ کو قتل کریں مگر آپ بچ گئے'' (اخبار الفضل ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۸) ۱۲ منہ

"مگر کیا مرزا پر اس کے بعد اینٹوں اور پتھروں کی بارشیں نہیں ہوئیں اور کئی ایک قسم کے مقدمات میں سخت تکالیف حتیٰ کہ کئی کئی گھنٹے عدالت میں کھڑا رہنے پر مجبور تھے۔پانی پینے تک کی اجازت نہ ملتی تھی" (ملاحظہ ہو القول الفصل میاں محمود احمد ص ۵۵ و سیر مسیح موعود ص ۴۵ وغیرہ)

الحاصل عصمت کا لفظ حفاظتِ جان پر بولا گیا۔چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ نوحؑ کے بیٹے نے جبکہ وہ طوفان میں مبتلا تھا کہا "سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ" میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا جو مجھے پانی میں ڈوبنے سے بچائے گا۔

بخلاف اس کے "کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ" میں کفار کے ہاتھوں کو ہٹائے رکھنا فرمایا گیا ہے۔اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ بعض صحابہؓ کے ہمراہ ایک دفعہ یہود بنی نضیر کے گاؤں میں گئے اور انہوں نے مسلمانوں کو دکھ دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دے دی۔ آپ ﷺ فوراً وہاں سے نکل آئے کفار اپنا سامنہ لے کر رہ گئے (تفسیر معالم وغیرہ)

اسی کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں یوں بیان فرماتا ہے۔"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ فکف ایدیھم عَنْکُمْ" (مائدہ ع ۲)

مسلمانوں وہ وقت یاد کرو جب یہود تم پر ہاتھ پھیلا رہے تھے اور ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روک رکھے[1]

ایسا ہی حضرت مسیحؑ کا معاملہ ہے یہود نامسعود نے انہیں پکڑنے اور تکلیف پہنچانے کی کوشش کی خدا نے اس کے ہاتھوں تطہیر اور زندہ اٹھالینے کا وعدہ دیا جو جلد بلا توقف پورا ہوگیا۔فلہُ الحمد۔

نوٹ:۔اس آیت (کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ) میں "کَفّ" کا مفعول بنی اسرائیل کو بنایا ہے نہ کہ ضمیر مخاطب کو۔یعنی میں نے دور ہٹائے رکھا بنی اسرائیل (یہود) کو تجھ

[1] یہود بنی نضیر کی اس شرارت پر انہیں یہ وبال پہونچا کہ وہ جلا وطن کر دیے گئے (تفسیر ابن کثیر سورہ حشر) ۱۲ منہ۔

سے۔ یہ نہیں فرمایا "کَفَفْتُكَ عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ" (ہٹا دیا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ضرر پہنچانے کا ارادہ یہودیوں کا تھا پس انہی کو ہٹائے رکھنے کا ذکر مناسب ہے (دوم) یہ کہ "کَف" کا صلہ "عَنْ" ذکر کیا ہے جو بُعد کیلئے آتا ہے جس طرح حضرت یوسفؑ کے بارے میں ارشاد ہے "لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ" (پ ۱۳ ع ۱۴ یوسف سے برائی اور بے حیائی کو دور ہٹا دیں یہ نہیں فرمایا نصرفہ عن السوء والفحشاء) اگر یہ ہوتا تو شبہ ہوتا کہ یوسفؑ کے دل میں برائی (قصدِ زِنا) آگئی تھی بلکہ اللہ نے برائی اور بدی کے ارادہ کو ہی دُور دُور رکھا اور یوسفؑ تک پہنچنے ہی نہ دیا۔ اسی طرح اللہ نے یہود کو حضرت مسیحؑ سے دُور دُور رکھا۔

تیسری دلیل

جو مدعا بالا کی مؤید ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بوقتِ محصوری آسمان پر لے جانے کو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے جیسا کہ سابقاً بروایت ابن عباسؓ جن کو "علم قرآن بہ دعاء نبویؐ حاصل تھا" مذکور ہو چکا ہے۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے تفصیل اس کی یوں ہے کہ اگرچہ تمام انبیاء کے پاس حضرت جبرائیلؑ آتے رہے مگر اس طرح کا واقعہ کسی نبی کے ساتھ پیش نہیں آیا جیسا مسیحؑ کے ساتھ یعنی یہ کہ جبرائیلؑ انہیں دشمنوں کے نرغے سے نکال کر آسمان پر لے گئے ہوں یہی وجہ ہے کہ خاص مسیحؑ کے متعلق آیات میں بار بار آیا ہے "اَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (سورۃ بقرہ رکوع ۳ پ ۱) "ہم نے مسیحؑ کو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ تائید دی"۔

اسی طرح خدا تعالیٰ قیامت کے دن مسیحؑ کو یہ انعام یاد دلائے گا "اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ" (سورۃ مائدہ ع ۱۵) اے عیسیٰؑ وہ وقت یاد کر جب میں نے روح القدس سے تائید بخشی یعنی آسمان پر زندہ اٹھا لیا۔ تائید تفسیر ہذا (تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۲۶)

آیات بالا کی موجودگی میں یہ اعتقاد رکھنا کہ معاذ اللہ یہود نے حضرت مسیحؑ کو صلیب پر چڑھا دیا اور آپ کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونکیں۔ ایک صریح گندہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ یقیناً حضرت مسیحؑ باعانت جبرائیل علیہ السلام بحکم و بموجب وعدہ الٰہی جو جلد اور بلا توقف پورا ہونے والا تھا یہود

کے ہاتھوں میں مبتلائے آلام ہونے سے پیشتر زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔

سوال

جبکہ دیگر تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں رکھ کر شرِ اعداء سے محفوظ رکھا تو حضرت مسیحؑ کی کیا خصوصیت تھی کہ انہیں آسمان پر اٹھالیا۔ آنحضرت ﷺ کو کیوں نہ اٹھایا؟۔

الجواب

چونکہ امر مقدر یونہی تھا کہ حضرت مسیحؑ نہ صرف بلا باپ پیدا ہونے کے بلکہ ایک عرصہ دراز تک زندہ رہنے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے نشانِ قدرت بنائے جائیں اور آخری زمانہ میں ان کے ہاتھ سے خدمتِ اسلام لے کر آنحضرت ﷺ کی شان کو دوبالا کیا جائے کہ آپ کا وہ مرتبہ ہے کہ مستقل اور صاحب شریعت وکتاب رسول بھی آپ کی اتباع کو اپنی سعادت سمجھیں۔ حتیٰ کہ امت محمدیہ کے آگے ہوکر امام الصلوٰۃ بھی بنیں اور گواہی دیں کہ "تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ" (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا۔

مرزائیوں سے ایک سوال

صاحبان! آپ مسیحؑ کی ولادت بلا باپ کو مانتے ہیں جیسا کہ مرزا صاحب کی تصریحات موجود ہیں پس بتلائے کہ کیا وجہ ہے خدا نے دیگر انبیاء کو تو ماں باپ دونوں کے ذریعہ پیدا کیا مگر مسیحؑ کو بلا باپ؟ جو جواب تم اس کا دوگے اسی کے اندر ہمارا جواب موجود ہے۔

چوتھی دلیل

آیات متذکرہ بالا سے بوضاحت ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے یہود کے مکر و فریب سے حضرت مسیحؑ کو بکلّی محفوظ رکھا اور انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ اس کی تائید ہوتی ہے کہ اللہ نے حضرت مسیحؑ کے متعلق ارشاد فرمایا ہے "وَجِیْھاً فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ"

(آل عمران ع ۵)

مسیح دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی صاحب وجاہت ہے اگر یہ مان لیا جائے کہ یہود نے آپ کو صلیب پر چڑھادیا کیونکہ بائیبل میں مذکور ہے کہ جو دار پر کھینچا گیا وہ لعنتی ہے تو یہ سراسر دنیاوی وجاہت کے منافی و مغائر ہے پس حضرت وجیہہ کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے ایک لعنتی عقیدہ ہے خود مرزا صاحب اس عقیدہ کو خلاف وجاہت سمجھتے ہیں چنانچہ راقم ہیں:۔

"وَجِیْھاً فِیْ الدُّنْیَا وَالاٰ خِرَۃِ" دنیا میں بھی مسیح کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت، مرتبہ، عظمت، بزرگی، ملے گی اور آخرت میں بھی اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح نے ہیرودیس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی۔ سچی بات یہ ہے کہ جب مسیح نے ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا تو اس ملک میں خدا نے ان کو بہت عزت دی۔ حال ہی میں ایک سکہ ملا ہے اس پر حضرت عیسیٰ کا نام درج ہے اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے اس ملک میں آکر شاہانہ عزت پائی"۔(ص ۱۵، رسالہ مسیح ہندوستان میں) ﴿خ ص ۵۳ ج ۱۵﴾

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ واقعہ صلیب والا قصہ وجاہت کے سراسر منافی ہے۔ باقی رہا ملک پنجاب میں مسیح کی آمد سو ایک بیہودہ قصہ اور بے ثبوت بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واقعہ صلیب سے قبل حضرت مسیح کو بلا توقف و بجلد "توفی و رفع" کا وعدہ دیا تھا۔ پس کشمیر کا ڈھکوسلہ خلاف قرآن ہے۔ حضرت مسیح اسی وقت اٹھائے گئے تھے۔ ماسوا اسکے بفرض محال مان بھی لیا جائے تو بھی یہ وجاہت کلی نہیں کیونکہ بقول مرزا صاحب جب ایک دفعہ انتہائی رسوائی ہو چکی، پھر عزت ملی بھی تو کیا ملی۔ حالانکہ خدا نے بلا استثناء مسیح کو وجیہ قرار دیا ہے۔

پانچویں دلیل

وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللهِ وَمَاقَتَلُوْہُ

وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْناًبَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزاًحَكِيْماً۔ (نساء ع ۲۲)

یہود پر لعنت پڑنے کا ایک سبب ان کا یہ قول ہے کہ ہم نے مسیحؑ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا۔ حالانکہ نہیں قتل کیا اس کو اور نہ صلیب پر چڑھایا اس کو لیکن انہوں نے قتل کیا اور صلیب دیا اس شخص کو جو ان کے لئے مسیحؑ کی شکل بنایا گیا یقیناً انہوں نے مسیحؑ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

آیت ''اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ'' میں جس بات کا بلا توقف وعدہ تھا اس کا ایفا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ بظاہر یہ کام بڑا خارقِ عادت معلوم ہوتا ہے اس لئے ساتھ فرمادیا کہ تعجب نہ کرو یہ زبردست حکمت والے خدا کا فعل ہے جس کے نزدیک کوئی بات مشکل نہیں۔

(نوٹ) اس آیت میں حضرت مسیحؑ کا ذکر ہے جو زندہ رسول تھا خدا نے اسی کا رفع فرمایا ہے۔ پس یہ کہنا کہ رفع سے مراد روحانی رفع ہے نظم قرآن کے صریح خلاف ہے۔

اعتراض

''آیت ''بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ'' میں ''بَلْ ابطالیہ'' نہیں۔ نحویوں نے لکھا ہے کہ لفظ ''بَلْ'' قرآن میں نہیں آسکتا''۔ (مرزائی پاکٹ بک)

الجواب

پھر تو یہ مطلب ہوا کہ کافر یہود سچے ہیں جو کہتے تھے ہم نے مسیحؑ کو قتل وغیرہ کر دیا۔ اے جناب! تم نے خود بحوالہ کتب نحو لکھا ہے کہ ''جب خدا کفار کا قول نقل کرے تو بغرضِ تردید، اس میں ''بَلْ'' آسکتا ہے'' (ص ۴۳۴) یہی معاملہ اس جگہ ہے۔

خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ اس جگہ لفظ بَل تردید قول کفار کے لئے ہے:۔ ''مسیح مصلوب مقتول ہو کر نہیں مرا بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا''۔ (ازالہ ص ۵۹۱ طا ص ۵۲۶ ط ۲) ﴿خ ص ۴۲۳، ج ۳﴾

اعتراض

"رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو"۔(ازالہ حوالہ بالا)

جواب

وعدہ بلا توقف و بجلد رفع کا تھا اگر آپ کے معنی صحیح ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ مسیح اسی وقت عزت کے سات مر گیا تھا اور کون نہیں جانتا کہ یہ یہود کی تائید ہے۔ چونکہ یقیناً حضرت مسیح اس زمانے میں فوت نہیں ہوئے جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے۔ لہٰذا اس وقت جو رفع ہوا وہ یقیناً زندہ آسمان پر اٹھایا جانا تھا۔

اسکے علاوہ رفع کے معنی عزت کی موت لینے نہ صرف بوجہ تمام کتب لغت کے خلاف ہونے کے مردود ہیں۔ بلکہ اس میں یہ نقص ہے کہ کلام ربانی درجہ فصاحت سے گر جاتا ہے کیونکہ رَفَعَهُ اللّٰهُ کے پہلے مُتَوَفِّيْكَ کا وعدہ موجود ہے اور توفی کے معنی جیسا کہ ہم کتب عربیہ اور تحریرات مرزا سے ثابت کر آئے ہیں کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ زندہ اٹھالیا۔ پھر ساتھ ہی یہ کہنا کہ عزت کی موت دے کر اٹھالیا۔ یہ متضاد کلام خدا کی شان سے بعید ہے۔ اگر کہا جائے کہ مُتَوَفِّيْكَ کے معنی بھی موت ہیں تو بھی خلافِ فصاحت ہے کیونکہ جو بات ایک لفظ سے ادا ہو سکتی تھی اس کو دو فقروں میں بیان کرنا بھی شانِ بلاغت پر دھبہ ہے۔ حاصل یہ کہ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیح کو مار دیا ان کے جواب میں یہ کہنا کہ ہاں مار تو دیا تھا مگر یہ عزت کی موت ہے۔ یہود کی تردید نہیں بلکہ تصدیق ہے حالانکہ خدا تعالیٰ اس عقیدہ کو لعنتی قرار دیتا ہے۔

اعتراض

رَفَعَهُ اللّٰهُ میں "ہٗ" کی ضمیر مسیح مع الجسم کی طرف نہیں مراد یہ ہے کہ مسیح کی روح کو اٹھالیا۔

الجواب

اسمیں بھی وہی نقص ہے جو اوپر مذکور ہو چکا یعنی ایسا کہنا یہود پلید کی موافقت ہے۔

اعتراض

آنحضرت ﷺ دو مسجدوں کے درمیان دعا مانگتے تھے کہ خدایا میرا رفع کر، اسی طرح ایک حدیث میں آیا ہے کہ متواضع بندے کا رفع ہو جاتا ہے۔

الجواب

چونکہ رفع کے پہلے توفی کا ذکر ہے اور توفی کے معنیٰ حسب زبان عرب وا قرار مرزا "پورا لینے" کے ہیں۔ اس لئے اگر رفع کے معنیٰ بالفرض محال بلندیٔ درجات بھی لئے جائیں تو ہمارے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسیحؑ بمعہ جسم آسمان پر اٹھالیا گیا جیسا کہ مُتَوَفِّيكَ کا منشا ہے جس سے اس کا مرتبہ بھی بلند ہو گیا۔

اگر توفی کے معنیٰ موت لیکر رفع درجات لیا جائے۔ تو یہ یہود کی مطابقت ہے کیونکہ وعدہ بلا توقف وبجلد توفی اور رفع کا تھا۔ جو یقیناً اسی وقت پورا ہو گیا پس رفع کے معنیٰ موت نہیں بلکہ زندہ اٹھانا ہیں۔

اعتراض

رَفَعَهُ اللّٰهُ میں خدا کی طرف اٹھانا مرقوم ہے۔ آسمان کا کہاں ذکر ہے؟

الجواب

خدا کے لئے فوق وعلو ہے۔ انہی معنوں سے قرآن میں کہا گیا ہے "ءَ اَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ...... اَمْ اَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا۔ الاٰية (سورة الملک) کیا تم خدا سے نڈر ہو گئے ہو جو آسمان پر ہے کیا تم اس ذات سے خوف نہیں کرتے جو آسمان پر ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے یا تم پر ہواؤں سے پتھراؤ کر دے۔

ایسا ہی آنحضرت ﷺ انتظار وحی کے وقت آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ" البتہ ہم دیکھتے ہیں تیر آسمانوں کی طرف منہ

کرنا سو ہم تجھے اسی قبلے کی طرف پھیریں گے جدھر تیری خواہش ہے (بقرہ پ ۲ ع ۱)
اسی طرح خود مرزا صاحب نے رفعہ اللہ کے معنی آسمان کی طرف اٹھایا جانا لکھے ہیں:۔

"قرآن سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔" (ازالہ ص ۲۶۴ ط ۱۔ ۱۰۹ ط ۲) ﴿خ ص ۲۳۳ ج ۳﴾

اس تحریر میں بعبارۃ النص رَفَعَهُ اللّٰهُ کے معنی آسمان پر اٹھایا جانا موجود ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ مرزا صاحب نے روح کا اٹھایا جانا لکھا ہے۔ سو اس کا رد ہم سابقاً کر آئے ہیں کہ یہ معنی یہود کی سرشت سے نکلے ہیں۔

اعتراض

رَفَعَهُ اللّٰهُ میں مسیح کا زندہ خدا کی طرف اٹھایا جانا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لفظ "الیٰ" غایت انتہا کے لئے آتا ہے۔ کیا حضرت مسیح بلا فاصلہ خدا کے پہلو بہ پہلو بیٹھے ہیں؟

جواب

رَفَعَهُ اللّٰهُ کے معنی آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہیں۔ جیسا کہ خود مرزا صاحب نے بھی آسمان کی تصریح کی ہے۔ اگر اس پر بھی زنگِ دل دور نہ ہو تو سنو! مرزا صاحب راقم ہیں:۔

"اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ" یعنی پاک روحیں خدا کی طرف صعود کرتی ہیں اور عمل صالح ان کا رفع کرتا ہے (ازالہ ص ۴۴۰ ط ۱۔ ۱۸۳ ط ۲) ﴿خ ص ۳۳۲﴾

کیوں جناب! یہ روحیں جو خدا کی طرف صعود کرتی ہیں کیا خدا کے ساتھ چمٹ جاتی ہیں یا درمیان میں کچھ فاصلہ ہوتا ہے۔ فما جوابکم فھو جوابنا۔

چھٹی دلیل

یہود و نصاریٰ متفقہ طور پر مسیح کی موت طبعی کے منکر ہیں اس بارے میں قرآن نے ان کی تردید نہیں کی۔ بلکہ مسیح کا زندہ اٹھالینا ظاہر کر کے تائید کی ہے۔ اب سوال

ہوسکتا تھا کہ مسیح جو آسمان پر اٹھائے گئے کیا وہیں فوت ہوں گے اس کا جواب "بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ" والی آیت کے آگے یہ دیا کہ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا (النساء)

اور نہیں ہوگا کوئی اہل کتاب سے مگر ایمان لائے گا عیسیٰؑ کے اس کی موت سے پہلے اور عیسیٰؑ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

اس آیت نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ یہود و نصاریٰ مسیح کی موت علی الصلیب کے عقیدہ میں باطل پر ہیں اور مرزائے قادیان صلیب پر چڑھنے کے بعد کشمیر میں آبسنے اور وہیں مدفون ہونے کے عقیدہ میں کاذب اکذب ہیں۔

اعتراض

مسلمان کہتے ہیں کہ سب اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیں گے یہ غلط ہے کیونکہ کئی اہل کتاب نزول مسیح سے پیشتر فوت ہو چکے ہیں کئی مسیح کے نزول کے وقت مقتول ہوں گے۔

الجواب

اس آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو نزول مسیح کے بعد ان پر ایمان لائیں گے چنانچہ الفاظ بِهٖ اس پر دلیل ہیں فقرہ لَيُؤْمِنَنَّ" مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے" (مرزائی پاکٹ بک ص ۵۰۲ و ص ۴۲۶)

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ جن کو خود مرزائی مجددِ صدی مانتے ہیں اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں:۔ "و نباشد ہیچ کس از اہلِ کتاب البتہ ایمان آورد و عیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں (حاشیہ میں اس کا حاصل مطلب یہ لکھتے ہیں) یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰؑ راالبتہ ایمان آرند"۔

۲۔ "نہیں کوئی اہل کتاب میں مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے

موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر اس کے گواہ" (فصل الخطاب مصنفہ مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول قادیان ص ۸۰ جلد ۲)

۳-وان من اهل الکتاب احد الا لیومنن بعیسی قبل موت عیسی وهم اهل الکتاب الذین یکونون فی زمانه فتکون ملة واحدة وهی ملة الاسلام وبهذا جزم ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۵ ص ۱۹,۵۱۸)

"ابن جریر جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے" (حاشیہ ص ۲۵۰ چشم معرفت مصنفہ مرزا) ﴿خ ص ۲۶۱، ج ۲۳﴾ بلکہ "رئیس المفسرین" ہے (ص ۱۶۸ ط ۱۔ ۱۵۸ ط ۲ لاہور ط ۱ (آئینہ کمالات) ﴿خ ص ۱۶۸، ج ۵﴾

اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو "قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں ہیں اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے" (ازالہ اوہام ص ۲۴۷ ط ۱۔ ۱۰۲ ط ۲) ﴿خ ص ۲۲۵، ج ۳﴾ باسناد صحیح روایت لائے ہیں کہ آیت "اِنۡ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتَابِ" میں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اس زمانہ میں ہونگے پس وہ ایک ہی مذہب اسلام پر آجائیں گے۔ اب سنئے مرزا صاحب کا ترجمہ:۔

"کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائیگا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے"۔

(الحق دہلی ص ۳۲) ﴿خ ص ۱۶۳، ج ۴﴾

مرزا صاحب نے آدھا ترجمہ صحیح کیا ہے آدھا غلط۔ بہرحال ان تراجم اربعہ سے یہ امر صاف ہے کہ آیت کا مطلب بلکہ "دلالتِ صریحہ" یہی ہے کہ آئندہ زمانہ میں اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیں گے فھذا مرادنا۔

اعتراض

لَيُؤۡمِنَنَّ قَبۡلَ مَوۡتِهٖ کی جگہ دوسری قرأت میں موتھم آیا ہے (ص ۴۳ مرزائی پاکٹ

بک بحوالہ ابن جریر) ایسا ہی مرزا صاحب نے اوپر کی منقولہ عبارت میں لکھا ہے۔

الجواب

قرآن پاک میں قبل موته مذکور ہے حضرت اُبی کی یہ قرأت بوجہ شاذ ہونے کے متروک ہے۔ حضرت عمرو دیگر صحابہؓ حضرت اُبی کی اس قسم کی قرأتوں کو نہیں مانتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری پارہ ۲۰ کے آخر میں ہے "قال عمرُ اُبیّ اقرءُ نا و انا لندع من لحن اُبیّ" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اُبی بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہؓ لوگ ان کی غلط قرأتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہی حق ہے۔ ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ و مولوی نور دین صاحب بغور ملاحظہ ہو۔ نیز قبل موتهم والی قرأت جو ابن عباسؓ سے مروی ہے کذب محض ہے کیونکہ اس میں دو راوی مجروح ہیں۔ اول خصیف دوم عتاب ابن بشیر تقریب میں خصیف کے متعلق مندرج ہے "سَيِّئُ الْحِفْظِ خَلَطَ بِاٰخِرِهٖ رُمِيَ بِالْاَرْجَاءِ" (مرزا صاحب کی طرح) خراب حافظہ والا اس پر مرجیہ ہونے کا الزام دھرا گیا۔ میزان الاعتدال میں ہے "ضَعَّفَهٗ اَحْمَدُ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ تُكُلِّمَ فِيْ سُوْءِ حِفْظِهٖ وَقَالَ اَحْمَدُ اَيْضاً تُكُلِّمَ فِي الْاَرْجَاءِ وَ قَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ رَأَيْتُ عَلٰى خَصِيْفٍ ثِيَاباً سُوْداً كَانَ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ" یعنی ضعیف الحدیث اور سیئ الحافظہ اور مرجیہ ہونے کے علاوہ چور بھی تھا۔ بیت المال سے حضرت نے چادر اڑا کر امیرانہ ٹھاٹ بنانے کو مونڈھوں پر لٹکالی۔ چہ خوش!

اب سنئے! دوسرے صاحب عتاب کا احوال وہ بھی ضعیف ہیں چنانچہ میزان میں ہے۔ "قال النسائی لیس بذاك فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونه وقال علی ضربنا علی حدیثه انتهی ملخصاً" اس روایت کے جھوٹی اور بناوٹی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سے بحوالہ روایت ابن جریر انہی حضرت ابن عباسؓ کی صحیح السند روایت درج کر آئے ہیں جس میں صاف الفاظ ہیں "لیئومنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی" پس

موتھم والی روایت مردود ہے۔

اب سنئے مرزائیوں کے "پیغمبر اعظم" کی الہامی کتاب ازالہ اوہام سے قبل موتہ کی تفسیر:۔

"کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ پر ×× ایمان نہ رکھتا ہو قبل موتہ قبل اس کے کہ اس حقیقت پر ایمان لاوے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا" (ص ۱۵۳ ط ۲۔ ۳۷۲ ط ۱) (خ ص ۲۹۱ ج ۳)

حضرات دیکھئے کس قدر پرفریب اور کیسا بھدا اور بدنما ترجمہ ہے تاہم اس میں قبل موتہ کی ضمیر بطرف مسیح پھیری ہے فھو المطلوب۔

اعتراض

"یؤمنن بہ کی ضمیر میں بھی اختلاف ہے کوئی عیسیٰ کی طرف پھیرتا ہے کوئی آنحضرت ﷺ اور قرآن کی طرف"۔ (ص ۳۴۳ پاکٹ بک)

الجواب

قرآن پاک میں تو مسیح کی طرف ہی ہے لوگ جو چاہیں کہیں اس طرح ترجمہ شاہ ولی اللہؒ صاحب اور ترجمہ مولوی نور دین اور روایت ابن عباسؓ اور تحریر مرزا صاحب مندرجہ ص ۳۲ / الحق دہلی جو سب نقل کر آئے ہیں صاف شاہد ہیں کہ "لیئومنن عیسیٰ قبل موت عیسیٰ" خود تم نے اسی پاکٹ بک پر بہ کی ضمیر بطرف مسیح پھیری ہے "یہود کا ہر فرد حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے پر ایمان لائیگا" کہو کیا کہتے ہو؟

اعتراض

قرآن تو کہتا ہے کہ اہل کتاب میں قیامت تک عداوت رہے گی پس وہ سب کے سب ایمان کیسے لائیں گے ماسوا اس کے جب سب لوگ ایمان لائیں گے تو مسیح کے متبع کن کافروں پر قیامت تک غالب رہیں گے؟

الجواب

عداوت یہود و نصاریٰ کے وجود تک ہے جب وہ سب اسلام لا کر مسلمان

ہو جائیں گے اس وقت سب عداوتیں مٹ جائیں گی۔ جلدی میں یہ نہ کہہ دینا کہ عداوت الیٰ یوم القیامۃ ہے اور الیٰ کا لفظ چمٹ جانے کے معنیٰ میں آتا ہے۔ الیٰ کے معنی قریب ہوتے ہیں یعنی الیٰ یوم القیامۃ سے مراد قرب لیوم القیامۃ ہے کیوں کہ فنائے عالم کے بہت عرصہ کے بعد قیامت کا دن ہو گا جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے جب کوئی آدمی ہی نہ زندہ ہو گا تو دشمنی کس سے ہو گی؟ پس لامحالہ الیٰ کے معنیٰ قرب کے کرنے ہوں گے۔

اعتراض

جب سب مومن ہو جائیں گے تو پھر غلبہ کن کافروں پر ہو گا۔

الجواب

کافروں پر غلبہ اسی وقت تک ہے جب تک کافر موجود ہوں جب کافر ہی نہ رہیں گے سب مومن ہو جائیں گے اسوقت یہ سوال اٹھانا ہی دلیلِ جہالت ہے۔

قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی سب کا مومن ہونا مرقوم ہے پھر ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس زمانے میں "لیس بین اثنین عداوۃ (مشکوٰۃ باب لاتقوم الساعۃ) پھر اس کے بعد جب کافر ہو جائیں گے اس وقت مومن ہی کوئی نہ ہو گا۔ لہٰذا وہاں بھی یہ اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ غلبہ مومنوں کا تبھی تک موعود ہے جب تک مومن رہیں غرض الیٰ یوم القیامۃ سے مراد قربِ قیامت ہے۔

دوسرا جواب

ایمان اور عداوت میں باہمی منافات نہیں ہے دونوں باہم جمع ہو سکتے ہیں سمجھ میں نہ آئے تو قادیانیوں اور لاہوریوں کو دیکھ لیجئے کہ دونوں احمدی کہلاتے ہیں اور ایمان کا بھی دعویٰ ہے لیکن آپس میں کتنی منافرت اور عداوت ہے۔ اس حدیث نے صاف فیصلہ کر دیا کہ یہود و نصاریٰ کی عداوت مومنوں کا کافروں پر غلبہ جس کے لئے قرآن میں الیٰ یوم القیامۃ وارد ہے اس کا مطلب قرب قیامت ہی ہے۔

ساتویں دلیل

ہم سابقاً قرآن مجید کی متعدد آیات قطعی الدلالت سے حضرت مسیحؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا و نازل ہونا ثابت کر آئے ہیں اب ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جس میں بھی ان کے نزول کا ذکر ہے چونکہ کوئی شخص جب تک کہیں نہ جائے وہاں سے آیا نہیں کرتا اس لئے آمد کا ذکر مثبت رفت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطَانُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ" (الزخرف پ ۲۵)

اے نبی ﷺ جونہی ابنِ مریم کا ذکر کیا جاتا ہے تیری قوم (کفار مکہ و قادیان وغیرہ) جل اٹھتے ہیں (انہیں اپنی بدذوقی و بے ایمانی میں رہنے دے) لاریب وہ تو قیامت کی نشانی ہے (ان کو کہدے کیوں شامتیں آئی ہیں) اس نشانی (یعنی اس کے قیامت کی نشانی ازروئے نزول من السماء ہونے میں) شک نہ کرو اور میری اتباع کرو یہ سیدھا راستہ ہے شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے (جو نزول مسیحؑ کے متعلق طرح طرح کے وساوس ڈال کر تمہیں اس ایمان سے علیحدہ کرنے میں ساعی ہے) سو تم اس کے شکارِ فریب نہ بنو۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کتاب حدیث ابن ماجہ میں موقوفاً اور مسند احمد میں مرفوعاً مروی ہے۔ عن عبد الله ابن مسعود قال لما كان ليلة اسرى برسول الله صلى الله عليه وسلم لقى ابراهيم وموسىٰ وعيسىٰ فتذاكروا الساعة فبدؤا بابراهيم فسالوه عنها فلم يكن عنده منها علم فرد الحديث الىٰ عيسىٰ ابن مريم فقال قد عهد الى فيما دون وجبتها فاما وجبتها فلا يعلمها الا الله فذكر خروج الدجال قال فانزل فاقتله. الحديث (ابن ماجہ ص ۳۰۹ باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ ابن مریم)

معراج کی رات انبیاء سے ملاقات کے وقت قیامت کا تذکرہ شروع ہوا تو سب نے اس کے وقت سے لاعلمی ظاہر کی۔ آخر جناب مسیحؑ سے سوال کیا گیا تو آپ

نے فرمایا، علم تو مجھے بھی نہیں البتہ مجھ سے وعدہ ہوا، قیامت کے نزدیک کا آپؑ نے دجال کا ذکر فرمایا اور کہا کہ میں نازل ہو کر اس کو قتل کروں گا۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں قیامت کے قریب مسیحؑ کا نزول لکھا ہے جو آئندہ باب ثبوت حیات مسیح از احادیث میں نقل ہوں گی انشاءاللہ تعالیٰ۔

آیت انه لعلم للساعة کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ سے جن کو بدعاء نبوی علم قرآن حاصل تھا جو مرزا کو بھی مسلم ہے مسند احمد جلد اول ص ۳۱۷۔۳۱۸ در منثور جلد ۶ ص ۲۰ فتح البیان جلد ۸ ص ۳۱۱، ابن کثیر جلد ۹ ص ۴۴ اور غیرہ میں مروی ہے کہ اس آیت میں مسیحؑ کا نزول قبل از قیامت مطلوب و مقصود ہے ایسا ہی "ابن جریر رئیس المفسرین" کی تفسیر جلد ۲۵ ص ۴۸ میں ہے۔ اسی طرح عبد بن حمید نے حضرت ابوہریرہؓ سے یہی روایت کی ہے۔ (در منثور جلد ۶ ص ۲۰)

اعتراض

اِنَّهٗ کی ضمیر مسیح کی طرف نہیں قرآن کی طرف ہے سَاعَةٌ سے مراد قیامت نہیں۔

جواب

قرآن پاک کی آیت وحدیث نبوی واقوال صحابہ کے ہوتے ہوئے یوں دلیری کرنی سخت غلطی ہے اب آؤ ہم مرزا صاحب کے دستخط اس پر کرادیں:۔

"قرآن شریف میں ہے انه لعلم للساعة یعنی اے یہودیو! عیسیٰ کے ساتھ تمہیں قیامت کا پتہ لگ جائیگا"۔ (ص ۲۱/ اعجاز احمدی) ﴿خ ص ۱۳۰/ ج ۱۹﴾

صاف ظاہر ہے کہ اِنَّهٗ کی ضمیر بطرف مسیح تسلیم کی گئی ہے۔ "ان فرقة من الیهود لکانوا کافرین بوجود القیامة فاخبرهم الله علی لسان بعض انبیائه ان ابنا من قومهم یولد من عذاب وهذا یکون آیة لهم علی وجود القیامة"۔ (ص ۹۰ حمامة البشریٰ مرزا صاحب ﴿خ ص﴾

یعنی ایک فرقہ یہود کا قیامت کے وجود سے منکر تھا خدا نے بعض انبیاء کی زبانی ان کو خبر دی کہ تمہاری قوم میں ایک لڑکا بلا باپ پیدا ہوگا یہ قیامت کے وجود پر ایک نشانی ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہے کہ قیامت سے مراد حقیقی قیامت ہے نہ کوئی اور گھڑی اسی طرح خود مصنف مرزائی پاکٹ بک میں انہٗ کی ضمیر بطرف مسیح پھیری ہے اور ساعۃ سے مراد حقیقی قیامت لکھی ہے ملاحظہ ہو ص ۳۳۹۔

اعتراض

مسیح کا نزول تو آئندہ ہونا تھا پہلے سے ہی کیسے کہہ دیا کہ شک نہ کرو جب ابھی نشانی نے مدت کے بعد آنا ہے تو ان کو شک سے کس برتے پر روکا جاتا ہے؟

الجواب

اے جناب ایک سچ مچ واقعہ ہونے والی بات پر شک نہ کرنے کی ہدایت کرنا کیا ناجائز ہے؟ یہاں تو کفار مخاطب ہیں جو آمد مسیح کے منکر ہیں خدا تعالیٰ تو حضرت موسیٰؑ جیسے مصدق و مصدَّق رسول کو بھی بطور ہدایت فرماتا ہے۔اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اِلٰی قَوْلِهٖ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا اَلْاٰيَةُ (طٰہٰ ع ۱)

اے موسیٰؑ قیامت بے شک وشبہ آنے والی ہے خبردار کوئی بے ایمان تجھے اس کے ماننے سے روک نہ دے۔بھلا اس جگہ کوئی مخالف آریہ وغیرہ تم پر اعتراض کرے کہ موسیٰؑ کو قیامت پر شک نہ تھا پھر یہ وعظ کیا معنی رکھتا ہے تو کیا کہو گے؟

آؤ تمہیں تمہارے گھر سے مثال دیں لعلکم تعقلون سنو! مرزا جی کا نکاح آسمانی دنیا میں نہ ہونا تمہارے مسلّمات سے ہے باوجود اس صریح جھوٹی پیشگوئی کے مرزا صاحب کا الہام کنندہ قبل از وقت کہتا تھا اے مرزا:۔

"اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ"۔یہ نکاح تیرے رب کی طرف سے حق واقع ہونے والا ہے تو کیوں شک کرتا ہے" (ازالہ اوہام

ص ۳۹۸ طا۔ ۱۶۴ طا ۲) ؛ خ ص ۳۰۶ ، ج ۳ ؛

کیوں جناب یہ کیا بات ہے کہ نکاح سے پہلے ہی شک سے روکا جاتا ہے۔ ع
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

آٹھویں دلیل

وان من اهل الکتاب الا لیومنن بهٖ قبل موتهٖ ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً سے ظاہر و عیاں ہے کہ حضرت مسیح آخری زمانہ میں بعد نزول من السماء وفات پائیں گے اور قیامت کے دن یہود و نصاریٰ گواہ ہوں گے اسی کی مزید تشریح و تائید آیت ذیل سے ہوتی ہے:۔

وَاِذْ قَالَ اللهُ یٰعِیسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَالَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللهَ رَبِّیْ وَرَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْداً مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی كُلِّ شَیْئٍ شَهِیْدٌ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ (المائدہ رکوع آخری)

جب کہیگا اللہ تعالیٰ (دن قیامت کے) اے عیسیٰ کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو جواب دیں گے پاک ہے تو اے معبود برحق! کیسے لائق تھا مجھکو کہ، وہ بات کہوں کہ جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہے تو تجھے علم ہوگا تو جانتا ہے میرے دلی بھید کو اور میں نہیں جانتا تیرے دل کی بات کو۔ لاریب تو ہی بھیدوں کا جاننے والا ہے۔ نہیں کہا میں نے ان کو مگر وہی جو مجھے تو نے ارشاد کیا تھا کہ عبادت کرو اس ذاتِ پاک کی جو میرا تمہارا سب کا پالنے والا ہے اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک توفی سے پہلے ان میں رہا جب تو نے مجھے بمعہ روح و جسم اپنی طرف اٹھالیا۔ پھر تو تو ہی ان کا نگہبان تھا (اس میں کوئی شک نہیں کہ

انہوں نے میرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد مجھے پوجا ہے جیسا کہ میں دنیا میں اتر کر مشاہدہ کر آیا ہوں۔ اگر تو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے غلام ہیں اور اگر انہیں بخش دے تو تو غالب و حکیم ہے۔

اس آیت میں حضرت مسیح صاف اقراری ہیں کہ وہ میرے توفی کے بعد بگڑے ہیں۔ اب اگر توفی کے معنی موت کے لئے جائیں تو اس میں یہود پلید کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ توفی اور رفع کا وعدہ فوراً بلا توقف تھا۔ لا محالہ توفی کے معنی پورا پورا لینے کے ہوں گے۔ اب اگر مسیح علیہ السّلام زمین پر آئیں گے ہی نہیں تو قیامت کے دن امت کے بگڑنے کی شہادت کیسے دیں گے۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ضرور دنیا پر آئیں گے تاکہ قیامت کے دن نیز تمام اہل کتاب ایمان لانے وغیرہ کی گواہی دیں اسی کی تائید "اِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ. الآية" سے ہوتی ہے جس میں نص قطعی کے ساتھ مسیح کا زندہ ہونا اور بعد نزول آخری زمانے میں وفات پانا اور قیامت کے دن اپنی امت پر گواہ ہونا مرقوم و موجود ہے ایسا ہی تائید تمام ان احادیث نبویہ سے ہوتی ہے جن میں نزول مسیح، بزمانہ آخری اور اس کے بعد وفات پھر مقبرہ نبویؐ میں مدفون ہونا مذکور ہے۔

اعتراض

امت کے بگڑنے کا علم مسیح کو قیامت کے دن دیا جائے گا۔

جواب

یہ کسی آیت سے بھی ثابت نہیں۔ قطعاً بے بنیاد ہے خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ مسیح کو قیامت سے پیشتر امت کے بگڑنے کی اطلاع ہے۔

"میرے پر یہ کشفاً ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ زہرناک ہوا جو عیسائی قوم میں پھیل گئی ہے حضرت عیسیٰؑ کو اس کی خبر دی گئی (ص ۲۵۴) خدائے تعالیٰ نے اس عیسائی فتنہ کے وقت میں یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا گیا یعنی اس کو

آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دی گئی" (آئینہ کمالات مرزا ص ۲۵۴ طا ص ۲۶۸ ط ۲)
﴿خ ص ۲۵۴، ج ۵﴾

حضرات! ہمارے پاس قرآن پاک کی نص صریحہ اور احادیث نبویہ صحیحہ ہیں جو اس بات پر شاہد ہیں کہ مسیح دنیا میں آئیں گے اور آ کر اپنی امت کا حال زبوں ملاحظہ کر کے قیامت کو ان پر گواہ ہوں گے بخلاف اس کے مرزا صاحب اپنا کشف بتاتے ہیں سو اول تو خلاف قرآن و حدیث کسی کا کشف خود عند المرزا قابل حجت نہیں (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص ۳۶۰ طا۔ ۲۵۸ ط ۲)

دوم یہ کشف ہمارے مخالف بھی نہیں۔ بلکہ ہمارے بیان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے یعنی مسیح کو قبل از نزول آسمان پر اس کی خبر دی گئی اور بعد از نزول بموجب آیت قرآن و احادیث نبی علیہ السلام بچشم خود ملاحظہ فرمالیں گے بہر حال یہ متعین ہو گیا کہ مسیح کو قیامت سے پیشتر امت بگڑنے کا پتہ ہے۔ فھو المطلوب۔

ہماری اس تقریر سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزائی جو کہا کرتے ہیں کہ مسیح قیامت کے دن اپنی لاعلمی کا اظہار کریں گے یہ از سر تا پا جھوٹ فریب بہتان افترا ہے۔

ایک اور طرز سے:۔

مرزائیوں کو مسلم ہے کہ عیسائی بعد توفی مسیح کے بگڑے ہیں (ص ۱۰۷ مرزائی پاکٹ بک) اور یہ بھی ان کا مذہب ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ کشمیر چلے آئے، ایک سو بیس برس زندہ رہے (تذکرۃ الشہادتین مرزا ص ۲۷) ﴿خ ص ۲۹، ج ۲۰﴾ حالانکہ:۔

"انجیل پر ابھی پورے تیس برس نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی" (ص ۲۵۴ چشمہ معرفت) ﴿خ ص ۲۶۶، ج ۲۳﴾

مذکورہ بالا بیان سے بلا تاویل ثابت ہے کہ مسیح کی ہجرت کشمیر کے بعد فوراً تثلیث پھیل گئی تھی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ توفی کے معنی موت نہیں ہیں۔

اعتراض

بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ قیامت کے دن کہیں گے کہ میرے توفی کے بعد میری امت بگڑی ہے اور حضرت مسیح کی مثال دیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ توفی کے معنیٰ موت ہیں۔

الجواب[1]

ایک ہی لفظ جب دو مختلف اشخاص پر بولا جائے تو حسب حیثیت وشخصیت اس کے جدا جدا معنیٰ ہو سکتے ہیں دیکھئے حضرت مسیحؑ اپنے حق میں نفس کا لفظ بولتے ہیں اور خدائے پاک کے لئے بھی۔ "تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسك" اب کیا خدا کا نفس اور مسیح کا نفس ایک جیسا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ٹھیک اسی طرح حضرت مسیح کی توفی بمعنیٰ "اخذ الشئی وافیا" پورا لینے کے ہے کیونکہ اگر موت لی جائے تو علاوہ نصوصِ صریحہ جن میں حیات مسیح کا ذکر ہے کے خلاف ہونے کے یہود پلید کی تائید وتصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ وعدہ توفی ورفع کا "بلا توقف وبجلد" پورا ہوا ہے جو سوائے رفع جسمانی کے اور کچھ نہیں ہو سکتا۔

نویں دلیل

قرآن مجید میں جہاں کہیں کسی شخص کو مقرب فرمایا ہے سب جگہ مذکور ساکنین آسمان ہیں چنانچہ سورۂ واقعہ میں جنتیوں کے حق میں لفظ مقرب وارد ہے اور قرآن وحدیث سے ظاہر ہے کہ جنت آسمان پر ہے خود مرزا صاحب کو بھی یہ مسلم ہے (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص ۲۶۴ طا۔ ۱۰۹ ط ۲)

دوسرے موقع پر آخر سورہ نساء فرشتوں اور حضرت مسیح کے حق میں اور تیسری جگہ سورۂ آل عمران میں حضرت مسیح آسمان پر ہیں۔ چنانچہ اس کی تائید آیت "انی متوفيك ورافعك اليّ وآیت بل رفعه الله اليه وآیت ليومنن به قبل

---

[1] توفی کی بحث پاکٹ بک ہذا پر ملاحظہ ہو۔

موتہ جو حیاتِ مسیح پر نصوص قطعیہ ہیں سے بھی ہوتی ہے۔

دسویں دلیل

یہ بات محتاجِ ثبوت نہیں کہ حضرت مسیحؑ کو خدا بنایا گیا ہے اور خدا کا بیٹا قرار دیا گیا ہے۔اس عقیدہ پر جو دلائل عیسائی دیتے ہیں وہ مسیح کی ولادت بلا پدر اور رفع آسمانی ہے اب یا تو یہ ہر دو دلیلیں صحیح مثبت مدعائے عیسائیت ہیں یا غلط۔ اگر غلط ہیں اور یقیناً غلط ہیں چنانچہ قرآن پاک نے ولادت مسیح بلا باپ والی دلیل عیسائیوں کو عیسائیوں کے مسلمہ عقیدہ اور فی الواقع صحیح مثال ولادت آدم بلا ماں باپ سے توڑا ہے "اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ" تو ضروری اور لازمی تھا کہ رفع آسمانی کی تردید نہیں پائی جائے گی۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ مسیح فی الواقع زندہ آسمان پر موجود ہے۔اب رہا یہ سوال کہ پھر جس طرح بلا باپ پیدائش والی دلیل عیسائیہ کو آدم کی مثال سے توڑا ہے جو مسلمہ فریقین ہے اسی طرح رفع آسمانی والی دلیل کو کیوں کسی مسلمہ فریقین مثال سے نہیں توڑا چنانچہ مرزا صاحب یہی اعتراض کرتے ہیں:۔

"عیسائیوں نے خدا کے بیٹے ہونے کی ایک دلیل پیش کی کہ وہ بے باپ پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے فوراً اس کی تردید کی "اِنَّ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ" پس ایسا ہی زندہ آسمان پر موجود ہونے کو عیسائی دلیل ابن اللہ ہونے کی قرار دیتے ہیں اس کی مثال کیوں نہ بیان کی (البلاغ المبین مرزا صاحب کا آخری لیکچر لاہور ص ۲۴۔)

الجواب

اللہ تعالیٰ نے تو اس کی مثال بیان کر دی۔ قرآن پاک میں صاف الفاظ میں حضرت مسیحؑ کے قیام سماوی کو مقربین میں شمار کیا اور عیسائیوں کے وہم کو دور کرنے کے لئے دوسری جگہ مسیح کے ساتھ فرشتوں کا ذکر بھی کیا "لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ"۔(سورۃ نساء ع ۲۴) او عیسائیو!

فرشتے بھی تو مقربین میں سے ہیں کیا تم انہیں بھی آسمان پر رہنے کی دلیل سے خدا یا ابن اللہ کہنے کو تیار ہو؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہ دلیل تمہاری کیسے مکمل ٹھیرے گی کہ جو بندہ ہو کر آسمان پر اٹھا لیا جائے وہ خدا ہے۔

سنو! حضرت عیسیٰ کو اور جملہ فرشتوں کو ہرگز ہرگز خدا کا بندہ ہونے اور کہلانے میں عار نہیں پس کہاں بہکے جا رہے ہو؟

حضرات ملاحظہ ہو اللہ تعالیٰ نے کیسے لطیف پرائے میں بعبارۃ النص مرزائی اعتراض کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔ فله الحمد.

حاصل یہ کہ یہ آیت حضرت مسیح کے رفع جسمانی و قیام آسمانی پر کھلی دلیل ہے۔

گیارہویں دلیل

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پیشتر فرشتے نے جناب مریم صدیقہؑ کو بشارت کے طور پر خبر کر دی کہ تمہارے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جو "يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ" (آلِ عمران)

کلام کریگا لوگوں سے بچپن کی عمر میں اور کہولت کی عمر نیز وہ صالحین سے ہوگا۔ اسی امر کا سورۂ مائدہ رکوع ۱۵۔ میں تذکرہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بطور احسان و نعمت کے مسیح کو یاد دلائیگا کہ میں نے روح القدس کے ساتھ تجھے تائید بخشی پھر وہ بھی میرا احسان یاد کر جب میری مہربانی و خارق عادت قدرت سے تو نے گہوارے میں کلام کیا اور کہولت میں کلام کیا۔

آیات بالا میں حضرت مسیح کے کلام مہد و کہولت کو منجملہ انعامات کے ذکر کیا ہے جو دونوں معجزہ کے رنگ میں ہیں کلام مہد اس لئے معجزہ ہے کہ مولود لڑکے کو تو خود اپنے وجود کی سدھ بدھ نہیں ہوتی چہ جائیکہ وہ اپنی والدہ سے الزام رفع کرے اور اپنے نبی صاحبِ کتاب ہونے کا دعویٰ سنائے:۔

"مسیح نے پہلے دن کلام کر کے یہودیوں کے اتہام کو دور کر دیا"۔ (مرزائی پاکٹ بک)

"حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں باتیں کیں مگر (میرے) اس لڑکے

نے پیٹ میں ہی دومرتبہ باتیں کیں"۔(تریاق القلوب مصنفہ مرزا صاحب ص۱۴۱ طا۔ ۹۲ ط۲) ﴿خ ص ۲۱۷، ج ۱۵ ﴾

باقی رہا کہولت میں کلام کرنا۔ سو بظاہر نظریہ کوئی خارق عادت بات نہیں کیونکہ اس عمر میں سبھی انسان کلام کرتے ہیں مگر جب قرآن پاک کی دیگر آیات واحادیث پر نظر ڈالی جائے تو حضرت مسیح کا آسمان پر جانا پھر مدتِ مدید کے بعد بغیر ظاہری تغیر کے اسی حالت میں نازل ہو کر خدمت توحید کرنا ثابت وعیاں ہے پس اس جگہ اسی عمر کہولت کا تذکرہ ہے جو فی الواقع معجزہ ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے مسلمہ "رئیس المفسرین" ابن جریر جو نہایت معتبر ائمہ حدیث میں سے ہے۔ اپنی تفسیر میں ابن زیدؒ کا قول نقل کرتے ہیں۔ "قال قد کلمھم عیسیٰ فی المھد وسیکلمھم اذ قتل الدجال وھو یومئذ کھل (جلد ۳ ص ۱۵۹)

ایسا ہی تفسیر فتح البیان ترجمان القرآن کبیر معالم میں اس کو نزول من السماء کے بعد کلام پر دلیل لکھا ہے۔

بارھویں دلیل

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجاً وَّذُرِّيَّةً (الرعد شروع رکوع پ ۱۳ ع ۱۲)

اے نبی تجھ سے پہلے رسولوں کو ہم نے اولاد و ازواج والے بنایا تھا۔

چونکہ حضرت مسیح بھی آنحضرتؐ سے پہلے کے رسول ہیں جو بموجب آیت بال بچوں والے ہونے چاہئیں حالانکہ "ان کی بیوی نہ تھی" (کلام مرزا در ریویو ۳ء ص ۱۲۴) اور اولاد بھی نہ تھی (تریاق القلوب ص ۹۹ طا و ص ۲۳۶ ط ۲) ﴿ح ص﴾

لہٰذا لازمی ہے کہ وہ ابھی تک زندہ ہوں اور بعد نزول بیوی کر کے صاحب اولاد ہو کر فوت ہوں چنانچہ حدیث نبوی میں ہے کہ مسیح زمین پر نازل ہوں گے بیوی کریں گے اور ان کے گھر اولاد ہو گی (مشکوٰۃ) اس حدیث کی تصدیق مرزا صاحب نے بھی کی ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ حاشیہ)

تیرھویں دلیل

يُرِيْدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ هُوَ الَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورۃ الصف پ ۲۸)

کفار ارادہ کرتے ہیں کہ چراغ اسلام کو اپنی پھونکوں سے گل کر دیں حالانکہ اللہ پورا کرے گا اس نور کو۔ اگرچہ منکر پسند نہ کریں۔

؎ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن...... پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنا رسول ہدایت و دین حق کا حامل بنا کر بھیجا تاکہ غالب کر دے دین الٰہی کو جمیع ادیان باطلہ پر۔ اگرچہ مشرک برا منائیں۔

اس آیت سراپا انعام و ہدایت میں دین اسلام کو جملہ دینوں پر ایک نمایاں غلبہ دینے کا وعدہ دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ یہ غلبہ کاملہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کے زمانہ میں بھی ہوگا وعن عائشة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لايذهب الليل والنهار حتى يعبدَ اللّات والعزى فقلتُ يارسول الله ان كنت لاظن حين انزل الله هو الذى ارسل رسوله بالهدى الاية ان ذالك تاماً قال انه سيكون ذالك ماشاء الله ثم يبعث الله ريحاً طيبةً فتوفى كل من كان فى قلبه مثقال حبةٍ من خردل من ايمان۔ جناب عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ بت پرستی کا دوبارہ زور شور نہ ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو جب آیت ھو الذی ارسل نازل ہوئی اس وقت سمجھ چکی تھی کہ دین کا غلبہ پورا ہو چکا۔ فرمایا تحقیق بات یہ ہے کہ اس کا غلبہ عنقریب پھر ہوگا جتنا عرصہ اللہ چاہیگا (مسیح ابن مریم کے زمانہ میں نزول کے بعد) پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جس سے ہر وہ مومن جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا مر جائیگا فيبقى من لاخير فيه فليرجعون الى دين آبائهم

پس باقی رہ جائیں گے ایسے شخص جن میں ذرہ بھر بھی بھلائی نہ ہوگی پس وہ جھک جائیں گے اپنے آبائی دین بت پرستی کی طرف (مسلم در مشکوۃ باب لاتقوم الساعة الاعلی شرار الناس فصل اول)

اسی باب کی دوسری حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ خدا عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا پھر سات سال مسلمانوں پر ایسے آئیں گے کہ کسی دل میں رنج و بغض۔ حسد و عداوت نہ ہو گا پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کو قبض کر لے گی اور باقی رہ جائیں گے شریر تب ان پر قیامت قائم ہوگی::

الغرض اس آیت سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں جو آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ ان کے ہاتھ سے دین اسلام جملہ مذاہب پر پھر غلبہ حاصل کریگا اس کی مزید تائید مرزا صاحب کی تحریر سے کی جاتی ہے۔ مرزا صاحب براہین احمدیہ ۴۹۸، ۴۹۹ پر فرماتے ہیں:- ﴿خ ص ۵۹۳ ج ۱﴾

"ھوالذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھره علی الدّین کله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں یہ پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اقطار میں پھیل جائے گا"

عذرات مرزائیہ

مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں محض رسمی طور پر عقیدہ حیات مسیح لکھا تھا::

الجواب

اول تو ہمیں یہ مضر نہیں کیونکہ ہم نے آیت قرآن و حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت کر دیا ہے کہ یہاں حضرت مسیح کا بھی ذکر ہے۔ دوم مرزائیوں کا عذر یوں بھی غلط و مردود ہے کہ مرزا صاحب بقول خود براہین احمدیہ کے وقت رسول اللہ تھے

(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ و ایام الصلح اردو ص ۷۵) ﴿خ ص ۲۰۷ ج ۱۸، ۳۰۹ ج ۱۴﴾ اور انہیں کا یہ قول ہے:۔

"انبیاء کرام کے اقوال وافعال۔ اجتہادات آرا سب کے سب بوحی خدا ہوتے ہیں۔ انبیاء کی اپنی ہستی بالکل فنا ہو جاتی ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ میں مردہ یا کٹ پتلی کی طرح ہوتے ہیں۔ ان سے وہ طاقت ہی سلب کر لی جاتی ہے جس سے خلاف مرضی خدا کا کام کیا جا سکے وغیرہ وغیرہ" (ریویو جلد دوم ۱۹۰۳ء مفہوم ۷۱، ۷۲)۔

پس مرزا صاحب کی یہ تحریر جس میں مسیح کا اقرار ہے مرزائیوں پر مثل وحی اللہ حجت ہے نیز اس عقیدہ کے غلط نہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب عقیدہ حیات کو بعد میں شرک بتاتے ہیں حالانکہ اسی ریویو جلد دوم ۱۹۰۳ء میں یہ بھی موجود ہے کہ انبیاء شرک مٹانے آئے ہیں۔ اگر وہ خود ہی غلطیوں میں مبتلا ہو جائیں تو پھر وہ نبی ہی نہیں۔ انبیاء کی طرف غلطی منسوب نہیں ہو سکتی۔

پھر اور سنو! براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا صاحب:۔

"مؤلف نے ملہم ہو کر بغرض اصلاح تالیف کی" (اشتہار براہین احمدیہ ملحقہ کتاب آئینہ کمالات و سرمہ چشم آریہ) ﴿غ ص ۶۵۷ ج ۵﴾ اور خود آنحضرت ﷺ کے دربار میں رجسٹری ہو چکی ہے آپ نے اس کا نام قطبی رکھا یعنی قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل و مستحکم۔ اور یہ کتاب خدا کے الہام اور امر سے لکھی گئی ہے" (براہین احمدیہ ص ۲۴۸، ۲۴۹) ﴿خ ص ۷۵ ج ۲، ۱ تذکرہ ۲﴾

اعتراض

مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ ماننا شرکیہ عقیدہ ہے اور مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح قبل از الہام تھا۔ الہام کے بعد وہ عقیدہ منسوخ ہو گیا۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن جب وحی آئی بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے لگے۔ نیز آنحضرت ﷺ نے پہلے فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت نہ دو بعد میں فرمایا کہ میں تمام نبیوں سے افضل ہوں پس

جب آپ کو وحی ہوئی تو آپ نے فضیلت کا اظہار فرمایا۔ اسی طرح جب مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ (مسیح فوت ہوگئے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں) تو انہوں نے بھی دعویٰ کر دیا۔ نیز مرزا صاحب کا عقیدہ حیات مسیح ایک رسمی عقیدہ تھا۔

الجواب

(۱) مرزا صاحب کو بارہ برس تک خدائے تعالیٰ سے الہام ہوتے رہے مگروہ برابر شرک میں مبتلا رہے۔ ہمیں اس کی نظیر انبیاء میں نہیں ملتی، اور بیت المقدس کی مثال بالکل مہمل ہے اول تو اس لئے کہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا حسب ہدایت آیت **فبھدھم اقتدہ** (پ ۷) انبیائے سابقین کی سنت پر عمل ہے اور شرک نہیں۔ تو وہ اس کی مثال کیسے بن سکتا ہے۔ بلکہ "انبیاء جو شرک کو مٹانے آئے ہیں خود شرک میں مبتلا ہیں"؟ دیگر اس وجہ سے بے محل ہے کہ حضرت عیسیٰ کے نزول کا مسئلہ عقائد میں سے ہے اور عقائد میں تنسیخ و تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا عملیات میں سے جن میں تبدیلی و تنسیخ ہوسکتی ہے پس یہ اس کی نظیر نہیں۔ (۲) مرزائیوں کا یہ کہنا کہ محض رسمی عقیدہ کی بنا پر مرزا صاحب حیات مسیح کے قائل تھے بالکل لغو ہے کیونکہ براہین احمدیہ وہ کتاب ہے جو بقول مرزا صاحب "دربار رسالت مآب میں رجسٹری ہو چکی اور آنحضرت ﷺ سے قبولیت کر رہی تھی کیا اس وقت یہ تمام بیانات جن میں حضرت مسیح کی حیات اور رفع آسمانی اور نزول ثانی مرقوم تھے براہین سے نکال کر پیش ہوئے تھے یا آنحضرت ﷺ کی نظر میں نہ چڑھے تھے اور آپ نے یونہی بلا تحقیق مطالعہ اس کو شہد کی صورت میں ٹپکا دیا۔

(۳) اور حضرت یونس بن متی والی مثال بھی بے محل ہے کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ۔

> "یا تو یہ حدیث ضعیف ہے یا بطور تواضع وانکساری کے ایسا کہا گیا ہے (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۳) ﴿خ ص ۱۶۳، ج ۵﴾

الحاصل براہین احمدیہ والا عقیدہ یقیناً صحیح ہے کیونکہ قرآن کی آیت **ھو الذی ارسل رسولہ** اس کی بنا ہے محض رسمی عقیدہ نہیں تھا۔ حدیث صحیح اس کی تائید کرتی ہے۔

ثبوت حیات مسیح از الہام و دیگر تحریرات مرزا

چودھویں دلیل۔اگرچہ بقول مرزا صاحب ان کی ہر تحریر الہامی ہے مگر ہم ہر طرح احمدیوں پر حجت پوری کرنے کو مرزاجی کے ایک الہام سے حیات مسیح کا ثبوت پیش کرتے ہیں لعلھم یؤمنون مرزاصاحب براہین احمدیہ میں اپنے الہام لکھتے ہوئے ایک الہام یہ لکھتے ہیں:۔

"عسی ربکم ان یرحم علیکم وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکفرین حصیرا۔ خداتعالیٰ کا ارادہ ہے جو تم پر رحم کرے اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت (مرزاصاحب اپنے الہام کا نام آیت رکھ کر گوصاحب شریعت رسول کہلانے کو مصالح جمع کررہے ہیں۔ناقل)اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر (نازل)ہونے کا اشارہ ہے یعنی اگر طریق رفق اور نرمی کو قبول نہیں کریں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب خداتعالیٰ مجرمین کیلئے قہر اور سختی کو استعمال میں لائیگا اور حضرت مسیح علیہ السلام جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں کو صاف کردینگے کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہیگا اور جلال الٰہی گمراہی کو نیست و نابود کردیگا(مگر) یہ (میرا)زمانہ اس زمانہ کیلئے بطور ارہاص واقع ہوا اب بجائے اس کے رفق اور احسان سے (خدا)اتمام حجت کررہا ہے۔توبوا واصلحوا الی اللہ توجھو (یہ بھی الہام مرزا کا ہے) توبہ کرو اور باز آؤ۔بشریٰ لک یا احمدی انت مرادی ومعی الخ(یہ بھی ایک الہام ہے)خوشخبری ہو تجھے اے میرے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے"۔براہین احمدیہ حاشیہ ص ۵۰۵ ملخص) ﴿خ ص ۶۰۱ ر ج۱﴾

ناظرین کرام!ملاحظہ ہو مرزاصاحب اپنے الہام سے حیات مسیح کا ثبوت دے گئے ہیں والحمد للہ علی ذلک۔

مرزائی عذر

یہ مرزا صاحب کا الہام نہیں ہے۔ قرآن کی آیت ہے۔

الجواب

یہ قرآن کی آیت نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں یرحم علیکم لکھا ہے حالانکہ قرآن مجید کی آیت میں یرحمکم (بنی اسرئیل)۔ سارے قرآن میں رحم یرحم کا صلہ کہیں بھی علی نہیں آیا۔ مرزا صاحب اپنے لہام اس جگہ درج کر رہے ہیں۔ کیا ”یا احمدی انت مرادی وغیرہ الہامات بھی آیات قرآن ہیں؟ ہرگز نہیں فما لکم کیف تکفرون۔ انما یفتری الکذب الذین لایؤمنون بایٰت اللہ۔

اب آیئے ہم خود بہ عبارت نص مرزا صاحب کے اس پر دستخط کرا دیتے ہیں کہ یہ الہام ہے۔ سنو! لکھا ہے:۔

”براہین احمدیہ کے الہامات بطور نمونہ یہ ہیں۔ یا احمد بارک اللہ فیک...... قل اعملوا علی مکانتکم انی عامل فسوف تعلمون عسٰی ربکم ان یرحمکم(۱) وان عدتم عدنا وجعلنا جھنم للکافرین حصیرا الخ (اربعین نمبر ۲ ص ۵ ﴿خ ص ۳۵۱ ر ج ۱۷﴾ ایسا ہی حقیقۃ الوحی استفتاص ۸۲ ﴿خ ص ۷۰۸ ر ج ۲۲﴾ پر اس کو منجملہ اپنے الہاموں کے لکھا ہے)۔

پندرھویں دلیل

حضرت مسیح رسول صادق ہیں ”سچے نبیوں اور ماموین کے لئے سب سے پہلے یہی دلیل ہے کہ وہ اپنے کام کی تکمیل کر کے مرتے ہیں“ (اربعین نمبر ۴ ص ۵)۔

”ان الانبیاء لاینقلبون من ھذہ الدنیا الی دار الاخرۃ الا بعد تکمیل رسالات (ص ۴۹ حمامۃ البشریٰ) ﴿خ ص ۲۴۳ ر ج ۷﴾۔

---

(۱) رحم یرحم کا صلہ چونکہ علی نہیں آتا اس لئے مرزا صاحب نے غلطی معلوم کر کے اس جگہ براہین والے الہام سے علی کا لفظ اڑا کر صرف یرحمکم لکھا ہے۔ ۱۲ منہ۔

بخلاف اس کے مرزا صاحب کو خود اقرار ہے کہ مسیح اپنی پہلی آمد میں ناکام رہے جیسا کہ لکھا ہے:۔

"ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے"۔(ازالہ اوہام ص ۳۱۱ط۱، ۲۸ط ۲ حاشیہ)﴿خ ص ۲۵۸ ج ۳﴾۔

اسی طرح بہت سی کتب میں لکھا ہے۔ براہین احمدیہ میں تو بالکل واضح ہے:۔

"حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص کی ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے"

(۳۶۱ حاشیہ)﴿خ ص ۴۳۱ ج ۱﴾

اندریں حالات لازمی ہے کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا پر تشریف لا کر توحید کی خدمت کریں۔

سولھویں دلیل

براہین احمدیہ ص ۴۹۸ کی تحریر میں بآیات قرآن حضرت مسیح کی آمد بہ شان حکومت وسیاست ملکی و بجلال کمال لکھی ہے جس سے معلوم ہوا کہ مسیح سیاست و حکومت شاہی کے ساتھ آئیگا۔ نہ کہ مرزا کی طرح انگریزوں کو جو بقول مرزا یاجوج وماجوج یفسدون فی الارض، ہیں اپنے اولی الامر منکم داخل کر کے ان کا بے دام غلام اور پچاس الماریوں میں تعریف کرنیوالا خادم ہوگا۔ چنانچہ احادیث نبویہ میں بھی مسیح کی آمد با سیاست مرقوم ہے مرزا صاحب راقم ہیں کہ:۔

"ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں حکومت اور کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا"۔(ص ۲۰۰ط۱، ۹۲ط ۲ ازالہ)﴿خ ص ۱۹۷ ج ۳﴾۔

برادران! احادیث میں جس مسیح کی آمد بشان حکومت لکھی ہے وہ کوئی ایسا ویسا مسیح نہیں بلکہ وہی مسیح ابن مریم رسول اللہ علیہ السلام جیسا کہ مرزا صاحب نے بآیت قرآن اسی کی آمد با سیاست ملکی براہین احمدیہ میں تسلیم کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آنے والا مسیح ابن مریم ہے۔

اعتراض

جیسے عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے تو کیا کام کریں گے؟

الجواب

جناب من! وہی کام کرینگے جو مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے:۔

"ھو الذی ارسل رسولهٗ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے، وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا" (ص ۴۹۰، ۴۹۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳) ﴿خ ص ۵۹۳ ج ۱﴾۔

سترھویں دلیل

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام ص ۶۲۴ ط ۱، ۲۵۵ ط ۲ ﴿خ ص ۴۳۶ ج ۳﴾۔ پر وفات مسیح کے ثبوت میں یہ آیت پیش کی ہے:۔

"ما اٰتکم الرسول فخذوهٗ و ما نھٰکم عنه فانتھوا۔ یعنی رسول جو کچھ تمہیں علم و معرفت عطا کرے وہ لے لو اور جس سے منع کرے چھوڑ دو۔ لہذا اب ہم اس طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (ممات یا حیات مسیح) کے بارے میں کیا فرمایا ہے"۔

ثبوت حیات مسیح علیہ السلام از احادیث نبویہ

پہلی حدیث۔ عن جابر ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال عرض علی الانبیاء فاذا موسیٰ ضرب من الرجال کانهٗ من رجال شنوءۃ ورایت عیسیٰ ابن مریم فاذا اقرب من رأیت بهٖ شبھا (عروۃ بن

مسعود)(رواہ مسلم منقول از مشکوۃ باب بدء الخلق الفصل الاول)حضرت جابر آنحضرت سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ معراج کی رات انبیاء محمد ﷺ سے ملے۔ موسیٰ تو دبلے پتلے تھے گویا قبیلہ شنوءہ کے مردوں سے ملتے ہیں۔اور عیسیٰ مشابہ تھے ساتھ عروہ بن مسعود کے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم رسول اللہ جسے اللہ تعالی نے آسمان پر اٹھالیا ہوا ہے حضرت عروہ بن مسعودؓ سے مشابہ ہیں اسے ملحوظ رکھ کر دوسری حدیث ملاحظہ ہو:-

دوسری حدیث

اسی مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نکلے گا دجال پس رہے گا دجال پس رہیگا(زمین پر) چالیس (راوی حدیث کہتا ہے) نہیں جانتا ہوں میں کہ چالیس کے لفظ سے سال مراد ہیں یا مہینے یا دن۔ فرمایا آنحضرت نے فیبعث اللہ عیسی ابن مریم انہٗ عروۃ بن مسعود فیطلبہ فیہلکہٗ۔ پس بھیجے گا اللہ تعالی عیسیٰ ابن مریم کو گویا وہ عروہ بن مسعود ہے پس وہ ڈھونڈیں گے دجال کو پس ہلاک کریں گے اس کو (مشکوۃ باب لاتقوم الساعۃ)۔

پہلی حدیث میں جس مسیح ابن مریم کو آسمان پر دیکھا دوسری میں اسی کا نزول بتایا پس ثابت ہوا کہ وہی حضرت مسیح ابن مریم رسول اللہ تشریف لائیں گے نہ کہ کوئی دیہاتی مولود۔

تیسری حدیث

ہم ثبوت حیات مسیح از قرآن میں بآیت ثابت کر آئے ہیں کہ آنحضرت سے پہلے تمام انبیاء کے لئے ازواج و اولاد مقدر تھی حالانکہ حضرت مسیح کی نہ بیوی تھی نہ اولاد۔ جیسا کہ مرزا صاحب کے بھی اس پر دستخط ہیں پس لازمی ہے کہ مسیح دوبارہ آئیں اور آکر شادی کریں۔اسی امر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے:-

"حضرت ابوایوبؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا انبیاء کی چار سنتیں مشترکہ ہیں (۱) حیا (۲) ختنہ کرنا (۳) خوشبو لگانی اور مسواک کرنی (۴) والنکاح۔ (ترمذی۔ مشکوٰۃ باب السواک)

چنانچہ حضرت مسیحؑ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے اس سنت ضروریہ کا یوں اثبات فرمایا کہ:-

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له ويمكث خمساً واربعين سنةً ثم يموت فيدفن معي في قبري۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ فصل ثالث)

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا آئندہ زمانہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے اور نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور پینتالیس سال دنیا میں رہیں گے اور پھر فوت ہوں گے پس میرے پاس میرے مقبرے میں دفن ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر آنحضرت ﷺ سے ملحق ہوگی اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ وہ میری قبر میں دفن ہوں گے۔ اس کی مثال مرزا صاحب کی تحریر میں بھی ہے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہیں۔ ان کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

"ان کو یہ مرتبہ ملا کہ آنحضرت ﷺ سے ایسے ملحق ہو کر دفن کئے گئے کہ گویا ایک ہی قبر ہے"۔ (ص ۴۷ نزول المسیح) ﴿خ ص ۵۲ ۴ ج ۱۸﴾

جو مطلب و مراد اس تحریر کی ہے وہی آنحضرت ﷺ کی ہے فقرہ یدفن معي في قبري کے اصلی معنی یہ ہیں کہ وہ میرے ساتھ ایک ہی روضہ میں دفن ہوگا۔ جو حضرات عربی ادب سے ذوق رکھتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ "فی" سے مراد کبھی قرب بھی ہوتا ہے جیسے بورك من في النار (سورۃ نمل) یعنی موسیٰ علیہ السلام پر برکت نازل کی گئی جو آگ کے قریب تھے نہ کہ اندر۔

مرزا صاحب بھی اس معنی کی تائید کرتے ہیں اور لکھتے ہیں "اس حدیث کے

معنی ظاہر پر ہی عمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت کے روضے کے پاس مدفون ہو (ص ۱۹۶ ازالہ اوہام طبع دوم) (خ ص ۳۵۲ / ج ۳)

ایسا ہی مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین فصل ثانی میں حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا۔ تورات میں آنحضرت ﷺ کی صفت میں یہ مرقوم ہے کہ عیسٰی ابن مریم یدفن معہٗ قال ابومودود قد بقی فی البیت موضع قبر۔ عیسی آنحضرت ﷺ کے ساتھ مدفون ہو گا ابو مودود، راوی حدیث جو صلحاء و فضلائے مدینہ شریف میں سے تھے فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں ابھی ایک قبر کی جگہ باقی ہے، یونہی تفسیر ابن کثیر میں ص ۲۴۵ ج ۳ زیر آیت ان من اھل الکتب بروایت طبرانی ابن عساکر تاریخ بخاری حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ حضرت مسیح آنحضرت ﷺ کے حجرہ میں دفن ہوں گے اور ان کی قبر چوتھی ہو گی۔ فیکون قبرہ رابعا۔

ان احادیث صحیحہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ابھی زندہ ہیں جو زمین پر اتریں گے چالیس سال گزار کر پھر وفات پائیں گے اور حجرہ نبویہ میں مدفون ہوں گے۔ یہ روایت بالکل صحیح ہے چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اسے مانا ہے بلکہ نکاح محمدی بیگم کے لئے اور لڑکے بشیر کے حق میں اسے دلیل قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو حاشیہ ص ۵۳ ضمیمہ انجام آتھم و ص ۱۵ کشتی نوح وغیرہ) (خ ص ۳۳۷ / ج ۱۱ / ۱۶ / ج ۱۹)

اس حدیث پر مصنف مرزائی پاکٹ نے بہت ہی پیچ و تاب کھایا ہے۔ مگر چونکہ اس کا سارا زور صرف اسی بات پر صرف ہوا کہ قبر سے مراد روحانی قبر ہے، اس لئے ہم اگر جواب نہ بھی دیں تو ہمارے موجودہ استدلال کو مضر نہیں۔ ہمارا استدال یہ ہے کہ مسیح ابھی زندہ ہے جو زمین پر اترے گا۔

اب سنئے قبر کی تاویل کا جواب۔ قبر سے مراد اس جگہ آنحضرت ﷺ کا مقبرہ ہے روحانی قبر نہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ کا وہاں دفن ہونیکی اجازت مانگنا اور حضور کا یہ کہہ کر انکار کرنا کہ سوائے چار قبروں کے پانچویں کی گنجائش ہی نہیں۔ صاف اس امر پر دلیل ہے کہ قبر سے مراد مقبرہ اور حقیقی مقبرہ ہے۔ روحانی مقبرہ نہیں۔ خود مرزا صاحب

بھی مانتے ہیں کہ قبر سے مراد مقبرہ ہے اور لطف یہ کہ ان معنوں کو تاویلی نہیں بلکہ ظاہری معنی لکھتے ہیں:۔

"اس (حدیث) کے معنی ظاہر پر ہی حمل کریں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی آجائے جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو"۔ (ص ۱۹۶،

ازالہ اوہام طبع دوم) ﴿خ ص ۲۱۳/ ج ۳﴾

اس پر بھی مصنف پاکٹ بک کی رگ الحاد پھڑکنے سے نہ رُکے تو اسے اپنی پاکٹ بک کا ص ۴۸۲ ملاحظہ کرنا چاہیے جہاں "حدیث" لکھی ہے کہ مسیح حجرہ نبویہ میں دفن ہوگا۔

اعتراض

اگر حضرت عیسیٰؑ کا آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہونا صحیح ہے تو حضرت عائشہؓ کو تین چاند کیوں دکھائے گئے؟ پھر تو چار چاند دکھائے جانے چاہیے تھے۔

الجواب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خواب میں تین چاند اس لئے دکھائے کہ ان کی زندگی میں صرف تین چاند ہی ان کے حجرے میں دفن ہونے والے تھے اور وہ صرف تینوں ہی کو دیکھنے والی تھیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور اپنے والد ماجد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ باقی رہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ سو وہ حضرت عائشہؓ کی زندگی میں دفن ہونے والے نہ تھے اس لئے وہ حضرت عائشہؓ کو نہ دکھائے گئے۔ مزید برآں حدیث نبوی اگر کسی امتی کے خواب کے خلاف یا قول کے خلاف ہونے سے غلط ہو جائے تو آج حدیث کا سارا دفتر مردود ہو جائے گا اور اسلام دنیا سے رخصت۔

چوتھی حدیث

ہم ثبوت حیات مسیح از قرآن کے ضمن میں ساتویں دلیل کے اندر مسند احمد و ابن

ماجہ کی حدیث درج کر آئے ہیں کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ سے جناب مسیح نے آخری زمانہ میں نازل ہونا اور دجال کو قتل کرنا ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں وہی زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے۔

پانچویں حدیث

مشکوٰۃ باب قصہ ابن صیاد میں مذکور ہے حضور علیہ السلام بمعہ صحابہ ابن صیاد کو دیکھنے گئے۔ ابن صیاد کے بارے میں صحابہ کو شبہ تھا کہ یہ ہی دجال نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی ائذن لی یا رسول اللہ فاقتلہ فقال رسول اللہ ﷺ ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہٗ عیسی بن مریم۔ اجازت دو مجھ کو یا رسول اللہ کہ میں ابھی اسے قتل کر دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ ابن صیاد دجال ہے تو پھر تو اسے قتل نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اس کا قتل عیسیٰ بن مریم کے ہاتھوں ہو گا۔ مرزا جی بھی یہی لکھتے ہیں:۔

"آنحضرت نے عمر کو قتل کرنے سے منع (کیا اور فرمایا) اگر یہی دجال ہے تو اس کا صاحب عیسیٰ بن مریم ہے جو اسے قتل کریگا۔ ہم اسے قتل نہیں کر سکتے"

(ازالہ اوہام ص ۲۲۵ ط ۱، ۱۹۴ ط ۲) ﴿خ ص ۲۱۳، ج ۳﴾

ثابت ہوا کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر موجود ہیں جو زمین پر اتر کر دجال کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیث معراج میں اس کی مزید تائید ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قتل دجال سے مراد جیسا مرزائی کہتے ہیں دلائل سے قتل مطلوب نہیں بلکہ ظاہری و جسمانی قتل ہے چنانچہ جناب عمرؓ کا آمادہ قتل ہونا اور حضور کا بھی اس خیال کی تردید نہ کرنا بلکہ دجال کا قتل مسیح کے ہاتھوں مقدر فرمانا۔ اس پر صاف و صریح دلیل ہے۔

چھٹی حدیث

مسلم شریف کی ایک طویل حدیث مشکوٰۃ باب علامات بین یدے الساعۃ فصل

اول میں ہے کہ دجال اپنا فتنہ و فساد برپا کررہا ہوگا کہ اذبعث اللہ المسیح ابن مریم فینزل عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق بین مھروذتین واضعاً کفیہ علی اجنحۃ ملکین الحدیث فیطلبہٗ حتی یدرکہ بباب لدٍ فیقتلہٗ پس نازل کریگا اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو منارہ سفید دمشق کے شرقی طرف۔

"پھر فرمایا جس وقت وہ اترے گا اسکی زرد پوشاک ہوگی۔ دونوں ہتھیلی اس کی دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہوں گی۔ پھر حضرت مسیح ابن مریم دجال کی تلاش میں نکلیں گے اور لدّ کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کر ڈالیں گے" (ازالہ اوہام مصنفہ مرزا ص ۲۲۰ ط ۱، ۱۹۱ ط ۲) ﴿خ ص ۲۰۹، ج ۳﴾۔

حدیث معراج سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم قاتل دجال ہیں لہذا اس جگہ نزول مسیح سے سوائے نزول از آسمان کے اور کوئی معنی لینا خلاف منشاء نبی ﷺ ہے۔ مرزا صاحب بھی یہی مانتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:-

"صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا" (ص ۸۱ ط ۱، ۳۴ ط ۲ ازالہ اوہام) ﴿خ ص ۱۴۲، ج ۳﴾ الغرض اس حدیث سے حیات مسیح کا ثبوت ہے۔

ساتویں حدیث

عن ابی ھریرۃ انہٗ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف انتم اذنزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم (بیہقی کتاب الاسماء ص ۳۰۱) ابو ہریرہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا۔ اس وقت جب کہ تم میں عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہونگے اور تمہارا ایک امام بھی اس وقت موجود ہوگا۔

اعتراض مرزائی

امام بیہقی نے اس حدیث کو روایت کرکے بخاری شریف کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ

بخاری میں من السماء کا لفظ نہیں۔

الجواب

حدیث کی کتاب بیہقی مخرج نہیں ہے بلکہ مسند ہے یعنی ایسی کتاب نہیں ہے کہ دوسروں سے نقل کر کے ذخیرہ اکٹھا کرے جیسا کہ کنزالعمال وغیرہ ہے، بلکہ امام بیہقی اپنی سند سے راویوں کے ذریعہ روایت کرتے ہیں۔ اور بخاری کا حوالہ صرف اس لحاظ سے دیا گیا ہے کہ بخاری میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ اگرچہ لفظ من السماء نہیں۔ مگر مراد نزول سے من السماء ہی ہے۔ چنانچہ امام بیہقی خود لکھتے ہیں:-

"انما اراد نزولہٗ من السماء بعد الرفع۔ (مرزائی پاکٹ بک ص ۳۴۸)

یعنی سوائے اس کے نہیں کہ اس کو روایت کرنے والے کا ارادہ نزول من السماء ہی ہے۔ کیونکہ وہ آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔

پس معاملہ صاف ہے کہ بخاری میں من السماء نہ ہونا اس حدیث کے جو صحیح سے امام بیہقی نے روایت کی ہے خلاف نہیں۔ دیکھو مرزا صاحب نے بھی توازالہ اوہام ص ۸۱ طا، ۳۴ ط ۲ (ح ص ۱۴۲ رج ۳) کی عبارت جو ہم حدیث نمبر ۶ میں نقل کر آئے ہیں مسلم شریف کی طرف من السماء کا لفظ منسوب کیا ہے۔ حالانکہ مسلم میں نہیں ہے تو سوائے اس کے کیا کہا جائے گا کہ امام مسلم کا ارادہ آسمان سے نزول کا ہی ہے کیونکہ قرآن مجید کی آیات متعددہ اور احادیث نبویہ سے ان کا رفع آسمانی عیاں ہے۔ فافہم:

اعتراض دوم

امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو امام بیہقی کی کتاب سے نقل کیا ہے مگر اس میں لفظ من السماء نہیں لکھا۔ پس معلوم ہوا کہ بیہقی میں موجود ہی نہیں یا امام بیہقی کی ذاتی تشریح ہے۔

الجواب

یہ اعتراض احمقانہ ہے بھلے مانسو! جب کہ حدیث کی کتاب میں جو اصل ہے

یہ لفظ موجود ہے اور تم اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو تو اگر کسی ناقل نے غلطی سے اسے نقل نہ کیا ہو تو اس سے اصل کتاب کیسے مشکوک ہو جائے گی۔

تمہارے "حضرت نبی اللہ" مرزا صاحب نے اپنی کتب میں قرآن مجید کی سو کے قریب آیات غلط الفاظ میں نقل کی ہیں کہیں لفظ کم کر دیا۔ کہیں زیادہ کیا۔ اس سے کوئی تمہارے جیسا احمق یہ نتیجہ نکال لے کہ قرآن مشکوک ہے صحیح آیات وہی ہیں جو مرزا صاحب نے لکھی ہے۔ تو وہ صحیح الدماغ انسان کہلانے کا حق دار ہے؟ بطور مثال ایک آیت درج کرتا ہوں۔ قرآن کی آیت ہے:-

ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن۔ الآیة (سوره النحل ع١٦ پ١٤)

اس آیت کو مرزا جی نے نور الحق حصہ اول ص۴۶۔ تبلیغ رسالت جلد ۳ ص ۱۹۴، ۱۹۵ و جلد ۷ ص ۳۹ کتاب فریاد و رد البلاغ ص ۸، ص ۱۰ و ص ۷ و ص ۲۳ پر بایں الفاظ نقل کیا ہے:-(۱)

"جادلهم بالحكمة والموعظة الحسنة"

مرزائیو! اب خواہ تم اس منہ کالک کو کاتب کے سر ہی تھوپو۔ مگر آیت تو بہر حال غلط ہے۔ حالانکہ قرآن میں اس طرح نہیں، نتیجہ ظاہر ہے کہ کسی ناقل کی غلطی اصل کتاب پر کوئی اثر نہیں کر سکتی۔

محدثین کا طرزِ عمل

جن لوگوں کو فن حدیث میں ادنیٰ ملکہ بھی ہے ان سے پوشیدہ نہیں کہ محدثین کی حالتیں اور غرضیں بیان حدیث کے وقت مختلف ہوتی ہیں۔ حالتوں کی بابت امام مسلم مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں کانت لهم تارات یرسلون فیها الحدیث ارسالا ولا یذكرون من سمعوه منه وتارات ینشطون فیها۔ (مسلم شریف) مطبوعہ مصر ص ۲۰) یعنی رواۃ حدیث کبھی حالت غیر نشاط میں

---

[۱] روحانی خزائن میں مرزائیوں نے اپنے نبی کی تصحیح کر ڈالی ہے جب کہ مرزا کا دعویٰ و الله ملمس قلمی من سهو و لا لغو کا ہے ش خ ص

میں ہوتے ہیں تو حدیث سے کچھ چھوڑ دیتے ہیں کبھی نشاط میں ہوتے ہیں تو سب کچھ بیان کر دیتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں:- مذهبهم في قبول ماينفرد به المحدث من الحديث ان يكون قدشارك الثقات من اهل الحفظ في بعض ماروا وأمعن في ذالك على الموافقة لهم فاذا وجد كذالك ثم زاد بعد ذالك شيئاً ليس عند اصحابه قبلت زيادته (ص ٤) لان المعنى الزائد في الحديث المحتاج اليه يقوم مقام حديث تام (ص ۳)

یعنی کوئی محدث حدیث کے کسی لفظ (مثلاً من السماء) کے بیان کرنے میں منفرد ہے تو اس کی قبولیت کے بارے میں محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اگر اس محدث کی مشارکت ثقہ حافظین کی بعض روایت (متن) میں ثابت ہو اور وہ دیگر رواۃ حدیث کی موافقت میں کوشش بھی کرتا ہو۔ پھر اگر اس کے بیان کردہ متن میں لفظ زیادہ مذکور ہو (جیسے بیہقی میں من السماء کی زیادتی) تو اس کی یہ زیادتی مقبول ہوگی اس لئے کہ حدیث میں کوئی زائد معنی جس کی ضرورت بھی ہے وہ پوری حدیث کے قائم مقام ہوتا ہے۔

اس اصل کو یاد رکھو اور امثلہ ذیل ملاحظہ کرو:- رفع نظر الى السماء في الصلوة (۱) صحیح بخاری میں حدیث ممانعت رفع نظر في السماء کی مطلق ہے (مصری ص ۹۲ جلد اول) صحیح مسلم میں "عند الدعاء" زیادہ ہے (مصری ص ۱۷ا جلد اول) یعنی نماز میں دعا کرنے کے وقت آسمان کی طرف نظر نہ اٹھاؤ۔

(۲) بخاری میں ہے لخلوف فم الصائم اطيب عند الله من ريح المسك (مصری ص ۲۱۳ ج ۱) صحیح مسلم میں یوم القیامة زیادہ ہے (مصری ص ۷ ۲۴ ج ۱) یعنی روزہ دار کے منہ کی بو قیامت کے روز اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ ہوگی (شاید بقول مرزائی حضرت امام مسلم نے یا کسی کاتب نے یا ہندوستانی مولوی نے عند الدعاء و اليوم القيامة بڑھلیا ہوگا)۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے ثم وضع يده اليمنى على اليسرى (مصری ۱۵۸ ج ۱) صحیح ابن خزیمہ میں على صدره زیادہ ہے (بلوغ المرام) راوی ایک سند ایک...... لیکن آج تک کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں ہوا کہ یہ "آنحضرت پر افتراء ہے"۔

امام سیوطی کا تساہل

سیوطی کا تساہل اور قلت فہم مشہور ہے تفسیر جلالین میں بحوالہ صحیح مسلم حدیث ابدء وا بما بدء الله بصیغہ امر نقل کر کے سعی کی فرضیت ثابت کرتے ہیں (مصری ص ۱۴) حالانکہ صحیح مسلم میں اس طرح (بصیغہ امر) نہیں ہے۔ اسی طرح آیت کلالہ کے بارے میں سیوطی صاحب تحریر فرماتے ہیں نزلت فی جابر وقد مات عن اخوات (جلالین مصری ص ۸۸ یہ ان کی بھول ہے حضرت جابرؓ عہد نبوی میں آیت کلالہ کے نزول کے وقت نہیں فوت ہوئے تھے۔ بلکہ مدینہ طیبہ کے تمام صحابیوں کے بعد حجاج کے زمانہ میں فوت ہوئے اصابہ)۔ اسی طرح سیوطی سے بہت سی غلطیاں ہر فن میں واقع ہوئی ہیں تفصیل کے لئے حافظ سخاوی کی کتاب الضوء الامع دیکھنی چاہیے اسی طرح ان سے حدیث بیہقی کے نقل کرنے میں تساہل ہو گیا ہو گا اور من السماء کا لفظ ان کو یاد نہ رہا ہو گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی نظر بخاری و مسلم کے متن پر ہو اور بیہقی کا نام انہوں نے بوجہ توافق لاکثر المتن کے لکھ دیا ہو جس طرح کہ خود امام بیہقی نے حدیث مذکور نقل کر کے رواہ البخاری واخرجہ مسلم کہہ دیا ہے، لانہ ربما یعزو الروایۃ لبعض المحدثین اذا اخرجھا باکثر کلماتہ ولا یشترط استیعاب الفاظ الروایۃ یعنی امام بیہقی نسبت کر دیتے ہیں حدیث کو بعض محدثوں کی طرف، جبکہ اس محدث نے اس حدیث کو اس کے اکثر کلمات سے نقل کیا ہو، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس حدیث کے پورے الفاظ اس محدث نے نقل کئے ہیں، فاذا قال المحدث رواہ البخاری کان مرادہ ان اصل الحدیث اخرجہ البخاری (التصریح ص ۱٦) پس جب کوئی محدث کہتا ہے کہ اس حدیث کو بخاری نے نقل کیا ہے تو اسکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس حدیث کی اصل جامع بخاری میں ہے (نہ پورے الفاظ)۔

ایک نکتہ

سلف میں ایک بڑا فتنہ "فرقہ جہمیہ" کے نام سے اسی طرح سے پیدا ہوا جس

طرح آج کل فتنہ مرزائیہ ہے "فرقہ جہمیہ" اسماء وصفات باری میں طرح طرح کی تاویلیں بلکہ تحریفیں کرتا تھا اس لئے علمائے اسلام نے عموماً اور محدثین کرام نے خصوصاً اس فرقہ کی تردید میں بڑی بڑی کتابیں تصنیف کیں کتاب الاسماء والصفات للبیہقی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جہمیہ کے عقائد باطلہ میں سے ایک عقیدہ یہ بھی تھا کہ ان اللہ لیس فی السماء (کتاب العلو مطبوعہ مصر ص ۳۴۷) امام بیہقی نے اپنی کتاب مذکور میں اسکی تردید میں کئی باب منعقد کئے ہیں اور اللہ فی السماء کو بہت سی حدیثوں سے ثابت کیا ہے ص ۲۹۹ میں باب ء امنتم من فی السماء کا منعقد فرماتے ہیں اور مختلف احادیث نبویہ سے مسئلہ مذکورہ ثابت کرتے ہیں اسکے ص ۳۰۱ میں باب رافعک الیّ رفعہُ اللہ الیہ) تعرج الملئکۃ الیہ یصعد الکلم الطیب کالائے ہیں اور مختلف حدیثوں سے فرشتوں، کلموں اور عملوں کا آسمان پر خدا کی طرف جانا ثابت کرتے ہیں مثلاً عروج الملئکۃ الی السماء (۳۰۲) اسی باب میں پہلی حدیث حضرت عیسٰی کی بابت بھی لائے ہیں کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم (۳۰۱) پس انصاف کرنا چاہئے کہ جب مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ اس باب میں خصوصیت سے الی السماء فی السماء من السماء، ثابت کیا جائے تو یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ اصل بیہقی میں من السماء، کا لفظ نہیں ہے حالانکہ امام موصوف اسی چیز کے ثابت کرنے کے درپے ہیں::

آٹھویں حدیث

عن ابن عباس فی حدیث طویل قال رسول اللہ ﷺ فعند ذلک ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء علی جبل افیق اماماً ھادیاً وحکماً عادلاً (کنز العمال جلد ۷ ص ۲۶۸ و منتخب کنز جلد ۶ ص ۵۶)

نوٹ

اس حدیث کو مرزا صاحب نے بھی (حمامۃ البشریٰ ص ۸۷،۲۷ ﴿خ ص ۳۱۲ رج ۷﴾ پر نقل کیا ہے مگر لفظ سماء نہیں لکھا اور خیانت کی ہے اور نبی خائن نہیں ہوتا۔

"حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس وقت یہ یہ باتیں ہونگی مسیح ابن مریم آسمان سے جبل افیق پر نازل ہوگا۔ مطلب ظاہر ہے کہ مسیح زندہ ہے۔

نوٹ

اس حدیث کی رو سے وہ دوبارہ آنے کے وقت آسمان سے اتریں گے تو معلوم ہوا کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ لیجئے اس پر مرزا صاحب کے دستخط بھی کروادوں۔ آپ براہین میں فرماتے ہیں:-

"حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے"۔(براہین احمدیہ جلد ۴ ص ۳۶۱ ط ۱، ۷۷ ۳ ط ۲)﴿خ ص ۴۳۱ ر ج ۱﴾

دیگر یہ مرزا صاحب ازالہ اوہام ص ۸۱ میں فرماتے ہیں "صحیح مسلم میں ہے کہ مسیح جب آسمان سے اتریگا تو اس کا لباس زرد چادریں ہوں گی"

اسی طرح رسالہ تشحیذ الاذہان میں مرزا صاحب کا قول ہے:-"دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اتریگا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہونگی۔ سو اس طرح مجھے دو بیماریاں ہیں"

زرد لباس سے مراد اصل لباس ہو یا مرزا صاحب والی بیماریاں ہوں مقصد سے باہر ہے۔ استدلال الفاظ "آسمان پر سے اتریگا" سے یہ ہے کہ مرزا صاحب حضرت عیسٰی کے آسمان سے اترنے کو مانتے رہے اور یہ آپ کے اس وقت کے مسلمات ہیں جب آپ نے مثیل مسیح کا دعویٰ بھی کر دیا تھا۔

نویں حدیث

بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ تم کیسے ہوگے جب مسیح تم میں نازل ہوگا اس حال میں کہ تم سے ایک امام موجود ہوگا۔

اس حدیث سے بھی حضرت عیسیٰ کا آنا ثابت ہے اگرچہ لفظ سماء نہیں مگر بقرینہ نصوص قرآن وحدیث جن میں مسیح کا رفع سماوی ونزول من السماء وارد ہے۔ مطلب اس کا یہی ہے۔

اعتراض مرزائی

اس حدیث میں امامکم منکم سے مراد وہ عیسیٰ ہے جو مسلمانوں میں سے ایک ہوگا۔

الجواب

قرآن وحدیث بلکہ کل دنیا بھر کے اہل اسلام کی کتابوں میں حضرت عیسیٰ ابن مریم جس کا نزول مذکور ہے سوائے مسیح رسول اللہ کے اور کوئی شخص نہیں یہ افترا ہے۔ اور ازسر تاپا یہودیانہ تحریف ہے جو بیسیوں آیات وصدہا احادیث کے خلاف ہے۔ حدیث میں مسیح کے نزول کے وقت ایک دوسرے امام کا ذکر ہے جو باتفاق جملہ مفسرین ومحدثین ومجددین غیر از مسیح ہے۔ جو یقیناً امام مہدی ہیں جن کے متعلق آنحضرت کی صحیح حدیث ہے کہ:۔

"رجل من اهل بيتي يواطي اسمهٗ اسمي واسم ابيه اسم ابي۔ (ابوداؤد وترمذی۔ مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ)" "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشگوئی میں فرماتے ہیں۔ مہدی خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا میرے نام جیسا اسکا نام ہوگا، میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام" (ازالہ اوہام ص ۱۴۸،۱۶۳ ط ۲) ﴿خ ص ۱۴۲ ج ۳﴾۔

اس کے علاوہ خود مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ امامکم منکم میں مسلمانوں کے امام الصلوٰۃ غیر از مسیح کا ذکر ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے مرزا جی سے سوال کیا کہ آپ خود امام بن کر نماز کیوں نہیں پڑھایا کرتے۔ کہا۔

"حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھیگا" (فتاویٰ احمدیہ ص ۸۲ جلد ۱)

"الغرض یہ غلط ہے کہ مسیح اماامکم منکم کا مشار" الیہ ہے اس کی مزید تشریح جو مرزائیوں کے تمام شبہات کو زائل کرتی ہے وہ حدیث ذیل ہے:-

دسویں حدیث

مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا فینزل عیسیٰ ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لاان بعضکم علی بعض امراء تکرمة الله ھذہ الامة۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام) پس نازل ہوں گے عیسیٰ ابن مریم۔ مسلمانوں کا امیر انہیں کہیگا۔ آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ فرمائیں گے نہیں۔ یہ شرف امت محمدی کو ہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے امیر و امام ہوں۔

اللہ اکبر! حضرت مسیح ابن مریم بھی محمدی امت کا شرف تسلیم کرتے ہیں وہ بھی اس قدر بلند کہ ایک نبی اللہ بھی ان کا حقیقی رنگ میں بالاستقلال امام و امیر نہیں ہو سکتا اس حدیث مقدسہ نے مرزائیوں کی جملہ تاویلات واہیہ اور خیالات باطلہ کا بخوبی قلع قمع کر دیا ہے اور روز روشن کی مانند واضح کر دیا ہے کہ مسیح آنے والا وہی اسرائیلی بھی ہے۔ نہ کہ اس امت کا کوئی شخص۔

گیارھویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات واحد کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تحقیق اتریں گے تم میں ابن مریم حاکم و عادل ہو کر پس صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرائیں گے اور جزیہ اٹھاوینگے ان کے زمانہ میں مال اس قدر ہو گا کہ کوئی قبول نہ کریگا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ عبادت الٰہی دنیا ومافیہا سے بہتر ہو گا۔ (یہ حدیث بیان کر کے حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں) اگر تم چاہتے ہو کہ (اس حدیث کی تائید قرآن سے ہو) تو پڑھو آیت وان من اھل الکتٰب الالیومنن بہ قبل موتہٖ الآیہ۔ یعنی خدا فرماتا ہے آخری زمانہ میں کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہ ہو گا جو

مسیح پر (جسے وہ بزعم خود مصلوب سمجھتے ہیں) اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا (رواہ بخاری و مسلم منقول از مشکوٰۃ شریف باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)۔

یہ حدیث بھی حیات مسیح و نزول من السماء پر قطعی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ قسم کھا کر مسیح ابن مریم کا نزول بیان فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام مسیح ابن مریم سے کوئی اور شخص مراد نہیں بلکہ وہی عیسیٰ ابن مریم صاحب انجیل رسولاً الی بنی اسرائیل سمجھتے ہیں جس کا ذکر ان من اھل الکتاب والی آیت میں ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ جماعت صحابہ کو مخاطب کر کے علی الاعلان کہتے ہیں فاقرأوا ان شئتم وان من اھل الکتب۔ اگر تم چاہتے ہو تو پڑھو آیت جس میں مسیح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ کوئی صحابی اس سے انکار نہیں کرتا۔ اس حدیث میں کسی قسم کی تاویل کرنا مرزا صاحب کے رو سے قطعاً ناجائز ہے۔

آنحضرت قسم کھا کر بیان کرتے ہیں اور مرزا صاحب راقم ہیں کہ:-

"نبی کا کسی بات کو قسم کھا کر بیان کرنا اس بات پر گواہ ہے کہ اس میں کوئی تاویل نہ کی جاوے نہ استثناء۔ بلکہ اس کو ظاہر پر محمول کیا جاوے۔ ورنہ قسم سے فائدے ہی کیا" (ص ۱۴ حاشیہ حمامۃ البشریٰ طبع دوم) ﴿خ ص ۱۹۳ ج ۷﴾

اعتراض

ان ینزل فیکم میں آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو مخاطب کیا ہے کہ ابن مریم تم میں نازل ہوگا۔

الجواب

خطاب صحابہ کے ساتھ مختص نہیں ہے بلکہ عامہ امت محمدیہ تا قیامت مخاطب ہے۔ ابن خزیمہ و حاکم نے روایت نقل کی ہے عن انس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدرک رجال من امتی ابن مریم (کنز العمال ص ۲۰۲ ج) یعنی میری امت کے لوگ عیسیٰ کا زمانہ پائینگے نہ صحابہ لوگ۔ اور دیگر احادیث صحیحہ کثیرہ میں

حضرت عیسیٰ کا قرب قیامت تشریف لانا مصرح ہے۔ ملاحظہ ہوں:۔

قال لاتقوم الساعۃحتی ینزل عیسیٰ بن مریم (مسند احمد ص ۴۹۳ ج ۲ وابن ماجہ ص ۳۸)لن تقوم الساعۃ حتی ترون قبلھا عشرآیات ونزول عیسی ابن مریم (مسلم ص ۳۱۳ ج ۲)ظاھرین الی یوم القیامۃ فینزل عیسی ابن مریم (مسلم ص ۸۷ ج ۱)کیف تھلك امۃ انا اولھا والمھدی وسطھا والمسیح آخرھا (مشکوٰۃ ص ۵۷۵)ان تمام حدیثوں میں حضرت عیسیٰؑ کا نزول قرب قیامت مذکور ہے۔ اور پچھلی روایت میں امت محمدیہ کے آخر زمانہ میں حضرت مسیح کا ہونا مصرح ہے نہ عہد صحابہ میں نہ چودہ سو سال کے بعد۔

بارھویں حدیث

بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا اولی الناس بعیسی ابن مریم فی الاولی والاخرۃ الانبیاء اخوۃٌ من علات امھتھم شتیٰ ودینھم واحد ولیس بیننا نبیّ (مشکوٰۃ باب بداء الخلق) میں بہ نسبت لوگوں کے مسیح سے بہت نزدیک ہوں دنیا و آخرت میں۔ انبیاء سب سوتیلے بھائی ہیں۔ اور مائیں ان کی مختلف اور دین سب کا ایک ہے میرے اور مسیح کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔

مرزا صاحب بھی مقر ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ کے عہد میں:۔

(۱)"حضرت مسیح کے زمانہ کو چھ سو برس گزر گئے تھے اور اس عرصہ میں کوئی الہام یافتہ پیدا نہیں ہوا تھا" (رسالہ اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۱۱۰)

(۲)"کچھ شک نہیں کہ محدث نبی کا چھوٹا بھائی ہوتا ہے اور تمام انبیاء علاتی بھائی کہلاتے ہیں"۔ (ازالہ ص ۱۸۸ ط ۲) ﴿خ ص ۱۴۱ ، ر ج ۳﴾

(۳)"(میرا) نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے"۔ (ازالہ ص ۴۲۲ ط ۱، ۴۷ ط ۲) ﴿خ ص ۳۲۰ ، ر ج ۳﴾

حدیث بالا میں حضرت مسیح ابن مریم رسولاً الی بنی اسرائیل کا ذکر ہے

کسی آئندہ پیدا ہونے والے مسیح نبی کا ذکر نہیں۔ مرزا صاحب اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ ناظرین اسے ملحوظ رکھیں۔

حضرت امام بخاریؒ حسب مناسبت باب جیسا کہ ان کی عادت شریفہ ہے۔ تھوڑا حصہ اس حدیث کا لائے ہیں۔ حدیث طویل ہے تفصیل ملاحظہ ہو میاں محمود خلیفہ قادیان نقل کرتے ہیں:۔

"عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال الانبياء اخوة لعلات امهاتهم شتی ودينهم واحد ولانی اولی الناس بعيسی ابن مريم لانه لم يكن بينی وبينه نبی وانه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه رجل مربوع الی الحمرة والبياض عليه ثوبان ممصران راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوالناس الی الاسلام فتهلك فی زمانها الملل كلها الاالاسلام الی الحديث۔ انبیاء علاتی بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں ان کی مائیں تو مختلف ہوتی ہیں اور دین ایک ہوتا ہے اور میں عیسیٰ ابن مریم سے سب سے زیادہ تعلق رکھنے والا ہوں کیونکہ اس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ نازل ہونے والا ہے پس جب اسے دیکھو تو اسے پہچان لو کہ وہ درمیانہ قامت سرخی سفیدی ملا ہوا رنگ زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے اس کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ گو سر پر پانی نہ ہی ڈالا ہو وہ صلیب کو توڑیگا اور خنزیر کو قتل کریگا اور جزیہ ترک کریگا اور لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دیگا (یقاتل الناس الی الاسلام کے لفظ کیوں چھوڑ دیئے؟ شاید اس لئے کہ ان الفاظ میں مسیح کی شان سیاست کا ذکر ہے اور مرزا صاحب خود یاجوج ماجوج کی رعایا اور فرمانبردار تھے۔ ناقل) اس کے زمانہ میں سب مذاہب ہلاک ہو جائینگے اور صرف اسلام رہ جائیگا اور شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائے بیلوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چرتے پھریں گے اور بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ ان کو نقصان نہ دینگے۔ عیسیٰ بن مریم چالیس سال (زمین پر) رہینگے پھر فوت ہو جائنگے اور مسلمان ان کے جنازہ کی

نماز پڑھائیں گے"۔ (حقیقۃ النبوت ص ۱۹۲)

یہ حدیث ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۳۸ پر موجود ہے۔ اس کے سب راوی ثقہ اور مقبول ہیں۔ نیز یہ حدیث مسند احمد میں موجود بھی ہے۔ ایسا ہی ابن جریر۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن حبان میں ہے۔ (اعجاز المسیح ص ۳۸ مصنفہ مرزا صاحب ﴿خ ص﴾ وازالہ اوہام ص ۵۹۴ ط ۱، ۲۴۵ ط ۲) ﴿خ ص ۴۲۰، ج ۳﴾ وغیرہ بھی اس حدیث کے بعض حصے نقل کر کے ان کی تصحیح و تصدیق بلکہ ان سے تمسک کیا ہے۔

اس حدیث سے صاف عیاں ہے کہ آنے والا مسیح موعود حضرت عیسیٰ ہی ہے، جس کے اور آنحضرت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا تھا۔ جو آنحضرت کا علاتی بھائی اور بموجب حدیث معراج قاتل دجال ہے فلہ الحمد۔

تیرھویں حدیث

عن الحسن قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود ان عیسیٰ لم یمت وانه راجع الیکم قبل یوم القیامة (در منثور ص ۳۶ ج ۲)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت نے یہود کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تحقیق عیسیٰ فوت نہیں ہوا۔ لاریب وہ تمہاری طرف اتریگا قیامت سے قبل۔

اعتراض

یہ حدیث مرسل ہے اس لئے قابل قبول نہیں۔

جواب

حضرت حسن بصری کی مرسل حدیث میں تو وہی شخص کلام کریگا جس کو ان کے اقوال کا پورا علم نہیں وہ خود فرماتے ہیں کل شئی سمعتنی اقول فیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو عن علی ابن ابی طالب غیرانی فی زمان لااستطیع ان اذکر علیا۔ آہ (تہذیب الکمال للمزی) میں جتنی احادیث میں قال رسول اللہ کہوں اور صحابی کا نام نہ لوں سمجھ لو کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب کی روایت

ہے۔ میں ایسے (سفاک دشمن آل رسول حجاج کے) زمانہ میں ہوں کہ حضرت علی کا نام نہیں لے سکتا۔ احمدیو! حدیث پر اعتراض کرنے سے پیشتر علم حدیث کسی استاد سے پڑھو۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:۔

مرزائی بعض وقت کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ حدیث بلا سند ہے۔

الجواب

آنحضرت ﷺ کے ارشاد ان عیسیٰ لم یمُتْ الخ کو باب مدینۃ العلم مولیٰ علی مرتضیٰ نے سنا۔ ان سے حسن بصری (سید التابعین و شیخ الصوفیہ) نے اخذ کیا، ان سے ربیع نے ان سے ابو جعفر نے ان سے ان کے بیٹے عبداللہ نے ان سے اسحٰق نے ان سے مثنیٰ نے ان سے ابن جریر طبری نے (ص ۱۸۳ ج ۲) تفسیر ابن جریر کتب متداولہ میں سے ہے اور اس میں حدیث کی سند بھی موجود ہے۔

محمد بن جریر بڑے پایہ کا محدث ہے کہ ابن خلکان وغیرہ نے ان کو ائمہ مجتہدین میں سے لکھا ہے۔ خود آپ کے مرزا صاحب نے چشمۂ معرفت میں لکھا ہے کہ "جریر نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے" (حاشیہ ص ۲۵۰) ﴿خ ص ۲۶۱، ج ۲۳﴾

اعتراض

اگر یہ معتبر حدیث ہے تو اس کو صحاح ستہ میں ہونا چاہیئے تھا۔

(۱) الجواب

مرزا صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم سے حاشیہ ص ۵۳ ﴿خ ص ۳۳۷، ج ۱۱﴾ میں جو حدیث یتزوج ویولدلہ لکھی ہے وہ صحاح ستہ میں کہاں ہے؟

(۲) حقیقۃ الوحی ص ۱۹۴، حاشیہ چشمۂ معرفت ص ۳۱۴ ﴿خ ص ۲۰۲، ج ۲۲/۳۲۹، ج ۲۳﴾ میں جو روایت کسوف و خسوف رمضان تحریر کی ہے وہ صحاح ستہ میں کس جگہ ہے؟

(۳) ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۱، حاشیہ کتاب البریہ ص ۲۲۶ ﴿خ ص ۳۲۵، ج ۱۱/۲۶۱، ج ۱۳﴾ میں جو اثر خروج مہدی از کدعہ درج کیا ہے وہ صحاح ستہ کی کس کتاب میں ہے؟

(۴) کتاب مسیح ہندوستان میں ص ۵۳، ۵۴، ﴿خ ص ۵۶/ج ۱۵﴾ میں جو تین حدیثیں حضرت عیسیٰ کی سیاحت سے متعلق تحریر ہیں ان کا پتہ صحاح ستہ سے بتاؤ۔

چودھویں حدیث

تفسیر ابن جریر جو "رئیس المفسرین و معتبر آئمہ حدیث میں سے ہے" (ازالہ اوہام وچشمہ معرفت) ﴿خ ص ج ۳/ج ۲۳﴾ و تفسیر در منثور جلد ۲ ص ۳ پر ہے کہ جب نجران کے عیسائی آنحضرت کے پاس آئے اور ان سے توحید و تثلیث پر گفتگو ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"الستم تعلمون ان ربنا حیٌّ لایموتُ وانَّ عیسٰی یاتی علیه الفنا۔ (ابن جریر جلد ۳ ص ۱۶) اوانسان کے پرستارو! کیا تم جانتے نہیں کہ خدا حی لایموت ہے مگر عیسٰی علیہ السلام پر تو موت آئیگی"

برادران غور فرمایئے! اگر حضرت مسیح وفات پاچکے ہوتے تو آنحضرت ﷺ صاف فرماتے کہ ان عیسٰی قد مات مگر آپ ﷺ نے یاتی صیغہ مضارع زمانہ آئندہ کا استعمال فرمایا کہ اس کو موت آئیگی۔ پس ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔ و الحمدلله علی ذالك۔

پندرھویں حدیث

یحدث ابوهریرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لیهلن ابن مریم بفج الروحاء حاجاً اومعتمراً اولیثنینهما۔

حضرت ابوہریرہؓ حضرت نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یقیناً احرام باندھیں گے ابن مریم فج الروحاء سے، حج کا یا عمرہ کا، یا قران کریں گے (یعنی عمرہ ادا کر کے اسی احرام سے حج کریں گے) صحیح مسلم ص ۴۰۸...... اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:-

(۱) مسیح موعود دنیا میں آکر اپنے متعلق ایسی فضا قائم کریں گے کہ تمام دنیا میں ان کے لئے

امن ہو گا۔ اور کوئی چیز ان کے حج میں مانع نہیں ہو گی (یعنی وہ بلا خوف حج کرے گا)
(۲) وہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں ہو گا جو حج بیت اللہ سے مانع ہو۔
(۳) کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے حج نہیں کریگا بلکہ وہ بنفس نفیس خود حج کریگا۔

نتیجہ

جو شخص مندرجہ بالا اوصاف سے متصف نہیں ہے وہ یقیناً مسیح موعود نہیں۔

مرزائی امت تاویلوں کی بہت عادی ہے۔ جہاں کوئی جواب نہ بنے وہاں تاویلوں کا سہارا ڈھونڈتی ہے کہ اس کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ اس میں ایک استعارہ ہے۔ مگر مرزا صاحب نے ایک قاعدہ کلیہ بنا دیا ہے جس کے آگے ان کی کوئی پیش نہیں جاتی۔ یہ حدیث قسم سے شروع ہوتی ہے اور قسم والی حدیث کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ "اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اسمیں کوئی تاویل ہے اور نہ استثنا ہے۔ ورنہ قسم میں کونسا فائدہ ہے"

اس حدیث نبوی میں الفاظ والذی نفسی بیدہ آئے ہیں لہذا اس میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء ہے۔

نیز مرزا صاحب اپنی کتاب "ایام الصلح اردو" کے ص ۱۶۹﴿خ ص ۴۱۶، ج ۱۴﴾ پر لکھتے ہیں:-

"ہمارا حج تو اس وقت ہو گا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کریگا کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہو گا"

اس عبارت سے کم از کم اتنا ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب نے تاویلوں کا سہارا ڈھونڈتے ڈھونڈے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود حج ضرور کریگا۔

مرزائی اعتراض نمبر ۱

آپ کو فارغ البالی اور مرفہ الحالی حاصل نہ تھی۔

الجواب

"اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپیہ سے بھی زیادہ ہے" (نزول المسیح ص ۳۲)﴿خ ص ۴۱۰، ج ۱۸﴾

”مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ بھی ماہوار آئیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے، اس نے میری دستگیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے“ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱) ﴿خ ص ۲۲۱، ج ۲۲﴾

مرزائی اعتراض نمبر ۲

مرزا صاحب کے لئے مکہ میں امن نہ تھا۔

الجواب

حدیث سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود دنیا میں آکر اپنے متعلق ایسی فضا قائم کریں گے کہ حجاز اور تمام دنیا میں ان کے لئے امن ہوگا اور وہ بلا خوف و خطر حج کریں گے۔ اگر مرزا صاحب کیلئے امن نہ تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے وہ مسیح موعود نہ تھے۔ نیز مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا:۔

”والله يعصمك من الناس “(تذکرۃ الشہادتین ص ۴)

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے سب محافظ اٹھا دیئے۔ اور کہدیا کہ اب اللہ نے میری حفاظت کا ذمہ لے لیا ہے۔

نوٹ

یہ آیت مدنی ہے اور آخری زمانہ میں نازل ہوئی ہے) اسی طرح جب مرزا صاحب کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ اٹھایا تو مرزا صاحب نے حج کیوں نہ کیا؟

مرزائی اعتراض نمبر۔ ۳

مرزا صاحب بیمار رہتے تھے لہذا آپ پر حج فرض نہ تھا۔

الجواب

یہی دلیل مرزا کے کاذب مسیح ہونے کا ثبوت ہے۔ حدیث مذکورہ سے عیاں ہے کہ مسیح موعود کو کوئی ایسی جسمانی بیماری نہ ہوگی جو حج بیت اللہ سے مانع ہو۔ ثابت ہوا کہ آپ مسیح موعود نہیں۔ ورنہ آپ ایسی امراض میں مبتلا نہ ہوتے (دردِ سر۔ دوران سر۔ ذیابیطس وغیرہ)

اعتراض

الفاظ حاجا او متعمرا اَو لیثنینھما۔ میں "یا۔ یا" کے تکرار سے اس کی محفوظیت ظاہر ہے۔

الجواب

ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیجئے۔ کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ ﴿خ ص ۲۵۸ ج ۲۱﴾ میں ہے۔

"اور تیس برس کی مدت گزر گئی کہ خدا نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی سال ہوگی اور یا یہ کہ پانچ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم"۔ (عربی میں "او" بمعنی "واؤ" آتا ہے)

اعتراض

یہ آنحضرت ﷺ کا کشف ہے جس طرح آپ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ کو لبیک کہتے ہوئے دیکھا ہے۔ ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی آپ نے احرام باندھے ہوئے دیکھا۔

الجواب

صحیح مسلم میں ایک روایت آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وادی ازرق میں حضرت موسیٰؑ کو اور وادی ہرشے میں حضرت یونسؑ کو لبیک کہتے ہوئے دیکھا

ہے مگر یہ آپ نے کشفی حالت میں دیکھا جیسا کہ الفاظ قال کانی انظر الی موسیٰ (گویا میں دیکھتا ہوں حضرت موسیٰؑ کی طرف) الفاظ قال کانی انظر یونس۔(الی فرمایا گو میں دیکھتا ہوں حضرت یونسؑ کی طرف) اس پر دال ہیں۔ مگر یہاں کسی جگہ یہ الفاظ نہیں ہیں قال کانی انظر الی عیسیٰ پس حضرت موسیٰؑ کلیم اللہ اور حضرت یونسؑ نبی اللہ کا واقعہ پیش کرنا صحیح جواب نہیں بلکہ یہاں تو لیھلن مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے (مرزائی پاکٹ بک ص ۵۰۲) اس واسطے اس کو ماضی کا واقع بیان کرنا حماقت ہے۔ نیز مرزا صاحب کا کلیہ قاعدہ (جو حدیث قسم سے شروع ہو۔ اس کی خبر ظاہری معنوں پر محمول ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی تاویل یا استثنا نہیں ہوا کرتا (حمامۃ البشریٰ مترجم ص ۳۴۳ط ۲) ﴿خ ص ۱۹۲ ج ۷﴾ بھی اس کی تصدیق نہیں کرتا۔

اعتراض

ایک حدیث میں دجال کا بھی بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا جانا مذکور ہے۔ کیا وہ حاجی ہو گا؟

الجواب

یہ خواب کا واقعہ ہے تو اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حج کا قیاس کرنا جب کلان کے لئے زمانہ آئندہ کی خبر صراحت سے دی گئی ہے قیاس مع الفارق ہے۔

اعتراض

فج الروحاء میقات نہیں۔ مسیح اس جگہ سے احرام کس طرح باندھے گا اس لئے یہ ایک کشف ہے۔

الجواب

میقات جتنے ہیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان سے باہر کے لوگ ہیں اور جو اندر ہوں وہ جہاں ہوں، وہیں سے احرام باندھ لیں مثلاً اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ

میقات ہے تو کیا جو ذوالحلیفہ سے اندر مکہ کی جانب رہتے ہیں وہ بھی ذوالحلیفہ جاکر احرام باندھ آئیں؟ نہیں بلکہ وہ جہاں ہوں وہیں احرام باندھ لیں۔ حدیث شریف کے الفاظ کا مقتضا یہ ہے کہ ایام حج میں حضرت مسیح موعود دورہ کرتے ہوئے فج الروحاء کے قریب ہوں گے۔ اس لئے وہیں سے احرام باندھ لیں گے۔ یہی شرعی حکم ہے (تعلیمات مرزا)

(ا) حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں:-

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاهل المدینة ذالحلیفة ولاهل الشام الجحفة ولاهل نجدقرن المنازل ولاهل الیمن یلملم فهن لهن ولمن اتی علیهن من غیراهلهن لمن کان یرید الحج والعمرة فمن کان دونهن فمهلهٗ من اهله وکذاك وکذاك حتی اهل مکة یهلون منها۔ (مشکوٰة ج ۲ ص ۲۲۳ کتاب المناسك)

ترجمہ:- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ معین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ احرام کی مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ اور شام والوں کیلئے جحفہ اور نجد والوں کیلئے قرن منازل۔ یمن والوں کیلئے یلملم۔ پس یہ میقات ان شہروں کے ہیں جو مذکور ہوئے۔ اور وہ گذریں ان جگہوں سے۔ اور جو شخص کہ ارادہ کرے حج اور عمرے کا، رہنے والا اندر ان مواضع کے وہ اپنے گھر سے احرام باندھے۔ یہاں تک کہ اہل مکہ، مکہ ہی سے احرام باندھیں۔ انتہی۔ افسوس مرزا صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے اور فریضہ حج ادا نہ کیا۔ جو بوجہ دعویٰ مسیحیت ہونا ضروری تھا۔ اور اسلام کے ایک ادنیٰ خادم اور عالم رحمانی قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم نے پیشگوئی کی تھی:-

"میں نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیشگوئی کو سب یاد رکھیں"۔

(تائید اسلام ص ۱۲۴)

آہ۔ آج ہم قاضی صاحب مرحوم کی پیشگوئی کو حرف بحرف درست پاتے

ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب بعد پیشگوئی کے بہت عرصہ تک زندہ رہے اور حج نصیب نہ ہوا۔

تردید دلائل وفات مسیحؑ

مرزائی عذر

(۱) مصنف مرزائی پاکٹ بک نے دزدیکہ بکف چراداشتہ کی مثال پوری کرتے ہوئے (۱) آیت فلما توفیتنی (۲) آیت متوفیك ورافعك الی سے وفات کا ثبوت دینا چاہا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں حیات مسیحؑ پر دلیل ہیں کما بینتہٗ مرارًا۔ ناظرین کرام! ثبوت حیات مسیحؑ کے باب میں دلیل نمبر۱ و ۸ میں ان آیات کی صحیح تفسیر و تشریح ملاحظہ ہو۔

پھر آیت وما محمدٌ الا رسول قد خلت من قبله الرسل الآیة سے تمسک کیا ہے کہ پہلے سب نبی فوت ہو گئے۔

الجواب

ناظرین غور فرمائیں کہ کہاں بیسیوں آیات واحادیث نبویہ جن میں بالتصریح عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کا رفع سماوی وحیات ونزول من السماء مذکور و مرقوم و موجود ہے۔ اور کہاں یہ آیت جس میں نہ مسیحؑ کا ذکر نہ مقصود خدا کا تمام انبیاء کی وفات ظاہر کرنا۔

خلت یا خلا کے معنی ہیں جگہ خالی کرنا خواہ زندہ گزر کر یا موت سے واذا خلوا الی شیاطینهم الآیة (پ ۱ ع ۲) یعنی کافر جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے۔ جب اپنے شیطانوں کی طرف جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمانوں سے مخول کرتے ہیں اسی طرح سورۃ آل عمران رکوع ۱۲ میں فرمایا۔ مرزا صاحب یہ معنی کرتے ہیں "قد خلت من قبله الرسل اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے" (جنگ مقدس تقریر اول ص ۸) (خ ص ۸۹ ج ۶) پھر الرسل کا ترجمہ

سب رسول کرنا بھی اس جگہ مراد خداوندی کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ ولقد أتینا موسی الکتاب وقفینا من بعدہ بالرسل (البقر۰اع کا ترجمہ خو مرزا صاحب نے "کئی رسول" کیا ہے (شہادت القرآن ص ۴۵)﴿خ ص ۳۴۰ر ج ۶﴾ آیت قد خلت من قبلہ الرسل الآیۃ کا ترجمہ مولوی نوردین صاحب خلیفہ اول قادیان نے "پہلے اس سے بہت رسول ہو چکے ہیں" کیا ہے (فصل الخطاب جلد اص ۳۲) ایسا ہی سورہ، حم سجدہ میں اذجائتھم الرسل، الآیۃ جب آئے ان کے پاس (جنس) رسولوں سے کئی ایک۔ احمدی دوستو! کیا سب رسول آگئے تھے؟ پھر تو مرزا بھی اس وقت آیا ہو گا؟ اور سنو! فرشتے بھی تو رسول ہیں۔ کیا یہ بھی آنحضرت سے پہلے فوت ہو گئے تھے؟ پھر یہود کے متعلق آیا ہے یقتلون النبیین الآیۃ (آل عمران ع ۲) قتل کرتے ہیں خدا کے نبیوں کو۔ کیا سب نبیوں کو انہوں قتل کر دیا تھا ایسا ہی کفار کہتے تھے ہم پر جلدی عذاب اتر آئے۔ فرمایا وقد خلت من قبلھم المثلت۔ (الرعد) شک کیوں کرتے ہو اس سے پہلے عذاب کی بہت سی مثالیں گزر چکی ہیں۔ احمدی دوستو! کیا خلت کے معنی موت ہیں؟ اور سنو! اسی سورت میں ایک مقام پر ارشاد ہے کذالك ارسلنك فی امۃ قد خلت من قبلھا امم۔ اے رسول ﷺ اسی طرح بھیجا ہم نے تم کو ایک امت میں۔ ہو چکی ہیں اس سے پیشتر امتیں (الرعدع ۴) کیا اس جگہ خلت کے معنی یہ ہیں کہ پہلی امتیں سب کی سب صفحۂ زمین سے مٹ چکی تھیں؟ ہر گز نہیں۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ موجود تھے۔ خود قرآن میں یا اھل الکتاب اھل انجیل اھل تورات کہکر ان کو یاد کیا گیا ہے الغرض خلت کے معنے موت لے کر وفات مسیح کو ثابت کرنا مقصود خداوندی و منشا محمدیؐ کے خلاف ہے ایسا ہی الرسول سے تمام رسول مراد لینا بھی تحکم ہے۔

ہاں۔ ہاں۔ اگر آنحضرت ﷺ سے پہلے سب کے سب فوت ہو چکے تھے مرزا صاحب نے نورالحق حصہ اول ص ۵۰﴿خ ص ۶۹ر ج ۸﴾ پر جناب موسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر زندہ ہونا اور اس پر ایمان لانا ضروری و لازمی کیسے لکھا:۔

"عیسیٰ صرف اور نبیوں کی طرح ایک نبی خدا کا ہے اور وہ اس نبی معصوم کی شریعت کا ایک خادم ہے جس پر تمام دودھ پلانے والی حرام کی گئی تھیں یہانتک کہ اپنی ماں کی چھاتیوں تک پہنچایا گیا اور اس کا خدا کوہ سینا میں اس سے ہم کلام ہوا اور اسکو پیارا بنایا۔ یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے ولم یمُتْ ولیس من المیتین وہ مردوں میں سے نہیں۔ مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ آسمان سے نازل ہونگے سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا ثابت کر دیا ہم قرآن میں بغیر وفات عیسیٰ کے کچھ ذکر نہیں پاتے"

احمدی دوستو! جہاں آنحضرت ﷺ کے پہلے انبیاء سے موسیٰؑ کو علیحدہ کر دیا گیا ہے وہاں مہربانی کر کے مسیح کی مسند بھی بچھی ہوئی سمجھ لیجئے۔

اعتراض

اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کی روحانی زندگی مراد ہے۔

الجواب

یہ کہنا کہ یہ روحانی زندگی ہے بالکل غلط ہے اور مرزا صاحب کی تقریر کے بالکل خلاف ہے روحانی زندگی تو بعد وفات سب انبیاء کو حاصل ہے اس میں حضرت موسیٰؑ کو کیا خصوصیت حاصل ہے۔ نیز اس کے بعد مرزا صاحب نے جو حضرت عیسیٰؑ کو مردہ کہا تو یہ تفریق بتلا رہی ہے کہ مرزا صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جسمانی زندگی سے زندہ سمجھتے تھے۔

بالآخر یہ کہ اگر خلت کے معنے موت اور الرسل میں جملہ انبیاء کو شامل بھی سمجھا جائے تو بھی مسیح اس سے خارج و مستثنیٰ سمجھے جاویں گے۔ کیونکہ ان کی حیات نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔

مرزائیو! حضرت مسیحؑ کی حیات جو قطعی طور پر قرآن سے ثابت ہے۔ عام

آیات سے استدلال کرنا نیکوں کی سنت نہیں شیوۂ کفار ہے۔ انہی حضرت مسیحؑ کے متعلق ایک مثال پیش کرتا ہوں بغور سنو! جب قرآن مجید میں آیت نازل ہوئی جس کے الفاظ مرزا صاحب نے یہ لکھے ہیں:۔

"انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم ۔یعنی تم اور تمہارے معبود و باطل جو انسان ہو کر خدا کہلاتے رہے جہنم میں ڈالے جائیں گے" (ریویو جلد ا ص ۲۴۵)

تو کفار نے بغلیں بجانا شروع کیں اور تمہاری طرح اس آیت سے عام استدلال کرتے ہوئے مسیح کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ خدا بنایا گیا ہے جہنمی قرار دیا اس کے جواب میں آیت نازل ہوئی ما ضربوه لك الاجدلا بل هم قومٌ خصمون ان هو الا عبدانعمنا عليه۔

اے نبی یہ بد بخت جدالی قوم بلکہ سخت جھگڑالو واقع ہوئے ہیں۔ حضرت مسیحؑ تو خدا کے محبوب بندے ہیں جن پر اس نے انعامات کی بارش کرر کھی ہے۔ بعینہٖ یہی مثال مرزائیوں کی ہے کہ وہ بھی مثل کفار کے حضرت مسیحؑ کی حیات ثابت از قرآن کو عام استدلال سے توڑنا چاہتے ہیں۔

برادران! اس قسم کی عام آیات جس قدر بھی مرزائی پیش کرتے ہیں ان سب کا بالاختصار یہی ایک جواب کافی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ یعنی اگر آیات کے وہی معنے ہوں جو مرزائی کرتے ہیں تو بھی وہ آیات حیات مسیح پر شائستہ اعتناء نہیں بلکہ ایسا استدلال کرنے والے بقول قرآن مجادلین و مخاصمین ہیں۔

ازاں جملہ ایسی مثالوں کے یہ ہیں (۱) جن انسانوں کو پوجا جاتا ہے وہ مردہ ہیں مسیح کو بھی پوجا گیا (۲) انسانوں کیلئے زمین ہی رہنے کو مقرر ہے (۳) ہر انسان بڑی عمر کا ہو کر ضعیف القویٰ ہو جاتا ہے جسم میں تغیر و تبدل ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

مرزائی عذر

قرآن میں ہے کہ مسیح اور اس کی والدہ کھانا کھایا کرتے تھے اس سے استدلال یہ ہے کہ مریمؑ بوجہ موت کھانے سے روکی گئی ہے۔ یہی حال مسیح کا بھی ہے۔

الجواب

حق تعالیٰ نے عیسائیوں پر جو۔ مسیح کو اور اس کی والدہ کو خدا مانتے ہیں حجت قائم کی ہے کہ وہ دونوں تو لوازم بشری مثل طعام وغیرہ کے محتاج تھے۔ پھر وہ کیسے خدا ہوئے۔ اس آیت میں حضرت مسیح کی حیات و ممات کا کوئی ذکر نہیں۔

احمدی بھائیو! اگر میں کہوں کہ مرزا صاحب اور ان کی بیوی اکٹھے کھانا کھایا کرتے تھے یا یہ کہ وہ ایک ہی مکان میں رہا کرتے تھے کیا یہ کہنا غلط ہوگا؟ ہر گز نہیں۔ پھر مرزا صاحب تو مر گئے مگر ان کی بیوی زندہ ہے۔ کیا تم انہیں بھی مردہ جانتے ہو؟ کیا اب وہ کھانا نہیں کھاتیں، یا اسی مکان میں نہیں رہتیں؟ فتدبر!

لے جناب! اگر ہم کہیں کہ جس خدا نے مسیح کو آسمانوں پر اٹھالیا ہے وہ انہیں کھانا بھی ضرور دیتا ہوگا تو تمہارے پلے کیا رہ جائیگا؟ آخر موسیٰؑ بھی تو بقول شما زندہ ہے پس جو اس کا حال ہے سو مسیح کا۔ طعام کا لفظ حدیث میں محض تسبیح و تقدیس الٰہی پر بھی بولا گیا ہے جیسا کہ جب ایک صحابی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ جب طعام وغیرہ پر دجال کا غلبہ ہوگا۔ اس وقت ہم کیا کھائیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یجزئهم مایجزئُ اهل السماء من التسبیح والتقدیس (رواہ احمد طیالسی مشکوٰۃ باب العلامات فصل ثانی) کفایت کرے گی مومنوں کو اس وقت وہ چیز جو کفایت کرتی ہے اہل سماء کو یعنی حمد و ثنا الٰہی تو فرمایئے آپ کس قدر روسیاہ ہو کر رہ جائیں گے۔

اعتراض

الم نجعل الارض کفاتا احیاءً وامواتاً۔ کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو اپنے ساتھ ملائے رکھنے والی زندوں اور مردوں کو ولکم فی الارض مستقرٌ ومتاعٌ الی حین۔ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھکانا ہے اور فائدہ اٹھانا ہے ایک مدت تک وقال فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون۔ (اعراف رکوع ۲) تمہیں زمین میں زندگی بسر کرنا ہے اور پھر اسی میں مرو گے

پھر اسی سے اٹھائے جاؤ گے۔

استدلال

یہ ایک عام قانون الٰہی ہر فرد بشر پر حاوی ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس کے صریح خلاف حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر موجود ہوں۔

الجواب

خاص دلائل سے حضرت عیسٰی کی حیات ثابت ہو چکی ہے اور علم اصول میں مقرر و مسلم ہے کہ خاص دلیل عام پر مقدم ہوتی ہے اور ان دونوں کے مقابلے میں دلیل خاص کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس کے نظائر قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں مثلاً عام انسانوں کی پیدائش کی نسبت فرمایا انا خلقنا الانسان من نطفةٍ امشاج (دہر پارہ ۲۹) یعنی انسانوں کو ملے ہوئے نطفے سے پیدا کیا اور اس کے برخلاف حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوّاؑ اور حضرت عیسٰیؑ کی نسبت خاص دلائل سے معلوم ہے کہ ان کی پیدائش بایں طور نہیں ہوئی پس ان کے متعلق دلیل خاص کا اعتبار کیا گیا ہے اور دلیل عام کو ان کی نسبت چھوڑ دیا گیا ہے۔

نمبر ۲۔ فرشتوں کی جائے قرار اصلی اور طبعی طور سے آسمان ہیں۔ مگر وہ عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے زمین پر بھی رہتے ہیں۔

اعتراض:۔

والذین یدعون من دون اللہ لایخلقون شیئاً وھم یخلقون ط اموات غیراحیاء ومایشعرون ایان یبعثون۔ (سورہ نحل ع ۲) یہ مشرک جن لوگوں کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا بلکہ وہ پیدا کئے گئے ہیں مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جاویں گے۔

چونکہ حضرت عیسٰیؑ بھی ان ہستیوں میں سے ہیں جن کو معبود مانا جاتا ہے لہٰذا وہ بھی وفات یافتہ ہیں۔

الجواب

(۱) الذین کا ترجمہ "جن لوگوں کو" صحیح نہیں کیونکہ الذین سے مراد اصنام (بت) بھی ہیں لہٰذا صحیح ترجمہ یوں ہے "اور جن کو پکارتے ہیں" اور چونکہ کفار میں زیادہ تر بت پرستی ہی پائی جاتی تھی (چنانچہ کعبہ کے ۳۶۰ بت جو فتح مکہ کے دن توڑے گئے اس پر شاہد ہیں) اس لئے۔

(۲) اموات کے بعد غیر احیاء کا ذکر کیا گیا تاکہ اصنام کی حقیقت اصلیہ ظاہر ہو جائے کہ وہ علی الاطلاق مردہ ہیں۔ ان کو حیات کی ہوا بھی نہیں لگی نہ پہلے کبھی نہ اب::

(۳) ومایشعرون ایان یبعثون کا مطلب تو یہ ہے کہ ان معبودوں کو اس کا بھی شعور (علم) نہیں کہ ان کے پوجنے والے کب اٹھائے جائیں گے (جلالین وفتح البیان) بلکہ ان سے بہتر تو ان کے عابد ہیں کہ انکو علم وشعور اور حیات تو حاصل ہے۔

(دوسری طرز سے)

الجواب

آیت کا یہ مطلب نہیں کہ معبودان مصنوعی مرچکے ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ ان سب کو موت آنیوالی ہے صرف لفظ اموات کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکال لینا کہ وہ سب کے سب مرچکے ہیں غلط ہے انك میت وانهم میتون (القرآن) اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو بھی میت ہے اور وہ بھی مطلب یہ ہوا کہ بالآخر موت آنیوالی ہے لہٰذا آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہوا کہ تمام وہ لوگ جو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں آخر کار مرنیوالے ہیں گو ان میں کئی مرچکے ہوں اور ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت مسیح بعد نزول فوت ہو جائینگے۔

نیز مشرکین جنوں اور فرشتوں کو بھی پوجتے تھے کیا وہ سب مرچکے ہیں؟ کیونکہ وہ بھی من دون اللہ میں شامل ہیں۔

مرزائی عذر

مسیح کو نماز و زکوٰۃ کا حکم زندگی بھر کیلئے دیا گیا تھا آسمان پر روپیہ اور مستحقین زکوٰۃ کہاں ہیں؛ واوصنی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیاً (مریم ع ۲)۔

الجواب

کسی نے سچ کہا ہے کہ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ کسی بھوکے سے پوچھا گیا دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔ وہ جھٹ بولا چار روٹیاں ٹھیک یہی مثال مرزائیوں کی ہے۔ کہاں صاف و صریح آیات قرآنیہ جن میں بالفاظ صریح حیات مسیح کا مذکور ہے اور کہاں مرزائیوں کی یہ یہودیانہ کھینچ تان۔

اے جناب! اگر یہ ضروری ہے کہ اس آیت کی رو سے مسیح تمام زندگی بھر زکوٰۃ وغیرہ دیتے رہیں اور ضرور ہی اس کام کیلئے ان کی جیب روپیوں سے بھری رہے تو جب یہ الفاظ مسیح نے کہے تھے یعنی پیدائش کے پہلے دن (ص ۲۸ پاکٹ بک مرزائی) اس وقت بھی تو وہ زندہ تھے۔ فرمایئے ان کی جیب میں کتنے سو پونڈ موجود تھے اور کون کون شخص زکوٰۃ ان سے وصول کیا کرتے تھے نیز یہ بھی فرمایئے کہ وہ ان دنوں کتنی نمازیں روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور گواہ کون ہے فما جوابکم فھو جوابنا۔

ناظرین شروع میں کسی کام کا حکم ہونا یہ معنی نہیں رکھتا کہ ہر وقت، دن رات سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے اس پر عمل کرتے رہیں۔ بلکہ ہر نکتہ مکانے دارد کے تحت ہر کام کا وقت اور اس کی حدود قائم ہیں۔ نماز بعد بلوغت فرض ہوتی ہے اور زکوٰۃ بعد مال۔ جب تک مسیح بچے تھے، نماز فرض نہ تھی۔ بالغ ہوئے حکم بجالائے جب مال تھا زکوٰۃ دیتے تھے۔ اب آسمان پر مال دنیاوی ہے ہی نہیں۔ زکوٰۃ کیونکر دیں۔ پھر اور سنو! حدیث میں آیا ہے کہ نبیوں کا دین واحد ہے بدیں لحاظ موسیٰؑ پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ بتلایئے آسمانوں پر جب وہ زندہ ہیں تو زکوٰۃ کسے دیتے ہیں اور روپیہ ان کے پاس کس قدر ہے۔

مرزائی عذر

کفار نے آنحضرت ﷺ سے نشان طلب کیا تھا اور اپنے ایمانی فیصلہ کو اس پر ٹھیرا لیا کہ آپ آسمان پر جائیں۔ وہاں سے کتاب لائیں جسکو ہم پڑھ کر آپ پر ایمان لائیں۔ اللہ نے جواب دیا کہ کہو میرا رب پاک ہے میں بندہ رسول ہوں۔ لیکن رسول کو آسمان پر لے جانے کی سنت الٰہی نہیں" (ص ۲۲۵ بنی اسرائیل ع ۱۱)

جواب ۱

موسیٰ کیسے آسمان پر چڑھ گئے؟ ماجوابکم فھو جوابنا۔

جواب ۲

اس استدلال میں جس قدر یہودیانہ تحریف اور دجالانہ غلط بیانی اور عیارانہ مغالطہ بازی کی گئی ہے وہ ایک مذہبی قوم سے ممکن و محال ہے الا اس صورت میں کہ قائل کو بظاہر مومن بباطن دہریہ سمجھا جائے۔

ناظرین کرام! وہ کفار جن کا قرآن میں اس جگہ مذکور ہے ہمارے مخاطب مرزائی کی طرح دہریہ طبع نہ تھے کہ انسان کا آسمان پر چڑھنا محال و ناممکن یا خلاف سنت الٰہیہ سمجھتے ہوں بلکہ انہیں بظاہر اس کا اقرار تھا اور ان کا قول اس پر گواہ ہے۔ کہ انسان آسمان پر لے جایا جا سکتا ہے اوترقی فی السماء یا تو چڑھ آسمان پر مگر سن رکھ کہ ولن نومن لرقیك ہم تیرے فقط آسمان پر چڑھ جانے پر ایمان کا مدار نہیں رکھتے حتیٰ تنزل علینا کتاب نقرأہ یہانتک کہ تو دہاں جا کر ہم پر کتاب نازل نہ کرے۔

برادران! یہ ہے وہ اصل مطالبہ کفار کا جو سراسر جہالت و نادانی پر مبنی ہے کیونکہ یہ کبھی درست نہیں ہو سکتا کہ خدا، پلید طبع انسانوں کو صاحب کتاب رسول بنادے۔ اسی کے جواب میں کہا گیا ہے قل سبحان ربی ھل کنتُ الا بشراً رسولاً۔ کہہ دے خدا کی عادلانہ و حکیمانہ شان اس سے اعلیٰ وارفع ہے کہ وہ تمہارے

جیسے ناپاک طبع انسانوں پر اپنی اعلیٰ کتاب نازل کر کے تمہیں مقتدا الانام بنا دے کیونکہ

اذا کان الغراب دلیل قوم
سیهدیهم طریق الهالکینا

جب کوا کسی قوم کا راہنما ہوگا۔ تو یقیناً سوائے ہلاکت کے کسی نیک راستہ پر نہ چلا سکے گا۔ باقی رہی میری شخصیت سو میں تو خود اس کا ایک بھیجا ہوا بندہ ہوں۔ میری کیا طاقت و مجال کہ اس کی مرضی کے خلاف از خود اپنی طاقت سے تمہارے مطالبات کو پورا کر دوں ایسے لغو و لچر و بے ہودہ مطالبات کے پورا ہونے کی استدعا بھی کروں۔

بھائیو! یہ ہے اصل مطالبہ کفار کا جس پر وہ ایمان کا مدار ٹھہراتے تھے جو سراسر بے وقوفی کا مرقع ہے۔ حاصل یہ کہ کفار آسمان پر چڑھ جانے کو مدار فیصلہ نہیں ٹھہراتے تھے۔ بلکہ اس کے ساتھ بیہودہ شرائط لگاتے تھے۔

(۱) "کفار کہتے تھے کہ ہم تب ایمان لائیں گے جب ہم ایسا نشان دیکھیں کہ زمین سے آسمان تک ایک نردبان (سیڑھی) رکھی جائے اور تو ہمارے دیکھتے دیکھتے اس نردبان کے ذریعے سے زمین سے آسمان پر چڑھ جائے اور فقط تیرا آسمان پر چڑھنا ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے جب تک آسمان سے ایک ایسی کتاب (ہم کو) نہ لا دے جس کو ہم پڑھ لیں" (حاشیہ رسالہ تصدیق النبی ص ۱۱ مضمون مرزا صاحب ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب)

(۲) "یہ بات نہیں ہے کہ ہر کس و ناکس خدا کا پیغمبر بن جائے اور ہر ایک پر وحی نازل ہو جایا کرے۔ اس کی طرف قرآن شریف نے آپ ہی فرمایا ہے اور وہ یہ ہے واذا جاء تهم اٰية قالوا لن نومن حتى نؤتى مثل ما اوتى رسل الله۔ الله اعلم حيث يجعل رسالتهٗ (پ ۷) یعنی جس وقت کوئی نشانی کفار کو دکھائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ جب تک خود ہم

پر ہی کتاب نازل نہ ہو تب تک ایمان لائینگے۔ خدا خوب جانتا ہے کہ کس جگہ اور کس محل پر رسالت کو رکھنا چاہیے" (براہین احمدیہ حاشیہ ص ۱۶۹) (خ ص ۱۸۱ ر ج ا)

الغرض مرزائی مصنف کی پیش کردہ آیت سے بشر رسول کا آسمان پر جانا ناممکن الحال ثابت نہیں ہوتا۔

جواب ۳۔ بفرض محال مان لیا جائے کہ کفار نے مدار فیصلہ آسمان پر چڑھنے کو ٹھیرایا تھا تو بھی آنحضرت کے جواب سے کہ میں بشر رسول ہوں۔ یہ کہاں ثابت ہوا کہ بشر رسول آسمان پر نہیں جاسکتا۔ یا انسان کا آسمان پر جانا خلاف سنت الٰہی ہے۔ لاریب کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ از خود آسمان پر جب چاہے چلا جائے۔ یا جب چاہے کوئی معجزہ دکھائے۔ ہاں جب خدا چاہے تو لے جاسکتا ہے چنانچہ اس نے حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اٹھالیا اور آنحضرت ﷺ کو بھی آسمانوں کی سیر کرائی۔

اعتراض:۔ قرآن میں ہے وماجعلنا لبشرٍ من قبلك الخلد افان مت فهم الخالدون۔ (انبیاء ع ۳) کسی بشر کیلئے "ہمیشہ کی زندگی نہیں۔ مسیح کو زندہ اور آنحضرت کو فوت شدہ ماننا قابل شرم ہتک نبوی ہے۔

جواب:۔ ۱۔ موسیٰؑ کو زندہ ماننا کیوں ہتک نہیں؟

۲۔ مسیح کے لئے بھی ہمیشہ کی زندگی نہیں۔ قرآن صاف شاہد ہے وان من اھل الکتاب الالیؤمنن بہٖ قبل موتہٖ اسی طرح حدیث میں ہے مسیح نازل ہوگا ثم یموت فیدفن معی فی قبری غرض مسیحؑ کو بھی موت آئے گی۔ باقی رہا اعتراض دوم۔ سو جب کہ تم خود موسیٰؑ کو آسمانوں پر زندہ مانتے ہو۔ فرشتوں کو زندہ مانتے ہو۔ تو پھر تمہیں خود ایسی ویسی لغو باتوں سے شرم چاہیے۔ سنو! لمبی زندگی باعث فضیلت نہیں:۔

"عیسائیوں کو کبھی خیال نہیں آیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی روحانی زندگی ثابت کریں اور صرف اس لمبی عمر پر خوش نہ ہوں جس میں اینٹ اور پتھر بھی

شریک ہیں"۔ (تریاق ص ۶۱ ط ۱۹۱۱ ط ۲)﴿خ ص ۹ ۳۱ ر ج ۱۵﴾

اعتراض:۔حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ احمد رسول میرے بعد آئیگا۔ بعد سے مراد وفات ہے۔

جواب:۔ہر جگہ بعد سے مراد وفات نہیں ہوتی۔ دیکھئے جب حضرت موسیٰؑ توریٰت لینے گئے تو ان کی قوم نے غیر حاضری میں بچھڑا پوجنا شروع کر دیا۔ خدا تعالی فرماتا ہے ثم اتخذتم العجل من بعدہٖ وانتم ظالمون (بقرہ ع۶ وع۱۱) جو معنی اس جگہ بعد کے ہیں وہی کلام مسیحؑ میں ہیں۔

تردید دلائل وفات مسیحؑ از احادیث

اعتراض:۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

الجواب:۔ کہاں آیات قرآنیہ و نصوصات احادیثہ جن میں بالتصریح مسیحؑ کی حیات آسمانی و نزول جسمانی کا تذکرہ ہے اور کہاں یہ غلط۔ مردود، ردّی اور بے سند قول میں اس کا جواب یہ ہے کہ مہربانی کر کے اس کی سند بیان کرد۔ ورنہ نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں ایسے ویسے غلط، محض اقوال پیش کرنے سے تمہاری دہریت اور بھی نمایاں ہو جائیگی۔ اس روایت کے جھوٹا ہونے پر الزامی دلیل یہ ہے کہ تم خود موسیٰؑ کو زندہ مانتے ہو۔ حالانکہ اس میں فوت شدہ کہا گیا ہے۔ جن علماء کی کتابوں سے یہ قول نقل کیا گیا ہے یعنی ابن کثیر، الیواقیت والجوہر کا مصنف، مصنف فتح البیان، ابن قیم وغیرہ۔ یہ سب کے سب بزرگ حیات و نزول مسیحؑ کے قائل ہیں۔ چنانچہ ہم آخر مضمون ہذا میں سب کے اقوال بحوالہ کتب درج کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ::

اب ہم صحیح روایت درج کرتے ہیں جو یہ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوکان موسیٰ حیاً لما وسعہ الا اتباعی۔ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) ایسا ہی مشکوٰۃ کے اسی باب فصل سوم میں بہ تغیر چند الفاظ یہی روایت بحوالہ دارمی لکھی ہے۔ اسی طرح مرزائی صاحب نے جس تفسیر ابن کثیر میں مرزائی صاحب کا حوالہ دیا ہے خود اسی تفسیر میں مرزائی صاحب کی

پیش کردہ روایت سے اوپر دو روایتیں لکھی ہیں جس میں صرف موسیٰ کا ذکر ہے۔

اعتراض:-لوکان عیسیٰ حیاً لما وسعہٗ الا اتباعی۔ (شرح فقہ اکبر مصری ص۹۹) اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔

الجواب:-شرح فقہ اکبر کوئی حدیث کی کتاب نہیں۔ صحیح روایت لوکان موسیٰ حیاً ہے جیسا کہ ہم صحیح روایت نقل کر آئے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ شرح فقہ اکبر مصری چھاپہ میں غلطی سے لفظ موسیٰ کی جگہ عیسیٰ لکھا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں لفظ موسیٰ ہے۔

آسان فیصلہ اور اندرونی شہادت

ہم نے جو لکھا ہے کہ شرح فقہ اکبر چھاپہ مصری میں غلطی ہوگئی۔ اس کی ایک دلیل اوپر مذکور ہوئی یعنی تمام ہندی نسخوں میں لفظ موسیٰ ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جو روایت مرزائی مصری نسخہ سے نقل کرتے ہیں وہ یہ ہے اشار الی ھذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقولہٖ لوکان عیسیٰ حیاً ماوسعہٗ الا اتباعی وبینت وجہ ذالک عند قولہٖ فاذا اخذاللہ۔ الخ فی شرح الشفا یعنی آنحضرت ﷺ نے جو حدیث لوکان (موسیٰ) عیسیٰ حیا فرمایا ہے اس کی پوری پوری تشریح ہم نے آیت واذا خذاللہ میثاق النبیین کے تحت اپنی کتاب شرح الشفا میں کر چھوڑی ہے۔

اب فیصلہ آسان ہے۔ آیئے شرح شفا میں دیکھیں کہ اس روایت کے کیا الفاظ ہیں۔ حضرت امام ملا علی قاریؒ کی کتاب شرح شفا۔ شرح فقہ اکبر مصری[1] سے پیشتر استنبول میں ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوئی۔ اس کی پہلی جلد فصل سات میں آیت واذ اخذاللہ الآیہ کے تحت لکھا ہے والیہ اشار صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ حین رای عمرانہ ینظر من صحیفة من التوراة لوکان موسی حیالما وسعہ الا اتباعی (جلد۱ ص۱۰۶) اس اندورنی شہادت سے قطعی فیصلہ ہو گیا کہ مصری

---

[1] شرح فقہ اکبر مصری کا سنہ طبع پہلا ایڈیشن ۱۳۱۴ھ اور دوسرا ۱۳۲۷ھ ہے۔ ۱۲ منہ

چھاپہ میں غلطی ہے نیز ملا علی قاری اپنی کتاب موضوعات کبیر (جو ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی تھی) میں حدیث (لوعاش ابراھیم لکان صدیقاً نبیاً)
پر بحث کرتے کرتے اس حدیث پر ختم کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی آخری عبارت ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:-

"یقویه حدیث لوکان موسیٰ علیه السلام حیالما وسعه الااتباعی" (٦٧)

یہاں بھی بجائے عیسٰی کے لفظ موسٰی تحریر کیا ہے۔ ملا صاحب ممدوح اپنی کتاب مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر میں ارقام فرماتے ہیں:-

"ولوکان موسیٰ حیا ای فی الدنیا الخ (ص۲۵۱ج۱) یعنی موسٰے اگر دنیا میں زندہ موجود ہوتے"۔

یہاں بھی لفظ موسٰی بصراحت موجود و مرقوم ہے۔

اسی طرح مسند احمد، بیہقی، دارمی اور مشکوٰۃ وغیرہ کتب حدیث میں لوکان موسیٰ حیا وارد ہے۔ اور ملا علی قاری نے انہی حوالوں سے اپنی تمام تصانیف میں لوکان موسیٰ حیا نقل کیا ہے۔ پھر یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ شرح فقہ اکبر میں وہ لوکان عیسیٰ نقل کریں گے؟

لہذا مثل آفتاب نیم روز واضح ہو گیا کہ مصری نسخہ میں عیسٰی غلط طبع ہو گیا ہے صحیح موسٰے ہے۔

مرزائیو! اس مبلغ علم اور "دیانتداری" کی بنا پر تم لوگ احادیث صحیحہ، اور آیات قرآن مجید میں یہودیانہ تصرف کر کے وفات مسیح ثابت کر لو گے؟ ہرگز نہیں! بلکہ ذلیل و رسوا ہو گے۔ اب آؤ ہم تمہیں اسی مصری فقہ اکبر سے امام ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی کا مذہب بابت نزول مسیح دکھائیں۔ ملاحظہ ہو فقہ اکبر مطبوعہ مصر ص ۹۲ طبع ۱۳۲۳ھ و ص ۱۶ طبع مصر ۱۳۲۷ھ انهٗ یذوبُ کالملح فی الماء عند نزول عیسیٰ من السماء دجال حضرت مسیح کے آسمان سے نازل ہونے پر یوں گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں۔

(۲)ان عیسیٰ نبی قبله وینزل بعده ویحکم بشریعة الخ(شرح شفا۔ استنبول ج ۲ ص ۵۱۹) عیسیٰؑ آنحضرتؐ سے پہلے کا نبی ہے اور بعد میں بھی نازل ہوگا شریعت محمدی پر عمل کریگا۔

(۳)فینزل عیسی ابن مریم من السماء الخ(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر ج ۵ ص ۱۶۰) پس نازل ہوگا عیسیٰ ابن مریم آسمان سے۔

(۴)ان عیسی یدفن بجنب نبینا ﷺ بینه و(بین الشیخین)(جمع الوسائل مصر ص ۵۶۳) تحقیق عیسیٰؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آپ ﷺ کے اور ابو بکرؓ و عمرؓ کے مابین دفن ہوں گے۔اس آخری قول سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ یدفن معی فی قبری کے معنی ساتھ دفن ہونا ہے۔

اعتراض:-حدیث میں آیا ہے کہ مسیح کی عمر ۱۲۰ برس ہوئی۔

جواب:-اول تو یہ روایت ہی ضعیف ہے جیسا کہ ہم اس پر مفصل لکھینگے بفرض محال صحیح بھی ہو تو اس میں مسیح کی وفات کا کوئی ذکر نہیں۔صرف یہ الفاظ ہیں ان عیسی ابن مریم عاش عشرین ومأئة سنة (ابن کثیر وغیرہ)عاش کے معنی ہیں زندگی بسر کی مسیح نے ۱۲۰ سال۔چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ حافظ ابن عساکرؒ سے نقل کرتے ہیں(الصحیح ان عیسی لم یبلغ هذا العمر وانما ارادمدة مقامه فی امة کما۔ الخ)(البدایہ ص ۹۵ ج ۲)

دوم۔حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں اختلاف ضرور ہے لیکن ٹھوس بات کسی کی نہیں۔جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں ۳۳ اور ۱۲۰ کے دونہوں قول ذکر کرکے بلا فیصلہ چھوڑ دیا ہے (فتح الباری ص ۳۸۲ ج ۲) بعض ۳۳ سال کہتے ہیں جسکو حافظ ابن کثیر اور زرقانی شارح مواہب نے ترجیح دی ہے (تفسیر ابن کثیر پارہ ۶ سورہ نساء و فتح البیان ص ۴۹۹ ج ۲) مگر اس قول کو حافظ ابن القیمؒ بے **اصل** قرار دیتے ہیں (زاد المعاد ص ۱۹ ج ۱) دوسرا قول ۱۲۰ سال کا ہے جسکو حافظ ابن کثیر شاذ، غریب البعید (حوالہ مذکورہ) قرار دیتے ہیں اسکی تائید میں طبرانی اور حاکم کے حوالہ سے بروایت حضرت عائشہؓ جو روایت

ذکر کی جاتی ہے وہ سخت ضعیف اور کمزور ہونیکے باعث دلیل بننے کے قابل نہیں۔ حافظ ابن کثیر نے بحوالہ مستدرک حاکم ذکر کے اس کو "حدیث غریب" (عجیب روایت) قرار دیا ہے۔ (البدایہ ص ۹۵ ج ۲ اور مجمع الزوائد ص ۲۳ ج ۹) بحوالہ طبرانی لاکر ضعیف کہہ دیا ہے۔

سوم:۔البدایہ والی سند میں محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان نامی ایک روای ہے جو مختلف فیہ سمجھا گیا ہے۔ تاہم حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں عندہ عجائب اس کے پاس عجیب عجیب روائتیں ہیں (میزان ص ۸۷ ج ۳ و تہذیب ص ۲۶۹ ج ۲) گویا ان کے نزدیک یہ راوی مشتبہ ٹھہرا۔

چہارم:۔حضرت مسیحؑ کی عمر کے بارے میں اختلاف کرنے والے دونوں فریق اصل مسئلہ پر متفق ہیں۔ یعنی اختلاف اس میں نہیں کہ آسمان کی طرف رفع ہوا یا نہیں رفع آسمانی پر سب متفق ہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے وقت عمر کیا تھی؟ اور یہی حاصل نواب صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ کی بحث کا ہے جس کو مرزائی پاکٹ بک کا مصنف (ص ۳۳۱) لئے بیٹھا ہے۔ چنانچہ حجج الکرامۃ ص ۴۲۸ میں بات رفع کی ہو رہی ہے۔ وفات کا تو یہاں کوئی قصہ ہی نہیں!

احمدی دوستو! اسی مردود انسان کی روایت کی بنا پر احادیث صحیحہ اور آیاتِ قرآنیہ کی تردید کرتے ہو۔

اعتراض:۔اسی طرح ایک اور روایت مسلم وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سو سال تک تمام جاندار مر جاویں گے۔ (کنز العمال راوی جابر و مسلم)

الجواب:۔ اگر یہی ترجمہ صحیح ہے جو کیا گیا ہے تو پھر ہر "جاندار" میں تو جناب موسیٰ۔ ملائکہ بھی شامل ہیں۔ کیا یہ سب کے سب سو سال کے اندر اندر فوت ہوگئے تھے! لو صاحب جس دلیل سے تم ملائکہ کو "ہر جاندار" کے لفظ سے باہر کرو گے۔ اسی سے ہم مسیح کو نکالیں گے۔ کیوں؟ کیسی کہی ہاں جس دلیل سے تم موسیٰؑ کو بچاؤ گے ہم اس سے مسیح کو۔

حضرات! اصل بات یہ ہے کہ مرزائی مذہب سراپا خیانت وفریب ہے۔ مرزا صاحب کی بھی یہی عادت تھی کہ آنحضرت ﷺ کی حدیث اپنے مطلب کو نقل کرتے۔ مگر جو فقرہ اپنی نفسانیت کے خلاف ہوتا اس کو چھوڑ دیتے چنانچہ حمامۃ البشریٰ نمبر ۸۸ ﴿خ ص ۳۱۲ ج ۷﴾ پر کنز العمال کی حدیث لکھتے ہیں جو ہم اسی مضمون میں بذیل ثبوت حیات مسیح لکھ آئے ہیں یعنی حدیث نمبر ۸۔ مگر اس میں لفظ من السماء چھوڑ گئے۔ یہی چالاکی مرزائی مصنف نے کی ہے مسلم کی حدیث جو جابر سے مروی ہے۔ اس میں ماعلی الارض کا لفظ موجود ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ آج جتنے لوگ زمین پر موجود ہیں۔ سو سال تک ان میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔

"ماعلی الأرض من نفس منفوسة یاتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ (مسلم) یعنی روایت ہے جابر سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے ××× روئے زمین پر کوئی نفس نہیں جو پیدا کیا گیا ہو اور موجود ہو۔ پھر آج سے سو برس سے گذرے اور وہ زندہ ہو ×× دوسری حدیث صحیح مسلم کی ہے کہ ××× زمین پر کوئی شخص بھی آج کے لوگوں میں سے زندہ، موجود ہو"۔ (ازالہ اوہام ص ۴۸۱ ط ۱، ۲۰۰ ط ۲) ﴿خ ص ۳۵۸ ج ۳﴾

مگر مرزا صاحب کی خیانت ہے کہ "زمین پر آج کے لوگوں" کے الفاظ اڑا کر "جاندار" ترجمہ کر کے مسیح کی وفات ثابت کرتا ہے۔

اعتراض:۔ آنحضرت ﷺ نے شب معراج باقی انبیاء میں عیسیٰؑ کو دیکھا۔ جب وہ فوت شدہ ہیں تو عیسیٰ بھی وفات یافتہ ہے نہیں تو انہیں بھی زندہ مانو۔

الجواب:۔ (الف) جناب اگر ایک زندہ انسان کا وفات یافتہ روحوں میں شامل ہونا ثبوت وفات ہے تو پھر مرزا صاحب زندگی میں ہی مر چکے تھے جو کہتے تھے کہ:۔

(۱) "اس (مسیح نے) کئی دفعہ مجھ سے ملاقات کی۔ ایک دفعہ میں نے اور اس نے عالم کشف میں جو گویا بیداری کا عالم تھا ایک جگہ بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا" (ریویو جلد ۱ ص ۳۴۸)

(۲) "ایک دفعہ میں نے بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسین وعلی وفاطمہ کے دیکھا یہ خواب نہ تھی بلکہ بیداری کی ایک قسم تھی" (فتاوی احمدیہ جلد اول ص ۸۷ و اخبار الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

؎ سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس میں اک سودا برہنہ پا بھی ہے

(ب) یہ استدلال درست نہیں کیونکہ اس سے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ اس وقت خود آنحضرت ﷺ بھی فوت شدہ ہوں۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کو اس دنیوی زندگی میں جسمانی معراج ہوئی۔ پس جس طرح دوسرے انبیاء کی ملاقات کے وقت آنحضرت ﷺ زندہ تھے اسی طرح، بھی زندہ تھے اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی زندہ تھے اور آسمانوں پر تھے اور آنحضرت ﷺ کو اپنے نزول قرب قیامت کی خبر دی تھی جیسا کہ ابن ماجہ میں مصرح ہے۔

اعتراض:۔ نبی کریم ﷺ نے پہلے مسیح اور آنے والے مسیح کا رنگ، حلیہ قد علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔

الجواب:۔ اس طرح سے اگر دو عیسیٰ ہو جاتے ہیں تو دو موسیٰ بھی ماننا ہوں گے۔ کیونکہ ایسا ہی اختلاف سراپا موسیٰ میں بھی اسی حدیث میں مذکور ہے ملاحظہ ہو بدء الخلق میں ہے موسی رجلاً اٰدم طِوَالاً جَعْداً کَاَنَہٗ من رجال شنُوءَ ةَ ورأیت عیسی رجُلاً مربوعًا مربوعَ الخلق الی الحمرة والبیاض سبط الرأس (بخاری مصری ص ۱۳۴ ج ۲) حضرت موسیٰؑ گندمی رنگ قد لمبا، گھونگھرالے بال والے تھے جیسے یمن کے قبیلہ شنوءہ کے لوگ، اور عیسیٰؑ درمیانہ قد سرخ وسفید رنگ، سیدھے بال والے۔ اور کتاب الانبیاء میں ہے:۔

رأیت موسی واذا رجل ضرب رجل کانه من رجال شنوء ة ورأیت عیسی فاذا هورجل ربۃ احمر (وفی الحدیث الذی بعدہ) عیسی جعد مربوع (بخاری مصری ص ۱۵۱ ج ۲) یعنی موسیٰؑ دبلے سیدھے بال والے تھے جیسے شنوءہ کے لوگ اور عیسیٰؑ میانہ قد سرخ رنگ کے گھونگھرالے بال

والے۔ پہلی حدیث میں موسیٰؑ گھونگھرالے بال والے تھے اور عیسیٰؑ سیدھے بال والے۔ اس حدیث میں موسیٰؑ سیدھے بال والے تھے اور عیسیٰؑ گھونگھرالے بال والے۔پس دو موسیٰ اور دو عیسیٰ ہوئے (اور سنیئے) واما عیسیٰ وفأحمرٌ جَ دٌ عریض الصدروامّا موسیٰ فآدمُ جسیم بسط کانہٗ من رجال الزّط۔(بخاری مصری ص ۱۵۸ ج ۲) یعنی عیسیٰؑ کا رنگ سرخ، بال گھونگھرالے اور سینہ چوڑا ہے۔ لیکن موسیٰؑ کا رنگ گندمی ہے۔ موٹے بدن کے سیدھے بال والے جیسے جاٹ لوگ ہوتے ہیں، پہلی حدیث کے موسیٰ دبلے پتلے شنوءہ والوں کی طرح تھے اور اس حدیث کے موسیٰ، موٹے بدن کے جاٹوں کی طرح ہیں۔ پہلی حدیث کے عیسیٰ کا رنگ سفید سرخی مائل ہے دوسری اور تیسری حدیث کے عیسیٰ کا رنگ بالکل سرخ۔ اس بناء پر جب دو عیسیٰ ہو سکتے ہیں ایک پہلا اور ایک ہونے والا تو موسےٰ بھی دو ہو سکتے ہیں۔ ایک پہلا اور ایک اور کوئی۔

حضرت عیسےٰؑ کے رنگ و حلیہ کے اختلافات کی حدیثیں

ورنہ حقیقت میں نہ موسیٰؑ کے حلیۓ میں اختلاف ہے۔ نہ عیسیٰؑ کے رنگ و حلیہ میں جس سے کہ دو ہستیاں سمجھی جا سکیں۔ حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے بیان میں لفظ جعد کے معنے گھونگھرالے بال کے نہیں۔ بلکہ گٹھیلے بدن کے ہیں۔ نہایہ ابن اثیر میں ہے

معناہُ شدید الاسر والخلق ناقۃ جعدۃ ای مجتمعۃُ الخلق شدیدۃ۔

یعنی جعد کے معنی جوڑ و بند کا سخت ہونا جعدہ اونٹنی مضبوط جوڑ بند والی۔ مجمع البحار میں ہے امّا موسیٰ فجعدارادجعدۃ الجسیم وھو اجتماعہٗ واکتنازہٗ لاضدسبُوطۃ الشعر لانہٗ روی انہٗ رجل الشعروکذا فی وصف عیسیٰ (ج ۱ ص ۱۹۶ کذا فی فتح الباری ص ۲۷۶ پ ۱۳ و نووی شرح مسلم ص ۹۴ ج ۱) یعنی حدیث میں موسیٰ و عیسیٰ کے لئے جو لفظ جعد آیا ہے اس کے معنے بدن کا گٹھیلا ہونا ہے نہ بالوں کا گھونگھر ہونا کیونکہ ان کے بالوں کا سیدھا ہونا ثابت ہے۔ اسی طرح لفظ ضربٌ اور جسیم میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ ضرب بمعنی نحیف البدن اور جسیم

بمعنی طویل البدن-قال القاضی عیاض المرادبا الجسم فی صفة موسیٰ الزیادہ فی الطول (فتح الباری انصاری ص۲۷۶ پ۳)یعنی صفت موسیٰ میں لفظ جسم کے معنے لمبائی میں زیادتی ہے۔ اسی طور سے حضرت عیسیٰؑ کے رنگ میں بھی اختلاف نہیں ہے۔ لفظ احمر کا صحابی راوی نے سخت انکار کیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں موجود ہے عن ابن عمرقال لاواللہ ما قال النبی ﷺ بعیسیٰ احمرَ۔

(بخاری ص۱۵۸ ج۲)حضرت عبداللہ بن عمرؓ قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ کی صفت میں احمر (یعنی سرخ رنگ کبھی نہیں فرمایا پس پہلا رنگ بر قرار رہا یعنی سفید رنگ سرخی مائل لہذا رنگ و حلیہ کا اختلاف حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ سے مدفوع ہے اور حقیقت میں جیسے موسیٰؑ ایک تھے عیسیٰؑ بھی ایک ہی ہیں۔

اعتراض:- آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام دنیا کی طرف نبی کر کے بھیجا گیا ہوں۔ اگر عیسیٰؑ آئیں گے تو تمام دنیا کی طرف نبی ہو کر نبی کریم ﷺ کے شریک ہو جائیں گے۔ پھر حدیث غلط ہو جائیگی۔

الجواب:-(۱) پھر جب مرزا صاحب نبی ہو گئے تو حدیث خود بخود غلط ہو گئی اب عیسیٰؑ کے آنے پر کیا غلط ہو گی؟

(۲)حدیث کا مضمون بالکل صحیح ہے۔ حضرت عیسیٰؑ تشریف لائیں گے تو نبی ہو کر نہیں آئیں گے۔ امتی ہو کر آئیں گے۔ نبوت ان کو آنحضرت ﷺ سے پہلے مل چکی تھی۔ اس وقت ان کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ پڑھو رسولاً الی بنی اسرائیل (آل عمران)اور آمد ثانی میں ان کی حیثیت آنحضرت ﷺ کے خلیفہ کی ہو گی۔ پڑھو حدیث طبرانی انه خلفتی فی امتی من بعدی (درمنثور ص۲۴۲ ج۲)اس کے ہم معنے روایت مسند احمد وابوداؤد وابن ابی شیبہ وابن حبان وابن جریر میں بھی موجود ہے۔ پس حضرت عیسیٰؑ تمام دنیا کی طرف بادشاہ اور خلیفہ ہو کر آئیں گے۔ نہ نبی ہو کر۔ لہذا آنحضرت ﷺ کے وصف

رسالت الی کافۃ الخلق میں شریک نہیں ہوں گے اور حدیث مسلم غلط نہیں ہو گی۔ بلکہ اپنی جگہ پر بحال رہے گی۔

اس کے بعد مصنف نے اقوال علماء سے وفات مسیحؑ کا ثبوت پیش کرنا چاہا ہے جس میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوا۔ اگرچہ ہمارے لئے ضروری نہیں کہ ہم لوگوں کے اقوال کی چھان بین کرتے پھریں۔ کیونکہ نہ ہم انہیں نبی اور رسول اور معصوم سمجھیں نہ خود مرزائی صاحبان۔ فرداً فرداً تو کسی کا قول کیا، مرزا صاحب تو اجماع امت کو بھی کورانہ لکھتے ہیں۔ تاہم میں چاہتا ہوں کہ لگے ہاتھوں یہ منزل بھی طے کردوں۔ اس سے دو فائدے متصور ہیں۔ ایک احمدی دوستوں کا جوش ٹھنڈا پڑ جائیگا۔ دوم بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے افترا کا دفعیہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

مرزائی ایک مغالطہ یہ بھی دیا کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔ آپ نے آیت متوفیک کے معنے ممیتک کئے ہیں۔

الجواب:۔ یہ سراسر افترا، دروغ بے فروغ اور فریب بیابانی ہے جملہ صحابہ کرام میں مبحث حیات مسیح کے ٹھوس، واضح، عیاں، اور قطعی فیصلہ کن پہلو یعنی لفظ آسمان کے ساتھ ان کا اٹھایا جانا، ابھی تک حیات ہونا۔ آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہونا کے متعلق حضرت ابن عباسؓ پھر حضرت ابوہریرہؓ پیش پیش ہیں۔ کما مربیانہ۔ بطور اختصار اس جگہ بھی دو یا تین روایات لکھی جاتی ہیں ملاحظہ ہو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

(۱) "فرفعه الی السماء اٹھالیا عیسیٰ کو خدا نے آسمان پر (نسائی ابن مردویہ)

(۲) "اجتمعت الیهود علی قتله فاخبرالله بانه یرفعه الی السماء۔ یہود جب مسیحؑ کو گرفتار کرنے کو اکٹھے ہو کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو آسمان پر اٹھائے جانے کی خبر دے کر اطمینان بخشا" (سراج منیر)

(۳) "وان من اهل الکتب الالیومنن به قبل موته قال قبل

موت عیسی (ابن جریر جلد ۶ ص ۱۲) آخر زمانہ میں اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے پہلے ان پر ایمان لائینگے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ جیسا کہ ہم سابقاً لکھ آئے ہیں لفظ توفی اگرچہ بحسب الوضع پورا لینے کے معنوں میں ہے۔ مگر مجازی طور موت کے معنی بھی ہو سکتے ہیں ومن المجاز توفی فلان وتوفاه الله وادركته الوفاة(اس البلاغۃ جلد ۲ ص ۳۴۱ وتاج العروس جلد ۱۰ ص ۳۴۴)

نوٹ:-ان ہر دو عبارات کو مرزائی پاکٹ بک میں لکھا ہے (ص ۳۱۰) مگر اسی قدیمی سنت یہود پر عمل کرتے ہوئے الفاظ ومن المجاز چھوڑ دیئے ہیں۔

ترجمہ عبارت کا یہ ہے کہ فلاں شخص کی توفی ہو گئی۔اس کو وفات نے پالیا۔اسکو خدا نے توفی کر لیا۔یہ سب مجازی معنے ہیں جو موت وفوت پر دال ہیں۔

چنانچہ حضرت ابن عباسؓ بھی متوفیک کے معنے موت کرتے تھے۔مذہب ان کا یہ تھا کہ:-

(۱)عن الضحّاك عن ابن عباس فى قوله انى متوفيك الآيه رافعك ثم يميتك فى أخرلزمان (الدر المنثور ص ۳۶ ج ۱) یعنی اے عیسیٰ میں تجھے آسمان پر زندہ اٹھانے والا ہوں۔ آخری زمانہ میں وفات دوں گا۔

(۲)والصحيح ان الله تعالى رفعه من غيروفاة ولانوم قال الحسن وابن زيد وهو اختيار الطبرى وهو الصحيح عن ابن عباس (تفسیر ابی السعود) یعنی اصلیت یہ ہے کہ خدائے نے مسیحؑ کو آسمان پر اٹھا لیا بغیر وفات کے اور بغیر نیند کے جیسا کہ حسن اور ابن زید نے کہا اور اسی کو اختیار کیا ہے، طبری ابن جریر نے، اور یہی صحیح ہے ابن عباسؓ سے۔

حاصل یہ کہ ابن عباسؓ اس جگہ تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں یعنی رفع آسمانی ہو چکا، آئندہ وفات ہو گی۔

مرزا اور مرزائیوں کی گستاخانہ روش

اپنے مطلب کو تو مرزا صاحب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خوب تعریف

کی اور لکھا کہ وہ قرآن کو سب سے زیادہ اور اچھا سمجھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے اس بارے میں ان کے حق میں دعاء کی ہوئی تھی (ازالہ اوہام)

مگر جونہی اس آیت پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ میری نفسانیت کو توڑنے والے سب سے پہلے انسان حضرت ابن عباسؓ ہیں تو انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، جھٹ سے فتویٰ لگا دیا کہ اس آیت میں تقدیم و تاخیر کے قائل متعصب۔ پلید۔ یہودی لعنتی، محرف ہیں (معاذ اللہ۔ ناقل)۔(ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۱۷۴،۱۷۵ طبع ۲)

معاذ اللہ، استغفر اللہ۔ کس قدر شوخی و گستاخی و بد تہذیبی ہے کہ ایک صحابی رسول ﷺ ابن عم محمد ﷺ اور کئی ایک بہترین امت مفسرین و محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اختلاف آراء کی وجہ سے ہر ممکن شنام کا حقدار بنایا ہے سچ ہے کہ منافق کی علامت ہے کہ وہ بدگوئی میں اول نمبر ہوتا ہے۔

دفعیہ:۔

علم نحو وادب وبلاغت کی کتابوں میں بالاتفاق موجود ہے کہ حرف واؤ میں ترتیب ضروری ولازمی نہیں ہوتی الواؤ للجمع المطلق وثیب فیھا کافیہ وغیرہ ان الواؤ فی قولہٖ تعالی انی متوفیك ورافعك إلیّ لاتفید الترتیب فالآیة تدل علی انه تعالی یفعل به هذا الافعال فاما کیف یفعل ومتیٰ یفعل فالامرفیه موقوف علی الدلیل و قد ثبت بالدلیل انه حی وورد الخبرعن النبی صلی الله علیه وسلم انه ینزل ویقتل الدجال ثم ان الله یتوفی بعد ذالك (تفسیر کبیر جلد ۲) یعنی آیت انی متوفیك ورافعك الیّ میں واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسیحؑ سے کئی وعدے کئے ہیں مگر یہ بات وہ کیسے کریگا اور کب کریگا یہ محتاج دلیل ہے اور البتہ دلیل سے ثابت ہو چکا ہے کہ مسیحؑ زندہ ہے اس بارے میں آنحضرت ﷺ کی خبر موجود ہے کہ وہ نازل ہو گا اور دجال کو قتل کریگا۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں وفات دیگا۔

واؤ کی ترتیب کیلئے نہ ہونے پر قرآن سے مثالیں

(۱) والله اخرجكم من بطون امهٰتكم لاتعلمون شيئاً وجعل لكم السمع

والابصار والافئدة لعلکم تشکرون (سورہ نحل ع ۱۷ پ ۱۴)

خدا نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور بنائے تمہارے کان اور آنکھیں و دل۔ تاکہ تم خدا کا شکریہ کرو۔

اس آیت میں پیدائش ہر انسان کی پہلے ذکر کی اور کان آنکھوں اور دل کا بنانا پیچھے۔ حالانکہ پیدائش سے پیشتر ماں کے پیٹ کے اندر یہ سب چیزیں بچہ میں موجود ہوتی ہیں۔

(۲) شرح رضی میں مصنف مرحوم لکھتے ہیں ولو کانت للترتیب لناقض قولہٗ تعالی وادخلو الباب سجدا وقولوا حطة قوله فی موضع اخری[1] و قولوا حطة وادخلو الباب سجداا ذا لقصة واحدة (رضی شرح کافیہ ص ۵۰۳) اگر واؤ کو ترتیب کے لئے سمجھا جائے تو یہ اللہ تعالی کے قول کے خلاف ہے آیت میں کہ داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور کہو حطۃ (دوسری جگہ) اسی مفہوم کو ان الفاظ میں لکھا ہے کہ کہو حطۃ اور داخل ہو دروازوں میں سجدہ کرتے ہوئے خلاصہ کہ ایک آیت میں حطۃ کو پہلے فرمایا اور دوسری میں پیچھے۔

(۳) اللہ تعالی اھل کتاب کو مخاطب کرکے فرمات ھے اقیموا الصلوٰة واتوالزکوة وارکعوا مع الراکعین ۔(بقرہ ع ۵) نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرو۔

اس جگہ بھی اگر ترتیب سمجھی جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ جب بھی زکوٰۃ دینی ہو، اس کے پہلے نماز پڑھی جائے اور زکوٰۃ دینے کے بعد رکوع کیا جائے۔ حالانکہ منشاء خداوندی یہ نہیں ہے مقصود صرف یہ ہے کہ ان کاموں کو اپنے اپنے موقع و محل پر کرو۔ ترتیب کا لحاظ نہیں۔

الغرض اس قسم کی بیسیوں نہیں، سینکڑوں بلکہ ہزارون اور امثلہ قرآن و حدیث سے مل سکتی ہیں۔

مرزا صاحب کا اپنا مذہب کہ واؤ میں ترتیب لازمی نہیں

"یہ تو سچ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حرف واؤ کے ساتھ ہمیشہ ترتیب کا

---

[1] یہ آیت سورۃ الاعراف رکوع ۲۰ میں ہے ۱۲ منہ۔

لحاظ واجب ہو لیکن اس میں کیا شک ہے کہ خدا تعالیٰ اس آیت میں فقرہ متوفیك کو پہلے، رافعك کو بعد × بہر حال ان الفاظ میں ترتیب ہے جن کو خدا نے اپنی ابلغ واضح کلام میں اختیار کیا ہے۔ اور ہمارا اختیار نہیں کہ ہم بلاوجہ اس ترتیب کو اٹھا دیں اور اگر قرآن شریف کے اور مقامات میں مفسرین نے ترتیب موجودہ کے خلاف بیان کیا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے خود ایسا کیا بلکہ نصوص حدیثیہ نے اسی طرح ان کی شرح کی تھی یا قرآن شریف کے دوسرے مواضع کے قرائن نے اس بات کے ماننے کیلئے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ ظاہری ترتیب نظر انداز کی جائے"۔ (تریاق القلوب ص ۱۴۸ طا، ۵۲ ۳ ط ۲ حاشیہ) ﴿خ ص ۴۵۴ ۴ ج ۱۵﴾

برادران! ملاحظہ فرمایئے مرزا صاحب صاف اقراری ہیں کہ "واؤ میں ہمیشہ ترتیب لازمی نہیں اور نصوص احادیث و قرائن قرآن کی بنا پر قرآن کی ترتیب موجودہ کو بدلنا جائز ہے جن مفسرین نے ایسا کیا ہے از خود نہیں کیا۔ بلکہ قرآن وحدیث نے انہیں ظاہری ترتیب نظر انداز کرنے پر مجبور کر دیا" پھر اگر اس آیت میں حضرت ابن عباسؓ نے رافعک کو پہلے اور متوفیک کو بعد وقوع ہونے والا سمجھا تو کیا ظلم کیا۔ ایسا ہی دیگر تمام مفسرین نے بھی کون سا برا کام کیا۔

پھر مرزا صاحب نے جو جوش میں آکر تمام قائلین عدم ترتیب کو گالیاں دی ہیں یہ اگر ان کے مغلوب الغضب ہونے کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن عباسؓ حیات مسیح کے قائل تھے۔ ان پر وفات کا اتہام لگانے والا مفتری کذاب ہے۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایسا ہی حضرت امام حسنؓ پر بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے وفات حضرت علیؓ کے خطبہ میں کہا "لقد قبض الليلة وعرج فيها بروح عيسى ابن مريم (طبقات کبریٰ جلد ۳ ص ۲۱) مرزائی پاکٹ بک ص ۲۳۳۔

الجواب:- اوّل تو طبقات کبریٰ کوئی مستند کتاب نہیں کہ محض اس کا نقل کرنا ہی

دلیل صداقت سمجھا جائے۔ مرزائیوں پر لازم ہے۔ کہ اس کی سند بیان کریں تاکہ اس کے راوی دیکھے جائیں۔ آیا سچے ہیں، یا مرزائیوں کی طرح مفتری۔

دوم۔ چونکہ خود اسی کتاب کا مصنف قائل حیات مسیح ہے جیسا کہ جلد ا ص ۲۶ پر حضرت ابن عباسؓ کا قول دو ربارہ مثبت حیات مسیح نقل کر کے مصنف نے اس پر کوئی جرح نہیں کی وھو ھذا۔

وانه رفع بجسده وانه حی الاٰن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیها ملکا ثم یموت کما یموت الناس یعنی تحقیق مسیح بمع جسم کے آٹھایا گیا ہے ولاریب وہ اس وقت زندہ ہے، دنیا کی طرف آئے گا اور بحالت شاہانہ زندگی بسر کریگا انسانوں کی طرح فوت ہوگا۔

اسی روایت نے فیصلہ کر دیا کہ رفع سے مراد رفع جسمی ہے اور اگر حضرت حسن والی روایت درست ہے تو اس کا بھی یہی ممکن مطلب ہے۔ ہے اصل الفاظ یہ ہوں کہ عرج فیها بروح الله عیسی ابن مریم یعنی عیسٰی بن مریم روح اللہ اٹھایا گیا۔

ایسا ہونا کوئی بڑی بات نہیں عموماً روایات میں الفاظ الٹ پلٹ ہو جایا کرتے ہیں اور تو اور خود صحیح بخاری کی احادیث میں بھی ایسا موجود ہے چنانچہ ہم حدیث لاتفضلو نی علی موسیٰ نقل کر آئے ہیں کہ کسی نے لاتفضلونی کہا کسی راوی لاتخیرونی کہا۔ کسی نے حضرت موسٰیؑ کے علاوہ دیگر انبیاء کو بھی شامل کیا لاتخیروابین انبیاء الله۔ وغیرہ۔

خود ہی زیر تنقید روایت مختلف طریقوں سے کتابوں میں مرقوم ہے۔ درمنثور والے نے لیلة قبض موسیٰ درج کیا ہے۔

الغرض ایسی ویسی غیر معتبر رولیات میں فیصلہ کا صحیح طریق یہی ہے کہ جو بات احادیث صحیحہ و قرآن کے مطابق ہو وہی صحیح سمجھی جائے۔ باقی کو غلط و مردود

قرار دیا جائے۔

اب اسی بارے میں ایک اور روایت مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۴۳ کی یہ ہے

عن الحریث سمعت الحسن بن علی یقول قتل لیلة انزل القراٰن ولیلة اسری بعیسٰی ولیلة قبض موسیٰ (در منثور جلد ۲ ص ۳۶) حریثؒ کہتے ہیں میں نے حسنؓ سے سنا کہ حضرت علیؓ اس رات قتل کئے گئے جس رات قرآن اترا اور حضرت عیسٰیؑ سیر کرائے گئے اور موسیٰؑ قبض کئے گئے۔

حضرات! غور فرمایئے کہ حضرت علیؓ جو شہید ہو گئے تھے قتل کا لفظ اور حضرت موسیٰؑ پر جو وفات پا گئے ہوئے تھے قبض کا استعمال ہوا مگر مسیحؑ چونکہ زندہ جسم اٹھائے گئے تھے اس لئے ان کے حق میں اسریٰ فرمایا گیا ہے ال

بولتے ہیں۔ خود قرآن پاک میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ بمع مومنین کے راتوں رات مصر سے نکلے یہ خروج بحکم خدا تھا فاسر بعبادی لیلاً انکم متبعون۔ (دخان پ ۲۵) لے چل میرے بندوں کو راتوں رات تحقیق تمہارا تعاقب کیا جائیگا۔

اسی طرح جب حضرت لوطؑ کے متعلق وارد ہے کہ فاسر باھلك بقطع من الیل۔ (سورہ الحجر ع ۵) لے نکل اپنے اہل کو ایک حصہ رات میں۔

حاصل یہ کہ اگر حضرت حسنؓ کا خطبہ امر واقع ہے تو یقیناً اس کا یہی مطلب ہے کہ حضرت عیسٰیؑ بمعہ جسم اٹھائے گئے اور یہی حق ہے جو قرآن وحدیث کے مطابق ہے۔

عجیب تائید الٰہی

مرزائیوں نے اس روایت کو وفات مسیح کی دلیل ٹھیرایا تھا۔ خدا کی قدرت یہی حیات مسیح کی مثبت ہو گئی۔ نیز اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب کاذب تھے۔ دلیل یہ کہ اس روایت میں حضرت موسیٰؑ کی وفات صاف مذکور ہے۔ حالانکہ مرزا جی انہیں زندہ مانتے ہیں۔ (نور الحق حصہ اول ص ۵۰) ﴿خ ص ۶۹، ج ۸﴾

حضرت امام بخاریؒ

ایسا ہی حضرت امام بخاریؒ پر افترا کیا جاتا ہے کہ وہ بھی وفات مسیحؑ کے قائل تھے۔ دلیل یہ کہ انہوں حضرت ابو بکرؓ کا خطبہ جس میں وفات مسیح مذکور ہے اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت متوفیک۔ ممیتک کو بخاری میں نقل کیا ہے۔

الجواب:۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ صحابہ کرام خاص کر ابن عباسؓ کو قائلین وفات مسیح قرار دینا قطعاً جھوٹ ہے۔ ان کی روایات سے وفات ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ دیگر بیسیوں روایات سے حیات ثابت ہے پس اس بودی دلیل پر بنیاد قائم کر کے امام بخاریؒ کو قائل وفات کہنا یقیناً پرلے سرے کی جہالت ہے۔ سنو! امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرۃؓ کی روایت جس میں نزول مسیح کا ذکر اور ان کے ابھی تک زندہ ہونے کا تذکرہ اور آخر زمانہ میں نازل ہونے کا اظہار موجود ہے یعنی وہ روایت جس میں آیت ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته سے حضرت ابو ہریرۃؓ نے مسیحؑ کے حیات ہونے پر دلیل بنایا ہے۔ اور مرزا صاحب نے غصہ میں آکر ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۲۳۰﴿خ ص ۴۱۰، ج ۲۱﴾ پر حضرت ابو ہریرۃؓ کو غبی فہم، قرآن میں ناقص۔ درایت سے حصہ نہ رکھنے والا قرار دیا ہے کو نقل کر کے ،اور اسی طرح دیگر صحابہ کی روایات جن میں نزول مسیح کا ذکر ہے۔ بخاری شریف میں نقل کر کے ان پر کوئی جرح یا انکار نہ کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بھی حیات مسیحؑ کے قائل تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے جب کہ آنحضرت ﷺ خدا کی قسم کھا کر نزول مسیح کا اظہار فرماتے ہیں اور حضرت ابو ہریرۃؓ آیت قرآن کے ساتھ اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہیں امام بخاریؒ خود اس روایت کو بخاری شریف میں درج فرماتے ہیں۔

ایک اور طرز سے

امام بخاریؒ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر نزول تک کے واقعات کو صحیح بخاری میں نقل کیا ہے اور مختلف باب باندھے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں:-

(۱) باب قول الله تعالی واذکرفی الکتاب مریم۔ الآیة

(۲) باب واذقالت الملئکة الآیة۔

(۳) باب واذقالت الملئکة یا مریم ان الله یبشرك بکلمة منه اسمه المسیح عیسیٰ ابن مریم الآیة۔

(٤) باب قوله یااهل الکتاب لاتغلوافی دینکم الآیة۔

(٥) باب واذکرفی الکتاب مریم الآیة۔

(٦) باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیهما السلام۔

پھر ہر ایک باب کے بعد آنحضرت ﷺ کی احادیث لائے ہیں۔ آخری باب کے شروع پر کوئی آیت قرآن نہیں لکھی۔ کیونکہ اس باب میں جو حدیث لائے اس کے اندر خود آیت وان من اهل الکتاب سے تمسک کیا ہوا ہے۔

حضرات! غور فرمایئے کہ حضرت امام بخاریؒ اس مسیح ابن مریم علیہ السلام کی آمد کے قائل ہیں جس کا ذکر مختلف ابواب میں کیا ہے یا کسی اور شخص کے حضرت امام بخاریؒ تو کیا ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ ان احادیث نبویہ میں سوائے مسیح ابن مریم کے کسی آئندہ پیدا ہونے والے پنجابی شخص مریض مراقی کی آمد کا تذکرہ ہے۔ حاصل یہ کہ حضرت امام بخاریؒ حیات مسیحؑ کے قائل تھے۔

اس پر مزید تشفی کے لئے ہم ان کی تاریخ سے ان کا فرمان نقل کرتے ہیں:-

"یدفن عیسیٰ ابن مریم مع رسول الله صلی الله علیه وسلم و صاحبیه فیکون قبرهٔ رابعاً" (منثور جلد ۲ ص ۲۴۵ بحوالہ تاریخ امام بخاریؒ)

فرمایا حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے عیسیٰؑ بن مریمؑ آنحضرت ﷺ و صاحبین کے پاس دفن ہوں گے۔ حجرہ نبویہ ﷺ میں ان کی چوتھی قبر ہوگی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

ایسا ہی امام مالکؒ پر جھوٹ باندھا ہے کہ وہ بھی وفات کے قائل تھے اس پر مجمع البحار و شرح اکمال الاکمال سے نقل کیا ہے کہ قال مالك مائة عيسیٰ.

الجواب:- اول تو یہ قول بے سند ہے کوئی سند اس کی بیان نہیں کی گئی۔ پس کیسے سمجھا جائے کہ اس جگہ مالک سے مراد امام مالکؒ ہیں اور یہ روایت صحیح ہے۔

(۲) بعض سلف کا یہ بھی مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اٹھائے جانے سے قبل سلائے گئے تھے چنانچہ لفظ توفی کے یہ بھی ایک معنیٰ ہیں وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنہار (انعام ع ۷) اللہ وہ ذات ہے جو رات کو تمہیں سلا دیتا ہے اور جانتا ہے جو تم دن میں کماتے ہو۔ پس اگر یہ فی الواقع امام مالکؒ کا قول ہے تو اس سے مراد سلاتا ہے "کیونکہ مات کے معنے لغت میں نام بھی ہیں دیکھو قاموس"۔

(ازالہ اوہام ص ۶۳۹ ط ۱، ۶۱۱ ط ۲) (خ ص ۴۲۵ ج ۳)

(۳) "وفی العتبیة قال مالك بين الناس يستمعون لاقامة الصلوٰة فتغشا هم غمامة فاذا نزل عيسیٰ (ص ۲۶۶ جلد اول شرح اکمال الاکمال) عتبیہ میں ہے کہ کہا مالک نے لوگ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے ہوں گے کہ ایک بدلی چھا جائے گی اور حضرت عیسیٰؑ نازل ہوں گے" الغرض امام مالکؒ حیات مسیح و نزول فی آخر الزمان کے قائل تھے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام کے مقلدین معتقد ہیں حیات مسیح کے۔ علامہ زرقانی مالکی لکھتے ہیں: رفع عیسیٰ وھو حی علی الصحیح (شرح مواھب لدینه)

نوٹ:- اور واضح ہو کہ کتاب عتبیہ امام مالکؒ کی نہیں ہے بلکہ امام عبدالعزیز اندلسی قرطبی کی ہے جس کی وفات ۲۵۴ میں ہوئی۔ (کشف الظنون ج ۱ ص ۱۰۶، ۱۰۷)

امام ابو حنیفہ واحمد بن حنبل رحمہما اللہ

مذکورہ بالا ائمہ کرام کے متعلق بھی بلا ثبوت افترا کیا ہے کہ یہ سب اس مسئلہ میں خاموش تھے لہذا وفات مسیح کے قائل تھے:-

الجواب:- "نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء حق کائن" (فقہ اکبر مؤلفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ)

(۲) امام احمد بن حنبل کی مسند میں تو بیسیوں احادیث حیات مسیح کی موجود ہیں۔ لہذا ان کو قائل وفات گردانا انتہائی ڈھٹائی ہے۔

علامہ ابن حزمؒ

امام ابن حزمؒ کے ذمہ بھی غیروں کی کتابوں کی بنا پر اتہام باندھا ہے حالانکہ وہ برابر حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ ان عیسیٰ ابن مریم سینزل (المحلی ص۹ ج۱) فکیف یستجیزلمسلم ان یثبت بعد ہ علیہ السلام نبیا فی الارض حاشا ما استثنا ہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسم فی الا ثار المسندۃ الثابتۃ فی نزول عیسیٰ ابن مریمؑ فی اٰخرالزمان (کتاب الفصل جلد ۴ ص ۱۸۰) یعنی کسی مسلمان سے کس طرح جائز ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد زمین میں کسی نبی کو ثابت کرے۔ الا اسے جسے رسول اللہ ﷺ نے احادیث صحیحہ ثابتہ میں مستثنے کر دیا ہو۔ عیسیٰ بن مریم کے آخری زمانہ میں نازل ہونے کے بارے میں۔

واما من قال ان بعد محمد ﷺ نبیاغیرعیسیٰ ابن مریم فانہ لایختلف اثنان فی تکفیرہ۔ (کتاب مذکورہ، جلد ۳ ص ۲۴۹) جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ بعد آنحضرت ﷺ بعد کے سوائے عیسیٰ ابن مریم کے کوئی اور نبی ہے (مثلاً غلام احمد قادیانی) اس شخص کے کفر میں امت محمدیہ میں سے دو کس بھی مخالف نہیں۔ اسی طرح ص ۷۷ پر نزول مسیحؑ پر ایمان واجب لکھا ہے۔

مولانا عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان

میں رفع نہیں ہوا۔ ایک سو بیس کی عمر میں وہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

"ونزول عیسیٰ بن مریم و یاد کرو آنحضرت ﷺ فرود آمدن عیسےٰ را از آسمان برزمین" (کتاب اشعۃ اللمعات جلد ۴ ص ۳۴۴ مصنفہ شیخ عبدالحقؒ دہلوی)

ایسا ہی جلد ۴ ص ۳۷۳ پر مسیح کا آسمان سے نازل ہونا لکھا ہے۔ ایسا ہی تفسیر حقانی میں لکھا ہے۔

اور نواب صدیق حسن خاں نے تو اپنی کتاب حجج الکرامہ میں نزول و حیات مسیحؑ پر ایک مستقل باب باندھا جس میں آیت وان من اھل الکتاب الالیومنن بہ قبل موتہ سے استدلال کیا (ملاحظہ ہو کتاب مذکورہ باب ۷ ص ۴۲۲)

امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

اس بزرگ امام پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے کہ وہ مسیحؑ کو وفات شدہ خیال کرتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے مدارج السالکین میں لوکان موسیٰ وعیسےٰ حَیین اگر موسیٰؑ و عیسیٰؑ زندہ ہوتے، حدیث نقل کی ہے۔

الجواب:- امام ابن قیمؒ نے ہرگز اس قول کو حدیث نہیں کہا بلکہ یہ ان کا اپنا قول ہے۔ مطلب ان کا اس قول سے نہ ثبوت حیات دینا مطلوب ہے نہ وفات کا تذکرہ بلکہ مقصود ان کا یہ ہے کہ اگر آج زمین پر موسیٰؑ و عیسیٰؑ موجود ہوتے تو نبی کریم ﷺ کی پیروی کرتے یعنی زمین کی زندگی کو فرض کر کے آنحضرت ﷺ کی بزرگی ثابت کرنا چاہی ہے نہ کہ وفات کا اظہار، چنانچہ وہ اسی عبارت میں جسے مرزائی خیانت سے نقل نہیں کرتے۔ آگے چل کر نزول مسیحؑ کا اقرار فرماتے ہیں۔

خیانت سے نقل نہیں کرتے۔ آگے چل کر نزولِ مسیحؑ کا اقرار فرماتے ہیں۔

و محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث الی جمیع الثقلین فرسالتہ عامۃ لجمیع الجن والانس فی کل زمان ولو کان موسی و عیسی حیین لکانا من اتباعہ۔ و اذانزل عیسی ابن مریم فانما یحکم بشریعۃ محمدؐ (مدارج السالکین جلد ۲ ص ۳۱۳/۳ مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۴۳) یعنی آنحضرت کی نبوت تمام کافر جن وانس کیلئے اور ہر زمانے کے لئے ہے۔ بالفرض اگر موسیٰؑ و عیسیٰؑ (آج زمین پر) زندہ ہوتے تو آنحضرتؐ کی اتباع کرتے اور جب عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا تو وہ شریعتِ محمدیہ صلعم پر ہی عمل کرے گا"::

مرزائیو! اپنی اغراض کو پورا کرنے کیلئے کسی کے اصل مفہوم کو بگاڑنا بعید از شرافت ہے۔ سنو! اگر اس قول سے ضرور وفات ہی ثابت کرنا چاہو گے تو ساتھ ہی مرزا صاحب کی رسالت بھی چھوڑنی پڑے گی۔ کیونکہ وہ حیاتِ موسیٰؑ کے قائل ہیں۔ حالانکہ اس قول میں موسیٰؑ کی وفات مذکور ہے۔ فماجوابکم فھوجوانیا۔

بالآخر ہم امام ابن قیم کی کتب سے بعبارۃ النص حیات مسیح کا ثبوت پیش کرتے ہیں جس سے ہر ایک دانا جان لے گا کہ ابن قیم کا وہی مطلب ہے جو ہم نے اوپر لکھا ہے وفات مقصود نہیں::

(۱) و ہذا المسیح ابن مریم حی لم یمت و غذاؤہ من جنس غذاء الملئکۃ (کتاب التبیان مصنفہ ابنِ قیم ص ۱۳۹) مسیح زندہ ہے اسکی خوراک وہی ہے جو فرشتوں کی::

(۲) وانہ رفوع المسیح الیہ (ص ۲۲ کتاب مذکورہ) تحقیق اللہ نے مسیحؑ کو اپنی طرف اٹھالیا::

(۳) وہو نازل من السماء فیحکم بکتاب اللہ (ہدایۃ الحیاریٰ مع ذیل الفاروق ص ۴۳ مطبوعہ مصر) اور وہ آسمان سے نازل ہو کر قرآن پر عمل کرے گا::

حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہ

اس بزرگ پر بھی الزام لگایا ہے کہ یہ وفاتِ مسیح کا قائل تھا۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ، اور افترا بلکہ بے ایمانی ہے وہ اپنی تفسیر موسومہ ''محمدی'' جلد اوّل ص ۲۱۹/ زیر آیت و مکرو و مکر اللہ الآیۃ لکھتے ہیں کہ جب یہود نے مسیح کو پکڑنا چاہا::

تاں جبرائیل گھلیا رب لے گیا وچہ چو بارے
اس چھت اندر ہک باری او تھوں ول آسمان سدھارے
سردار تنہا ندے طیطیاں نوس نوں کیتا حکم زبانوں
جو چڑھے چبارے قتل کریں عیسیٰؑ نوں ماریں جانوں
جاں چڑھ ڈٹھس وچہ چبارے عیسیٰ نظر نہ آیا
شکل شباہت عیسیٰ دی رب طیطیاں نوس بنایا
انہاں طن عیسیٰ نوں کیتا سولی فیر چڑھایا
ہک کہن جو مرد حواریاں تھیں ہک سولی مار دیوایا

یعنی خدا نے اس وقت جبرائیل بھیجا جو عیسیٰ کو اٹھا کر آسمان پر لے گیا۔ جب طیطیانوس انہیں قتل کرنے کے ارادہ سے اندر گیا تو خدا نے اسے عیسیؑ کی شکل بنادیا جسے سولی دیا گیا۔ اسیطرح اگلے صفحہ پر آیت انی متوفيك ورافعك کی تفسیر کرتے ہیں::

جا کہیا خدا اے عیسیٰ ٹھیک میں تینوں پوراں لیساں
تے اپنی طرف تینوں کنوں کفاراں پاک کر لیساں
توفی معنے قبض کرن شے صحیح سلامت پوری
تے عیسیٰ توں رب صحیح سلامت لیکیا آپ حضوری

یعنی جب کہا اللہ تعالیٰ نے اسے عیسیٰ میں تجھے پورا پورا لے کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ توفی کے معنے کسی چیز کو صحیح و سلامت پورا لینے کے ہیں۔ سو ایسا ہی خدا نے مسیح کو اپنے حضور میں بلالیا::

ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

اگر چہ مرزا صاحب نے مسئلہ وحدۃ الوجود کے رد میں حضرت ابن العزلی کو ملحد زندیق وغیرہ قرار دیا ہے مگر جہاں ضرورت پڑی انہیں صاحب مکاشفات ولی اللہ ظاہر کرکے اپنی اغراض نفسانیہ کو پورا بھی کیا ہے (ملاحظہ ہو فتویٰ الحاد و رسالہ تقریر اور خط)

کہا گیا ہے کہ یہ بزرگ بھی وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔ اسپر تفسیر عرائس البیان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود یہی بات مشکوک ہے کہ یہ تفسیر ان کی ہے بھی یا نہیں پھر جو عبارت پیش کی جاتی ہے اس میں بھی وفات مسیح کا کوئی لفظ نہیں صرف یہ ہے کہ مسیح دوسرے بدن کے ساتھ اترے گا۔ اب دوسرے بدن کا مطلب ظاہر ہے، جب تک حضرت مسیح زمین پر رہے بوجہ طعام اراضی ان میں کثافت موجود تھی مگر اب صدہا برس کے بعد جب نازل ہوں گے تو یقیناً روحانیت کا غلبہ تام ہو گا۔

حضرت ابن عربی تو حیاتِ مسیح کے اس قدر قائل ہیں کہ کوتاہ نظر انسان انہیں غلو تک پہنچا ہوا قرار دے گا۔ تفصیل کے لئے فتوحاتِ مکیہ دیکھیں۔ اس جگہ صرف اختصار کے طور پر ایک دو عبارات پیش کرتا ہوں:۔

" ان عیسی علیه السلام ینزل فی ہذه الامة فی اخر الزمان و یحکم بشریعة محمد صلی الله علیه وسلم

(فتوحات مکیہ جلد ۲ ص/۱۳۵)

انه لم یمت الی الاٰن بل رفعه الله الی ہذه السماء و اسکنه فیہا

(ص/۳۴۱ باب ۳۶۷)

ایسا ہی جلد اول ص/۱۳۵، ۱۴۴ و ص/۱۸۵، ۲۲۴ و جلد ۲ ص/۳، ۴۹ و ص/۱۳۵ و جلد ۳ ص/۵۱۳ وغیرہ میں حیاتِ مسیح کا ذکر کیا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ

امام ابن جریرؒ نے جابجا اپنی تفسیر میں حیاتِ مسیح کا ثبوت دیا ہے ہے۔ چونکہ تفاسیر میں مختلف لوگوں کے اقوال نقل ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے کسی کا قول نقل کر دیا ہے کہ قدمات عیسیٰ مرزائیوں نے جھٹ اسے ابنِ جریر کا قول قرار دے دیا۔ حالانکہ ہم اس مضمون میں کئی ایک عبارتیں امام ابن جریر کی لکھ آئے ہیں۔ اس جگہ ایک اور تحریر نقل کی جاتی ہے جس میں امام موصوف نے جملہ اقوال متعلقہ توفی مسیح فکر کر بعد میں اپنا فیصلہ دیا ہے: :

واولی ہذہ الاقوال بالصحة عندنا قول من قال معنے انی قابضك من الارض ورافعك علی التواتر الاخبار عن رسول اللہ توفی کے متعلق جو بحث ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ توفی بمعنی نیند ہے اور کوئی کہتا ہے کہ توفی بمعنی موت ہے جو آخری زمانہ میں ہوگی۔ ان سب اقوال میں ہمارے نزدیک صحیح وہ قول ہے جو کہا گیا ہے کہ "میں زمین سے پورا پورا لینے والا ہوں" یہ معنے اس لئے اقرب الی الصواب ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی متواتر احادیث میں آیا کہ انه ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض ثم یموت۔ (جلد ۳ ص ر ۱۸۴) بیشک وہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوگا۔ پھر قتل کرے گا دجال کو پھر رہے گا زمین پر پھر وفات پائیگا۔

اس تحریر میں امام موصوف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ جس مسیح ابن مریم کے بارے میں آیت انی متوفیك و رافعك وارد ہوئی۔ جس میں اختلاف کیا جاتا ہے وہی زمین سے اٹھایا گیا ہے اور وہی نازل ہوگا۔

مرزائیو! تمہارے نبی نے اس امام ہمام کو "رئیس المفسرین،، اور معتبرہ از ائمہ محدثین لکھا ہے۔ آؤ اسی کی تحریرات پر فیصلہ کر لو۔ تم تو صرف دھوکا دینا چاہتے ہو۔ تمہیں ایمان وانصاف سے کیا کام؟

مصنف الیواقیت واالجواہر

کہا گیا کہ یہ بھی وفات مسیح کے قائل ہیں کیونکہ انہوں نے حدیث موسیٰؑ و عیسیٰؑ حیین نقل کی ہے۔

الجواب

پھر تو مرزا صاحب کاذب ہیں کیونکہ انہوں نے موسیٰؑ کو زندہ لکھا ہے۔ اِدھر اُدھر کے یہودیانہ تصرف کے بجائے اگر صداقت مطلوب ہے۔ تو آؤ ہم اس بارے میں اسی بزرگ کی کتابوں پر تمہارے ساتھ شرط باندھتے ہیں جو کچھ ان میں ہو ہمیں منظور۔ مگر

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے
یہ باز و میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہ بزرگ اپنی کتاب میں خود ہی یہ سوال کر کے کہ مسیح کے نازل ہونے پر کیا دلیل ہے جواب دیتے ہیں الدليل على نزوله قوله تعالى و ان من اهل الكتاب الا ليئومنن به قبل موته اى حين ينزل و يجتمعون عليه انكرت المعتزلة والفلاسفة واليهود والنصارے رو المير زائيه ناقل) عروجه بجسده الى السماء وقال تعالى فى عيسى عليه السلام و انه لعلم للساعة و الضمير فى انه راجع الى عيسى والحق انه لعلم للساعة و الضمير فى انه راجع الى عيسى و الحق انه رفع بجسده الى السماء و الايمان بذالك واجب قال الله تعال بل رفعه الله اليه (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۱۳۰/۱۳۱)

دلیل نزول مسیح پر اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نہیں ہو گا کوئی اہل کتاب مگر ایمان لائے گا ساتھ عیسیٰؑ کے پیشتر اس کے مرنے کے یعنی وہ اہل کتاب جو نزول کے وقت جمع ہوں، اور منکر ہیں معتزلی۔ اور فلاسفہ و یہود و نصاریٰ اور ہمارے زمانہ میں قادیانی متنبی وذریتہ۔

ناقل) مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کے متعلق وہ نشانی ہے قیامت کی اور ضمیر لنہ کی مسیح کی طرف پھرتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ وہ بمعہ جسم کے آسمان پر اٹھایا گیا ہے۔ اور واجب ہے اس پر ایمان لانا کیونکہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ بلکہ اٹھالیا اللہ نے اس کو۔

احمدی دوستو! اس تحریر کو بغور پڑھو۔ دیکھو یہ تمہارا مسلمہ و مقبولہ امام اور ولی اللہ ہے::

امام جبّائی معتزلی

مرزائی قائلین وفات میں لاجبائی کا نام بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر باوجود معتزلی ہونے کے حیات مسیح اور رفع الی السماء کے قائل ہیں سنو! قال الجبائی انه لما رفع عیسی علیه السلام الخ (و کشف الاسرار مطبوعہ مصر و عقیدہ الاسلام ص ر ۱۲۴)

صاحب کشف الاسرار علامہ جبائی سے ناقل ہیں کہ جبائی نے فرمایا کہ جب حضرت عیسیٰؑ کا رفع الی السماء ہوا تو یہود نے ایک شخص کو عیسےٰ کے بعد اروں سے قتل کر دیا الخ لیجئے جبائی معتزلی بھی حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ صاف صاف حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا مانتے ہیں::

آگے چل کر تاریخ طبری سے لکھا ہے کہ کسی پہاڑ پر ایک قبر دیکھی گئی جس پر لکھا تھا کہ یہ مسیح رسول اللہ کی قبر ہے::

الجواب

کیا کہتے ہیں اس دلیل بازی کے۔ کہاں قرآن و حدیث کی تصریحات اور کہاں اس قسم کی تفریحات ہاں جناب ایسی قبریں سینکڑوں بنی ہوئی ہیں۔ تمہارے نبی کے عقیدہ کی رو سے تو کشمیر میں بھی ہے۔ اور وہی اصلی قبر ہے۔ پس اگر طبری والی روایت کو صحیح سمجھتے ہو تو پہلے کشمیر کے ڈھکوسلہ کا اعلان کر دو۔ پھر ہم اس پر غور کریں گے۔

حافظ ابن تیمیہؒ

ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب البریۃ کے ص ۱۸۸/ (خ ص ۲۲۱/ ج ۱۳) کے حاشیے پر لکھا ہے کہ ابن تیمیہؒ بھی وفات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ افترا ہے۔ امام موصوف حیات مسیحؑ کے قائل ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح اور زیارۃ القبور۔"

(۱) فبعث المسیح علیه السلام رسله یدعونهم الی دین الله تعالی نذهب بعضهم فی حیاته فی الارض بعضهم بعد رفعه الی السماء فیدعوهم الی دین الله الخ (الجواب الصحیح جلد اول ص/۱۱۹)

روم اور یونان وغیرہ میں مشرکینِ اشکال علویہ اور بتان زمین کو پوجتے تھے۔ پس مسیحؑ نے اپنے نائب بھیجے کہ وہ لوگوں کو دین الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے۔ پس بعض مسیحؑ کی زندگی میں گئے اور بعض آپؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد گئے::

(۲) ویقال ان انطاکیه اول المدائن الکبار الذین امنوا باالمسیح علیه السلام و ذالك بعد رفعه الی السماء

کہا جاتا ہے کہ انطاکیہ ان بڑے شہروں میں سے پہلا شہر ہے جس کے باشندے مسیحؑ پر ایمان لائے اور یہ مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد تھا::

مجدد الف ثانیؒ

حضرت شیخ احمد سرہندی مکتوبات میں فرماتے ہیں،، حضرت عیسیٰ کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود،، (مکتوبات ۱۷ دفتر سوم) یعنی حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نزول فرما کر خاتم النبیین کی شریعت کی پیروی کریں گے::

پیران پیرؒ

سیدنا حضرت شیخ عبد القادر گیلانی غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں:-

رفع اللہ عزو جل عیسیٰ علیہ السلام الی السماء (مصر ص/۶۱ ج ۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھالیا::

خواجہ اجمیریؒ

حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا ارشاد سنو:۔

"حضرت عیسیٰ از آسمان فرود آید (انیس الارواح ص/۹) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

ثابت ہوا کہ تمام برگان دین حیات مسیح کے قائل ہیں

باب چہارم

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر تیرھویں دلیل

مرزا صاحب نے جب اپنے جھوٹے دعاوی سے دنیا کو گمراہ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہر فرعونے را موسیٰ والی قدیم سنت کو کام فرما کر مرزا صاحب کا سر کچلنے کو حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری کو کھڑا۔ چنانچہ مولانا موصوف نے مرزا کے جال کو تار تار بکھیر دیا اور ہر میدان میں قادیانی علماء کو فاش شکستیں دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب اپنی عمارت کو گرتے دیکھ کر اپنے باغ کو اجڑتے ملاحظہ کر کے اپنے گھر کو برباد ہونے اپنی زمین کو تاخت و تاراج ہوتے دیکھ کر بظاہر سر دھڑ کی بازی مگر بباطن چالبازی پر اتر آئے چنانچہ آپ نے ایک نہایت ہی پر فریب اور دجل آمیز اشتہار دیا اور باوجود کہ مرزا کو خدا پر قطعاً ایمان نہ تھا۔ پھر بھی لوگوں کے دکھلانے کو اس اشتہار[1] میں خدا کو مخاطب کرتے ہوئے یہ دعا کی::

مولوی ثناء اللہ صاحبؒ کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم يَسْتَنْبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَ رَبِّيْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

"بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الہدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب

[1] یہ اشتہار مرحوم اخبار اہلحدیث امرتسر (۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء) میں بھی شائع ہوا تھا (ع۔ح)

کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے۔ اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں ان تہمتوں، اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں، کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہو سکتا اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی ہی میں ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے۔ جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں یہ کسی وحی یا الہام کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو مرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی ہی میں

ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین! میں انکے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی۔ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے تہمتوں اور بدزبانیوں میں لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دوکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر برا اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ ان ہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین! ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

(الراقم عبد اللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء)

﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۷۹/ ج ۳﴾

اس اشتہار میں اپنی مظلومی کی انتہاء تصویر اور مولانا ثناء اللہ صاحب کی چیرہ دستیاں بیان کر کے بڑے ہی مظلومانہ رنگ میں "خدا سے دعا مانگی"، کہ جھوٹے کو صادق کی

زندگی میں تباہ و برباد کر دے۔ پھر اس کو آخری اور قطعی فیصلہ کن دلیل گردانا ہے::

بھائیو! مرزا صاحب کا اس طریقہ سے فیصلہ کن دعا شائع کرنا ایک بڑی گہری فریب دہی پر مبنی ہے جو ہو بہو پچھلے دجال و کذاب انسانوں کی نقالی ہے کسی صادق رسول نے کبھی بھی اس قسم کی دعا اپنے مشن کی صداقت یا کذب کے لئے فیصلہ کن قرار نہیں دی۔ دعا کو قبول کرنا یا نہ کرنا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایک قائل خدا اور صادق رسول "محض" اپنی دعا کو "جو کسی الہام یا وحی کی بنا پر نہیں" اس طرح فیصلہ کن نہیں ٹھیرا سکتا کہ "اگر بموجب اس دعا کے میرے مخالف پر طاعون ہیضہ وغیرہ میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یا ایک دلیری اور خدا کی درگاہ میں شوخانہ گستاخی ہے۔ الغرض یہ دعا کسی قائل خدا کی زبان سے نہیں پھبتی۔

حسن بن صباح

چوتھی صدی ہجری کے ابتدا ہی میں ایک شخص حسن بن صباح پیدا ہوا تھا جو بظاہر شیعہ کہلاتا تھا۔ اس کی بھی مرزا جی کی طرح ہمیشہ یہ خواہش تھی کہ دنیا میں مقتدا امام ہو کر نام پیدا کرے۔ آخر جوئندہ یابندہ ایک موقع قدرت نے اُسے بہم پہنچا ہی دیا۔ ایک دفعہ جبکہ وہ جہاز پر سوار تھا ایک سخت طوفان آگیا۔ جس نے جہاز کو اس قدر نقصان پہنچایا کہ کسی کو بھی زندگی کی امید باقی نہ رہی (مگر) حسن کے ہوش و حواس بجا تھے۔ وہ ایک نئی تدبیر سوچ رہا تھا۔ اس نے ذرا بھی خوف وہراس ظاہر نہ کیا اور لوگوں سے معجزہ بیانی کی شان اور خدارسی کی آن بان سے کہا "میرے نزدیک اندیشے کی کوئی بات نہیں۔ خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ہم نہ ڈوبیں گے" حسن نے یہ پیشگوئی یہ سمجھ کر کی تھی کہ اگر جہاز غرق ہو گیا تو کوئی تکذیب کرنے والا دنیا میں نہ رہے گا۔ اور اگر سچی ہو گئی تو پھر کسی کو میری ولایت میں شک نہیں ہو گا۔ بہر حال جو کچھ ہو۔ یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ (پھر تو) جہاز میں کوئی نہ تھا۔ جو اس کا معتقد نہ ہو۔

(رسالہ حسن بن صباح مصنفہ مولانا عبدالحلیم صاحب شرر لکھنوی ص ۱۰)

حضرات! یہی چال اس جگہ مرزا صاحب کو مطلوب تھی۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ اگر اتنا بڑا نامی گرامی پہلوان اپنی اجل مقدرہ کی وجہ سے میری زندگی میں مرگیا تو "(جیسا کہ ایک موقع پر مولانا ثناء اللہ نے مرزا کو لکھا تھا) چاندی کھری ہے اور اگر خود بدولت تشریف لے گئے۔ خس کم جہاں پاک۔ تو بعد مرنے کے کسی نے قبر پر لات مارنے آتا ہے۔ (الہامات مرزا طبع چہارم ص ر ۱۲۳)

بہر حال یہ ایک چال تھی جو قطعی طور پر خلاف قرآن، خلافِ سنت انبیاء کرام خلاف طریقہ صلحائے عظام تھی اور کبھی بھی کوئی دانا انسان جس کے دماغ میں نری بھس نہ بھری ہو۔ ایسی بیہودہ دعا کو فیصلہ کن نہیں مان سکتا ہے۔ چنانچہ فاتح قادیان حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس کے جواب میں ہی لکھا تھا۔ مگر چونکہ ہر انسان اپنے اقرار سے ماخوذ ہوتا ہے۔ ع

تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

"قانونِ قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے۔ سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں،،

(استفتا مصنفہ مرزا صاحب حاشیہ ص ر ۷ ر ۸) ﴿خ ص ۱۴۴ ر ج ۱۲﴾

سو بموجب اس اقرار کے جو مرزا صاحب نے اس دعا میں خود کیا تھا کہ:-

"اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہی، میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب اور مفتری کی لمبی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام و ہلاک ہو جاتا ہے،،

مرزا صاحب اپنے دشمن مولانا ثناء اللہ مد ظلہ (جنہیں خود مرزا صاحب نے ٹھٹھے، ہنسی اور توہین میں بڑھا ہوا اشد ترین دشمن (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ر ۲۰ لکھا تھا) ﴿خ ص ۶۲ ۴ ر ج ۲۲ ر مجموعہ اشتہارات ۵۲۸ ر ج ۳﴾ کی زندگی میں ہی مر گئے۔ آہ۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر

کذب میں پکا تھا پہلے مرگیا!

اس الٰہی اور آسمانی فیصلہ پر مرزائیوں نے بعد وفات مرزا جب چون وچرا کی اور اپنے ابائی طریق اور اسلاف کی قدیم سنت ہذا سحر مستمر کے رنگ میں انکار کیا تو خدا نے زمینی فیصلہ بھی کر دیا۔ یعنی ماہ اپریل ۱۹۱۲ء کو شہر لدھیانہ میں بذریعہ مباحثہ جس میں مرزائیوں نے مبلغ تین صد روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا تھا اور ایک سکھ پلیڈر کو ثالث مانا تھا مرزائیوں کو شکست فاش ہوئی اور مولانا صاحب سہ صد روپیہ جیب میں ڈال کر بصد شان فاتحانہ امرتسر تشریف لے آئے۔

اس شکست پر شکست کھانے کے بعد بھی مرزائی صاحبان ہیں کہ اڑے بیٹھے ہیں۔ ان کو اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ ایک دن آنے والا ہے جب ان کی بداعمالیوں کا پرچہ ان کے ہاتھ میں دے کر کہا جائیگا اقرا کتابك كفى بنفسك اليوم يوم عليك حسيبا

عذر

یہ اشتہار مرزا صاحب کا محض دعا نہیں چیلنج مباہلہ[1] یا مباہلہ ہے۔

الجواب

یہ اشتہار نہ مباہلہ ہے نہ چیلنج مباہلہ۔ اس پر پہلے اندرونی شہادتیں ملاحظہ ہوں:

مرزا صاحب مباہلہ کی بنیاد آیت:۔

قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء كم و نساء نا ونساء كم انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين

(ص ر ۱۶۲ انجام آتھم)(خ ص ۱۶۲ ر ج ۱۲) پر بتاتے ہیں (ملاحظہ ہو مرزائی پاکٹ بک ص ر ۴۴۸ بحوالہ اخبار بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء) اور مباہلہ کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ:۔

''مباہلہ کے معنی لغت عرب اور شرع اصطلاح کی رو سے یہ ہیں۔ دو فریق

[1] مرزا صاحب کو اپنی طرف سے چیلنج مباہلہ کرنے کی اجازت ہی نہ تھی۔ ''ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔'' (اعجاز احمدی ص ر ۱۴)(خ ص ۱۳۲ ر ج ۱۹)

مخالف ایک دوسرے کے لئے عذاب اور خدا کی لعنت چاہیں۔"

(حاشیہ اربعین نمبر ۳ ص ر ۳۰)﴿خ ص ۷۷ ۳ ر ج ۱۷﴾

اندریں صورت اشتہار مرزا میں چونکہ مباہلہ کی طرح جمع کے صیغے نبتہل فنجعل وغیرہ نہیں بلکہ تمام فقرات بصیغہ منفرد ہیں "میں نے دکھ اٹھایا مجھے گالیوں سے یاد کرتے ہیں۔ میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں، میں ملتجی ہوں مفسد اور کذاب کو صادق کی زندگی میں اٹھالے وغیرہ پس اس کو وہ مباہلہ کہنا جس کی بنیاد قرآن پر رکھی ہے۔ اپنی جہالت و سفاہت کا مظاہرہ کرنا ہے۔

۲۔ دعا عام ہے اور مباہلہ خاص دعاء کا نام ہے جب تک کسی دعا کے اندر اسے مباہلہ قرار نہ دیا جائے۔ اسے مباہلہ سمجھنا یا قرار دینا سراسر کورچشمی، تعصب اور مجادلہ و مکابرہ کے خبیث دیوتا کی پرستش ہے۔ اس سارے اشتہار میں ایک لفظ بھی مباہلہ کا نہیں ہے۔ مرزا صاحب نے صاف لکھا ہے کہ "محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہتا ہوں۔"

(۳) مباہلہ بھی ایک آخری فیصلہ ہے جو ہر قسم کی اتمام حجت تقریراً یا تحریراً وغیرہ کے بعد ہوتا ہے۔ اس میں بعد انعقاد کوئی شرط نہیں ہوتی جیسا کہ آیت کریمہ (جس پر مباہلہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے) میں مباہلہ واقع ہو جانے کے بعد کوئی گنجائش توبہ وغیرہ کی نہیں رکھی گئی ہے۔ آنحضرت صلعم نے بلا کسی شرط کے صاف فرمادیا تھا کہ اگر یہ نجران کے لوگ مباہلہ کرلیتے تو تباہ و برباد اور ہلاک و فنا کیے جاتے::

بخلاف اس کے اس اشتہار میں صاف شرط توبہ موجود ہے۔ وہ بھی دونوں فریقوں کے لئے نہیں بلکہ صرف مولوی ثناءاللہ کے متعلق::

"اے خدا میں تیر جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو توبہ کرے"

پس اس کو مباہلہ نہیں کہا جا سکتا۔ بفرض محال مباہلہ میں شرط توبہ بھی ہو، تو بھی وہ دونوں فریقوں کے متعلق ہونی چاہیئے نہ کہ صرف ایک فریق

کے متعلق اس اشتہار میں بطور جملہ خبر یہ بار بار لکھا گیا ہے کہ:-

(۱) "اگر میں کذاب ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔"

(۲) "کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی۔"

(۳) "وہ اپنے دشمنوں کی کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔"

(۴) "اگر میں مسیح موعود ہوں تو آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔"

(۵) "اگر طاعون۔ ہیضہ وغیرہ آپ پر میری زندگی ہی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔"

پس یہ ایک دعا تھی جس کے متعلق دعا کرتے وقت بخیال مرزا "وحی و الہام کی بنا پر نہیں تھی" مگر دوسری جگہ انہوں نے خود تصریح کر دی ہے کہ "یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے" (اخبار بدر، ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء)

اندریں صورت یہ دعا پیشگوئی تھی جیسا کہ مذکورہ بالا جملہ ہائے خبریہ اس پر قطعی دلیل ہیں لہذا اس کو مباہلہ کہنا خلاف دیانت ہے (خود میاں محمود نے بھی اسے پیشگوئی لکھا جیسا کہ ان کا قول آگے نقل ہوگا)[۱] اس اشتہار کے شروع میں آیت قرآن قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۔ مذکور ہے اور آخر میں یہ فقرات موتیوں کی طرح جڑے ہوئے ہیں کہ:-

"بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

یہ الفاظ صاف دلیل ہیں کہ اب تیر کمان سے نکل چکا، جو ہونا تھا ہو چکا اس وقت یہ فیصلہ خدا کے کے ہاتھ میں جا چکا ہے۔ اب تمہارے کرتے دھرتے کچھ نہیں بنے گی۔ مرزا صاحب نے سارے (اشتہار میں ایک لفظ مباہلہ کا نہیں لکھا بلکہ اسے

[۱] مرزا کا یہ بھی الہام ہے کہ جب میں قسم کر کوئی بات کہہ دوں وہ ضرور پوری ہو گی لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ (البشریٰ جلد ۳ ص ۱۲۲/ ۱۲) منہ۔ ﴿تذکرہ ۶۸۵﴾

محض دعا قرار دیا اور ساتھ الہام سنا دیا کہ میری دعا قبول ہو گئی جیسا کہ یہ الہام ہم آئندہ درج کریں گے اور اس کی بنیاد خدا کی طرف سے بتائی۔ پھر اس میں بطور پیشگوئی بہت سے فقرات لکھے اب اسے مباہلہ کہنا اپنی باطل پرستی کا ثبوت دینا ہے::

بیرونی شہادتیں

پہلی شہادت

مباہلہ کیلئے جس کی بنیاد مرزا صاحب نے آیت قرآن پر رکھی ہے ایک تو جمع کے صیغے ہونے ضروری ہیں۔ جیسا کہ گذر چکا۔ دوم خود مرزا صاحب کو مسلم ہے کہ ایک ایک شخص کا مباہلہ نا جائز ہے۔ مباہلہ کے لئے ایک سے زیادہ انسان ہونے چاہئیں۔ پھر خواہ وہ خود شریک مباہلہ ہوں یا بذریعہ دستخطی تحریر کے کسی کو وکالت نامہ دے کر کھڑا کر دیں۔ جیسا کہ لکھا ہے:-

"ہمارے سید و مولانا جب مباہلہ کے لئے نصاری نجران کو دعوت دی تو وہ ایک قوم کے ساتھ بلکہ ان میں دو بشپ (پادری) بھی تھے۔ اس لئے ایک فرد واحد سے مباہلہ کرنا خدا تعالی کے آسمانی فیصلہ پر ہنسی کرتا ہے۔"

(اشتہار مرزا مؤرخہ ۵/ مئی ۱۹۰۶ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ ص/ ۱۱۱) ﴿مجموعہ اشتہارات ص ۵۵۴/ ج ۳﴾

پس اشتہار آخری فیصلہ کو جو صرف اکیلے مولوی ثناء اللہ صاحب کے حق میں بد دعا موت ہے اور فریقین کی وکالت اور دستخطی تحریر وغیرہ کی شرط سے خالی ہے، مباہلہ نہیں قرار دیا جا سکتا ہے،، بلکہ اس طرح فرد واحد سے مباہلہ خود بقول مرزا خدا کے ساتھ ٹھٹھا ہے::

دوسری شہادت

اشتہار آخری فیصلہ مرزا صاحب کی طرف سے ہے جس میں صرف دعا کے ذریعہ مرزا جی نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔ یہ مباہلہ اس لئے بھی نہیں کہلا سکتا

کہ مرزا صاحب اس سے کئی ماہ پیشتر رسم مباہلہ کو ختم کر چکے تھے جیسا کہ وہ راقم ہیں::

"سلسلہ مباہلات جس کے بہت سے نمونے دنیا نے دیکھ لئے ہیں میں
کافی مقدار دیکھنے کے بعد رسم مباہلہ کو اپنی طرف سے ختم کر چکا ہوں

(حقیقۃ الوحی ر ۶۸) ﴿خ ص ۱۷ر ج ۲۲﴾

یہ تحریر جولائی ۱۹۰۶ء کی ہے جیسا کہ اسی صفحہ کی دوسری طرف (ص ر ۶۷ پر) "آج ۱۶ر جولائی ۱۹۰۶ء" لکھی ہے۔ پھر اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۸۶ ﴿خ ص ۴۰۴ر ج ۲۲﴾ پر "آج انتیس ستمبر ۱۹۰۶ء" مسطور و مرقوم ہے۔ حالانکہ اشتہار آخری فیصلہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کا ہے پس اسے وہی نادان انسان مباہلہ قرار دیگا۔ جو مرزائی لٹریچر سے جاہل ہے اس قطعی فیصلہ کر دینے والی دلیل کے جواب میں یکم جنوری ۱۹۳۴ء کے میدان مناظرہ میں لاہور کے اندر مرزائی مناظر نے یہ عذر کیا تھا کہ:-

"آپ نے جو ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار اہلحدیث میں مرزا صاحب کو چیلنج مباہلہ دیا تھا اور ان کی تکذیب پر قسم کھانے کو آمادگی ظاہر کی تھی یہ اشتہار آخری فیصلہ اس کی منظوری ہے۔"

اسے جواب میں حضرت مولانا صاحب نے فرمایا تھا کہ میں نے جو ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو "چیلنج دیا تھا" اس کا جواب مرزا صاحب نے اخبار الحکم مؤرخہ ۳۱ر مارچ ۱۹۰۷ء اور اخبار بدر ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء میں یہ دیا تھا کہ:-

"ہم آپ (ثناء اللہ) سے اس چیلنج کے مطابق مباہلہ اس وقت کرینگے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہو جائیگی۔ وہ کتاب آپ کو بھیج کر معلوم کریں گے کہ آپ نے اس کو پڑھ لیا ہے۔ پھر بعد اس کے مباہلہ کریں گے" (مفہوم اخبارات مذکورہ)

اس انکشاف نے قطعی فیصلہ کر دیا کہ آخری فیصلہ سے قبل جو سلسلہ "مباہلہ" کا ذکر راخبارات میں جاری تھا وہ حقیقۃ الوحی ک بعد ہوگا اور یہ کتاب ۱۵ر مئی ۱۹۰۵ء کو شائع ہوئی ہے۔ جیسا کہ اس کے سرورق پر مرقوم ہے۔ اور تتمہ حقیقۃ الوحی کے آخری صفحہ پر بھی یہی تاریخ لکھی ہے۔ حالانکہ آخری فیصلہ والا اشتہارہ ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کا ہے پس وہ سابقہ

"مباہلہ،، کے سلسلہ میں کسی طرح داخل نہیں ہو سکتا بلکہ ایک دوسرا رنگ ہے کہ بطور دعا مرزا صاحب نے فیصلہ شائع کر کے مباہلہ سے اپنی جان چھڑائی::

"چنانچہ حقیقۃ الوحی شائع ہو گئی تو مولوی صاحب نے مرزا جی کے نام خط لکھا کہ حقیقۃ الوحی بھیجئے کہ میں اسے پڑھ کر آپ کی تکذیب پر قسم اٹھاؤں جسے آپ مباہلہ کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں اگر یہ درست تھا کہ آخری فیصلہ ہی وہ مباہلہ ہے تو صاف کہا جاتا کہ مباہلہ تو ہو چکا ہے۔ مگر نہیں ایسا جواب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ وہ "مباہلہ،، مگر نہیں ایسا جواب نہیں دیا گیا۔ کیونکہ وہ "مباہلہ،، تکذیب پر قسم اٹھانے کے رنگ میں تھا اور یہ تو ایک طرفہ دعا ہے چنانچہ ادھر سے مفتی محمد ی صادق صاحب نے اخبار بدر ۱۳/ جون میں جواب دیا کہ :-

"آپ کا کارڈ مرسلہ ۲/ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا (جس میں آپ نے ۴/ اپریل ۰۷ء کے بدر کا حوالہ دے کر جس میں قسم کھانے والا مباہلہ بعد حقیقۃ الوحی موقوف رکھا گیا ہے) حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا۔ اس کے **جواب** میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جبکہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔

(اب) مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ (سابقہ) کے ساتھ جو شرطیں تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی"

حضرات! سابقہ تحریرات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ وہ پہلا سلسلہ قسم جسے مرزائی مباہلہ کہتے ہیں حقیقۃ الوحی کے بعد ہونا موجود تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ آخری فیصلہ والا اشتہار کسی صورت میں سابقہ کڑی کا چھلہ نہیں رہا اس سابقہ مباہلہ کا نتیجہ سو آپ کے سامنے ہے کہ مرزا صاب اسکو منسوخ قرار دے گئے آہ

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کروگے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا؟

اس تحریر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آخری فیصلہ والا اشتہار مباہلہ نہیں بلکہ دعا ہے جس کے بعد کسی اور مباہلہ کی ضرورت ہی نہیں۔ یہ تحریریں اگرچہ اپنے اندر وضاحت رکھتی ہیں جن سے مرزا صاحب کی مفتریانہ حالت عریاں ہو چکی ہے۔ تاہم جن لوگوں کا مقصدِ حیات ہی کسی کے اشارے پر اسلام میں پراگندگی و انتشار پیدا کرکے اسلامی قوت کو توڑنا ہے، ان کے لئے سو بہانے ہیں۔ چنانچہ اس جگہ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ یہ خط مفتی محمد صادق کی اپنی رائے ہے۔ مرزا صاحب کی نہیں حالانکہ سوائے کسی ماؤف الدماغ انسان کے ہر آدمی فوراً جان سکتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ کا خط مرزا صاحب کے نام تھا اور مفتی صاحب خود اس کا خدمت مرزا میں پہنچ جانا مانتے ہیں اور اسکے جواب میں مذکورہ بالا تحریر لکھتے ہیں جو یقیناً مرزا صاحب کے حکم سے تھی۔ کسی امتی کو ہرگز یہ حق نہیں کہ نبی کی زندگی میں اس کے خط کا از خود جواب دیدے۔ وہ بھی ایسے مضمون کا کہ نبی نیجو سلسلۂ مباہلہ شروع کرر کھا تھا اور اس کو وعدہ دے چکا تھا کہ فلاں وقت پورا کروں گا اس خط میں اس وعدے کو منسوخ کردے۔ یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ اس قسم کی کھینچا تان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزائی جماعت درحقیقت مذہب جماعت نہیں بلکہ ایک دہریہ طبع فرقہ ہے جو دوسروں کے آلۂ کار بن کر اسلامی اتحاد و قوت کو توڑنے میں ساعی ہے۔ آج اگر مفتی محمد صادق یہ کہہ دے کہ یہ خط میں نے از خود لکھا تھا تو خدا کی قسم وہ مفتری ہے::

الغرض اس بیرونی شہادت سے بھی ثابت ہے کہ یہ اشتہار مباہلہ نہیں::

تیسری شہادت

اشتہار میں آخری فیصلہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا جو یقیناً اس سے پہلے کا لکھا ہوا ہے ۱۴ کا سمجھو تو ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳ وغیرہ کا سمجھو تو بہر حال پہلے کا ہے اور ساتھ

اسکے اسی دعا کے متعلق مرزا جی نے ۱۴ اپریل کو یہ کہا ہوا کہ:۔

”زمانہ کے عجائبات ہیں طرات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے۔ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوتی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ (میں نے دعا قبول کرلی ہے) صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں،، (اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔

اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ بقول مرزا صاحب خدا ان کی یہ دعا قبول کر چکا تھا۔ پس یہ مباہلہ نہیں ہو سکتا۔ دعا ہے جس کا قبول ہونا مصدقہ مرزا ہے::

چوتھی شہادت

ایک اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس کا الہام (مولوی ثناء اللہ کے متعلق یہ تھا کہ **تیری دعا سنی گئی**۔) تو پھر آپ پہلے کیوں فوت ہوئے۔ سو اس کا جواب میں اوپر دے آیا ہوں کہ وعید کی پیشگوئیاں اگر ٹل جاتی ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ اصلاح کی صورت کچھ اور پیدا ہو جاتی ہے،،

(قول میاں محمود احمد صاحب پسر مرزا خلیفہ قادیان در رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء)۔

اس عبارت سے بھی عیاں ہے کہ آخری فیصلہ دعا تھی جو قبول ہو گئی۔ لہٰذا بوجہ قبولیت کے پیشگوئی بن گئی۔ مباہلہ نہیں تھا۔ اسی طرح اسی رسالہ میں اس دعا کو مباہلہ قرار دینے والے کو مفتری قرار دیا ہے۔ اسی طرح اخبار بدر ۹۔ مئی ۷ء ص ۵ پر اس کو بحال قرار دے کر توبہ کی شرط کو دہرایا ہے۔ اسی طرح جب مرزا صاحب کا لڑکا ستمبر ۷ء کو مر گیا۔ اور مولانا ثناء اللہ صاحب نے اخبار ”عام،، لاہور میں لکھا کہ یہ اس دعاء (یکطرفہ) مباہلہ کا اثر ہے جو مرزا جی نے میرے حق میں کی ہے تو مرزا جی نے

اس دعا کو بحال رکھتے ہوئے اور ایک طرف مباہلہ تسلیم کرتے ہوئے جواب دیا کہ مباہلوں میں فریقین کی اولاد شریک نہیں۔ وہی عذاب اٹھائے گا۔ جس نے مباہلہ میں براہ راست مقابلہ کیا ہے اور صادق کاذب ٹھیرایا ہے۔(اشتہار تبصرہ ۵/نومبر ۱۹۰۷ء بجواب مضمون نگار اخبار عام اس جگہ کو مرزا صاحب نے کسی کا نام نہیں لیا مگر چونکہ وہ مضمون مولانا ثناءاللہ کا ہی تھا اس لئے ثابت ہے کہ مرزا جی نے اس یک طرفہ دعا کو بحال رکھا ہے::

اسی طرح مولوی نور دین، محمد احسن امروہی، مولوی محمد علی لاہوری نے اس دعا کو یک طرفہ فیصلہ اور غیراز مباہلہ تسلیم کیا ہے

(تفصیل کے لئے اخبار اہلحدیث ۱۲/ جنوری ۱۹۳۴ء روئیداد مناظرہ لاہور)

نیز رسالہ فیصلہ مرزا اور رسالہ "فاتح قادیان"، مصنفہ مولانا ثناءاللہ صاحب، دیکھیں جس میں اس دعا کی جملہ تفصیلات مندرج ہیں)

مرزائی اعتراض

مولانا صاحب نے خود اس دعا کو مباہلہ لکھا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ مرزا صاحب بھی اس کو مباہلہ جانتے تھے::

الجواب

مولانا صاحب نے شروع شروع میں اسے دعا ہی لکھا ہے جیسا کہ اخبار اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھا ہے "اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی۔"

(مرزا پاکٹ بک ص/۴۴۸)

ایسا ہی مرقع قادیان۔ اگست ۷ء اس اشتہار کو نقل کرکے لکھا ہے

"اب دیکھئے اس اشتہار میں بھی دعا ہی سے کام لیا ہے" (ص/۱۶)

۱؎ اشتہار مرزا صاحب تبلیغ رسالت جلد ۶ ص/۱/۲-۱۲ منہ

ہاں چونکہ مرزا صاحب اس طرح کی یکطرفہ دعاؤں کا نام بھی مباہلہ رکھتے تھے جیسا کہ دیباچہ چشمہ معرفت ص ر ا پر لکھتے ہیں کہ "سعد اللہ لدھیانوی نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا اور میری موت کی خبر دی تھی۔ آخر میری زندگی میں طاعون سے ہلاک ہو گیا۔"

حالانکہ مرزا جی نے بطریق مباہلہ بالمقابل مولوی سعد اللہ سے کبھی مباہلہ نہیں کیا مگر اس جگہ ان کی یک طرفہ بددعا کو مباہلہ نام رکھتے ہیں۔ پھر اس "کوڑھ پر کھاج"، یہ کہ یہ بھی جھوٹ ہے انہوں ہرگز ہرگز یک طرفہ دعا مرزا کی موت کی بھی کوئی نہیں کی۔۔

ایسا ہی اسی طرح تتمہ حقیقۃ الوحی ص ر ۵۴ پر حافظ مولوی محمد الدین کی طرف یہ منسوب کر کے کہ:۔

"اس نے اپنی کتاب میں میری نسبت کئی لفظ بطور مباہلہ استعمال کئے تھے اور جھوٹے کے لئے خدا تعالی کے غضب اور لعنت کی درخواست کی تھی پھر مر گیا"۔۔ (ص ر ۵۴ تتمہ ح) ﴿خ ص ۴۲۸ ر ج ۲۲﴾

حالانکہ اگر یہ سچ بھی ہو تو چونکہ مباہلہ میں فریقین کی منظوری ضروری ہے اور مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز حافظ محمد الدین کے بالمقابل کوئی بددعا شائع نہیں کی پھر اس کو مباہلہ قرار دینا افترا نہیں تو کیا ہے۔ اسی طرح مولوی عبد المجید دہلوی کی طرف اس قسم کی بددعا بحق خود منسوب کر کے پھر اس کی قبل از خود موت کو مباہلہ قرار دیا اسی طرح مولوی اسماعیل علیگڑھی و غلام دستگیر قصوری کے متعلق لکھا ہے۔ الغرض مرزا صاحب یکطرفہ دعا کا نام مباہلہ رکھتے تھے۔ اس لئے مولانا ثناء اللہ صاحب نے بھی الزامی رنگ میں اس دعا کو کہیں کہیں مباہلہ لکھا ہے چنانچہ مولانا نے خود اسی زمانے میں لکھ دیا تھا جب کہ مرزا صاحب زندہ ہی تھے کہ:۔

"مرزا صاحب کا عام اصول ہے کہ جو دعا بطور مباہلہ کے کی جاوے اس کا اثر ایک سال تک ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک اشتہار میں مولوی غلام دستگیر قصوری کو لکھتے ہیں کہ "میعاد اثر مباہلہ[1] کی ایک برس ہے"،

پھر اپنی کتاب سر الخلافت میں شیعوں کو مخاطب کر کے للکارتے ہیں کہ آؤ

میرے ساتھ مباہلہ کرو۔ پھر اگر میری دعا کا اثر ایک سال تک ظاہر نہ ہو تو تم سچے اور میں جھوٹا (ص ر ۱۷) ناظرین! ان دونوں اقراروں کو ملحوظ رکھ کر خدارا انصاف کیجئے کہ مرزا صاحب کو میرے حق میں بددعا کئے ہوئے جس کو وہ اور اس کے دام افتادہ مباہلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں آج کامل ایک سال سے کچھ روز زیادہ گذر چکے ہیں۔ مگر یہ خاکسار بفضلہ تعالیٰ اپنی ذات خاص میں اور اپنے اہل و عیال میں تندرست ہے۔ سال کامل گذر چکا اب مرزا کے کاذب، ابد فریب اور مفتری ہونے میں کیا شک رہا،، (مرقع قادیانی بابت ماہ جون ۱۹۰۸ء ص ر ۱۹)

پھر صفحہ ۲ پر مبارک احمد کی وفات کو پیش کر کے مرزائیوں کو ملزم گردانا گیا ہے اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ مولانا خود تو اس آخری فیصلہ والے اشتہار کو دعا ہی جانتے اور کہتے تھے مگر بطور الزام مرزا کو جو اس طرح کی بددعاؤں کو بھی مباہلہ کہہ کر سال بھر کی مدت میں مباہلہ کا اثر ضروری اور بصورت عدم اثر اپنے جھوٹا ہونے پر دلیل ٹھہراتے تھے ماخوذ و گرفتار کیا ہے::

مرزائی اعتراض

مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود اسوقت اس دعا کو قبول نہیں کیا۔ اب کیوں پیش کرتے ہیں؟

الجواب

قبولیت یا عدم قبولیت مباہلوں پر اثر انداز ہوتی ہے حالانکہ یہ مباہلہ نہ تھا۔ پس اس کی نامنظوری سے دعا پر کوئی اثر نہیں۔ مرزا صاحب اس دعا میں اپنے آپ کو مظلوم قرار دے کر خدا سے دعا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ مظلوم کی دعا میں ظالم کی قبولیت کو ذرہ بھر دخل نہیں ہوتا::

مولوی صاحب نے جو اس دعا کو نامنظور کیا تو اس کی وجہ ہم ابتداء میں بتا

آئے ہیں کہ دعا چال تھی جسے ہم نے نہ اس وقت مبنی بر صفائی سمجھا تھا اور نہ اب ہمارا ایمان ہے کہ یہ دعا گو بظاہر مرزا جی نے اللہ سے کی تھی مگر وہ تو خود دہریہ تھے خدا سے دعا کے کیا معنی؟ مگر چونکہ خدا ہے اور حق ہے اور وہ سخت دل مجرموں کو بعض اوقات انہی کی چالوں میں لپیٹ کر ذلیل کرتا ہے۔ اس لئے اس نے مرزا کو بقولِ خود ملزم و مجرم اور مفتری ثابت کرنے کے لئے مولانا ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں ہی موت کے گھاٹ اتار کر انہیں وہی ثابت کر دیا جو وہ حقیقت میں تھے۔ فلہ الحمد!

پھر اور سنو! اگر مولانا ثناء اللہ کی منظوری اس دعا میں لازمی ہوتی تو بقول مرزا صاحب خدا اسے قبول کیوں کر لیتا پھر مرزا صاحب مولانا کے انکار جو ۲۶/اپریل ۷ء کے پرچہ میں کیا گیا ہے بعد ۱۳/جون کے اخبار بدر میں بجواب چٹھی ثنائی سابقہ سلسلہ قسم کو منسوخ کر کے آئندہ کیلئے اس دعا کو فیصلہ کن کیوں گردانتے ہیں۔ پھر ۲۲/اگست ۱۹۰۷ء کے پرچہ بدر میں واضح الفاظ میں مضمون لکھا جاتا ہے۔ کہ آخری فیصلہ مباہلہ نہ تھا، صرف دعا تھی اس پر کیوں نوٹس نہیں لیا گیا؟ مفتی صادق ایڈیٹر بدر نے اور مرزا صاحب کے تمام ان مریدوں نے جو بدر کے خریدار تھے، کیوں اس کی تردید نہ کی کہ مولوی ثناء اللہ تو انکار کر چکا ہے اب دعا خدا نے قبول کرنے کے باوجود مسترد کر دی ہے۔؟

اسی طرح ۵/مئی ۱۹۰۷ء کے بدر میں بلا کسی نوٹ کے ثناء اللہ کے واسطے توبہ کی شرط کیوں درج کی جب کہ وہ فیصلہ ہی منسوخ و مردود ہو چکا تھا۔ جس میں شرط توبہ مرقوم تھی؟ پھر مبارک احمد کی وفات کے بعد مرزا صاحب نے بجواب اخبار عام کیوں نہ لکھ دیا کہ ثناء اللہ کا "آخری فیصلہ کی تحریر سے تمسک کر کے مبارک احمد کی وفات پر مجھے ملزم گرداننا غلط ہے۔ کیونکہ آخری فیصلہ بوجہ عدم منظوری ثناء اللہ کے مسترد ہو چکا"، اسی طرح میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا مرزا صاحب کے مرجانے کے بعد علی مولوی صاحب کے انکار کو آخری فیصلہ کے مردود ہونے کی

دلیل نہ سمجھنا اور اسے اندازی پیشگوئی ٹھیرا کر اس کا ٹل جانا لکھنا، اور آخری فیصلہ کو مباہلہ قرار دینے والے کو مفتری وغیرہ نام رکھنا، اسی طرح مولوی محمد احسن کا اس کو بعد وفات مرزا بعض دعا بتا کر عذر کرنا کہ نبیوں کی بعض دعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں ریویو جون ۸ ء ص ۳۳۸ وغیرہ وغیرہ تحریرات مرزائیہ د بالاتفاق اس حقیقت کا اظہار کر رہی ہیں کہ ثنائی اقرار یا انکار کو اس میں کوئی دخل تھا اور نہ ہی مرزا اور ان کے ملہم اور اکابر مرزائیہ اس انکار کو کوئی اہمیت دیتے تھے::

لطیفہ

مرزائی صاحبان مولانا موصوف کو "ابو جہل"، جانتے اور کہتے ہیں۔

(جیسا کہ مرزا نے تتمہ حقیقۃ الوحی ص ن ۲۶ پر لکھا ہے) ﴿خ ص ۴۵۸ ج ۲۲﴾

مگر یہاں آکر عجیب پلٹا کھاتے ہیں۔ یعنی یہ کہتے ہیں کہ ابو جہل کی تجویز اور تحریر تو خدا نے مان لی۔ مگر اپنے "نبی"، کے فیصلہ کو جس کی قبولیت کا وعدہ بھی دے چکا تھا، رد کر دیا، چہ عجب!

مرزائیو! جانتے نہیں کہ "صادق"، کے مقابلے پر پہلے مرنے والا ہی "ابو جہل"، تھا۔ یقین نہ ہو تو صحیح بخاری شریف کھول کر دیکھ لو کہ ابو جہل آنحضرت صلعم کے روبرو بوجہ مقابلہ جہنم رسید ہو گیا۔ "جنگ بدر میں قتل ہوا"، (ص ۳۸۰ احمدیہ پاکٹ بک) اور صادق سلامت بکرامت رہا::

مرزائی اعتراض

اخبار اہلحدیث ۲۶ اپریل ۷ ء میں نائب ایڈیٹر نے لکھا تھا کہ حسب تعلیم قرآن و جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمر دی جاتی ہے::

الجواب

یہ تحریر مولانا ثناء اللہ صاحب کی نہیں ہے جن دنوں یہ مضمون شائع ہوا ہے

حضرت مولانا صاحب ان دنوں سفر میں تھے۔ اپنا مضمون ان کا لکھا ہوا دفتر میں موجود تھا۔ جو ان کی عدم موجودگی میں اخبار میں ان کی حسب ہدایت شائع ہوا مگر نائب ایڈیٹر نے اپنی طرف سے حاشیہ پر یہ نوٹ لکھ دیا بہر حال اس کو عام قاعدہ قرار دے کر کہنا کہ دغاباز مفتری لمبی عمر پاتا ہے۔ بعض دفعہ غیر سعید اخوان الشیاطین پہلے مر جاتے ہیں۔ اور بعض دفعہ خدا کے آخری درجہ کے محبوب بہترین اولیاو انبیاء جلد وفات پا جاتے ہیں۔ یہ تو ہوا نائب ایڈیٹر اہلحدیث کی غلطی کا اظہار۔ جو ایک معمولی انسان غیر معصوم تھا۔ اب سنو! اپنے نبی کا فیصلہ جو بقول خود ''ہر وقت فرشتوں کی گود میں پرورش پاتا تھا،، (اشتہار الانصار اکتوبر ۱۸۹۹ء اور بقول خود جس کی ''ہر بات۔ ہر قول۔ ہر حرکت۔ ہر سکوت بحکم خدا تھا، (ص ر ۰۷ ر ۱۷ ریویو ۱۹۰۳ء اور روح القدس کی قدسیت ہر وقت ہر دم۔ ہر لحظہ بلا فصل اس کے قویٰ میں کام کرتی رہتی تھی،،

(ملاحظہ ہو حاشیہ ص ر ۹۳ ط ۱-۱۷ ط لاہور آئینہ کمالات اسلام) ﴿خ ص ۹۳ ر ج ۵﴾

یہ صاحب اسی اشتہار ''آخری فیصلہ'' میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو لکھتے ہیں:۔

''اگر میں ایسا مفتری اور کذاب ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی لمبی عمر نہیں ہوتی۔،،

احمدی دوستو! کیا کہتے ہو؟ سنو یہ تمہارے نبی کا فیصلہ ہے۔ مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے آخری فیصلہ میں کاذب کی موت صادق کے سامنے واقع ہونا لکھی تھی اور ہیضہ، طاعون وغیرہ مہلک امراض سے لکھی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کا مولانا ثناء اللہ صاحب جو خدا کی نظر میں صادق تھے بفضلہ تعالیٰ آج تک زندہ ہیں اور مرزا صاحب مؤرخہ ۲۶ ر مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل قریباً ساڑھے دس بجے دن کے بمرض ہیضہ اس طرح کہ ''ایک بڑا دست آیا اور نبض بالکل بند ہو گئی''

(اخبار بدر ۶ ر جون ۱۹۰۸ء ص ر ۲ کالم او سیرۃ المہدی ص ر ۱۱ حصہ اول)

واضح رہے مرزا صاحب کے خسر نواب میر ناصر کا بیان ہے وفات سے ایک یوم قبل جب میں مرزا صاحب سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ ،، میر صاحب مجھ کو وبائی ہیضہ ہو گیا ہے،(حیات نواب میر ناصر ص ر ۱۴) اپنے افتراؤں کی سزا پانے کو حاکم حقیقی کے دربار میں بلائے گئے۔کسی زندہ دل شاعر نے اسی واقعہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ ۔

مرض ہیضہ تھیں ہو لاچار مرزا مویا منگل وار

اسی طرح ایک اور صاحب نے ذرا وضاحت سے لکھا ہے کہ ۔

گفت مرزا مر ثناءاللہ را میرد اول ہر کہ ملعون خدا است
خود را نہ شد بسوئے نیستی، بودم خود ملعون ولیکن گفت راست

ضمیمہ آخری فیصلہ

از قلم باطل شکن حضرت مولوی ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب

فاتح قادیان امرتسری

قادیانی نبی کی تحریر فیصلہ کن ہے! یا میری حلف

ناظرین کی آگاہی کے لئے میں قادیانیوں کی ہوشیاری یا بالفاظ دیگر دفع الوقتی کی مثال سناتا ہوں:۔

قارئین کرام! اسلام انسان کو انسانیت کے اعلیٰ معراج پر پہنچانے کا راستہ دکھاتا ہے۔اس لئے اس کی تعلیم ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کرو۔ارشاد ہے:۔

لایجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا و اذا قلتم فاعدلوا ولوکان ذا قربی ۔

۱۔ کسی قوم یا شخص کی عداوت سے عدل نہ چھوڑا کرو۔
۲۔ جب بولو سچ بولا کرو چاہے کوئی تمہارا قریبی ہی ہو۔

یہ تعلیم ایسی صاف اور سیدھی ہے کہ انسان کو باکمال بنادیتی ہے اس کے ساتھ ہی جب یہ ڈانٹ ڈپٹ سامنے رکھی جائے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ تمہارے مخفی راز بھی کھل کر سامنے آجائینگے۔ اس دنیا میں جس کی حمایت یا ضد میں تم بے جا تعصب کرتے ہو اس وقت کوئی تمہارا دوست نہ ہوگا۔

یوم تبلی السرائر فماله من قوة و لا ناصر

باجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مذاہب کی روش اپنے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہے۔ مثال کے لئے جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین ذرا غور سے ہماری معروضات کو دیکھیں اور سنیں۔ جناب مرزا صاحب قادیانی (متوفی) نے میرے مواخذات سے تنگ آکر ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد آج کل حیدر آباد دکن سے ایک اعلان ''آخری فیصلہ'' کا نکلا ہے۔ ناظرین کی اطلاع کے لےء ہم دونوں مضامین بالمقابل رکھتے ہیں:۔

(اشتہار آخری فیصلہ چونکہ بہ تمام و کمال پہلے ص ۱۶۷ پر درج ہو چکا ہے۔ اسلئے ہم نے اس جگہ درج نہیں کیا۔ ناظرین پہلے اس کو ایک دفعہ مکرر پڑھکر پھر عبداللہ الہ دین صاحب کا یہ مضمون پڑھیں۔ ناقل)

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپیہ انعام

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری نے ۱۰؍فروری ۱۹۲۴ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز محترم باوقار انسان تھے یعنی عالیجناب مہاراجہ ہرکشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے۔ اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدر آباد آنے کا اصل مقصد سیٹھ عبداللہ الہ دین ہیں تا کہ ان کو ہدایت ہو جائے اس لئے میں اپنے ذاتی اطمینان کے لئے بذات خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں

کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں قسم کھا جائیں۔ مگر قبل اس کے ضروری ہو گا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ حیدر آباد، وسکندر آباد میں شائع کر دیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کا فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اخیر دن تک میں اپنے اس اقرار معیار فیصلہ کن کے مخالف کوئی تحریر یا تقریر نہ شائع کروں گا۔ میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اگر اس حلف کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب ایک سال تک صحیح زندہ سلامت رہے یا ان پر کوئی عبرت ناک و غضبناک عذاب نہ آیا تو میں اہلحدیث ہو جاؤں گا۔ یا مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسب خواہش مبلغ دس ہزار روپیہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کرونگا:

حلف کے الفاظ یہ ہیں:۔

جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے۔ ''میں ثناء اللہ ایڈیٹر اہلحدیث خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانکر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاویٰ و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف میں نے ان کی مطالعہ کیں۔ اور عبد اللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار کا بھی بغور پڑھا۔ مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاویٰ و الہامات جو چودھویں صدی کے مجدد و امام وقت مسیح موعود و مہدی موعود و امتی نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ و افترا اور دھوکہ و فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔ بر خلاف اسکے عیسیٰ علیہ السلام وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں۔ اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا۔ جب ہو گا تو وہ اپنے منکروں

کو تلوار سے قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلا دیں گے۔ مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں، نہ مہدی ہیں، نہ مسیح موعود ہیں، نہ امتی نبی ہیں۔ بلکہ ان تمام دعاویٰ کے سبب ان کو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ عقائد خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف و صحیح احادیث کے خلاف ہیں، اور مرزا غلام احمد قادیانی در حقیقت اپنے تمام دعاویٰ میں خدا کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا جو تمام زمین و آسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے، پس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو ہی قہار اور غالب و منتقم حقیقی ہے۔ اور تو ہی علیم و خبیر و سمیع و بصیر ہے۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاویٰ الہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں اور میں انکے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق دار ہوں تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر، یا کسی ایسے غضب ناک و عبرت ناک عذاب میں مبتلا کر جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو[1]۔ تاکہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا۔ جس کی پاداش میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔ آمین۔ آمین۔ آمین۔،،

خاکسار عبداللہ الہ دین بلڈنگ سکندر آباد

۱۲ر فروری ۱۹۲۳ء

ناظرین کرام! ان دونوں عبارتوں کو (مرزا صاحب کے اشتہار آخری فیصلہ اور عبداللہ الہ دین صاب سکندر آبادی کے اشتہار فیصلہ۔ ناقل) بالمقابل دیکھ کر غور فرمائیں کہ فیصلہ کی جو صورت خود بانی مذہب و مدعی وحی الہام نے قرار دی ہے وہ فیصلہ کن ہو سکتی ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ بانیٔ مذہب صاحب وہی کا فیصلہ سب پر ناطق ہو گا بر خلاف امتی کے جس کا فیصلہ دوسرے شخص بلکہ اپنی اولاد پر بھی نافذ

[1] مثلاً نزلہ کھانسی یا شدید درد سر! (اہلحدیث)

نہیں ہوتا۔ پھر کیوں نہ بانی مذہب کی پیش کردہ صورت فیصلہ پر غور کیا جائے۔ اور کیوں نہ اس کی تحقیق کی جائے یا سابقہ تحقیق جو شہر لدھیانہ میں ہو چکی ہے کافی سمجھی جائے۔ بہر حال جدید صورت کی ضرورت نہیں::

باوجود اسکے ہم بتاتے ہیں کہ یہ صورت فیصلہ بھی ہم نے منظور کر کے بارہا کامیابی حاصل کی ہوئی ہے۔ ابھی حال ہی میں ہم نے "اہلحدیث،، ۲۶ر جنوری ۳۴ء میں ایک بسیط مضمون اس کے متعلق لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:-

(۱) منکر نبوت (کافر) پر از روئے قرآن و حدیث حلف نہیں رکھی گئی۔ نبوت دیجئے تو حلف لیجئے۔

(۲) باوجود اس کے ہم بارہا حلف بھی اٹھا چکے ہیں::

یہاں تک کہ قادیان کے اسلامی جلسہ میں بھی ایک دفعہ حلف اٹھائی جو خود قادیان کے اخبار "الفضل،، میں بایں بالفاظ درج ہوئی تھی:-

میں (ثناء اللہ) قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب جھوٹے ہیں،،

(الفضل ۴ر اپریل ۱۹۲۱ء

حضرات! غور کیجئے۔ کسی سچے نبی کا انکار خدا کی نافرمانی ہے۔ جس کا ارتکاب کرنے والا یقیناً خدا کا مجرم ہے۔ وہ قسم کھائے یا نہ کھائے اس کا محض انکار ہی اسکو سزا دینے کیلئے کافی ہے۔ خاص کر جب وہ اپنے انکار کے بعد حلف بھی اٹھائے تو کیوں سزایاب نہ ہو۔ قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ پھر میں نے بذریعہ اشتہار مجریہ ۲ر اپریل ۱۹۲۶ء اعلان کیا۔ جس کی سرخی یہ تھی:-

"خدا کی قسم میں مرزا قادیانی کو الہامی دعویٰ میں سچا نہیں جانتا،،

اس مضمون کو بڑی تفصیل سے پہلے اخبار "اہلحدیث" میں لکھا، اشتہاری صورت میں بھی شائع کیا۔ ۱۹۲۳ء میں جب میں حیدر آباد دکن گیا تو ان دنوں انہی

مشتہر صاحب (حاجی عبداللہ الہ دین) نے دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار دیا جس کے جواب میں میں نے اشتہار شائع کردیا کہ:۔

"میں روپیہ آپ کا نہیں لیتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ نے بحکم خلیفہ صاحب قادیان ایسا لکھا ہے اس لئے خلیفہ محمود احمد سے یہ اعلان کرادیں کہ بعد حلف واری ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو میں (محمود احمد) مرزا صاحب متوفی کو جھوٹا جانوں گا۔"

اس مطالبہ کا جواب دیا (باوجودیکہ اس وقت سیٹھ عبداللہ الہ دین نے اسے منظور کرکے اس کی تکمیل کا معاہدۂ تحریری بھی کیا جیسا کہ یہ تمام کاروائی سکندر آبادی اشتہار ۱۹۳۴ء میں درج ہے۔ تو بھی بعد کو جب خلیفہ، محمود احمد قادیانی نے اسے منظور نہ کیا۔ (ناقل)

نفی میں اب بھی میرا یہی مطالبہ ہے کیونکہ میرا خطاب دراصل بانی مذہب بڑے مرزا صاحب سے تھا۔ وہ اس وقت موجود نہیں تو ان کے قائم مقام میاں محمود احمد صاحب کو بحیثیت خلیفہ مخاطب کرتا ہوں پس وہ اعلان کردیں کہ:۔

> "مولوی ثناء اللہ تکذیب مرزا صاحب پر حلف اٹھائیں تو سال کی مدت معتبر ہوگی۔ اگر سال کے اندر اندر مر جائیں تو وہ جھوٹے سمجھے جاویں گے اور اگر ایک سال تک زندہ رہیں تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں (محمود احمد) اپنے والد کو دعویٰ مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔"
>
> ناظرین کرام! کیسی سادی شرط ہے۔ بھلا یہ کوئی انصاف ہے کہ میں ایک مدت پوری کرکے ایک احمدی کا تقاضا پورا کروں۔ پھر دوسرے کا پھر تیسرے کا علی ھذالقیاس اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کی خواہشات پوری کرتے کرتے کسی نہ کسی مدت میں تو مروں گا۔ اس لئے آئے دن کے نزاعات ختم کرنے کو ضروری ہے کہ مثل سابق کسی تابع (امتی) سے "فیصلہ نہ ہو بلکہ باپ کے قائم مقام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سے معاہدہ ہو کر فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ آپ مدعی کے بیٹے اور

قائم مقام خلیفہ ہیں::

پس میں منتظر ہوں کہ حاجی عبداللہ سکندر آبادی انعامی رقم تو قادیان کے قرضہ[1] ۶۰ ہزار میں جمع کرادیں اور میرے ساتھ فیصلہ کرنے کو خلیفہ صاحب کو تکلیف دیں پھر دیکھیں خدا کی تائید کس کو حاصل ہوتی ہے::

نوٹ:- گو ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ موت وحیات کا کسی کو علم نہیں تاہم خدا کی تائید پر بھروسہ ہے کہ اگر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے مذکورہ اعلان کیا تو خدا ہماری اسی طرح مدد کرے گا جس طرح اس نے ان کے باپ کے خلاف ہمیں مدد دی تھی۔ انشاءاللہ::

احمدیہ جماعت کے ممبرو! ہمت ہے تو آؤ اور اپنے خلیفہ کو قبول حق پر آمادہ کرو، ورنہ یاد رکھو

ستعلم لیلٰی ای دین تداینت

و ای غریم فی التقاضی غریمها

عنقریب لیلٰی جان لے گی کہ اس نے کون سا دین اختیار کیا ہے اور کونسا قرض خواہ اسکے قرض کا تقاضا کرتا ہے::

(منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر مؤرخہ ۱۳ر اپریل ۱۹۲۴ء

بحث توفی

مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ ہے کہ لفظ توفی حقیقی اور وضعی طور پر صرف موت اور قبض روح کے لئے ہی موضوع ہے۔ آج ناظرین کے سامنے مرزا صاحب قادیانی کے لغوی اور ادبی جوہر کا ایک دھندلا سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے ناظرین کرام مرزا صاحب کو لغوی و ادبی قابلیت کا صحیح اندازہ لگا سکتے ہیں

[1] "آجکل قادیانی اخبار میں بار بار شائع ہو رہا ہے کہ سلسلہ مرزائیہ کی ضروریات کے لئے ۶۰ ہزار روپیہ در کار ہے جو بعد کو باقساط اور نمبر وار ادا کیا جائے گا۔ مولانا صاحب کا اشارہ اسی طرف ہے (۱۲ منہ)"

کہ ان کی نظر کتب لغویہ وادبیہ پر کہاں تک واقع ہے اور ان کی تحقیق کا دائرہ کہاں تک محدود ہے::

آج میں لغاتِ معتبرہ۔ محاورات عربیہ اور تفاسیر متداولہ سے بالکل واضح اور اظہر من الشمس کر دینا چاہتا ہوں کہ لفظ توفی کا حقیقی معنی جمیع ائمہ لغت اور مفسرین کے نزدیک ''پورا کرنے'' اور ''پورا دینے'' اور ''پورا لینے'' کے ہیں اور جو معنی مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں وہ مجازی ہیں نہ کہ حقیقی اور اس پر طرہ یہ کہ خود مرزا صاحب کے موضوعہ اصول کے لحاظ سے بھی معنی حقیقی ثابت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مجازی ہی ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ اسی بحث کے خاتمہ پر ناظرین خود فیصلہ کر لیں گے۔

توفی کا حقیقی معنی

کتب لغویہ

لسان العرب و محاضراتها

(۱) تَوَفَّيْتُ الْمَالَ مِنْهُ وَ اسْتَوْفَيْتُهٗ اِذَا اَخَذْتُهٗ كُلَّهٗ

ترجمہ

توفیت (باب تفعل) اور استوفیته (باب استفعال) دونوں کے معنے ہیں کہ میں نے اس سے اپنا مال پورا پورا لے لیا::

(۲) تو فاه منه واستوفاه لم يدع منه شيئا ترجمہ توفاه منه وستوفاه ۔ دونوں کے معنے یہ ہیں کہ اس نے پورا پورا لے لیا۔ اور کچھ بھی اس نے نہیں چھوڑا:::

(۳) توفیت عدد القوم اذا اَعَدَدْتُهُم كلهم۔ ترجمہ ۔ میں نے قوم کی

پوری پوری گنتی لی::

شعر۔ ان بنی الادر دلیسوا من احد
ولا توفا هم قریش فی العدد

ترجمہ۔ بیشک قبیلہ نبی اور دکشی میں سے نہیں اور قریش نے ان کی گنتی پوری پوری نہیں کی::

(۵) وفی با الشئی و ا وفیٰ وفیّ بمعنی واحد۔

ترجمہ وفا (ثلاثی مجرد اوفی (باب افعل) اور وفی (باب تفعیل) تینوں ہم معنی ہیں۔

(۶) الوفاء ضد الغدر یقال وفی بعهده و افی بمعنی

ترجمہ۔ وفا لفظ کا ضد اور مخالف غدر ہے جیسا کہ یہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص نے اپنا عہد پورا کیا۔ اور اوفی (باب افعال) اس کا ہم معنی ہے::

المنجد والمخاطبات العرب

(۱) تو فی توفیا۔ اوفی حقه اخذه رافیاتاما یقال توفیت من فلان مالی علیه۔

ترجمہ۔ توفی کے معنی ہیں اپنا پورا پورا حق لے لیا۔ عرب لوگ کہا کرتے ہیں۔ میں نے فلاں شخص سے اپنا پورا پورا حق لے لیا::

(۲) وفی وفاء اتمه ترجمہ۔ وفی وفاء اس وقت کہتے ہیں کہ جب کسی کام کو پورا کیا ہو::

اساسُ البلاغت و محاروت العرب

(۱) اِسۡتَوۡفَاهُ وَتَوَفَّاهُ اِسۡتَكۡمَلَهٗ ترجمہ۔ اِسۡتَوۡفَاهُ۔ اور تَوَفَّاهُ کے معنی ہیں کہ اس نے اس سے پورا پورا لے لیا::

المفردات و محارات العرب

(۱) (وفی) الوافی الذی بلغ التمام۔ یقال درھم و اف وکیل و اف و اوفیت لکیل و الوزن۔

ترجمہ وافی اسے کہتے ہیں جو پورے کو پہنچ جائے۔اس پر محاورات حسب ذیل ہیں:۔

درھم و اف وکیل واف الخ

(۲) وفی بعدہ یفي وفاء و اوفی اذا اتم العھد ترجمہ۔ یفی وفا(ثلاثی مجرد) اوفی (باب افعال) اس وقت بولتے ہیں جب عہد کو پورا کیا ہو::

اشتقاق ضدہ وھو الغدر ترجمہ وفی کا ضد غدر ہے

مجمع البحار

(۱) وفی الحدیث فمررت بقوم تقرض شفا ھھم کلما قرضت ورفت ای تمت وطالت

ترجمہ۔ حدیث میں ہے کہ میں دوزخیوں کی ایک قوم پر سے گذرا جن کے ہونٹ کاٹے جاتے تھے۔ جس وقت کاٹے جاتے پھر پورے ہوتے چلے جاتے::

قول المتنبی

شعر:۔ اذا غدرت حسناء اوفت بعھدہا

و من عھدہا ان لا یدوم لھا عھدا

ترجمہ

جب خوبصورت محبوبہ عہد شکنی کرے تو گویا وہ اپنے عہد کو پورا کر رہی ہے۔

کیونکہ دائمی عہد نہ ہونا یہ بھی اسکا عہد ہی ہے۔

کتب تفاسیر

تفسیر کبیر

(۱) التوفی اخذ الشئی وافیا ترجمہ۔ توفی کے معنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا ہے جیسا کہ عرب بولتے ہیں تَوَفَّیْتُ مِنْهُ دَرَاهِمِیْ یعنی میں نے اس سے اپنے درہم پورے پورے لے لئے (جلد ۳ ص ۴۸۱)

بیضاوی

(۱) اَلتَّوَفِّی اَخْذُ الشَّئِی وَافِیًا وَالْمَوْتُ مِنْهُ نَوْعٌ ترجمہ۔ تفسیر بیضاوی میں تحت آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی الآیۃ لکھا ہے کہ توفی کے معنی کسی چیز کو پورا لے لینے کے ہیں::

هٰكَذَا فِي سَائِرِ الْكُتُبِ التَّفَاسِيْرِ الْأُخْرٰى عَنْ جَامِعِ الْبَيَان وَ اِبْنِ كَثِيْر وَفَتْحِ الْبَيَانِ وَ الْخَازِنِ وِ اَبِی السَّعُودِ وَغَيْرِهَا۔

توفی کے مجازی معنی

ہم تمام کتب لغات مشہورہ اور اقوال کبرائے مفسرین اور مفسرین کے نیم روز کی طرح بالکل روشن کر چکے ہیں کہ وفا کے حقیقی معنی پورا کرنے کے ہیں۔ اب ناظرین کی مزید تسلی اور اطمینان کے لئے کتب لغویہ سے یہ بھی ثابت کر دینا چاہتے ہیں کہ موت۔ قبض، روح اور نوم وغیرہ سب مجازی معنی ہیں نہ حقیقی ووضعی فتر قب۔

تاج العروس شرح قاموس

وَمِنَ الْمَجَازِ اَدْرَكَتْهُ الْوَفَاةُ اَیْ الْمَوتُ وَ الْمَيَّةُ تُوَفِّی فُلَانٌ اِذَا مَاتَ۔

ترجمہ:۔ توفی کے معنی موت لینا مجازی ہیں (جلد ۲۰ ص ۳۹۴)

اساس البلاغة

(۱) وَمِنَ الْمَجَازِ تَوَفَّى فُلَانٌ تَوَفَّاهُ اللّٰہ اَدْرَکَتْہُ الْوَفَاۃُ۔
ترجمہ۔ توفی کے معنی موت لینا مجازی ہیں (جلد ۳ ص ۳۴۱/۴)

تنبیہ

ہماری خوش قسمتی سمجھئے۔ یا مرزائیوں کی بدقسمتی۔ اس جگہ توفاہ اللہ میں اللہ فاعل ذی روح مفعول اور توفی باب تفعل کو علامہ زمخشری جیسے مسلم امام لغت مجاز بتلا رہے ہیں اگر اس جگہ کوئی مرزائی اپنی کم علمی یا بے سمجھی کی وجہ سے یہ اعتراض کرے جیسا کہ ان کی عادت ثانیہ بلکہ اپنے مزعومہ نبی کی وراثت ہے کہ ہم ان حوالوں کو نہیں مانتے۔ کیونکہ یہ انسانوں کے اپنے وضع کردہ ہیں تو جواب یہ ہے کہ قطع نظر باقی حوالوں کے اس حوالے پر تو خصوصاً کسی مرزائی کو تو چوں چرا کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ خود مرزا صاحب نے ان کو چون و چرا کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ذرا الفاظ ملاحظہ ہوں:-

> "اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ زبان عرب کا ایک بے مثل امام جس کے مقابل پر کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں یعنی علامہ زمخشری الخ"
> (براہین حصہ پنجم ص ۲۰۴ ط ۲) ﴿خ ص ۳۸۰ ج ۲۱﴾

المفردات

(۱) وقَدْ عُبِّرَ عَنِ الْمَوْتِ وَالنَّوْمِ بِا التَّوَفِّیْ ترجمہ۔ موت اور نوم کے مجازی معنے ہیں::

تفاسیر

تفسیر کبیر

اتوفی جنس تحته انواع بعضها با الموت و بعضها بالاصعاد الی السماء

ترجمہ

۔امام فخر الدین رازیؒ آیت انی متوفیك ۔الآیۃ کے تحت میں لکھتے ہیں۔کہ توفی بمنزلہ جنس کے ہیں اور اس کے تحت میں بہت سے انواع ہیں۔ مثلاً موت اور اصعاد الی السماء وغیرہ::

بیضاوی

التوفی اخذ الشئی وافیا والموت نوع منه

ترجمہ

موت توفی کی ایک نوع ہے::

مرزا صاحب کا فیصلہ

ناظرین یہ تو تھی تحقیق از روئے لغات وکلام عرب۔اب شاید آپ کو مرزا صاحب کے دستخط خاص کی انتظار ہو۔تو اس انتظار کو بھی انشاءاللہ رفع کرا دیتا ہوں:۔
مرزا صاحب نے موضوع لہ معنی معلوم کرنے کیلئے ہمیں ایک پرکھ بتائی ہے۔اب ہم اسی کسوٹی پر جو مرزا صاحب نے ہمیں دی ہے،اس کو بھی پرکھتے ہیں::
مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

ثم اعلموا ان حق الفظ الموضوع له ان یوجد المعنی فی جمیع افراده من غیر تخصیص وتعیین

(ملاحظہ ہو الاستفتاء مصنفہ مرزا صاحب قادیانی ص ر ۴۳)﴿خ ص ۲۶۵ ر ج ۲۲﴾

ترجمہ

"یعنی جاننا چاہیئے کہ بیشک لفظ موضوع لہ کا حق تو یہ ہے کہ اس کے جمیع

افراد مین اس کا معنی بلا تخصیص و بلا تعیین پایا جائے۔"

اب ہم اسی اصول کی روسے اسی لفظ توفی کو پرکھتے ہیں تو مرزا صاحب کا معنی موت نہ تو تمام افراد میں پایا جاتا ہے (ظاہر ہے کہ اگر تمام افراد میں پایا جاتا تو مرزا صاحب ذی روح کی بیخ نہ لگاتے) اور نہ بلا تخصیص و تعیین ہے کیونکہ مرزا صاحب شرط لگاتے ہین کہ اللہ فاعل ہو۔ ذی روح مفعول ہو۔ توفی با تفعل ہو۔ نوم اور لیل کوئی قرینہ نہ ہوں۔ ناظرین ذرا گن لیجئے کہ کتنی شرطیں، لگائی گئی ہیں اور لطف یہ کہ شاید مرزائیوں کے نزدیک ابھی تک بلا تخصیص بلا تعین ہو گا۔

اس مختصر تحریر سے معلوم ہوا کہ جب مرزا صاحب کا معنی ان کے اپنے وضع کردہ اصول کے بھی خلاف پڑتا ہے۔ تو اس کے غلط و باطل ہونے میں کیا شک و شبہ غلاف اس کے ہمارا معنی پورا لے لینا،، جمیع افراد ہیں خواہ وہ نیند ہو، خواہ وہ موت ہو، خواہ اصعاد الی السماء ہو، خواہ عہد ہو خواہ قرض ہو وغیرہ وغیرہ) پایا جاتا ہے۔ اور ہے بھی بلا تعیین و بلا تخصیص::

اس مختصر سی تحریر کے بعد قارئین کرام پر واضح اور ہویدا ہو گیا کہ مرزا صاحب اپنے دعوی مسیحیت کو سچا کرنے کے لئے کیا کیا چالیں چلا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ خود اپنے موضوعہ اصولوں کے بھی خلاف کر دیا کرتے تھے۔ یہ دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو عمداً اپنے دعاوی کو سچا ثابت کرنے کے لئے کرتے ہونگے۔ یا سہواً۔ اگر عمدا کرتے تھے تو مفتری علی اللہ۔ مکار۔ عیار اور دسیسہ کار ثابت ہوئے اور سہو اُتھا تو باوجود نبی ہونے کے خدا تعالی نے ان کو ان کے سہو سے اخیر وقت تک ٹیچی فرشتہ کے ذریعہ سے اطلاع کیوں نہیں دی۔ تاکہ زندگی میں ہی اس کی اصلاح کر جاتے۔ اور مخلوق خدا کو گمراہ نہ کرتے۔ اس سے بھی ان کا متنبّی ہونا ثابت ہے::

تحریر بالا سے بالکل واضح اور ہویدا ہو گیا کہ لفظ توفی بحسب الوضع موت

اور قبض روح کے لئے موضوع نہیں ہے۔بلکہ موت اسکا مجازی معنی ہے اس کا حقیقی اور وضعی معنی پورا کرنا ہے۔

كمالا يخفى على من له ممارسة لى الكتب اللغويه

اب بھی اگر کوئی جاہل بے تکی ہانکتا چلا جائے کہ توفی موت اور قبض روح کے لئے موضوع ہے تو یہ اس کی جہالت کا کافی ثبوت ہے۔

الزامی جواب

مرزاغلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب براہین احمدیہ ص ۵۱۹/ حاشیہ ﴿خ ص ۶۲۰/ ج ۱﴾ میں آیت انی متوفيك و رافعك الى کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ وہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا" دیکھئے خود مرزا صاحب نے فقرہ متوفيك کے معنی "پوری نعمت،، دونگا کے لئے ہیں۔

اس پر اعتراض

مرزا صاحب نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا۔ الہامی نہیں تھا::

الجواب

مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میں براہین احمدیہ کے وقت بھی عند اللہ رسول تھا (ملاحظہ ہو ایام الصلح ص ۷۵/) ﴿خ ص ۳۰۹/ ج ۱۴﴾

نیز یہ کہ کتاب (براہین احمدیہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہو کر رجسٹرڈ بھی ہو گئی تھی۔اور قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے (براہین احمدیہ حاشیہ ص ۲۴۸/ م ۲۴۹) ﴿خ ص ۲۷۵/ ج ۱﴾

ناظرین! جب کشف میں (بقول مرزا صاحب) براہین احمدیہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے دربار میں پیش ہو کر قبولیت حاصل کر رہی تھی۔ کیا اس وقت توفی کی بحث جس کے معنی ”پوری نعمت دوں گا،، لئے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے نہ گذرے؟ اور اگر گذرے تو بقول مرزائیوں کے غلط ہونے کی وجہ سے کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کاٹ دیا؟

بحث نزول

عموماً مرزائی پارٹی یہ اعتراض کیا کرتی ہے۔ کہ قرآن مجید میں نزول کا لفظ اور اس کے مشتقات متعدد جگہ استعمال ہوئے۔ اور وہاں آسمان سے اترنے کے کسی جگہ بھی ہمارے مخالف لوگ معنی نہیں لیتے۔ دل میں آیا کہ تمام حجت کے لئے انکار یہ کانٹا بھی نکال دیا جائے تاکہ ان کو کسی قسم کا شکوہ شکایت کا دنیا میں اور عذر کا آخرت میں موقع نہ ملے۔

لیهلك من هلك عن بينة و يحيى من حى عن بينة۔

سب سے پہلے اس مشکل کو ہم لغتہً حل کرنا چاہتے ہیں۔ صراح میں ہے کہ نزول ”فرود آمدن،، اور انزال ”فرود آوردن،، منتہی الارب میں بھی اس طرح ہے یعنی ”نزول،، کے معنی ”نیچے آنا،، اور انزال،، کے معنی ”نیچے لانا،، ہیں۔ مصباح منیر میں ہے۔ نزل من علوه الى سفل۔ یعنی نزول کے معنی اوپر سے نیچے آنے کے ہیں:

مشہور لغوی علامہ راغب اصفہانی مفردات میں تحریر فرماتے ہیں:۔

النزول فى الاصل ہو انحطاط من علوه و انزال الله تعالى و اما بانزال الشى نفسه ز اما بانزال اسبابه و الهداية اليه كانزال الحديد و اللباس وبوذالك۔ یعنی نزول کے معنی اوپر سے نیچے کو اترنا ہیں اللہ تعالیٰ کا اتارنا یا تو شے بنفسہ کا اتارنا ہوتا ہے۔ جیسے قرآن کا اتارنا۔ یا اس

شے کے اسباب و ذرائع اور اس کی طرف (توفیق) ہدایت کا اتارنا جیسے انزال حدید انزال لباس اور اس کے مثل (انزال انعام، انزل میزان۔ انزال رجز و عذاب وغیرہ) انتہی::

اب اس تصریح کے بعد کسی قسم کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس سے زیادہ ہم کچھ وضاحت کریں۔ لیکن بپاسِ خاطر ناظرین اس کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ انشاءاللہ ناظرین دیکھ لیں گے کہ یہ لوگ جو اعتراض پیش کیا کرتے ہیں۔ ان میں سراسر مغالطہ دہی۔ دجل و فریب مکر و خدع اور تحریف و تاویل ہی ہوتی ہے::

مغالطہ نمبر ا

قرآن مجید میں ہے کہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُوْلًا يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللّٰه۔ الآیۃ۔ اس آیت میں، حضرت صلی اللہ وسلم کے لئے انزل کا لفظ ستعمال ہوا ہے::

جواب

اگر مشہور اور درسی کتاب جلالین کے اسی مقام کو دیکھ لیا جاتا تو اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہ نکلتی۔ لیکن یار لوگ چونکہ علم عربی سے ناواقف اور بے بہرہ ہیں۔ اس لئے ان کو مجبور و معذور قرار دیتے ہوئے ہم خود ہی اسی مقام کو یہاں نقل کر کے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:- قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ہُوَالْقُرْآنُ رَسُوْلًا اَیْ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْصُوب بِفِعْلٍ مُقَدَّرٍ اَیْ اَرْسَلَ (جلالین) یعنی ذکرا سے مراد قرآن کریم ہے جسے اللہ تعالی نے (آسمان سے) نازل کیا ذکر قرآن مجید کا دوسرا نام ہے۔ اس کا نزول بہت سی آیات میں آیا ہے۔ چودھویں پارے کے تین مقام ملاحظہ ہوں:-

(۱) انانحن نزلنا الذکر (حجر) (۲) یا یہاالذی نزل علیہ الذکر

(حجر) (٣)وانزلنا اليك الذكر (نحل)(٤)هذا ذكر مبارك انزلناه (پ١٧ انبياء)(٥) انزل عليه الذكر (پ٢٣ سوره ص) (٦)ان الذين كفروا بالذكر لما جاء هم انه لكتاب عزيز (پ٢٤ حم سجده (٧)ان هو الا ذكر و قران مبين(پ٢٣ سوره يسين)(٨) ان هو الا ذكرى للعالمين(پ٧ سوره انعام)(٩)ان هو الا ذكر للعلمين (پ١٣ يوسف (١٠) وما هو الا ذكر للعلمين (پ٢٩ قلم) تلك عشرة كاملة۔

اور رسولاً کے پہلے ارسل محذوف ہے۔یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنایا۔اسی لئے قرآن مجید میں ذکرا کے بعدآیت کا گول نشان بنا ہوا ہے۔اور رسولا۔الگ دوسری آیت میں ہے۔خازن۔مدارک۔سراج منیر اور کشاف میں بھی اسی طرح ہے::

بصورت دیگر اگر رسولاً کو منصوب بہ فعل مقدر نہ مانا جائے۔بلکہ ذکرا سے بدل یا عطف بیان مان لیں۔تو اس صورت میں رسولاً سے مراد جبرائیلؑ علیہ السلام ہوں گے (کشاف۔بیضاوی) جو بواسطہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بندوں پر اللہ کی آئیتیں تلاوت کرتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام کا نزول من السماء و متفق علیہ ہے::

دوسرا مغالطہ

خدا تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے کہ انزلنا الحدید یعنی ہم نے لوہا اتارا۔اب غور کیجیئے کہ کیا لوہا آسمان سے نازل ہوتا ہے یا کانوں سے نکلتا ہے؟

جواب

آیت مذکورہ میں انزال سے مراد انزال امر ہے جیسا کہ اوپر مفردات راغب

سے عبارت والهداية اليه كانزال الحديد کی جا چکی ہے۔ یعنی لوہے کے استعمال کی ہدایت اور حکم اللہ نے نازل فرمایا۔ تفسیر سراج منیر اور کشاف میں ہے۔ان اوامره تتنزل من السماء قضاياه و احكا مه بیضاوی میں ہے الامر باعداده ۔ یعنی استعمال حدید کا امر حکم آسمان سے اترا ہے۔ جو قرآن مجید فرقان حمید میں دوسرے مقامات میں موجود ہے واعدو الهم ما استطعتم من قوة۔ (پ۱۰ /انفال) والياخذوا حذ رهم واسلحتهم (پ ۵ نساء) ان آیات میں لوہے کے ہتھیار اور ڈھال وغیرہ کے استعمال کا حکم اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اسی کی طرف انزلنا الحديد میں اشارہ فرمایا ہے۔ چونکہ آہنی اسلحہ کے استعمال اور تیار کرنے کا سبب امر منزل من اللہ ہے لہذا " انزلنا الحديد من قبيل اطلاق المسبب والمراد به السبب جس کی تفصیل انشاءاللہ آئندہ جواب میں بھی ہو گی::

تیسرا مغالطہ

قرآن شریف میں آتا ہے کہ يَا بَنِي آدم قد انزلنا عليكم لباسا۔ یعنی اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کپڑے جو ہم لوگ پہنتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتے ہیں؟

جواب

میں کہتا ہوں کہ محاوراتِ عرب، جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ کلام میں کبھی سبب بولتے ہیں اور مراد مسبب لیتے ہیں مثلاً رعينا الغيث اى النبات الذى سببه الغيث (مطول) یعنی ہم نے بارش چرائی۔ یعنی گھاس جس کے اگنے کا سبب بارش ہے اور کبھی مسبب بولتے ہیں اور مراد سبب لیتے ہیں جیسے وما انزل الله من السماء من رزق (پ ۲۵ حاشیہ) یعنی اللہ نے آسمان سے رزق

نازل فرمایا۔ یعنی بارش برسائی جو سبب ہے رزق کے پیدا کرنے کا۔ پس رزق مسبب ہوا۔ اسی طرح انزلنا علیکم لباساً فرمایا لباس مسبب ہے اور سبب اس کا بارش ہے تفسیر کبیر جلد ۴ میں ہے انزل المطر و باالمطر تتکون الاشیاء التی منها یحصل اللباس تفسیر معالم التنزیل میں ہے اللباس یکون من نبات الارض و النبات یکون بما ینزل من السماء فمعنا قوله انزلنا ای انزلنا اسبابه۔

تفسیر خازن و فتح البیان میں ہے انزل المطر من السماء وهو سبب نبا ت اللباس۔ تفسیر مدارک میں ہے لان اصله من االماء وہو منها۔ اسی طرح سراج منیر ابوالسعود۔ بیضاوی میں بھی اسباب نازلہ مرقوم ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وجود لباس کا سبب بارش ہے۔ آسمان سے پانی برستا ہے اس سے روئی کا درخت پیدا ہوتا ہے۔ روئی سے سوت اور سوت سے لباس تیار ہوتا ہے۔ اونی لباس بنتے ہیں بھیڑ اور دنبے سے۔ بھیڑ اور دنبہ پلتا ہے گھاس پر، گھاس پیدا ہوتی ہے بارش کے بسبب سے۔ جب بارش ہوتی ہے۔ شہتوت اور بیر کے درختوں کی پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں ان کو ریشم کے کیڑے کھاتے ہیں اور ریشم نکالتے ہیں۔ جس سے ریشمی لباس وجود میں آتے ہیں غرضیکہ لباس ورزق کا وجود حصول اسباب سماویہ و مواد ارضیہ سے مل کر ہوتا ہے جیساکہ سورۂ یونس میں ارشاد باری ہوتا ہے (قل من یرزقکم من السماء والارض پ۱۱ ع ۴) اسکے آگے پچھلے رکوع میں ہے (وما انزل الله لکم من رزقٍ پ ۱۱) سورۂ جاثیہ کی آیت بطیان ہو چکی، سورۂ زاریات میں آتا ہے وفی اسماء رزقکم وما توعدون (پ۲۶) سورۂ عبس میں فرمایا انا صببنا الماء صبا ثم شققنا الارض شقا وانبتنا فیها حبا۔

الآیۃ (پ ۳۰) ان آیات سے آسمانی بارش اور نبات ارضی سے انسانی

معیشت کا حصول ثابت ہے۔اسی قبیل سے یہ آیت بھی ہے۔

انزلنا علیکم لباساً (پ۸:اعراف) اس کو کہتے ہیں تسمیة الشي باسم المسبب پس انزال کے معنی آسمان سے اتارنا۔اس آیت میں بھی اسی طرح ثابت ہوئے۔جس طرح اوپر کی دونوں آیتوں میں۔

تحقیق لفظِ رفع

امت مرزا رافعك سے رفع روح اور عزت کی موت مراد لیا کرتی ہے جیساکہ مرزا صاحب قادیانی آنجہانی نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ان لوگوں کا رفع سے روح مراد لینا ان کی بے علمی پر دال ہے کیونکہ رافعك الی سے مراد رفع جسم الی السماء ہے لاغیر::

تفصیل اس اجمال کی یوں ہے صراح میں لکھا ہے:- رفع ''برداشتن،، هو خلاف الوَضع (صراح ص۲۵۰) یعنی رفع کے معنی اوپر کو اٹھانا ہیں بخلاف لفظ وضع کے اس کے معنی ''نہادن،، (نیچے رکھنا) کے ہیں۔بقول مرزائیوں کے اگر اس سے عزت کی موت مراد لی جائے تو بہت سی آیات قرآنیہ بوجہ تطویل یہ حشو کے فصاحت سے گر جائیں گی مثلاً رَفَعَ بَعْضُهُمْ دَرَجٰتٌ (بقرہ پ۳) نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ (انعام۔یوسف) رَفَعَ بَعْضُكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ (زخرف) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْ مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْلُو لُعِلْمَ دَرَجَاتٍ (مجادلہ)

ان آیات میں رفع کے مشتقات بولے گئے ہیں۔اللہ تعالیٰ فاعل ہے۔اور ذی روح (پیغمبران۔اہل علم اور مومنین وغیرہ) مفعول ہیں۔باوجود اسکے لفظ درجات ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

حالانکہ رفع کے معنی معین کرنے کے لئے مندرجہ آیات ہیں۔لفظ،

"درجات"، بطور قرینہ مذکور ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع کے معنے حسب قرینہ کئے جائیں گے۔ کیونکہ لغت میں اس کے حقیقی اور وضعی معنی "اوپر کو اٹھانا"، جیسا کہ صراح کے حوالے سے اوپر گزر چکا ہے۔ پس جہاں رفع کا مفعول کوئی جسم ہو گا۔ وہاں معنے اس جسم کو نیچے سے اوپر کو حرکت دینا، اور اٹھانا ہو گا۔ اس کے لئے ذیل کا حوالہ بھی شاہد ہے:-

فَالرَّفْعُ فِیْ لَاَجْسَامِ حَقِیْقَةٌ فِیْ الْحَرْکَةِ وَالْاِنْتِقَالِ وَفِیْ الْمَعَانِیْ عَلٰی مَا یَقْتَفِیْهِ الْمَقَامَ (مصباح منیر مصری)

(مصباح منیر مصری جز اول ص ر ۱۱۷، سطر ۲۷)

یعنی لفظ رفع جسموں کے متعلق حقیقی معنی کی رو سے حرکت اور انتقال کے لئے ہوتا ہے۔ اور معانی کے متعلق جیسا موقع و مقام ہو::

صاحب مصباح کی اس تصریح سے مبرہن ہو گیا کہ رفع کا حقیقی معنی نیچے سے اوپر کو حرکت اور انتقال کا ہوتا ہے پس اس بیان و تحقیق سے رافعک الی کا معنی مرفوع الی السماء ثابت ہوا::

چونکہ رافعك میں مخاطب کی ضمیر منادی۔ یعنی عیسیٰؑ کی طرف راجع ہے اور اسم عیسٰی جسم مع الروح سے معبر ہے۔ کیونکہ محض روح بغیر تعلق بدن کے قابل تسمیہ نہیں ہوتی۔ پس اس ضمیر سے حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسّہ مع الروح الی السماء کالشمس فی نصف النهار ظاہر و باہر ہو گیا::

اسی لئے جملہ تفاسیر معتبرہ مثلاً تفسیر کبیر[1]- جلالین[2]- معالم[3]- ہوا طمع الالہام[4] تفسیر رحمانی[5] - فتح البیان[6]- جامع البیان[7]- بیضاوی[8]- ابن کثیر[9]- کشاف[10]- مدارک[11]- ابی السعود[12]- عباسی[13]- در منثور[14] - خازن[15]- اور السراج المنیر[16] میں بلا خلاف "رافعك الی"، سے رفع الی السماء"، مراد لکھا ہے::

سب سے زیادہ پر لطف بات یہ ہے کہ علامہ جار اللہ زمخشری

جیسے شخص جس کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں "زبان عرب کا ایک بے مثل امام جس کے مقابل پر کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں" (براہین حصہ پنجم ص/۲۰۵ ط۲) ﴿خ ص ۳۸۰/۳۸۱/ج۲۱﴾ اس مقام پر تاویل نہیں کر سکے (حالانکہ وہ معتزلی المذہب شخص تھے) کیوں؟ صرف اس لئے کہ ان کو عربیت اجازت نہ دیتی تھی اگر اجازت دیتی تو یقیناً وہ ضرور ہی تاویل کرتے::

نیز صراح ص/۳۵۰ میں ہے کہ "نزدیک گردانیدن کسے را باکسے صلۃ بالی یعنی رفع کا معنی کسی کو کسی کے نزدیک کر دینا ہے اس کا صلہ الی ہوا کرتا ہے۔ نزدیک تب ہی ہو گا جب حرکت اور انتقال پایا جائے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وہ چیز ضرور ہی جسم ہو گی۔ دوسرے لفظوں میں وہ جوہر ہو گی (نہ کہ عرض) گویا صاحب صراح نے بھی صاحب المصباح المنیر کی تصدیق و تائید کی پس یہاں رفع کا صلہ الی مذکور ہو۔ وہاں معنی سے شئی مذکور کا مدخول الی کی طرف مرفوع ہونا ہو گا اس کے لئے مندرجہ ذیل امثلہ ملاحظہ ہوں:۔

(۱) و من ذالك قولهم رفعته الى السلطان .(صراح ص/۲۵۰)

(۲) رفعه الى الحاكم .(مصباح)

(۳) قال ابوهريرة لسارق الثمر لا رفعتك الى رسول الله صلى الله عليه وسلم .(بخارى)

(٤) اى لا ذهبن بك اشكوك يقال رفعه الى الحاكم اذا حضره لشكوىٰ.(فتح البارى شرح صحيح البخارى ص/۵۳۱ پ۹)

یعنی حضرت ابو ہریرۃؓ نے (شیطان کو کہا آج میں تجھے ضرور بالضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں تیری شکایت کے لئے چلوں گا:۔

اگر رفع کے معنی اعزاز و اکرام کے ہوتے ہیں تو کیا اس جگہ حضرت ابوہریرہؓ شیطان لعین کو جناب رسالت مآبؐ کی سرکار دالا تبار میں عزت دلانا چاہتے تھے؟

(۴) صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ نیز مشکوۃ کتاب الجنائز باب البکاء علی المیت ص ر ۱۴۲ میں ہے کہ حضرت زینبؓ (بنت رسولؐ) کے فرزند ار جمند فوت ہوئے تو کیا گیا فرفع الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی وہ لڑکا (نواسۂ رسولؐ) آپؐ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔ اس موقع پر ہماری خوش قسمتی سمجھئے یا امت مرزا کی بدبختی کہ موت کا وقت بھی ہے لیکن پھر بھی عزت کی موت مراد نہیں لی جاتی۔ وفی تلک الامثلة کفایة لمن له هدایه۔

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں ہے
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوف کردگار

اخیر میں ہم ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ جب رفع یا اس کے مشتقات میں سے کوئی سا لفظ بولا جائے۔ جہاں اللہ تعالیٰ فاعل اور مفعول جوہر ہو (عرض نہ ہو) صلہ الی مذکور ہو۔ مجرور اس کا ضمیر ہو (اسم ظاہر نہ ہو) وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو۔ وہاں سوا آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنی ہوتے ہی نہیں۔ اس کے خلاف کوئی آیت کوئی حدیث یا زمانہ جاہلیت کے اشعار میں کوئی شعر پیش کردو۔ تو منہ مانگا انعام حاصل کرو۔

ایک اعتراض

اس کے مقابلہ و معاضہ میں شاید کوئی جلد باز مرزائی کنز العمال کے حوالے سے یہ بے سند حدیث پیش کردے کہ اذا تواضع العبد رفع الله الی السماء السابعة۔ اس میں رفع کے بعد صلہ الی مذکور ہے لیکن معنی وہ نہیں؟

اس کا جواب

(۱) اس میں الی کا مجرور اسم ظاہر ہے۔ ضمیر نہیں۔ لہٰذا ہماری بحث سے خارج ہے

(۲) یہ بے سند حدیث ہے اس کا اعتبار نہیں ::

(۳) بالفرض اگر مان بھی لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جس وقت انسان تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کی تواضع کو آسمان پر اٹھا لیتا ہے گویا کہ یہ حدیث من وجہ تفسیر ہے آیت الیه یصعد الکلم الطیبب کی۔ یعنی نیک کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔ نیز اس کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے طبرانی میں مروی ہے۔ فرمایا اذا تواضع قیل لملك ارقع حکمته ۔(جامع صغیر للسیوطی ص ر ۷ ۱۲ جلد ۲)

یعنی جس وقت (کوئی شخص) تواضع کرتا ہے تو فرشتے کو کہا جاتا ہے کہ اس کی حکمت (تواضع) کو اٹھائے۔ انتہی هذا اخر ما اوردنا من بحث التوفی والنزول والرفع الان من اللغة و الحدیث والقرآن والحمد لله الذی بنعمة تتم الصلحت والصلوة والسلام علی روسوله محمد مع اکر م التحیات و علی اله واصحابه و ازواجه المطهرات و اعلم یا یها الناظر انما الاعما ل بالنیات۔

مسِ شیطان

تحقیقی

حدیث صحیحین ما من بنی آدم مولودا لا یمسه الشیطان حین یولد فیستهل صارخا من مس الشیطن غیر مریم

و ابنہا(مشکوۃ ص ر ۱۰) پر جو اشکال وارد کیا گیا وہ دراصل یہ ہے کہ حضرت مریم کی والدہ حنہ مریم کے پیدا ہو چکنے کے بعد ان کے اور ان کی ذریت کے لئے خدا سے پناہ کی طلبگار ہوئی تھیں، جیسا کہ الفاظ قرآنی شاہد ہیں:-

فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثی و انی سمیتها مریم و انی اعیذها بك ذریتها من الشیطن الرجیم (آل عمران)

پس حدیث مذکور مریمؑ پر صادق نہیں آتی کیونکہ حدیث میں مریم کے لئے مس شیطان کا استثناء حین الولادت ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے لئے دعائے حفاظت ان کی ماں بعد الولادت کی ہے لہذا ان کا استثناء کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔؟ اس وجہ سے بعض راویوں نے حدیث سے مریم کا نام نکال دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس و جنودہ میں حدیث مذکور بایں الفاظ وارد ہے۔

کل بنی آدم یطعن الشیطن فی جنبیه باصبعه حین یولد غیر عیسی ابن مریم ذهب یطعن فطعن فی البخار (کذا فی المشکوۃ ص ر ۵۰۱)

لیکن آیت قرآنیہ میں چونکہ مریمؑ اور عیسیٰؑ دونوں کے لیئے دعاء اور پھر اس کی قبولیت کا ذکر آیا ہے لہٰذا اس لئے آیت کی مصداق وہی حدیث ٹھیرتی ہے جو صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۂ آل عمران میں مذکور ہے پھر قابل غور یہ امر رہ جاتا ہے کہ اس میں مس شیطان سے کیا مراد ہے؟ گو یہ صحیح ہے کہ عربی زبان میں لفظ شیطان کے بہت سے معنی آتے ہیں۔ اور عرب ہر بری چیز کا انتساب شیطان کی طرف کرتے ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ کلام عرب میں مس شیطان سے مراد تکلیف اور مرض بھی ہوتا ہے جیسا کہ خود قرآن مجید میں ہے:-

الذین یاکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطن من المس۔ (بقرہ)

یہاں مس شیطان سے مراد مرض صرع (جنون) ہے۔یا حضرت ایوبؑ کی دعا میں آیا ہے۔انی مسنی الشیطن بنصب و عذاب ۔(ص) یہاں بھی مس شیطان سے مراد مرض اور ضرر ہے جیسا کہ خود دوسری آیت میں انہیں ایوبؑ کی دعا میں وارد ہے۔انی مسنی الضرو انت ارحم الرحمین۔ (انبیاء)

حدیث کا صحیح مفہوم

کسی نے حدیث مذکور میں شیطان کے معنے بچہ جنانے والی دایہ کے کئے ہیں اور کسی نے حدیث مذکور میں مس شیطان سے مرض ام الصبیان مراد لیا ہے جسے ام الشیطان بھی لغت طب میں کہا گیا۔وغیر ذالک و من التاویلات اسی طرح سید احمد نے بھی ایک تاویل کی ہے کہ عیسائیوں کے مذہب میں یہ مانا گیا ہے۔کہ "یسوع جنگل میں چالیس دن تک شیطان سے آزمایا گیا،، (مرقس ۱/۱۲۔۱۳) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث میں عیسائیوں کے اس خیال کی تردید کی ہے۔ایسی تاویلات دل خوش کن تو بیشک ہیں۔لیکن الفاظ حدیث ان میں سے کسی ایک تاویل کو قبول نہیں کرتے ۔پس حدیث مذکور کا صحیح مطلب میرے ناقص خیال میں صرف اسی قدر ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے عند الولادۃ رونے کو مس شیطان سے تعبیر فرمایا ہے اور الا مریم ابنھا کا استثناء حدیث مذکور میں یستھل صارخا سے فرمایا ہے۔یعنی ایک واقعہ کا بیان مقصود ہے جو وقوع پذیر ہو چکا ہے کہ سارے بچے تو پیدا ہونے کے بعد روتے ہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ و مریم پیدا ہونے کے بعد مطلق نہیں روئے تھے۔اس سے نہ تو حضرت عیسیٰؑ و مریم کی کوئی فضیلت بیان کرنی مقصود ہے نہ دوسرے انبیاء کو توہین، بلکہ صرف ایک واقعہ کی حکایت ہے۔جو آنحضرتؐ سے پیشتر ہے ہو چکا ہے۔

الزامی جواب

مرزائیوں کی ضیافت طبع کے لئے مرزا صاب کے قلم کا لکھا ہوا جواب بھی درج ذیل کیا جاتا ہے۔ تا کہ مرزائی حضرات کا منہ بند ہو جائے اور اہل علم مسلمان مرزا صاحب قادیانی کے ''علم و نظر،، کی داد دیں:۔

''اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ اور اسکی ماں مس شیطان سے پاک ہیں، اس کے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ اور ان کی ماں پر سخت ناپاک الزام لگاتے تھے، سو اس افترا کا رد ضروری تھا۔ پس اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰ اور انکی ماں پر لگائے ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ان معنوں کر کے وہ مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔،،

(وافع البلاء صفحہ آخری) ﴿خ ص ۲۲۰ ر ج ۱۸﴾

اُمصُص بظر اللّات کی تحقیق

مرزائی اعتراض

حضرت مرزا صاحب نے گالیاں دی ہیں تو کیا ہوا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی تو کفار مکہ کو کہا تھا۔ اُمصُص بظر اللات جاؤ لات بت کی شرمگاہ چومو۔

جواب

مرزائی معترض نے جو حوالہ پیش کیا ہے اور جو ترجمہ کیا ہے اس میں، پورا پورا مرزائیت کا ثبوت دیا ہے۔ مرزائیوں کی ذہینت خدا تعالیٰ نے بالکل مسخ کر دی ہے۔ ان سے غور و فکر کی تمام قوتیں سلب کر لی ہیں۔ جب کوئی بات بن نہ آئے تو

جھٹ واقعات کو موڑ توڑ کر نہایت برے طریق سے پیش کرے کے بزرگان دین کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں قطع نظر اس کے کہ مرزائیوں کی پیش کردہ عبارت کس حیثیت کی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کا جواب علم کی روشنی میں دیا جائے تاکہ علم دوست اور انصاف پسند حضرات کیلئے چراغ **راہ کا کام** دے سکے::

واقعات اس طرح ہیں کہ صلح حدیبیہ کے **موقع پر کفار مکہ** میں سے ایک شخص نامی بدیل بن ورقاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے متعلق کہا۔،، ان ھو لاء لو قد مستھم جز السلاح لا سلموك ۔اگر ان مسلمانوں کو ذرا سی تکلیف پہنچی اور مصائب و آلام سے دوچار ہوئے تو آپ کو چھوڑ دینگے اور دشمنوں کے حوالے کردیں گے۔

یہ بات ایک جاں نثار اور فداکار مسلمان کیونکر برداشت کر سکتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی غیرت اسلامی جوش میں آگئی۔ آپ سے نہ رہا گیا۔ فوراً بول اٹھے۔

یعنی جاؤ۔ لات بت سے کہو کہ ہمیں متزلزل کردے۔ ہمارے پائے استقلال میں لغزش پیدا کردے (اگر وہ کر سکے) ہم حضور علیہ السلام کے فداکار غلام ہیں جہاں آپ کا پسینہ بہے گا ہم اپنا خون بہادیں گے۔ مگر حضورؐ پر آنچ تک نہ آنے دیں گے۔ تمہاری بکواس اور بے ہودہ گوئی ہم پر کوئی اثر نہیں کرسکتی اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہماری عقیدت کے متعلق کوئی شک و شبہ پیدا کرسکتی ہے۔

بُدیل نہایت عیار اور چالاک انسان تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ایک طرف تو آنحضرتؐ کے دل میں مسلمانوں کے اخلاص و عقیدت کے متعلق شکوک و شبہات پیدا کردیئے جائیں۔ اور دوسری جانب مسلمانوں کو یہ سبق دیا جائے کہ تکلیف و آزمائش کے وقت علیحدہ ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا چھوڑ دو۔ پھر آپ جانیں اور دشمنان اسلام۔

اس کا جواب حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ دیا کہ تیری بکواس کی کوئی حقیقت نہیں۔ ہم تیری باتوں میں آنے والے نہیں۔ حضورؐ کی اطاعت میں ہم اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینا عین سعادت سمجھتے ہیں تیری باتیں یاوہ گوئی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں۔ ان کو حقیقت سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔

مرزائیوں کو جو علم و عقل سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ یہ جان لینا چاہیئے کہ عربوں کا محاورہ ہے۔ اُمصص بظر فلانة او امه فلاں اور ام (ماں) کی بجائے کسی محبوب ترین چیز کا نام بھی لیتے ہیں اور مراد ہوتی ہے۔ کہ جاؤ جو مرضی ہے بکتے پھرو یاوہ گوئی کرو۔ اس کی وضاحت کے لئے ابن رشیق کی مشہور و معروف کتاب " العمدة،، کا ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ جو ہماری اس دلیل کو مضبوط ترین کر دیتا ہے "ان الشعراء ثلاثة شاعر، شويعر، وماص بظر امه،، (جلد اص ر ۹۷-۹۸ طبع ۱۹۳۴ء یعنی شاعروں چش ۲ کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو بلند پایہ شاعر، دوسرے معمولی اور گھٹیا درجے کے شاعر و تیسرے محض یاوہ گو اور تک بند۔

اب اس روشنی میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے الفاظ پر غو فرمایئے کہ مرزائیوں نے کتنا غلط اور بیہودہ ترجمہ کیا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اردو فارسی اور عربی میں نہایت گندی اور فحش گالیاں اپنے مخالفوں کے حق میں استعمال کی ہیں جن کا نمونہ گذشتہ صفحات میں درج کیا جا چکا ہے::

حضرت صدیق اکبرؓ نے انتہائی جوش اور غصے کے عالم میں بھی کوئی نازیبا کلمہ استعمال نہیں فرمایا۔ صرف یہ کہا کہ تمہاری باتیں محض بکواس ہیں ہم ایسے نہیں جیسے تم نے خیال کیا ہے تمہارا خیال بالکل باطل ہے۔ بتایئے اس میں کونسی گالی ہے؟

لفظ زنیم کی تحقیق

اعتراض مرزائیہ

اگر مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کو حرام زادہ کہا ہے تو کیا ہوا؟ قرآن نے بھی تو اپنے مخالفین کے حق میں "زنیم" (حرام زادہ) کا لفظ استعمال کیا ہے:

جواب

مرزائی معترض نے اس جگہ بھی نہایت بددیانتی سے کام لیا ہے اور قرآن مجید جو کہ اقوام عالم کے لئے زندگی کا پیغام لایا ہے، جو مردہ قوموں کو حیات بخشتا ہے جس نے عرب کے جاہل بدوؤں کو عالم اور مہذب بنا کر اس لائق کیا کہ علم وعمل اور تہذیب وتمدن میں تمام دنیا کو سبق دیں، ایسے پاکیزہ اور حیات آفریں پیغامات پر یہ مرزائی گالیوں کا الزام، لگا رہے ہیں۔ صرف اس لئے کہ مرزا صاحب سے یہ ناشائستہ حرکت سرزد ہوئی ہے مرزائیوں کا تو یہ دستور ہے کہ جو عیب مرزا صاحب کی ذات "تقدس مآب"، میں پایا جائے، وہی عیب قرآن اور پیغمبر اسلام علیہ السلام میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔ اب سنیئے، زنیم کے اصل معنی کتب ادب اور لغت کی زبانی پھر مرزائیوں کی جسارت کی داد دیجئے۔ یہ لفظ سورۃ القلم آیت نمبر ۱۳ میں اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے:۔

(ا) عربی لغات میں زنیم کے معنی ہیں:۔

(ا) الملصق بالقوم ولیس منهم (لسان العرب)

(ب) المستلحق فی قوم و لیس منهم (تاج العروس)

(ج) *One adepted among a people to whome he does not belong*

(عربی انگریزی ڈکشنری از: ای۔ ڈبلیو۔ کین)

عربی کی ان مشہور و معروف اور مستند لغات کی رو سے زنیم کے معنی ہیں:۔
"وہ شخص جو کسی دوسری قوم میں شامل ہو جائے، بحالیکہ وہ اس قوم سے نہیں"

(۲) کتب ادب:۔
کسی لفظ کے معنی وہی صحیح سمجھے جاتے ہیں جو ادب اور لٹریچر کی کتابوں میں بیان ہوں۔ عربی زبان سے تھوڑی سی واقفیت رکھنے والا انسان بھی خوب سمجھتا ہے کہ علامہ عصر المبرد کی شہرہ (آفاق کتاب "الکامل" کا مرتبہ اور درجہ کتنا بلند ہے۔ پنجاب یونیورسٹی میں مولوی فاضل اور ایم۔اے عربی کے نصاب میں داخل ہے اور علامہ ابنِ خلدون نے اس کتاب کو عربی ادب کے ارکان اربعہ میں پہلا درجہ دیا ہے۔ اس مستند اور مشہور کتاب میں زنیم والی آیت نقل کر کے زنیم کے معنی علامہ موصوف نے یہ لکھے ہیں۔ ھو الداعی المُلزَق یعنی ہو تو کسی قوم سے اور مل جائے کسی دوسری قوم کیساتھ (کتاب مذکورہ، جلد ۳، ص ر ۱۲۳ طبع مصر)
حضرت حسان رضی اللہ عنہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور خاص شاعروں میں سے تھے، ایک شعر میں "زنیم" کا لفظ استعمال کر کے خود ہی اس کے معنے لکھتے ہیں۔

زنیم تداعاہ الرجال زیادۃ
کما زیدنی عرض الادیم الاکارع

یعنی زنیم وہ ہے جسے لوگ زائد سے تعبیر کرتے ہیں جس طرح کھال میں ٹانگیں زائد معلوم ہوتی ہیں۔
عربی کتب ادب اور لغات کی رو سے زنیم کے معنی ہیں "وہ آدمی جو ایک قوم میں سے تو نہ ہو۔ مگر اس میں آ ملے۔"
قرآن مجید کی آیت پر اعتراض کرنے والے مرزائیوں کو غور کرنا چاہیے

کہ مرزا صاحب کی محبت میں وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف طعن بناتے ہیں۔ قرآن پاک کی عظمت پر حملہ کرتے ہیں۔ قرآن حمید اس سے بہت بلند و بالا اور ارفع اعلیٰ ہے کہ اس قسم کے نازیبا الفاظ اپنے مخالفین کے حق میں استعمال کرے۔ گالیاں تو وہ دیتا ہے جو کمزور ہو، اللہ عزوجل جو سب جہانوں کا مالک ہے، جس کے ارادے کو کوئی روک نہیں سکتا، جو آنکھ جھپکنے میں چاہے تو سارے جہان کو تباہ و برباد کردے، اسے کیا ضرورت ہے کہ گالیوں پر اتر آئے، قرآن عزیز کے نزول کا مقصد تو یہ ہے کہ دلوں کو پاک بنائے۔ سینوں میں ہدایت کا نور بھر دے۔ گمراہوں کو سیدھے راستے پر لے آئے کیا ایسی گالیوں کو قرآن میں ثابت کرنا راجپالی ذہنیت نہیں؟ کیا یہ کلام اللہ کی توہین نہیں؟ کیا قرآن کی عظمت کے خلاف نہیں؟ یقیناً ہے۔

اس کے خلاف مرزا صاحب کی صاف اور واضح عبارتیں اردو، فارسی اور عربی میں موجود ہیں جن میں مخالفوں کو "نسل بدکاراں، حرام زادے سے کنچنیوں کی اولاد ذرية البغايا وغیرہ مکروہ اور ناشائستہ الفاظ سے یاد فرمایا گیا ہے:

نوٹ

اس کے علاوہ ابن درید جو لغت کا مشہور امام ہے کتاب الاشتقاق میں زنیم پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"والزنيم الذى له زنمة من الشر يعرف بها اى علامة"

پھر قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

"انما اراد بزنيم ان له ذنمة من الشر۔"

(کتاب مذکور ص/۱۰۸ طبع یورپ)

یعنی زنیم کے معنی قرآنی آیت میں ہیں:۔ "شرارت میں مشہور۔"

ابن درید ایسا مسلمہ امام لغت لکھتا ہے کہ زنیم گالی وغیرہ کے معنوں

میں استعمال نہیں ہوا، بلکہ اس کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنی شرارتوں کی وجہ سے لوگوں میں مشہور ہو جائے۔

بتایئے کہ ان معنوں میں کونسی برائی ہے؟ اے کلام اللہ پر اعتراض کرنیوالو! اپنی نظروں کو وسیع کرو::

و آخر دعوانا ان الحمد للہ وحدہ
والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

تـــمـــت